پجاری

PDFBOOKSFREE.PK

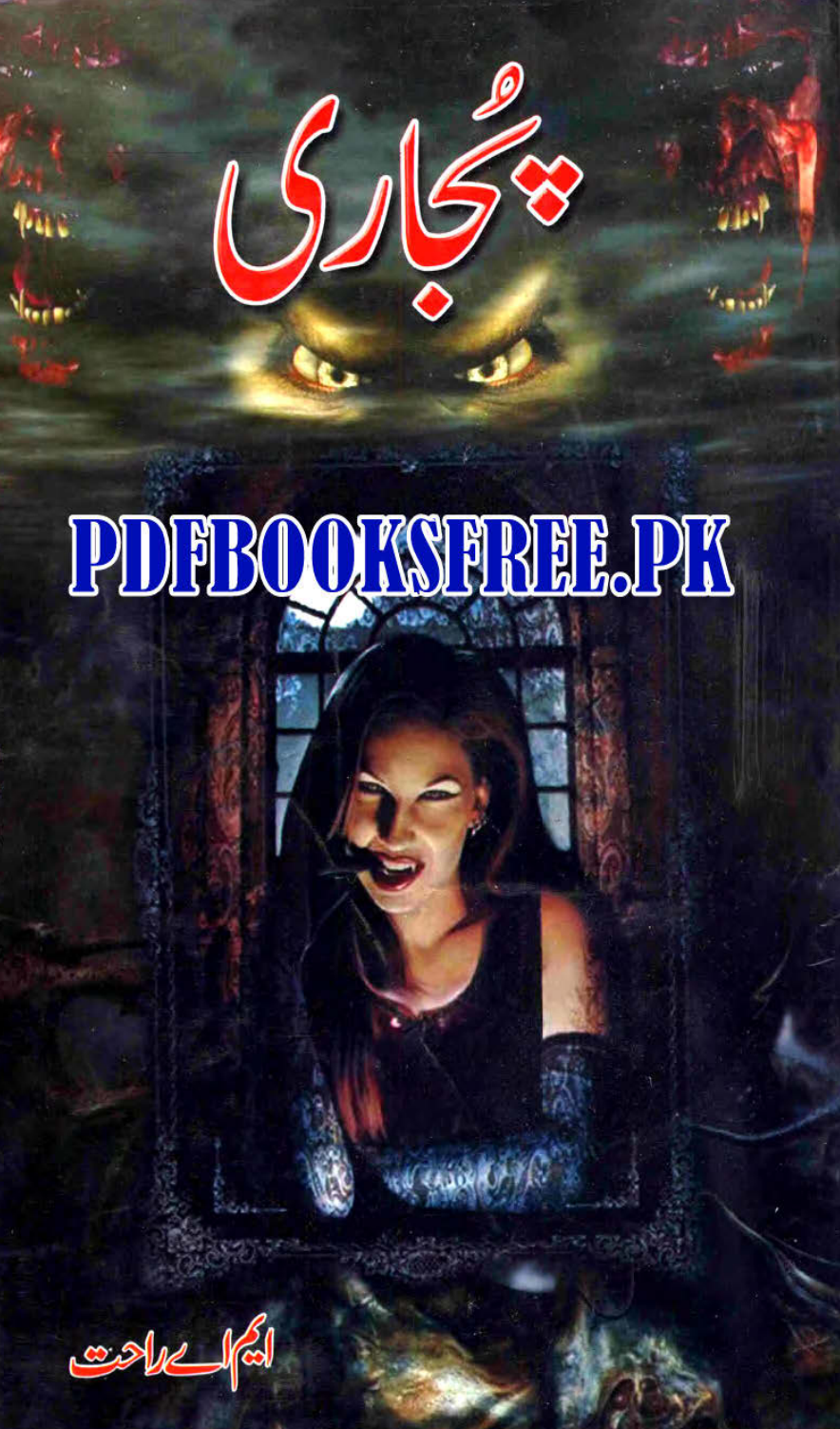

ایم اے راحت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اِس میں کوئی شک نہیں کہ اس سرکاری محکمے میں بدری ناتھ جس پوسٹ پر تھا۔ وہ ایسی تھی کہ کسی کی بھی نگاہ اس پر پڑتی تو اس کے اندر ایک حسرت پیدا ہو جاتی تھی کہ کاش یہ جگہ اسے مل جائے۔ بقول کسی کے یہ دولت کی کان تھی۔ رشوت لینے کے لیے اس سے اچھی جگہ پورے محکمے میں اور کوئی نہیں تھی لیکن لوگ افسوس کرتے تھے کہ اس سیٹ پر بدری ناتھ جیسا گدھا بیٹھا ہوا ہے۔ البتہ اس گدھے کی اعلیٰ حکام کی نگاہوں میں بڑی قدر تھی کیونکہ سبھی جانتے تھے کہ بدری ناتھ رشوت نہیں لیتا۔ پھر جب لالہ بھگوتی پرشاد کے ہاں بدری ناتھ کے ماتا، پتا بدری ناتھ کا رشتہ لے کر گئے تو لالہ بھگوتی پرشاد نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ وہ زمانہ ساز تھے۔ دنیا کو جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ بدری ناتھ دولت کے ڈھیر پر بیٹھا ہوا ہے۔ البتہ بدری ناتھ بڑا پریشان سا تھا۔ کیونکہ اس نے بھی ایک بار شردھاوتی کو دیکھ لیا تھا۔ شردھاوتی اس کی نگاہ میں اپسرا تھی۔ دودھ جیسا سفید رنگ، شربتی آنکھیں، گلاب کی پتیوں جیسے ہونٹ اور انتہائی متناسب بھرا بھرا بدن وہ تو کسی راج محل میں جانے کے قابل تھی۔ جبکہ بدری ناتھ کا رنگ سانولا، نقوش بھدے البتہ کسرتی جسم کا مالک تھا وہ۔ اسے اپنی بدصورتی کا پورا پورا احساس تھا۔ دبی زبان سے ماں سے کہا تھا۔

''ماں آج ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔''

''ہاں۔ بول۔''

''آپ میری شادی بھگوتی پرشاد کی بیٹی شردھا سے کرنا چاہتی ہیں۔''

''ارے دیکھے گا تو دانتوں میں انگلیاں دبا کر رہ جائے گا۔ گھر میں چراغ کی طرح روشن ہو جائے گی وہ اتنی سندر ہے۔ میں دکھاؤں گی تجھے۔''

''میں نے دیکھا ہے اسے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''تو پھر؟''

''ماتا جی میری اس کے ساتھ جوڑی سجے گی نہیں۔''

''کیا بک رہا ہے رے۔'' ماں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''ہاں ماتا جی جوڑی کم از کم ایک جیسی ہونی چاہیے۔ اس کے سامنے میں بہت بدصورت ہوں۔''

''بدصورت ہوں تیرے دشمن، بیٹا! بھگوتی پرشاد اور ان کی دھرم پتنی یوں ہاتھ بڑھا کر لیں گے تجھے ارے آج کل اچھے لڑکے ہوتے کہاں ہیں اور بھگوتی پرشاد تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ تُو کتنی اچھی جگہ نوکری کر رہا ہے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے ماتا جی مگر شردھا۔''

''دیکھ..... بڑوں کی باتوں میں دخل نہیں دیا کرتے۔ اتنا اچھا بیٹا ہے تُو میرا اور اب تُو میرے راستے روک رہا ہے۔'' بردکھاوے کے لیے بدری ناتھ کو بھی ساتھ لیا گیا تھا اور بدری ناتھ جھجکتا جھینپتا وہاں پہنچا تھا۔ لالہ بھگوتی پرشاد کے لیے بدری ناتھ کوئی اجنبی آدمی نہیں تھا۔ بڑی آؤ بھگت کی انہوں نے اور پھر انہوں نے یہ رشتہ خوشی سے منظور کر لیا تھا۔

''بھائی! مہندر ناتھ آپ کے بارے میں بھلا چھان بین کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم خوشی سے یہ رشتہ تمہیں دیتے ہیں۔'' شردھا چائے لے کر آئی۔ تو ایک بار پھر بدری ناتھ نے اس کا چہرہ دیکھا۔ کندن کی طرح دمک رہی تھی۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ خود اس کے دل میں بدری ناتھ کے لیے کیا مقام ہے۔ رشتہ منظور ہو گیا تھا۔ مگر بدری ناتھ بہت پریشان تھا۔ شردھا بھی امنگوں بھری تھی۔ دیکھ چکی تھی کہ بدری ناتھ کس شکل وصورت کا مالک ہے۔ ماں نے کہا۔

''شردھا! آپ نے دیکھا بدری ناتھ کو؟''

''آپ نے دیکھ لیا ماتا جی!''

''ہاں بیٹا۔''

''آپ خوش ہیں۔'' شردھا وتی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''بیٹا رشتے ملتے کہاں ہیں آج کل اور پھر بدری ناتھ تو ہیرا ہے ہیرا سرکاری ملازم، اپنا گھر ہر چیز ایسی ہے کہ کہیں بھی اس کا رشتہ جائے گا لوگ اسے منظور کر لیں گے۔'' شردھا نے نگاہیں اٹھا کر ماں کو دیکھا ماں کی مجبوریوں کا بھی اسے احساس تھا۔ ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ رشتہ طے ہو گیا۔ البتہ بدری ناتھ نے ایک مرتبہ شردھا سے خفیہ رابطہ قائم کیا۔

''میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں شردھا جی!''

''جی، بتایئے کیا بات ہے؟'' شردھا نے پوچھا۔

''کیا آپ اس رشتے سے خوش ہیں۔''

''میری خوشی یا ناخوشی سے کیا ہوتا ہے۔''

''میں نے محسوس کیا ہے شردھا جی کہ آپ اس رشتے سے خوش نہیں ہیں۔''

''آپ نے کیسے محسوس کر لیا؟''

''بس! میری چھٹی حس یہ بتاتی ہے۔''

''اپنی چھٹی حس کو روکیے۔ میں ایک مشرقی گھرانے کی لڑکی ہوں۔ ماتا، پتا جو طے کر دیتے ہیں۔ وہ ہی ٹھیک ہوتا ہے۔'' شردھا نے کہا۔ اس کے دل میں غنود کے لیے بڑی گنجائش تھی۔ غنود بھی ایک رشتے دار ہی تھا اور شردھا سے اس کی اچھی خاصی ملاقات تھی۔ غنود ویسے بھی ملک سے باہر تھا۔ گھرانہ تو اس کا بھی درمیانہ ہی تھا لیکن غنود گھر سے باہر رہ کر کام کر رہا تھا اور اس کی ترقی کے بہت زیادہ امکانات تھے شکل وصورت کا بھی اچھا تھا لیکن ظاہر ہے یہ تمام باتیں شردھا اپنے ماتا پتا سے نہیں کہہ سکتی تھی۔ بہر طور شادی ہو گئی اور شردھا بدری ناتھ کے گھر آ گئی۔ حجلہ عروسی میں بھی بدری ناتھ نے شردھا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں جانتا ہوں شردھا کہ میں تمہارے قابل نہیں ہوں اور یقین کرو میں نے اپنے ماتا پتا سے منع کیا تھا کہ میری شادی تمہارے ساتھ نہ کریں ہماری جوڑی سجے گی نہیں لیکن اب مجبوری ہے۔''

''مجبوریوں پہ صبر کرنا ہی پڑتا ہے۔'' شردھا کی بات نے بدری ناتھ کے دل پر ایک نیا زخم ڈال دیا۔ شردھا نے سچ کہا تھا اور یہ سچ بہر حال قبول کرنا تھا۔ بہر حال بدری ناتھ نے شردھا کی ہر چیز کا خیال رکھا اور شردھا نے بھی بہ ظاہر یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ بدری ناتھ اسے بالکل پسند نہیں ہے۔ جب بھی کبھی شردھا مایوس ہوتی یا اداس ہوتی تو بدری ناتھ اس سے یہ ہی کہتا کہ قصور اس کا نہیں ہے۔ شردھا نے کبھی بھی اس بات کا اظہار نہیں کیا تھا کہ وہ بدری ناتھ کو بے قصور سمجھتی ہے البتہ اس نے چھوٹی چھوٹی خواہشوں کا اظہار شروع کر دیا تھا۔

''ساری باتیں اپنی جگہ ہیں بدری مگر انسان کی اپنی خوشیاں تو پوری ہونی چاہئیں۔''

''مجھے بتاؤ شردھا۔''

''یہ چھوٹا سا گھر۔ یہ گھر مجھے ناپسند ہے۔ زندگی کی کوئی بھی تو امنگ یہاں نہیں ہے۔ بوڑھے ماتا، پتا، ماتا جی بیمار رہتی ہیں۔ ان کی تیمارداری کرو۔ میں نے کچھ اور خواب دیکھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے بدری اور یقین کرو۔ میرے خواب میرے ماتا پتا کی تھوڑی سی کوشش سے پورے ہو سکتے تھے۔ کئی رشتے تھے میرے لیے جو اچھے گھرانوں کے تھے۔ مجھے معاف کرنا بدری، بھگوان نے میری شکل وصورت جتنی اچھی بنائی ہے۔ اس کے تحت یہ رشتے مجھے مل ہی جانے تھے۔ پر ماتا پتا کے سامنے زبان نہیں کھول سکی۔''

''میں تمہارے لیے اور کیا کر سکتا ہوں شردھا مجھے بتاؤ؟''

''کیا گھر میں ایک گاڑی بھی نہیں ہونی چاہیے۔''

''ارے باپ رے باپ گاڑی اور وہ بھی ہمارے گھر میں۔''

''تمہارے گھر میں ہو یا نہ ہو لیکن بھگوان اگر میری تقدیر نہ پھوڑتا تو میرے گھر بھی ضرور ہوتی۔'' شردھا نے یہ کہا اور خاموش ہو گئی پھر کچھ عرصے کے بعد کوشل پیدا ہو گئی۔ شردھا ایک بیٹی کی ماں بن گئی تھی۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ کوشل اپنی ماں کی طرح خوب صورت تھی۔ پھر پردیپ پیدا ہوا اور یہاں بھی بدری ناتھ کو منہ کی کھانی پڑی بیٹا پیدا ہوا تھا اگر باپ کی شکل کا ہوتا تو بدری ناتھ کو دنیا میں کوئی اپنا ساتھی محسوس ہوتا لیکن بیٹا بھی گورا چٹا اور اچھے نقوش کا مالک تھا۔ وہ بھی ماں پر ہی گیا تھا۔ بہر حال وقت گزرتا رہا۔ پھر بدری ناتھ کی ماں کا انتقال ہو گیا باپ رہ گیا تھا لیکن باپ بھی بہت بیمار تھا۔ بدری ناتھ گزارہ کرتا رہا۔ شردھا پہلے ہی دن سے ان لوگوں سے گھلی ملی نہیں تھی۔ وہ اپنے آپ کو الگ تھلگ ہی رکھتی تھی اور الگ تھلگ ہی سمجھتی تھی۔ اس سے ملنے جلنے والے بھی اس کے میکے کے لوگ ہی تھے سسرال والوں میں اول تو کوئی تھا نہیں لیکن اگر بدری ناتھ کے کوئی جاننے والے گھر میں آتے تو دوبارہ نہ آنے کا تہیہ کر کے جاتے کیونکہ شردھا ان کے ساتھ اچھی طرح پیش نہیں آتی تھی۔ اس نے ایک بھی دن بدری ناتھ کو ایسا نہیں دیا تھا۔ جس سے بدری ناتھ کے دل کو کسی خوشی کا احساس ہوتا۔ وہ ٹھنڈی سانس لے کر زندگی گزار رہا تھا۔ اور اپنی قسمت پر شاکر تھا۔ پھر باپ کا بھی انتقال ہو گیا مرتے وقت باپ نے کہا تھا۔

''بیٹا بدری ناتھ شاید ہم سے غلطی ہوئی تُو نے ٹھیک کہا تھا۔ شردھا ان میں سے نہیں تھی۔ جو تقدیر کے لکھے کو قبول کر لیتے ہیں۔ اس نے کبھی نہ تیری ماں کے ساتھ اچھا سلوک کیا نہ تیرے ساتھ خیر بھگوان سے دعا ہے کہ تیرا جیون سکھی گزرے۔'' بدری ناتھ کا جیون جتنا سکھی گزر رہا تھا۔ اس کا اسے پورا پورا احساس تھا۔ جب وہ شردھا کے قریب ہوتا تو شردھا آنکھیں نہیں کھولتی تھی۔ بدری ناتھ نے کتنی ہی بار محسوس کیا تھا لیکن بہر حال وہ صبر کے ساتھ وقت گزار رہا تھا۔ شردھا اب بھی اپنے دوستوں اور سہیلیوں کے ساتھ خوش رہتی تھی۔ اس کے

کئی مرد دوستوں کا بھی اس کے گھر آنا جانا تھا۔ بدری ناتھ نے کبھی اعتراض نہیں کیا تھا۔ البتہ کتنی ہی بار اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ شردھا اپنے دوستوں کے سامنے بھی اس کی بے عزتی کرتی ہے اور اس کی دوست لڑکیاں بدری ناتھ کو دیکھ کر ہنستی ہیں۔ بدری ناتھ کی صحت بھی خراب ہو گئی تھی۔ پہلے وہ تروتازہ تھا۔ رنگ بے شک سانولا تھا لیکن جسم بہت اچھا تھا اب اس کے رخساروں کی ہڈیاں اُبھرتی آ رہی تھیں۔ کمزوری تو اسے کوئی نہیں ہوئی تھی لیکن پھر بھی وہ اپنے آپ کو بڑا کمزور محسوس کرتا تھا۔ کیونکہ کوئی سہارا ساتھ نہیں تھا۔

پھر ایک دن اس کی چھ سالہ بیٹی نے اپنی توتلی زبان میں کہا۔

''پاپا مجھے گاڑی چاہیے میری ساری دوستیں کار میں سکول آتی ہیں بس میں ہی ہوں جو ویگن میں سکول جاتی ہوں۔''

''نہیں بیٹا ویگن میں تو بہت سے بچے ہوتے ہیں۔''

''وہ سب غریب ہیں پاپا ہم غریب کیوں ہیں؟'' بدری ناتھ کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اس کی ترقی بھی ہو گئی تھی اور اب بھی وہ ایسی سیٹ پر تھا کہ اگر وہ چاہتا تو لاکھوں کما سکتا تھا۔ پھر کوشل نے ایک دن کھانا پینا چھوڑ دیا۔

''مجھے کار چاہیے پاپا! مجھے کار چاہیے۔'' بدری ناتھ کی گردن جھک گئی تھی۔ پھر جب بابو حفیظ خان نے بدری ناتھ سے کہا۔

''بدری ناتھ! وہ نقشہ پاس کرا دو۔ میں تمہیں پانچ لاکھ روپے دوں گا۔ دیکھو بدری ناتھ بال بچوں والے ہو۔ مجھے پتہ ہے کہ تم رشوت نہیں لیتے لیکن وقت تو پہچان رہے ہو۔ پوری زندگی گزار دی تم نے نیک نامی تو پالی اور کیا کمایا۔'' بدری ناتھ نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا۔ بیٹی کی آواز کانوں میں اُبھری اور بدری ناتھ نے کہا۔

''یہ پیسے آپ مجھے میرے گھر پہنچا دیجیے اور دیکھیے میں نے آپ سے کچھ نہیں مانگا ہے۔ میرے ساتھ کوئی چالاکی کرنے کی کوشش مت کیجیے گا۔''

''ارے تم پرواہ کیوں کرتے ہو۔ دیکھنا کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو گی اور میں تمہارے گھر بھی نہیں پہنچاؤں گا پیسے۔ کوئی خفیہ اکاؤنٹ کھول لو۔ بس پیسے تمہارے اکاؤنٹ میں پہنچ جائیں گے۔''

''یہ زیادہ اچھا ہے۔'' بدری ناتھ کو رشوت لینا نہیں آتی تھی۔ پر بہر حال اس کے پاس چیک بک اور پاس بک پہنچ گئی۔ جس میں پانچ لاکھ روپے اس کے اکاؤنٹ میں جمع ہو گئے تھے اور یہ اکاؤنٹ بالکل خفیہ تھا۔ پھر اس خفیہ اکاؤنٹ میں دس لاکھ، بیس لاکھ پھر پچاس لاکھ،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کار خرید لی گئی اور مکان کے باہر پلاٹ خرید کر اس کی تعمیر شروع کر دی گئی۔ اب شردھا وتی کے چہرے پر خوشی نظر آنے لگی تھی لیکن بدری ناتھ کے ساتھ اس کا سلوک اب بھی اچھا نہیں تھا۔ بدری ناتھ اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ رشوت آتی رہی اور بینک بیلنس لاکھوں ہو گیا۔ کوئی فکر کوئی پرواہ نہیں تھی کسی قسم کی کوئی مشکل بھی پیش نہیں آئی تھی۔ بدری ناتھ خوش نہیں تھا۔ ماں باپ کی زندگی میں اس نے یہ سب کچھ نہیں کیا تھا لیکن اولاد نے اسے بُرائی کی جانب سفر کرنے پر مجبور کر دیا اور اب وہ باقاعدہ ایک راشی افسر تھا اس کے دل پر نہ جانے کتنے زخم آ چکے تھے۔ سب کچھ مہیا ہو گیا تھا۔ دنیا کی ہر چیز سے گھر بھر گیا تھا۔ اس زمانے میں لوگ صرف شان و شوکت سے مرعوب ہوتے ہیں۔ کوئی یہ نہیں سوچتا کہ یہ شان و شوکت کہاں سے پیدا ہوئی بدری ناتھ کو اب اس کا بھی اندازہ ہو رہا تھا۔

سب سے زیادہ غم اسے بیوی کی بے اعتنائی کا تھا شردھا اب بھی اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتی تھی۔ دوسروں کے ساتھ ہنستی مسکراتی تھی لیکن جیسے ہی بدری ناتھ سامنے آتا اس کا چہرہ سنتھ جاتا۔ کبھی بھی اس کے لہجے میں محبت کی شیرینی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ کبھی کبھی بدری ناتھ اپنے ماں باپ کے بارے میں سوچتا تھا۔ بعض اوقات ماں باپ کے غلط فیصلے کس طرح زندگی کو زخم بنا دیتے ہیں۔ وہ ان زخموں سے چُور تھا۔ تنہائیوں میں اکثر وہ سوچتا رہتا تھا کہ اس سارے معاملے میں میرا کیا قصور ہے۔ کبھی کبھی وہ مندر میں جا کر بھگوان کے چرنوں میں بھی بیٹھ جاتا تھا اور بھگوان سے پوچھتا تھا کہ بھگوان کیا زندگی ایسے بھی گزرتی ہے؟

اندر سے بالکل ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا تھا وہ بظاہر صحت اچھی تھی لیکن درحقیقت وہ بیمار تھا اور پھر بُرے کام کا بُرا نتیجہ سامنے آیا۔ کسی نے اس سے دشمنی باندھ لی اور آخر کار اینٹی کرپشن والوں نے اسے رشوت لیتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور بدری ناتھ گرفتار ہو گیا۔ جب ایک بار بات کھل جاتی ہے تو پھر بہت سی باتیں سامنے آتی رہتی ہیں۔ اس کے اثاثے وغیرہ کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں۔ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہو گیا۔ دشمنیاں خود بخود شروع ہو جاتی ہیں۔ نہ جانے کون دشمن تھا کون دوست تھا۔ بہرحال بدری ناتھ پر مقدمہ چلا نوکری بھی ہاتھ سے گئی اور اسے ڈھائی سال کی سزا ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی دس لاکھ روپے کا جرمانہ بھی ہوا تھا اور بدری ناتھ جیل پہنچ گیا۔

''یہ سب کچھ ہونا تھا۔ میں کس سے کیا کہوں۔ میرا کوئی دوست نہیں تھا۔ ماتا جی، پتا جی! اپنی خوشی پوری کر کے آپ تو سورگ سدھار گئے۔ میرے لیے کیا کر گئے ہیں یہ آپ نے دیکھا۔ قرض وصول کر لیا آپ نے اپنی ماتا کا اور پتا جی نے اپنی شفقت کا۔ ٹھیک ہے میں

بھاگوں کے کھیل میں گرفتار ہو گیا۔'' وہ سوچتا۔

ڈھائی سال پورے ڈھائی سال شردھا کی بے اعتنائی آکاش تک پہنچ گئی تھی۔ صرف دو بار وہ اس سے ملنے کے لیے آئی تھی۔ دو سال چار مہینے کی سزا پوری ہو چکی تھی صرف دو مہینے باقی رہ گئے تھے۔ اس سال جب یوم آزادی آیا تو پندرہ اگست کو اس کی رہائی کا بھی اعلان کر دیا گیا۔ پہلے بھی یوم آزادی پر کچھ مجرم آزاد ہوئے تھے لیکن اس کا نام نہیں آیا تھا۔ البتہ اس کا نام لسٹ میں شامل کر لیا گیا تھا۔ اسے دو ماہ پہلے آزاد کر دیا گیا۔ خوشی کا سیلاب اُمنڈ آیا تھا۔

اتنے عرصے بچوں کو بھی نہیں دیکھا تھا۔ گھر یاد آتا تھا۔ تو آنسو بہانے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ چوری چھپے گھر میں داخل ہوا۔ یہ سوچ کر کہ اچانک بچوں اور شردھا کے سامنے جائے گا۔ گھر اجنبی اجنبی لگ رہا تھا۔ دبے قدموں آگے بڑھتا رہا۔ بچوں کی آواز نہیں آ رہی تھی پتہ نہیں کہیں گئے ہوئے تھے لیکن بیڈ روم سے آوازیں اُبھر رہی تھیں اور یہ آوازیں کچھ عجیب سی تھیں۔ وہ ٹھٹک گیا۔ ان میں ایک آواز تو شردھا کی تھی اور دوسری آواز اجنبی تھی۔ موقع دیکھ کر اس نے اندر جھانکا اور جو کچھ اس نے اندر دیکھا اسے دیکھ کر ایک دم سے دل و دماغ میں طوفان برپا ہو گیا۔ وہ منظر اچھا نہیں تھا۔ شردھا کے ساتھ اس کا کزن غفور موجود تھا اور دونوں جس عالم میں تھے اسے دیکھ کر بدری ناتھ کا کلیجہ خون ہو گیا۔ غفور کہہ رہا تھا۔

''شردھا دیوی! آزادی کی خوشی میں آپ کچھ زیادہ خوش نہیں ہو گئیں۔''

''غفور! اگر یہ بچے نہ ہوتے ناں تو بھگوان کی سوگندھ میں تمہارے ساتھ نکل جاتی کتنا شوق ہے مجھے باہر کی دنیا دیکھنے کا۔''

''بچے اپنے ماتا پتا کے حوالے کر دو۔ چلو میرے ساتھ۔''

''دو مہینے کے بعد وہ منحوس جیل سے آزاد ہو کر پھر مجھ تک پہنچ جائے گا۔''

''لعنت بھیج دو اس منحوس پر بلکہ میں تمہیں بتاؤں چھٹی کیوں نہیں کرا دیتیں اس کی۔''

''نہیں یار! ایسی باتیں مت کرو۔ خواہ مخواہ مجھے ڈر لگتا ہے۔''

''مگر مجھے نہیں لگتا۔'' بہت دیر تک وہ ان دونوں کی باتیں سنتا رہا پھر اسی طرح دبے قدموں واپس پلٹ پڑا۔ دو مہینے پہلے رہا ہونے کی خوشی ختم ہو گئی تھی اور بھی بہت کچھ ختم ہو گیا تھا۔ دو دن تک وہ مارا مارا پھرتا رہا۔ بچوں کو بھی دیکھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن نہ جانے کیا کیا سوچ کر آیا تھا۔ مگر اب کچھ رہا بھی تو نہیں تھا۔ دو دن تک مارے مارے پھرنے کے بعد آخر کار اس نے پھر گھر کا رُخ کیا اور اس بار وہ باقاعدہ گھر میں داخل ہوا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ کوشل اور پردیپ نے بھی اسے دیکھ کر کسی خوشی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ شردھا اسے دیکھ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

البتہ چونکی تھی۔

''تم آ گئے؟''

''نہیں آنا چاہیے تھا۔'' اس نے دکھ بھری مسکراہٹ سے پوچھا۔

''نہیں میرا مطلب ہے کہ ابھی تمہاری رہائی میں کچھ وقت تھا۔''

''ہاں..... بس رہا ہو گیا۔ کیا کیا جا سکتا ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''چلو ٹھیک ہے۔ بچوں سے مل لو۔'' شردھا سپاٹ لہجے میں بولی۔ پردیپ اور کوشل نے اسے دیکھا اور بس دیکھ کر رہ گئے نہ وہ اس کی جانب دوڑے تھے۔ نہ انہوں نے کسی رغبت کا اظہار کیا تھا۔ نوکری تو خیر ختم ہو ہی گئی تھی۔ شردھا گھر میں کم ہی رہتی تھی۔

''شردھا تم کہاں چلی جاتی ہو؟ بچے اکیلا محسوس نہیں کرتے اپنے آپ کو؟''

''تم تو اندر چلے گئے۔ زندگی کی تمام الجھنوں سے مجھے ہی نمٹنا پڑتا ہے۔ بہت سے معاملات ہیں جنہیں سرانجام دیتی ہوں اور پھر گھر سے باہر نکلنا بہت ضروری ہے میرے لیے کیوں، یہ نہیں بتا سکتی۔'' لیکن بدری ناتھ جانتا تھا کہ اس کے لیے گھر سے باہر نکلنا کیوں ضروری ہے۔'' اس نے بچوں سے پوچھا۔

''کوشل یہ غفور انکل کب سے یہاں آ رہے ہیں؟''

''بہت دن ہو گئے پاپا، ماما انہی کے ساتھ رہتی ہیں اب وہ کسی ہوٹل میں رہتے ہیں۔ ماما اکثر ان کے ساتھ ہوٹل میں جا کر رہتی ہیں اور ہم لوگ یہاں اکیلے ہوتے ہیں۔''

''تمہیں ڈر نہیں لگتا؟''

''نہیں اب تو ہم عادی ہو گئے ہیں۔ اس سے پہلے کنال انکل آیا کرتے تھے وہ تو کافی عرصے تک ہمارے گھر میں بھی رہے۔''

''کنال انکل کون ہیں؟''

''انکل ہیں اور کون ہیں۔''

''اب نہیں آتے۔''

''نہیں جب غفور انکل آئے تو ان دونوں کی لڑائی ہوئی مار پیٹ بھی ہوئی اور بس اس وقت سے کنال انکل نے آنا بند کر دیا۔ کیونکہ ماما نے غفور انکل کی سائیڈ لی تھی۔''

''ہوں..... ٹھیک۔'' پھر ایک دن غفور آیا۔ بدری ناتھ سے بھی ملا۔ بدری ناتھ نے بظاہر خوش اخلاقی کا ثبوت ہی دیا تھا لیکن غفور کے انداز میں بڑی سرد مہری تھی۔ اس نے کہا۔

''کیا ارادہ ہے؟ اب کوئی نوکری وغیرہ کرو گے۔ سرکاری نوکری تو ختم ہو گئی۔''

''ہاں..... کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہو گا۔'' بدری ناتھ نے کہا۔

''باہر جانا چاہو تو میں تمہیں باہر بھجوا سکتا ہوں۔''

''نہیں۔ ڈھائی سال باہر گزار کر آیا ہوں۔ اب گھر میں ہی رہوں گا۔'' پھر اس رات بدری ناتھ اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔ شردھا اب اس کے پاس نہیں ہوا کرتی تھی۔ رات کی تاریکی میں ایک سایہ بدری ناتھ کے کمرے میں داخل ہوا۔ بدری ناتھ جاگ رہا تھا لیکن کمرے میں نیم تاریکی پھیلی ہوئی تھی سائے نے چہرے پر کپڑا لپیٹا ہوا تھا۔ بدری ناتھ نے اس کے ہاتھ میں خنجر دیکھا اور بدری ناتھ ایک دم سنبھل گیا۔ اس نے کمبل پیروں پر ڈالا ہوا تھا۔ جیسے ہی سایہ اس کے قریب پہنچا اس نے دونوں ہاتھوں اور پیروں کی مدد سے کمبل سائے پر اچھالا اور اس کے بعد اسے دبوچ لیا۔ بدری ناتھ اس سائے سے زیادہ طاقتور تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سائے کو بے بس کر دیا۔ اتنی دیر میں شردھا بھی اندر آ گئی تھی اور اس نے اپنے ہاتھوں میں پیتل کا وزنی گلدان پکڑا ہوا تھا۔ جیسے ہی بدری ناتھ نے سائے کا چہرہ کھولا شردھا نے پیتل کے گلدان سے بدری ناتھ پر حملہ کر دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ گلدان بدری ناتھ کے بجائے اس سائے کے کندھے پر پڑا تھا اور اس کے حلق سے ایک کربناک آواز نکل گئی تھی۔ بدری ناتھ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

اور اس نے تیز بلب روشن کر دیا۔ روشنی میں اسے غفور کا چہرہ نظر آیا۔ جس نے لپک کر خنجر اٹھا لیا تھا لیکن بدری ناتھ نے فوراً ہی پستول نکال کر سیدھا کر لیا۔

''چھ گولیاں ہیں اس میں۔ تین تمہارے لیے اور تین تمہارے لیے شردھا، کیا خیال ہے۔'' غفور کی ہوا خراب ہو گئی۔ بدری ناتھ نے پستول کے ٹرائیگر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

تب غفور نے جلدی سے خنجر پھینک دیا اور ہاتھ اٹھا دیئے۔ ''تم دونوں کا کھیل تو میں بہت عرصے سے دیکھ رہا ہوں۔ بہت ساری باتیں پتہ چل گئی ہیں مجھے غفور، غلطی تو یقین کرو میری نہیں تھی۔ میرے ماتا پتا اور شردھا کے ماتا پتا کی تھی۔ میں خود شردھا سے شادی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اس سے کہا بھی تھا کہ شردھا یہ میں نہیں کر رہا میرے ماتا پتا کر رہے ہیں۔ خیر چلو چھوڑو بہت پرانی بات ہو گئی۔ غفور اب تم ایک کام کرو شردھا کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔ جہاں جانا چاہو چلے جاؤ۔ نہ میں پولیس میں رپورٹ درج کراؤں گا۔ نہ تم دونوں کو تلاش کروں گا۔ نہ کسی کو اطلاع دوں گا۔ بس میرے بچوں کو میرے پاس رہنے دو میں ان بچوں کی پرورش کروں گا اور..... بس..... بولو کیا کہتے ہو سودا کرو گے۔'' غفور نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''شردھا میری مانو۔ میں تمہیں اجازت دے رہا ہوں اس سے اچھا موقع تمہیں زندگی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں دوبارہ نہیں ملے گا۔ نکل جاؤ یہاں سے تمہارے حق میں بہت اچھا رہے گا۔ ورنہ ہوسکتا ہے کہ میری نیت بھی بدل جائے۔ آخر میں بھی انسان ہی ہوں اور میں نے زندگی بھر تمہارے ساتھ نباہ کیا ہے۔'' غفور نے کہا۔

''میں سوچ کر بتاؤں گا لیکن ایک وعدہ کرو کہ شردھا کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔''

''شردھا اتنی سندر ہے کہ کوئی اسے نقصان پہنچانے کا سوچ کر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔'' بدری ناتھ نے پیار بھری نگاہوں سے شردھا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اور اس کے بعد وہ اپنا فرض نبھانے لگا۔ گھر کے حالات بہت بہتر تھے۔ رشوت سے جو کچھ کمایا تھا اسے دنیا کی نگاہوں سے چھپا کر بھی رکھا تھا۔ شردھا کی خدمت کرنے لگا۔ اس نے غفور کے بارے میں ایک لفظ میں بھی شردھا سے نہیں کہا تھا۔ نہ ہی اسے یہ بتایا تھا کہ بچے اس کے بارے میں اور بھی بہت کچھ بتا چکے ہیں لیکن شردھا کسی طرح سیدھی نہیں ہوئی تھی۔ وہ کوششیں کرتا رہا۔ دیکھتا رہا مرتا رہا لیکن شردھا کے انداز میں کوئی تبدیلی کبھی رُونما نہیں ہوئی اور اس کا دل خون ہوتا رہا۔

پھر ایک دن بھگوتی پرشاد اپنی دھرم پتنی کے ساتھ آئے اور شردھا نے ان کا خوب سواگت کیا۔

''مجھے پتہ تھا کہ تم آ گئے ہو۔ پر یہاں آتے ہوئے ہمیں شرم آتی تھی تم جیل یاترا کر کے آئے ہو۔ آخر کہلاؤ گے تو میرے ہی جوائی۔''

''پتا جی یہ آپ کی بیٹی شردھا کے کارن ہے۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیا تم شردھا کی کوئی بُرائی کرنا چاہتے ہو ہم سے۔''

''ہاں..... پتا جی! مجبوری ہے۔ بتانا پڑے گا آپ کو۔''

''کیا بکواس کر رہے ہو؟''

''پتا جی یہ آپ سے جو کچھ کہے گا جھوٹ کہے گا۔'' شردھا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''کہنا کیا چاہتا ہے یہ؟'' بھگوتی پرشاد نے کہا۔

''خود تو..... خود تو کسی قابل ہے نہیں منحوس کہیں کا۔ مجھ پر الزامات لگاتا رہتا ہے۔''

''غلطی ہماری ہے بٹیا واقعی بہت بڑی غلطی کی ہم نے سوچنا سمجھنا چاہیے تھا ہمیں تجھ جیسی سندری کو اس کے حوالے کرتے ہوئے۔ بدری تُو نے اس کی قدر نہیں کی۔''

''ایسا ہی ہے پتا جی! ہو سکے تو اسے سمجھا لیجیے۔ اس نے غفور کے ساتھ مل کر مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ پتا جی یہ اتنا آسان نہیں ہے سمجھا دیجیے اسے۔''

''تھانے میں مقدمہ درج کرا دے اس کے بارے میں۔ دیکھوں گا کتنا بڑا مرد ہے تُو ہمارے بھی ہاتھ پاؤں ہیں بے غیرت، اب یہ الزامات لگائے گا میری بیٹی پر۔'' بھگوتی پرشاد کچھ سننے کو تیار ہی نہیں تھے۔ بدری ناتھ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموشی اختیار کر لی۔ ایک بار پھر وہ بھگوان کے مندر میں پہنچ گیا۔

''اے بھگوان..... کیا چاہتے ہو مجھ سے..... بتاؤ مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ کیا کروں میں اور صبر کروں۔ بچے مجھ سے الگ ہو گئے۔ سب کچھ الگ ہو گیا۔ بھگوان کیا تھا میں کیا ہو گیا۔ کیا کروں مجھے بتاؤ۔ گھر چھوڑ کر باہر نکل جاؤں۔ سنسار کو تیاگ دوں مجھے کچھ بتا تو دو۔ کیا کروں میں۔'' اور اس رات بھگوان نے اپنا فیصلہ دے دیا۔ رات کے کھانے پر شردھا موجود نہیں تھی۔ بچوں کو بھگوتی پرشاد اپنے ساتھ لے گئے تھے اور وہ نانی، نانا کے ہاں تھے۔ البتہ رات کو شردھا نے اس کے ساتھ ذرا مختلف سلوک کیا۔

''کافی بنا رہی ہوں۔ پیو گے؟'' اس نے پوچھا۔ وہ کافی کی شوقین تھی لیکن درجنوں بار اس نے کافی بنائی تھی اور لے کر اپنی جگہ بیٹھ گئی تھی۔ آج پہلی بار اس نے یہ پیشکش کی تھی۔

''تم اپنے ہاتھ سے پلاؤ گی تو زہر بھی پی لوں گا کافی کیا چیز ہے۔'' اس نے کہا اور شردھا کے ہونٹوں کی مسکراہٹ نے اسے شبے کا شکار کر دیا۔ وہ اپنے کمرے میں آ بیٹھا۔ تھوڑی دیر بعد شردھا کافی کے دو کپ لے کر اندر آ گئی۔ اس نے ایک کپ اس کے سامنے رکھ دیا اور دوسرا کپ لے کر جلدی جلدی اس کے گھونٹ بھرنے لگی۔ تاکہ کافی جھوٹی ہو جائے۔

''سوری شردھا ایک گلاس پانی ملے گا۔'' اس نے پوچھا۔

''لاتی ہوں۔'' شردھا نے کہا اور اپنا کپ ہاتھ میں لیے ہوئے باہر نکل گئی۔ بدری ناتھ نے اِدھر اُدھر دیکھا اور جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنی کافی کا کپ واش روم میں لے جا کر کموڈ میں الٹ دیا اور جلدی سے باہر آ بیٹھا۔ کافی کا کپ اس نے اس طرح رکھا تھا کہ شردھا کو نظر نہ آ سکے۔ شردھا پانی لے کر آئی تو اس نے پانی تک نہ پیا اور گلاس ایک طرف رکھ کر کافی کی پیالی ہونٹوں سے لگاتے ہوئے بولا۔

''رکھ دو شردھا بعد میں پیوں گا۔ اصل میں کافی سے نکلنے والی بھینی بھینی خوشبو نے مجھے بے حس کر دیا اور میں نے کافی پی لی ہے۔ پانی بعد میں پی لوں گا۔'' شردھا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کافی کا کپ اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ کرسی پر بیٹھ کر اس کے چھوٹے چھوٹے سپ لے رہی تھی۔ بدری ناتھ بھی اس طرح کی اداکاری کر رہا تھا۔ جیسے وہ کپ سے کافی پی رہا ہے۔ پھر اس نے کافی کا کپ ایک طرف رکھ دیا اور آنکھیں پھاڑنے لگا یوں لگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا تھا۔ جیسے اس پر غشی سی طاری ہوتی جا رہی ہے۔ شردھا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''کہو..... بدری ناتھ کیسا لگ رہا ہے؟''

''عجیب سا شردھا عجیب سا..... یہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔ میرے سینے میں شدید جلن ہونے لگی ہے۔''

''ویسے تو بھگوان تمہیں اس سنسار میں بھیج کر بھول گیا تھا۔ تمہاری واپسی کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ میں ہی تمہاری مشکل حل کروں۔''

''شردھا مجھے ہو کیا رہا ہے؟''

''تم نے کہا تھا ناں جان کہ اپنے ہاتھوں سے میں تمہیں زہر بھی پلاؤں گی تو تم پی لو گے تو میں نے تمہاری یہ خواہش پوری کر دی ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''کافی میں زہر ملا ہوا تھا اور اب تم سکون کی نیند سو جاؤ گے۔ ہم نے بندوبست کر لیا ہے کہ تمہاری اس موت کو خودکشی قرار دیا جائے۔ سارا انتظام ہے۔ ہمارے پاس غفور..... آ جاؤ..... اندر آ جاؤ۔ دیکھو مہاراج شری بدری ناتھ جی پرلوک سدھار رہے ہیں۔'' غفور مسکراتا ہوا اندر آ گیا۔ بدری ناتھ مسلسل اداکاری کر رہا تھا اور وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ مسل رہا تھا اور اس کے چہرے پر کرب کے آثار تھے لیکن بھرا ہوا پستول اس کے تکیے کے نیچے موجود تھا۔ غفور اندر آیا اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جانم! آخر کار ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو ہی گئے۔ جایئے شری مان جی! بھگوان آپ کا انتظار کر رہا ہے۔'' غفور نے کہا۔

''ساتھ ساتھ چلیں گے غفور، شردھا ساتھ ساتھ چلیں گے۔ بلکہ ایسا کرو۔ تم لوگ چلو میں بعد میں آتا ہوں ابھی تو میرے بچے چھوٹے ہیں دیکھو کیا ہوتا ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے پستول نکال لیا۔ شردھا چونک پڑی بدری ناتھ نے ایک دم اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔ غفور بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ پستول دیکھ رہا تھا۔ جس کا رُخ اس کے سینے کی جانب اٹھا ہوا تھا۔

''ہاں..... غفور کمار مہاراج! آخر کار تم نے اپنا آخری سمے بلا ہی لیا چلو ٹھیک ہے۔ باتیں کرنے سے کیا فائدہ۔ بہت عیش کر لی تم نے چلو جاؤ۔'' یہ کہہ کر بدری ناتھ نے پستول سے فائر کر دیا۔ نشانہ غفور کا سینہ تھا۔ تین گولیاں غفور کے سینے میں اتار کر اس نے شردھا کی طرف دیکھا جو پتھرا سی گئی تھی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''بہت چاہا میں نے تجھے شردھا! بہت کوشش کی کہ تُو ٹھیک ہو جائے۔ اری پاگل چاہت

ہی تو سنسار میں سب کچھ ہوتی ہے باقی چیزیں تو بعد کی ہوتی ہیں۔ چہرے کچھ نہیں ہوتے۔ چہرے کچھ بھی نہیں ہوتے۔ اب تُو دیکھ تُو کتنی سندر ہے۔ مگر ابھی خون میں رنگی ہوئی ہو گی۔ چل جا اب کیا کہوں تجھ سے۔'' ایک دو تین فائر ہوئے۔ پہلے فائر پر تو شردھا کی چیخ بھی نکلی تھی لیکن بعد کے دو فائر ہونے پر اس کی آواز بھی نہ نکل سکی اور وہ غفور کے اوپر ڈھیر ہو گئی۔ بدری ناتھ اپنی جگہ سے اٹھا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے ٹیلی فون کے پاس جا کر پہلے بھگوتی پرشاد کے نمبر ڈائل کیے رات کا وقت تھا۔ فون کافی دیر سے اٹھایا گیا اور بھگوتی پرشاد کی نیند باسی آواز سنائی دی۔

''کون ہے کیا بات ہے؟''

''پتا جی میں بدری ناتھ بول رہا ہوں۔''

''کیا ہوا خیر ہے؟''

''خیر نہیں ہے۔ پتا جی! ہم نے آپ کو سمجھایا تھا پر آپ نہیں مانے چلئے ٹھیک ہے آ کر اپنی بیٹی اور اس کے عاشق کی لاش اٹھا لیجیے۔ ایک بات آپ سے کہتا ہوں۔ میں نے بہت سے چیک سائن کر کے رکھ دیئے ہیں۔ بچوں کے لیے ضرورت پڑے گی۔ جن جن بینکوں میں اکاؤنٹ ہیں وہاں سے پیسے نکلوا لیجیے۔ کوشل اور پردیپ کے لیے۔ آپ کو بڑی رقم کی ضرورت پڑے گی۔''

''کک..... کک..... کیا بات کر رہا ہے۔''

''آ جایئے۔ دوسرا فون میں پولیس کو کر رہا ہوں۔ آپ کہاں تکلیف کریں گے۔'' یہ کہہ کر بدری ناتھ نے فون بند کر دیا اور پھر اس نے پولیس اسٹیشن فون کیا۔ وہاں بھی یہی ہوا تھا۔ دیر سے فون اٹھایا گیا تھا۔

''یار! کمال ہے۔ آپ لوگ ترقی کے موقع کتنی جلدی ضائع کر دیتے ہیں۔ جلدی آ جایئے انسپکٹر صاحب! ایک قاتل آپ کو دوہرے قتل پر اپنے آپ کو گرفتار کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔''

''کون ہو تم۔ نشے میں ہو کیا بکواس کر رہے ہو؟''

''یہ پتہ نوٹ کیجیے اور پولیس کی نفری کے ساتھ آ جایئے۔ قاتل کو گرفتار کرنے میں آپ کو دقت نہیں ہو گی کیوں کہ میں خود ہی بول رہا ہوں۔ آ جائیں ساری باتیں بعد میں ہوں گی۔'' اور پھر اس کے بعد بدری ناتھ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے بڑے پُرخلوص انداز میں اپنی بیوی اور اس کے آشنا کے قتل کا اعتراف کیا تھا۔ بھگوتی پرشاد اور باقی لوگوں نے جو دھاڑیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریں تھیں۔ وہ ان کا اپنا کام تھا۔ ساری کارروائی کے بعد بدری ناتھ کو لاک اپ میں پہنچا دیا گیا۔ سات پیشیاں ہوئیں اور آٹھویں پیشی پر اسے عمر قید کی سزا دے دی گئی۔ چونکہ قتل بیوی کے گناہ پر ہوا تھا۔ اس لیے وکیل اسے سزائے موت سے بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ چودہ سال پورے چودہ سال اب یہ چودہ سال اسے جیل میں گزارنے تھے اور سب کچھ بھلا دینا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بھگوتی پرشاد کوشل اور پردیپ کو اپنی تحویل میں لے لیں گے۔ لاکھوں روپیہ موجود ہے ان کے پاس ان کی تعلیم و تربیت کے لیے پھر جیل میں آنے کے بعد اس نے سوچا کہ سب کچھ ایک کھیل ہے۔ دھوکہ ہے سب کچھ کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔ بس گزر جاتی ہے۔ گزرنے والی چیز۔ سنسار میں کوئی کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ بے کار ہے کسی کو یاد کرنا۔ رونا پیٹنا دل پر اتنے زخم تھے کہ اٹھتے بیٹھتے سینہ دکھتا رہتا تھا۔

جیل میں زندگی گزر رہی تھی۔ پھر تقریباً ڈیڑھ یا دو سال جیل میں گزر چکے ہوں گے۔ کہ چرن نندی جیل میں آئے۔ بابا چرن نندی نہ جانے کس جرم میں اندر آئے تھے۔ دیوتا سمان تھے۔ ہر ایک کے ساتھ محبت اور پریم سے پیش آنے والے اس سے بھی ان کی ملاقات ہوئی اور چرن نندی نے بڑی ہمدردی کی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

''تیرے اندر جو زخم پل رہے ہیں ان کا اندازہ تیرے چہرے سے ہی ہو جاتا ہے۔ چھوڑ سارے سنسار کو بے کار ہے سب کچھ۔''

''ہاں..... بابا آپ ٹھیک کہتے ہو۔ آپ کس جرم میں اندر آئے ہو؟'' جواب میں چرن نندی ہنس پڑا پھر بولا۔

''جرم کرنے والے کبھی اندر نہیں آتے۔ وہ ہی آتے ہیں جو جرم نہیں کرتے۔'' یہ ان کا آخری جواب تھا۔ وقت گزرتا رہا۔ بہت سے قیدیوں سے دوستی ہو گئی اور پھر یہ جیل اسے اپنا گھر ہی محسوس ہونے لگی۔ کچھ یاد نہیں آتا تھا۔ سب کچھ بھولتا جا رہا تھا۔ نہ جانے کتنا عرصہ گزر گیا۔ بڑھاپا اس کے انگ انگ سے امنڈ آنے لگا تھا۔ چہرے اور ہاتھ پاؤں کی کھال سکڑ گئی تھی۔ جھریاں لٹک آئی تھیں بدن سوکھ گیا تھا۔ خود اپنی شکل کبھی اس سے پہچانی نہیں جاتی تھی۔ چرن نندی سے اکثر اس کی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ دنیا بھر کی باتیں ہوتی تھیں۔ چرن نندی نے اس سے پوچھا۔

''تیری رہائی کب ہو رہی ہے؟''

''ایں۔'' وہ حیرت سے چونک پڑا۔

''ہاں..... گیارہ سال تو مجھے تیرے ساتھ بیت گئے ہیں۔ بلکہ کچھ زیادہ ہی ہو گیا ہو گا۔

بوڑھا ہو گیا ہے۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے۔ رہائی تو ملے گی تجھے۔''

''میں کہاں جاؤں گا۔ میرا تو اب کوئی بھی نہیں ہے اس سنسار میں نندی بابا۔''

''سنسار میں کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔ بس سب اپنے طور پر آتے ہیں اور اپنے طور پر چلے جاتے ہیں۔ پورا سنسار بھرا پڑا ہے۔ جیون کھونے کی چیز نہیں ہے۔ جہاں سے جو کچھ ملے پالو۔ پھر جو بھگوان کی مرضی ہو۔ بھگوان کے چرنوں میں چلے جاؤ۔''

''بھگوان ہے، بابا؟''

''کیا مطلب؟''

''میرا مطلب ہے بھگوان نام کی کوئی چیز ہے؟''

''ہے تو سہی انکار نہیں کر سکتے۔ پر اس کی سوچ کیا ہے۔ یہ بھگوان ہی جانے میں تجھے ایک جگہ بتاؤں۔ نام ہے اس کا گگن پوری۔ بڑی عجیب جگہ ہے۔ دیکھنے کے قابل پہاڑوں کے بیچ کھلونا رکھا ہوا ہے۔ بلکہ رکھ دیا ہے بھگوان نے۔ گگن پوری میں ایک پہاڑی دومندری کہلاتی ہے۔''

''کیا کہلاتی ہے؟''

''دومندری، وہاں ایک پہاڑ کی چوٹی پر دو مندر ہیں۔ ایک کا نام ہے بھوت کنڈل اور دوسرا سوامی مندر کہلاتا ہے۔ دونوں ہی ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں دروازے دو طرف سے ہیں لیکن بیچ میں دیوار نہیں ہے۔ کیا ہی مزے کی بات ہے۔ وہاں دو مجسمے ہیں۔ ایک وشنو بھگوان کا مجسمہ اور دوسرا رام رام رام۔'' چرن نندی کے چہرے پر خوف کے آثار پیدا ہو گئے۔

''یہ تو بڑی دلچسپ بات بتائی ہے آپ نے بابا چرن نندی۔ یہ دومندری کیا ہے۔''

''کہانا ں گگن پوری کی ایک پہاڑی پر یہ دومندری بنی ہوئی ہے۔ بس یوں سمجھ لے کہ نیکی اور بدی کے دروازے۔ ایک میں مَیں نے تجھ سے کہا وشنو بھگوان کی مورتی ہے۔ تو اسی کے پیچھے شیطان کا بت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شیطان جس دن وشنو بھگوان کا جنم ہوا تھا۔ انہیں نقصان پہنچانے کے لیے ان تک پہنچا تھا۔ پر بھگوان نے اسے وہیں مقید کر دیا۔ اب ایک جگہ جہاں وشنو بھگوان کا مجسمہ ہے۔ تو پیچھے شیطان کا ہیبت ناک مجسمہ بھی موجود ہے۔ نیکی اور بدی کی یہ جگہ عجیب و غریب ہے۔ یہاں نامرادیوں اور محرومیوں کے شکار مایوس نوجوان اور اپنی عزت و عصمت کے موتی لٹانے والی دوشیزائیں آتی ہیں اور خودکشی سے پہلے وشنو بھگوان سے مدد مانگتی ہیں۔ جب وہاں سے کچھ نہیں ہوتا تو اس بت کے آگے۔ جو شیطان کا مجسمہ ہے۔ سجدہ کر کے اپنی روحوں کی نجات کی دعائیں مانگا کرتی تھیں اور پھر اس پہاڑ کی چوٹی سے چھلانگیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لگا دیتی تھیں۔ بڑی پُراسرار کہانیاں لکھی ہوئی ہیں اس دومندری کے بارے میں، میں نے ایک مرتبہ دیکھا تھا اسے بس تُو یہ سمجھ لے کہ وہاں سے نیکی اور بدی کے فیصلے ہو جاتے ہیں۔ بہت سے ایسے منش جو فیصلہ نہیں کر پاتے وہاں فیصلے کرنے میں کامیابی پاتے ہیں۔''

''وہ تو بڑی عجیب جگہ ہے۔'' بدری ناتھ نے متاثر ہو کر کہا۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ پھر ایک دن سپرنٹنڈنٹ جیل نے بوڑھے بدری ناتھ کو اپنے پاس بلایا اور وہ ہانپتا کانپتا سپرنٹنڈنٹ کے پاس پہنچ گیا۔

''بدری ناتھ! آج تمہاری قید کا آخری دن ہے بس یوں سمجھ لو کہ اب تم اس کے بعد جیل کی کوٹھڑی میں نہیں جاؤ گے۔ بلکہ یہیں سے عقبی جیل کے باہر پہنچا دیا جائے گا۔ یہ کچھ رقم ہے۔ اپنے پاس رکھ لو۔ تمہارے کام آئے گی۔ بدری ناتھ تمہاری پوری زندگی یہاں جیل میں گزر گئی ہے اور تمہارا پورا ریکارڈ یہ بتاتا ہے کہ تم ایک بہت اچھے انسان ہو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے بدری ناتھ کہ کون اچھا ہے اور کون بُرا تقدیر سب کے بارے میں ایک ہی کہانی کہتی ہے۔ بہرحال ہو سکے تو اپنی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا۔ یہ تمہارے کپڑے ہیں شاید اب تمہیں نہ آئیں، لیکن جیل کی طرف سے تمہیں یہ کپڑے بھی دیئے جا رہے ہیں۔ جاؤ انہیں تبدیل کر لو اور اس کے بعد جیل سے باہر نکل جاؤ۔''

''مگر میں کہاں جاؤں گا جیلر صاحب! میرا تو پورا جیون اِدھر ہی گزر گیا ہے۔'' جواب میں جیلر مسکرا دیا اور بولا۔

''اکثر قیدی یہی بات کہتے ہیں۔ لیکن بہرحال جانا تو ہوتا ہے ناں چلو جاؤ نہا دھو کر کپڑے بدل لو۔'' بدری ناتھ کو بہت عجیب لگ رہا تھا۔ ماضی کی بے شمار باتیں اسے یاد آ رہی تھیں۔ شردھا جو بہرحال اس سے نفرت کرتی تھی اور آخر کار خود ہی اپنی نفرت کا شکار ہو گئی۔ ہاں اسے پردیپ اور کوشل یاد آئے تھے۔ پتہ نہیں وہ دونوں کس حال میں ہوں۔ جیل سے باہر آیا تو سب کچھ اجنبی اجنبی لگ رہا تھا۔ کوئی بات سمجھ میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ سارے شہر کا نقشہ بدل چکا تھا۔ نہ جانے کس کس طرح جتن کر کے وہ اپنے گھر تک پہنچا۔ گھر کے نقشے میں بھی تبدیلی تھی۔ لیکن بہرحال اس نے اپنا گھر پہچان لیا تھا اور دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے گھر کے دروازے کی بیل بجائی۔ ادھیڑ عمر کا ایک آدمی باہر نکلا اور اسے عجیب نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

''کیا بات ہے بھائی؟'' اس نے سوال کیا۔

''وہ یہاں بدری ناتھ رہتا تھا۔ اس کے بچے؟''

''کب کی بات کر رہے ہو بھائی! آٹھ سال سے تو ہم یہاں رہ رہے ہیں۔ یہاں کوئی

بدری ناتھ کبھی نہیں رہتا تھا۔''

''آپ لوگ رہتے ہیں۔'' بدری ناتھ مایوسی سے بولا۔

''ہاں اور ہم نے میرا مطلب ہے میرے بیٹے نے یہ گھر پنڈت کرپارام سے خریدا تھا اور کرپارام کب سے یہاں رہتے تھے ہمیں نہیں معلوم۔''

''بڑی مہربانی بھائی۔'' بدری ناتھ نے کہا۔ یہاں سے مایوس ہونے کے بعد اس نے بھگوتی پرشاد کے گھر کا رُخ کیا تھا۔ بچے بھگوتی پرشاد کے پاس ہی ہوں گے اس نے سوچا تھا۔ بھگوتی پرشاد کے بارے میں پتہ چلا کہ کوئی گیارہ بارہ سال پہلے انہوں نے یہ گھر بیچ دیا اور کہیں چلے گئے۔ کہاں گئے اس کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ اس نے ٹھنڈی سانس لی اور وہاں سے بھی واپس پلٹ پڑا۔ اب کوئی ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔ کوئی ایسی شکتی نہیں تھی اس کے پاس جس سے وہ اپنے بچوں کے بارے میں معلوم کر سکے۔ پھر ریلوے کے شیڈ میں ایک بنچ پر بیٹھے بیٹھے اس نے سوچا کہ اس نے بچوں کا کیا اچار ڈالنا ہے۔ شردھا نے بچوں کو بھی ذہنی طور پر اس سے بالکل دور کر دیا تھا اور اب تو وہ جوان ہو گئے ہوں گے۔ سب کچھ بھول گئے ہوں گے۔ بھگوتی پرشاد اگر زندہ بھی ہوئے تو انہوں نے کون سا بچوں کو یاد دلایا ہوگا۔ بے کار ہے سب کچھ زندگی کے جتنے دن باقی ہیں۔ تنہا ہی گزارنے ہوں گے۔

اور پھر وہ سڑکوں پر مارا مارا پھرنے لگا۔ جو تھوڑے بہت پیسے اس کے پاس تھے۔ انہیں خرچ کرتا رہا۔ کہیں دل نہیں لگ رہا تھا۔ اس شہر کی ہوائیں اسے زہریلی لگ رہی تھیں۔ وہ بس اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا تھا۔ حلیہ اتنا خراب ہو چکا تھا کہ بعض اوقات تو لوگ اسے فقیر سمجھ کر پیسے دینے کی کوشش کرنے لگتے تھے۔ وہ ہاتھ جوڑ کر ان سے کہتا۔ ''بھائی میں فقیر نہیں ہوں۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔'' ایک دن ریلوے اسٹیشن پر بیٹھا ہوا تھا ایک ٹرین آئی اس پر چڑھ گیا اور ڈبے میں جا بیٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹرین چل پڑی تھی۔

سفر جاری رہا۔ ٹی ٹی نے بھی اسے فقیر سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ اس سے ٹکٹ بھی نہیں مانگا برابر میں بیٹھے ہوئے ایک گھرانے نے کھانے کے وقت اسے کھانے کے لیے دیا۔ پوریاں بھاجی، اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ چیزیں لے لیں سفر جاری رہا۔ اس وقت رات کے تین بجے تھے۔ جب ٹرین ایک اسٹیشن پر رُکی بس یونہی اس نے باہر نگاہ ڈالی تھی۔ ریلوے اسٹیشن پر جو بورڈ لگا ہوا تھا اس پر گگن پوری لکھا ہوا تھا اور اچانک ہی اسے چرن نندی کی بات یاد آ گئی۔ کوئی منزل تو تھی نہیں کوئی ٹھکانہ تو تھا نہیں کہ کہیں مخصوص جگہ جا کر رُکتا۔ گگن پوری پر اُتر پڑا اسے دومندری کے بارے میں بھی یاد تھا۔ اسٹیشن پر چند اور مسافر بھی اُترے تھے۔ ٹرین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھوڑی دیر کے بعد آگے بڑھ گئی اور وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ یہاں سردی کچھ زیادہ تھی۔ ویسے بھی پہاڑی مقام تھا اور اسٹیشن کے کھلے ہوئے حصوں سے دور دور تک دھند میں لپٹی ہوئی پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔

''گگن پوری..... دومندری..... چلو بھائی دنیا میں اپنا کوئی ٹھکانہ تو ہے نہیں۔ دیکھ لیتے ہیں کہ یہ دومندری بھی کیا چیز ہے۔'' یہ سوچ کر وہ ریلوے اسٹیشن سے باہر کی جانب چل پڑا۔ شہر جیسا بھی تھا۔ صاف ستھرا تھا۔ رات کے تین بجے تھے۔ اسٹیشن کے سامنے والی سڑک پر دونوں طرف لائٹیں لگی ہوئی تھیں۔ اس نے سوچا کہ رات کے تین بجے تو کہیں جانا مناسب نہیں ہے۔ ایک جگہ ایک برگد کے درخت کے نیچے کچھ لوگ لمبی تان کر سو رہے تھے۔ وہ اسی برگد کے درخت کی جانب بڑھ گیا اور اس نے اپنے لیے بھی ایک جگہ منتخب کر لی۔ قرب و جوار میں سرخ اینٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک اینٹ سر کے سرہانے رکھ کر وہ لیٹ گیا اور سوچوں میں ڈوب گیا چرن نندی کی باتیں اس کے دماغ میں آ رہی تھیں اور وہ سوچ رہا تھا کہ وہ دومندری مندر کو دیکھے گا کہ وہ ہے کیا چیز؟

دل میں کوئی اُمنگ نہیں تھی۔ نا اُمیدی اور پریشانیوں نے اس طرح سارے وجود کو جکڑ رکھا تھا کہ بس تھکن تھکن اور صرف تھکن۔ اس تھکن کے علاوہ اس کی زندگی میں اور کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا لیکن دل کے کسی گوشے میں ایک امید ضرور تھی۔ کہ جیئے اور جیتا رہے۔ پتہ نہیں کیوں یہ احساس اس کے دل میں موجود تھا۔ دنیا نے اسے جو کچھ دیا تھا۔ وہ بہت ہی بھیانک تھا کبھی کبھی اس کے دل میں یہ احساس ابھرتا تھا کہ اپنے ساتھ ہونے والی نا انصافیوں کا انتقام لے۔ لڑے اس دنیا سے لیکن اپنے کمزور اور نحیف وجود کو دیکھ کر اسے اپنے خیال پر خود ہنسی آ جاتی تھی۔

میں تو وہ کچلا ہوا انسان ہوں جس کے اندر جینے ہی کا حوصلہ بیدار ہو جائے تو بڑی بات ہے۔ بھلا میں کسی سے کیا انتقام لے سکتا ہوں۔ کبھی کبھی وہ خواب دیکھنے لگتا تھا۔ ایسے خواب جن میں وہ ایک انتہائی طاقتور انسان کی حیثیت سے ہو اور دنیا اس کے سامنے بے بسی سے قہقہے لگا رہی ہو۔ ایسے خواب اسے زندگی کا حوصلہ دیتے تھے آہ..... کاش کہیں سے ان خوابوں کی تکمیل ہو جائے۔ شہر گگن پوری ایک خوبصورت پہاڑی شہر تھا دوسری صبح وہ ایک کمزور اور لاچار انسان کی حیثیت سے وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ جیل سے جو اسے تھوڑی بہت رقم ملی تھی وہ ابھی تک اس کے پاس موجود تھی۔ شکل وصورت ہی سے فقیر معلوم ہونے لگا تھا اور ابھی تک لوگ اس پر ترس کھاتے رہے تھے۔ اس احساس نے بھی اسے دکھی کر دیا تھا کہ اب نوبت یہ آ

گئی ہے کہ لوگ اسے بھیک دینے لگے ہیں۔ غرض یہ کہ زندگی سے بڑے دکھ ملے تھے اسے دوسرے دن گگن پوری میں نکل گیا۔ دومندری کے بارے میں اسے بہت سی جگہوں سے معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ پھر وہ ایک ایسی جگہ پہنچا تھا۔ جہاں سے دومندری کو دیکھا جا سکتا تھا۔ خاصی بلندی پر تھا۔ یہاں بھی وہ ہی کہانیاں تھیں کہ دومندری میں ایک طرف نیکی کا دیوتا وشنو ہے اور دوسری طرف کا علاقہ بھوت کنڈل کہلاتا تھا۔ یہ خاصی مشہور جگہ تھی اور لوگ اکثر یہاں آیا کرتے تھے۔

بھوت کنڈل کے دامن میں گہری کھائی تھی۔ جہاں پہلے سے معلوم معلومات کے مطابق نامرادیوں اور محرومیوں کا شکار مایوس نوجوان اور اپنی عصمتوں کے موتی لٹانے والی دوشیزائیں خودکشی کے لیے آ جایا کرتی تھیں وہ اس بت کے آگے خودکشی کرنے سے پہلے سجدہ ریز ہوتے اور اپنی روحوں کی نجات کے لیے دعائیں مانگا کرتے تھے اور پھر اس کی شعلہ بار آنکھوں سے نکلتی ہوئی شعاعوں سے مسحور ہو کر اس چوٹی سے چھلانگ لگا دیا کرتے تھے۔ بہرحال یہ ساری کہانیاں اس نے سنیں۔ دل میں جو احساس تھا اور جو چرن نندی نے کہانیاں سنائی تھیں۔ وہ اس کے ذہن میں زندہ ہو گئی تھیں۔ پھر سرِ شام ہی ہلکی ہلکی بوندا باندی ہونے لگی ماحول میں تاریکی چھا گئی۔ لیکن اسے ان تمام باتوں کی پرواہ نہیں تھی۔ رات کے گھور اندھیرے میں بجلی کے کوندوں کا سہارا لیتا ہوا وہ ایک پُراسرار سائے کی مانند پہاڑ کی بلندیوں کی جانب رینگنے لگا۔ رفتار بہت زیادہ تیز نہیں تھی۔

لیکن اس کے اوپر ایک عجیب سی دیوانگی سوار تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے بادلوں کی گھن گرج اور موسلا دھار بارش کا شور اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ جو تھوڑی دیر پہلے ہی شروع ہوئی تھی۔ آخر کار پہلی چوٹی پر کسی حد تک دم لے کر وہ اس ویران مندر کی جانب چل پڑا۔ جو نہ جانے کتنے زمانے سے یہاں موجود تھا۔ یہاں رات تو رات دن کے سناٹے میں بھی اُدھر سے گزرتے ہوئے دہشت کی تھرتھری بدن میں دوڑ جاتی تھی۔ پھر اس کے علاوہ اس بارے میں جو پُراسرار روایتیں سنی تھیں اس نے وہ اپنی جگہ ایک الگ حیثیت رکھتی تھی۔ وہ ایک پُراسرار سائے کی طرح بجلی کی چمک میں لبادہ اوڑھ کر ایک بدنما شکل اختیار کر چکا تھا۔ لمبے قد وقامت کا مالک کمزور اور نحیف عمر رسیدہ جھریوں سے بھرا ہوا چہرہ لیے وہ آہستہ آہستہ مندر کی شکستہ دیواروں کے درمیان سے گزرتا ہوا آخر کار اس دومندری میں داخل ہو گیا۔ اس بارے میں اس نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ وہ کون سے دروازے سے اندر جائے گا۔ بس جو پہلا دروازہ اسے نظر آیا۔ وہ اسی سے اندر داخل ہو گیا اور پھر اس نے اس مجسمے کو دیکھا۔ تقریباً آٹھ

فٹ بلند یہ دیو قامت مجسمہ پتھروں سے تراشا گیا تھا۔ انتہائی بھیانک چہرہ، لمبے نوکیلے دانت، شعلے برساتی آنکھیں، بڑے بڑے ناخن اور باہر کو نکلی ہوئی زبان، کہا جاتا تھا کہ دیوتاؤں نے کسی خاص دن اس شیطان کو یہاں قید کر دیا تھا اور اس کے بعد سے اس نے یہیں اپنا مسکن بنا لیا تھا۔ وہ اس خوفناک مجسمے کو دیکھتا رہا۔ جسے دیکھ کر دل پر انتہائی ہیبت طاری ہوئی تھی پھر وہ گھوم کر دوسری طرف آیا۔ یہاں وشنو بھگونت کا مجسمہ موجود تھا۔ آہستہ آہستہ اس کے اندر ایک اعتماد ایک خودداری بیدار ہوتی چلی گئی۔ اسے یوں لگا جیسے اس کے کمزور اور ناتواں جسم میں ایک اور روح داخل ہو گئی ہو۔

ایک طاقتور اور توانا روح جو اپنے بارے میں خود بھی فیصلے کر سکتی ہو۔ تبھی اس کی آواز اُبھری۔

''وشنو بھگونتی..... عظیم وشنو کا تُو جانتا ہے۔ میرا جیون کیسے گزرا، میں نے نیکیوں سے جیون کا آغاز کیا تھا اور نیکیوں ہی کے سہارے زندگی گزارتا رہا تھا۔ تُو جانتا ہے کہ اس سنسار میں جینے کے لیے میں اپنے آپ پر نہیں بلکہ اپنی نیکیوں پر بھروسہ کیا تھا۔ میری ماتا نے میرے لیے جو کچھ کیا اور کہا۔ میں نے اسے اپنے جیون کا مقصد سمجھ لیا پر میرا جیون جس طرح سے بھی گزرا تُو جانتا ہے۔ میں نہیں جانتا وشنو بھگوان کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اگر تُو سمجھتا ہے کہ اس سنسار میں جینے کا مجھے کوئی حق نہیں ہے۔ تو تُو مجھے ہمت دے کہ میں آگے بڑھ کر اس کھائی میں کود جاؤں۔ تُو جانتا ہے کہ میرا سارا جیون زخموں سے چُور ہے نہ تو میری زندگی میں کوئی ساتھی ہے۔ میرے بچے بھی مجھ سے چھن گئے ہیں۔ میری چلتی پھرتی لاش میرے لیے بوجھ بن کر رہ گئی ہے اور آج میں یہ طے کر کے نکلا ہوں کہ میرا فیصلہ یا تو تُو کرے گا یا پھر بھوت کنڈل کا باسی..... سانولی..... مہا سانولی..... وشنو بھگونت اگر تُو مجھے خود نہیں ملتا تو میں اپنی ناپاک روح سانولی کے حوالے کر کے مطمئن ہو جاؤں گا۔ بول میرے لیے کیا فیصلہ ہے۔''

اس نے کہا اور گھٹنے ٹیک کر اپنی نگاہیں وشنو کے بت کے پتھریلے جسم کی جانب مرکوز کر دیں۔ لیکن نہ تو کوئی تبدیلی ہوئی نہ ہی کوئی آواز ابھری۔ البتہ آسمان پر بجلی زور شور سے کڑک رہی تھی اور بادلوں کی گرج سے پہاڑیاں گونج رہی تھیں۔ وہ پیاسی نگاہوں سے وشنو بھگونت کو دیکھتا رہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسری طرف آ گیا۔ خوفناک مجسمہ اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ تب اس کے منہ سے آواز نکلی۔

''بھوت کنڈل کے باسی..... برائیوں کے مرکز میں جانتا ہوں کہ تُو بُرائی کا دیوتا ہے۔ تُو سانولی ہے۔ تُو گناہوں کا مسکن ہے۔ مگر میں تیرے دامن میں پناہ لینا چاہتا ہوں۔ وشنو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھگونت نے مجھے کوئی سہارا نہیں دیا۔ تو اے مردود مجھے تیرے دامن کی پناہ چاہیے۔ بول کیا تُو میری بے قرار روح کی قربانی قبول کر سکتا ہے۔ بول مجھے جواب دے۔ جواب دے۔'' اسی وقت مہابت کے شکستہ گنبد میں ایک آواز ابھری۔

''ہاں..... ہاں..... میں تجھے اپنے چرنوں میں سویکار کرتا ہوں۔'' اس کی نگاہیں بت کے چہرے پر پڑیں تو اس نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں اور اس کی تھوتھنی سے لٹکے ہوئے ہونٹ ہل رہے ہیں۔

''ہزاروں لاکھوں سال سے تیرے جیسے میرے چرنوں میں آتے ہیں اور میرے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اپنی بے قرار روح کا تحفہ پیش کرتے ہیں، تُو نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ میں اپنی رعایا میں زیادہ سے زیادہ اضافہ چاہتا ہوں۔ تُو نے میرے حضور اپنی روح کا تحفہ پیش کیا ہے اس لیے میرے کرم کا دریا تیرے لیے جوش میں آ چکا ہے اور میں تجھے کتے کی موت مرنے کی بجائے ایک رنگین زندگی بخشنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ایک ایسی طویل ترین زندگی جو حیرت انگیز ہو گی اور صرف یہی نہیں بلکہ حُسن لازوال کے ساتھ تیرے شباب کی واپسی..... دولت بے پناہ دولت عیش و عشرت طاقت جاہ و حشمت، وہ..... وہ کچھ جو تجھے کبھی نہیں ملا کیا سمجھا؟ میں تجھے وہ سب کچھ دینے کو تیار ہوں۔'' یہ کوئی دھوکہ نہیں تھا کوئی ایسی آواز نہیں تھی جو اس کے اندر سے اُبھر رہی ہو۔ بلکہ ہیبت ناک مجسمہ اپنی آواز میں بول رہا تھا۔

''کیا..... تُو مجھے دھوکہ دے رہا ہے۔ سانولی، بھوت کنڈل کے باسی بول کیا تُو مجھے دھوکہ دے رہا ہے۔ میری مجبوریوں کا مذاق اڑا رہا ہے؟''

''کیا تُو نہیں جانتا کہ تیرے بھگوان کے بعد میں دوسری لامحدود طاقتوں کا مالک ہوں۔ کیا میرے بارے میں تُو نے نہیں سن رکھا کہ بھگوان میرے بارے میں خود عاجز ہے۔ فرشتے اب بھی مجھ سے خوف کھاتے ہیں۔ کیا تُو نہیں جانتا کہ اس وقت تیرے اس سنسار میں سب سے بڑی حکومت میری ہی ہے۔ کیا تُو نہیں جانتا کہ خدا کے بندے اب خدا کی خدائی سے نکل کر میری خدائی کا اقرار کرنے لگے ہیں؟ کیا تُو نہیں جانتا کہ ساری نیکی کی قوتیں میرے آگے سر جھکا کر کھڑی ہو گئی ہیں۔ سنسار میں ہر جگہ میرا ہی بول بالا ہے۔'' یہ کہہ کر بھوت کنڈل کے باسی نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا اور پہاڑوں کی چوٹیاں تھرا اٹھیں۔ بوڑھا بدری ناتھ گھبرا کر سجدے میں گر گیا۔ تبھی دوبارہ وہ آواز اسے سنائی دی۔

''کھڑا ہو جا بدری ناتھ۔ کھڑا ہو جا۔ اٹھ جا۔ آج سے تُو میرے چیلوں میں سے ایک خاص چیلا شمار کر لیا گیا ہے کیا سمجھا؟'' بدری ناتھ آہستہ آہستہ زمین سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ آواز تھرا رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

''بتا اے عظیم طاقت مجھے کیا کرنا ہے۔ مجھے وہ راستہ دکھا جس کا تُو مجھ سے وعدہ کر رہا ہے۔''

''سن، جو کچھ میں نے تجھ سے کہہ رہا ہوں۔ اسے غور سے سن، تجھے سات اچھوتی کنواریاں میرے حضور بھینٹ چڑھانی ہیں۔ وہ پاک دامن دوشیزائیں جو تیرے دامِ محبت میں دل و جان سے گرفتار ہو کر اپنا تن من دھن سب کچھ تیرے چرنوں میں نچھاور کر دیں اور اس کے لیے میرا پورا تعاون تجھے حاصل ہوگا۔ تجھے نئی زندگی، نئی جوانی ملے گی اور تیرے حُسن میں ایک ایسی مقناطیسی قوت پیدا ہو جائے گی کہ جس کی تاب لانا کنواریوں کے بس کی بات نہیں ہوگی۔ مگر شرط یہ ہے کہ تیرے قدم نہ ڈگمگائیں۔ تُو انہیں دھوکہ دیتا رہ غضب ہی غضب ہوگا۔ غضب ہی غضب ہوگا۔ تُو نے اپنی زندگی جس انداز میں گزاری ہے۔ لوگوں نے تیرے چہرے کا جتنا مذاق اڑایا ہے۔ خود تیری بیوی نے جو نگاہیں بھر کر تجھے نہیں دیکھتی تھی۔ تجھے ٹھکرایا ہے۔ اب تجھے اس کا پورا پورا صلہ ملے گا۔ جو کوئی تجھے دیکھے گا تیرا دیوانہ ہو جائے گا اور یہ تیری نہیں میری قوت ہوگی اور جیسا کہ میں نے تجھ سے کہا کہ مجھے سات پاک دامن دوشیزاؤں کا بلیدان دینا ہوگا۔ ان کی قربانی دینی ہوگی مجھے..... کیا کہا بول کیا تجھے یہ بات منظور ہے۔ تین بار اپنے منہ سے منظور ہے۔ منظور ہے۔ منظور ہے کہہ۔''

''ہاں..... مجھے منظور ہے..... مجھے منظور ہے..... اے عظیم طاقت مجھے منظور ہے۔''

بوڑھا بدری کانپتا ہوا بولا۔

''اس کے بعد تُو جو کچھ ہوگا وہ ایک کمال کی شخصیت ہوگی۔ تیرا حُسن، تیرا شباب، تیری دولت لازوال بن جائے گی۔ ایسی کہ دنیا اسے دیکھے گی اور تجھ پر رشک کرے گی۔ کیا کہتا ہے۔''

''مجھے یہ قربانیاں کہاں اور کس طرح دینی ہوں گی۔ مہاسانولی۔''

''اسی جگہ یہیں میرے قدموں پر۔'' بھوت کنڈل کے باسی کی آواز اُبھری۔

''مگر کیسے؟ کس طرح دینی ہوگی یہ قربانی؟''

''اس کے لیے تجھے فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔''

''اور کچھ..... اے عظیم اور کچھ۔''

''ہاں..... اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے اور وعدہ کر کہ تُو اپنے عہد پر قائم رہے گا۔''

مجسمے کو ایک بار پھر حرکت ہوئی اور بوڑھے بدری ناتھ نے اپنا کانپتا ہوا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

''میں وعدہ کرتا ہوں اے عظیم طاقت کہ مرنے تک اپنے قول سے نہیں پھروں گا میں

وعدہ کرتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔'' یہ الفاظ ادا کر کے بدری ناتھ کو محسوس ہوا کہ اس کی پلکیں جھکتی جا رہی ہیں۔ پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور اسے اپنے بدن میں ایک تغیر کا احساس ہوا۔ اس کے اندر ایک انقلاب عظیم نمودار ہوا اور کچھ ہی لمحوں کے بعد وہاں بجائے ایک نحیف اور نادار بوڑھے کے ایک طویل قامت نوجوان جو حُسن و جمال میں بے مثال تھا اور رعنائی کا مرقع بنا ہوا تھا۔ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے جسم کا لباس بھی بالکل تبدیل تھا۔ ایک حسین لباس اور اس کے ساتھ ہی اچانک تیز روشنی نمودار ہوئی اور پُراسرار شعاعیں چاروں طرف سے نمودار ہوئیں۔ اب اس بھیانک مجسمے کے ہاتھ میں ایک آئینہ تھا۔ جسے آہستہ آہستہ وہ نوجوان کے سامنے لا رہا تھا۔ بدری ناتھ نے اپنی صورت دیکھی اور اسے دیکھ کر خود شدت سے حیران رہ گیا۔

''تُو نے دیکھا کہ تُو کیا سے کیا بن چکا ہے۔ بول کیا تیرے تصور میں بھی کبھی یہ حُسن و جمال آیا تھا؟'' بدری ناتھ اپنی صورت خود آئینے میں دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ اتنے حسین نقوش، دودھ جیسا سفید رنگ بڑی بڑی کالی آنکھیں گہرے گھنے اور سیاہ بال ایک نگاہ جو اسے دیکھے، دیکھ کر حیران رہ جائے۔

''کیا یہ میں ہی ہوں۔'' اس کے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

''ہاں یہ تُو ہی ہے۔ تجھے جو کچھ بتایا جا رہا ہے اسے غور سے سن، اس کائنات میں دین، دھرم جو کچھ بھی ہے۔ سب بے مقصد ہے۔ اب اس وقت تُو یہاں سے جائے گا۔ جو پتہ تجھے بتایا جا رہا ہے وہ اپنے ذہن میں رکھنا تیرا رُخ ایک بستی کی جانب ہوگا۔ بات یہیں تک محدود نہیں ہے۔ میں تجھے وہ عزت و مقام دوں گا۔ جس کا تُو نے خواب میں بھی تصور نہیں کیا ہوگا۔ اپنے حُسن جمال کو دیکھ اور سوچ کہ تُو کیا ہے۔ جس آبادی کا میں نام لے رہا ہوں۔ اس کا نام اعظم نگری ہے۔ میں تجھے وہاں کیوں بھیج رہا ہوں اس کے بارے تجھے ابھی نہیں پتہ چلے گا۔ یہ تفصیل میں تجھے بعد میں ہی بتاؤں گا۔ ہاں کچھ اور باتیں تجھے بتائی جا رہی ہیں۔ مثلاً یہ کہ تُو اعظم نگری میں ایک بہت بڑے انسان کی حیثیت سے فروکش ہوگا۔ چاند کی چودھویں رات کو تجھ سے انسانی شکل و صورت چھین لی جائے گی اور تُو ایک خون خوار چیتے کی شکل اختیار کر لے گا۔ اس رات تُو اپنی کمین گاہ سے باہر نکلے گا اور چاند نظر آتے ہی تُو آس پاس کی بستیوں میں چیر پھاڑ شروع کر دے گا۔ تباہی اور بربادی پھیلائے گا۔ جس قدر انسانوں کو اپنی دہشت اور خونریزی کا نشانہ بنا سکتا ہے۔ تُو یہ کام کرے گا۔ اس وقت تیرے جسم پر نہ گولی اثر کرے گی۔ نہ بم نہ کوئی اور ہتھیار، تُو جو خواہش کرے گا وہ پوری ہوگی اور جب تُو دیکھے گا کہ چاند ڈوب رہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے اور روشنی ہونے والی ہے۔ تُو سیدھا کمین گاہ یعنی اس گھر کا رُخ کرے گا۔ جو تیرے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔

یہ تیرا پہلا عمل ہے اور سن اب اس کے بعد جب تُو یہاں سے جائے گا اور جو کوئی تجھے ملے گا تُو سمجھ لے کہ وہ میرا ہرکارہ یا ہرکاری ہوگی۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کی آنکھوں کا رنگ گہرا سبز ہوگا اور ہونٹ کسی بیرونی مدد کے بغیر بالکل سرخ۔ یہ سمجھ لے کہ یہ تیرے لیے مکمل طور پر مخصوص کر دی گئی ہے اور جب تُو پہاڑ سے نیچے اُترے گا تو وہ ہی تیرا استقبال کرے گی۔ بول اور کوئی ایسا سوال جو تیرے ذہن میں گردش کر رہا ہو۔''

''آہ..... جو کچھ میں نے دیکھا ہے۔ مہان گرو وہ ایسا ہے کہ اس کے بعد بھلا اور کسی شے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔''

''سوچ لے..... رحم نہیں کھائے گا کبھی کسی پر۔ سات کنواریوں کو میری بھینٹ چڑھائے گا۔ بس یہی تیری ذمے داری ہے۔ اب جا پہاڑ کی ان بلندیوں سے نیچے اُتر بارش ابھی تھوڑی دیر کے بعد رُک جائے گی لیکن تجھے اب نئی زندگی کا آغاز مبارک..... بھوت کنڈل سے تُو جو کچھ لے کر جا رہا ہے۔ سمجھ لے بہت کم ایسے ہوتے ہیں۔ جنہیں یہ مقام ملتا ہے۔''

اچانک ہی تمام روشنیاں بجھ گئیں۔ یوں لگا جیسے کسی جگمگاتی ہوئی جگہ کی لائٹ چلی گئی ہو لیکن وہ دیکھ رہا تھا۔ اسے سب کچھ نظر آ رہا تھا وہ بدری ناتھ اب رہا ہی نہیں تھا اور نہ جانے کیا سے کیا بن گیا تھا۔ بھوت کنڈل میں مہان گرو نے اسے آئینہ دکھایا تھا اور اس آئینے میں بدری ناتھ نے اپنا جو سراپا دیکھا تھا۔ وہ ناقابلِ یقین تھا۔ ایسا خوب صورت ایسا جوان رعنا بھلا کسی نے خواب میں بھی دیکھا ہوگا۔ اس نے واپسی کے لیے قدم بڑھائے اور واپس آ کر اس نے وشنو بھگوان کا مجسمہ دیکھا اور اسے ایسا لگا جیسے وشنو بھگوان کی گردن جھکی ہوئی ہو۔ پتہ نہیں یہ اس کا احساس تھا یا پھر زمانے کی ہوا۔ بہرحال وہ پہاڑی سے اُترنے لگا۔ ایک ایک قدم مضبوط بدن توانائی سے بھرپور دوشیزہ میں اسے نہ جانے کیا سے کیا مل گیا تھا۔ اب یہ تو وشنو بھگوان یا اس کی تقدیر ہی جانتی تھی کہ جو کچھ اسے ملا تھا۔ اس کا نتیجہ کیا ہونے والا تھا۔ پہاڑ کی بلندیاں اُترتے ہوئے اسے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ البتہ ابھی صبح کی روشنی پوری طرح نمودار نہیں ہوئی تھی۔ ماحول پوری طرح روشن نہیں ہوا تھا۔ آسمان پر اب بھی بادل چھائے ہوئے تھے۔ وہ اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگا تب ہی اسے ایک جگہ روشنی سی نظر آئی۔ یہ مدھم مدھم سی سفیدی تھی لیکن اس کے علاوہ یہاں کوئی روشنی نہیں تھی۔ مہان گرو نے اسے بتایا تھا کہ نیچے اسے کوئی ملے گا۔ چنانچہ سانولی کے کہنے کے مطابق وہ اس روشنی کی جانب چل پڑا۔

اور روشنی جس جگہ ہو رہی تھی۔ وہاں ایک شاندار لینڈ کروزر کھڑی ہوئی تھی اور لینڈ کروزر کی ڈرائیونگ سیٹ پر لمبے قد و قامت کی ایک خوب صورت عورت جس کی عمر تیس بتیس سال کے قریب ہوگی۔ موجود تھی سب سے بڑی پہچان اس کی یہ تھی کہ اس کی آنکھوں کی جگہ دو سبز رنگ کے مدھم مدھم بلب روشن تھے اور یہ بھی ایک ناقابلِ یقین سی بات تھی کہ وہ روشنی اس کی آنکھوں ہی سے پھوٹ رہی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا اور بولی۔

''اعظم نگری کے سب سے دولت مند انسان اعظم نگری کے سب سے خوب صورت جوان دلیر شاہ کا میں خیر مقدم کرتی ہوں۔''

''دلیر شاہ؟'' بدری ناتھ نے حیرانی سے کہا۔

''ہاں..... بدری ناتھ! اب تم اپنا نام ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ۔ نہ جانے کتنے نام تمہیں اختیار کرنا پڑیں گے تم دلیر شاہ ہو۔ اعظم نگری میں اپنا پہلا فرض پورا کرتے کرتے تمہیں دلیر شاہ ہی کی حیثیت حاصل ہوگی۔ آؤ..... میرے ساتھ بیٹھ جاؤ۔'' عورت نے کہا اور بدری ناتھ اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ خوب صورت اور اسمارٹ عورت نے لینڈ کروزر اسٹارٹ کی اور بے آواز لینڈ کروزر آگے بڑھ گئی۔ بدری ناتھ کے پاس ابھی سوچنے کے لیے بہت کچھ موجود تھا۔ اس نے عورت سے صرف ایک سوال کیا۔

''اور اگر مجھے تمہیں کسی نام سے پکارنا ہوا تو میں تمہیں کس نام سے پکاروں۔'' اس نے کہا۔

''سنالیہ۔'' عورت نے جواب دیا۔

''سنالیہ۔'' بدری ناتھ زیرِ لب بُڑبڑایا۔

''ہاں..... اور اب چونکہ تم نئے دور اور نئی دنیا میں سانس لے رہے ہو۔ اس لیے تمہیں ایک ماڈرن زندگی گزارنا ہوگی۔ سنالیہ تمہاری سیکرٹری ہے۔ میں ضرورت کے وقت ہی تمہارے پاس آیا کروں گی۔ باقی تمہیں اور بہت سے مراحل سے خود گزرنا ہوگا۔'' بدری ناتھ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ لینڈ کروزر کا سفر کوئی پچیس منٹ تک جاری رہا تھا اور اس کے بعد وہ ایک اندھیرے میں ڈوبی ہوئی بستی میں داخل ہو گئی تھی لیکن جس بڑی عمارت کے عظیم الشان گیٹ کے سامنے وہ رُکی تھی اس کی شکل و صورت ہی دیکھنے کے قابل تھی۔ دو دربانوں نے لینڈ کروزر کو دیکھتے ہی گیٹ کھولا تھا اور سر جھکا دیئے تھے۔ لینڈ کروزر اندر داخل ہو کر پورچ میں رُک گئی اور سنالیہ نے نیچے اُتر کر اس کا دروازہ کھولا بدری ناتھ بھی نیچے اُتر گیا تھا۔ پھر وہ پُروقار قدموں سے چلتا ہوا سنالیہ کے ساتھ اس عظیم الشان عمارت کے بڑے گیٹ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

داخل ہوا اور سنالیہ اس ایک وسیع و عریض کوریڈور سے گزار کر ایک کمرے کے دروازے تک لے گئی۔ اس نے بڑے پُر ادب انداز میں دروازہ کھولا تھا اور پھر کہا تھا۔

''یہ آپ کی خواب گاہ ہے۔ دلیر شاہ اندر تشریف لے جایئے۔ جیسا کہ مہان گرو یا مہا سانولی نے آپ کو بتایا دلیر شاہ کہ دین، دھرم، سب انسان کے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔ یہ مہا سانولی کا نظریہ ہے۔ چنانچہ ناموں سے کچھ فرق نہیں پڑتا البتہ آپ کو طریقہ وہی اختیار کرنا ہو گا۔ جو آپ کے نام سے مطابقت رکھتا ہے اور آپ یہ بھول جائیں گے کہ آپ بدری ناتھ ہیں یا آپ نے کس انداز میں زندگی گزاری ہے۔ میں چلتی ہوں وہ سامنے آپ کا بستر ہے۔ آرام سے سو جایئے۔ کیونکہ آپ کے تھکے ہوئے ذہن کو سکون کی سخت ضرورت ہے۔'' دلیر شاہ یعنی بدری ناتھ نے اچانک یہ محسوس کیا کہ واقعی وہ نیند کی ضرورت محسوس کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس عظیم الشان بستر کے پاس پہنچا۔ جو بہت ہی نرم اور آرام دہ تھا۔

بستر پر بیٹھ کر اسے کچھ عجیب سا احساس ہوا۔ اس نے تو زندگی بھر کبھی اس طرح کا ماحول یا بستر نہیں دیکھا تھا یہ اچھا ہوا یا بُرا اب اس بارے میں سوچنا بالکل غلط تھا۔ اس نے تو اپنے آپ کو کسوٹی پر رکھ دیا تھا۔ ایک طرف وشنو بھگونت کا مجسمہ تھا اور دوسری طرف بھوت کنڈل کا مہا سانولی، وشنو بھگونت نے اس کی فریاد نہیں سنی تھی جبکہ مہا سانولی نے اسے فوراً ہی اپنے چرنوں میں سویکار کر لیا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ دور بدلتے رہتے ہیں نیکیاں مدھم پڑتی جاتی ہیں۔ بدی کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ قدرت انسان سے کس طرح کا امتحان لیتی ہے اور وہ خود انسان سے کیا چاہتی ہے۔ نیکی اور بدی کا فلسفہ بہت زیادہ اُلجھ گیا ہے۔ ہم نیکیوں کی جانب قدم بڑھانا چاہتے ہیں لیکن بدی ہماری گردن پر شکنجہ قائم کر کے ہمیں اپنی جانب کھینچ رہی ہے بہت مشکل عمل ہو گیا ہے نیکیوں کے راستے اختیار کرنے کا۔ بہر حال وہ لوگ جو اپنا سب کچھ لٹانے پر تیار نہیں ہوتے وہ نیکیوں کے راستے ہی اختیار کرتے ہیں اور آخر کار نیکیوں کے یہ ڈھلان خوب صورت پھولوں سے لدے ہوئے میدانوں میں ختم ہوتے ہیں۔ جہاں ایک حسین زندگی انتظار کر رہی ہوتی ہے اور بدی آخر کار گندے اور تاریک گڑھوں کی جانب ہی لے جاتی ہے۔ بدری ناتھ نے جو راستے اپنائے تھے۔ اگر وہ ان سے تھوڑا سا گریز کرتا تو یقیناً وشنو بھگوان کی طرف سے کوئی نہ کوئی عمل ضرور ہوتا۔

لیکن وہی بات، فیصلے کی ایک گھڑی ہی تو سب کچھ ہوتی ہے۔ یہیں سے فیصلہ غلط ہوتا ہے اور یہیں سے صحیح ہوتا ہے۔ بعض اوقات ماضی کے عوامل بھی فیصلہ کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کرتے ہیں۔ البتہ بستر پر لیٹ کر اس نے سوچا کہ جو کچھ مہان گرو نے اسے دے دیا

ہے کیا واقعی یہ سکون کے راستوں کا سفر ہو گا۔ انسان آہستہ آہستہ ہی ضمیر کی چبھن سے آزاد ہوتا ہے۔ بدری ناتھ کے ساتھ جو کچھ بیتی تھی۔ وہ بالکل مختلف تھی۔ اس نے بہت ہی سادگی کے ساتھ زندگی کا آغاز کیا تھا۔ شردھاوتی کے لیے وہ بالکل مخلص تھا۔ اپنی بیٹی کوشل اور بیٹے پردیپ ناتھ کے لیے وہ دل میں بہت کچھ رکھتا تھا لیکن کیا ہوا۔ شردھا نے اس سے بے وفائی کی۔ حالانکہ اس نے شردھا اور غفور کو یہ اجازت دے دی تھی کہ وہ اس کی زندگی سے نکل جائیں۔ وہ اپنے بچوں کے ساتھ زندگی کے راستے اپنا لے گا لیکن الٹا غفور نے اسے ہی ہلاک کرنے کی کوشش کی۔

اور پھر اسے سزا ہو گئی ساری کہانی میں اسے اپنا کوئی قصور نظر نہیں آتا تھا۔ یہ تو وقت کے فیصلے تھے جو وقت نے اس کے لیے کیے تھے۔ اس نے خود اپنے بارے میں کوئی ایسی بُری بات نہیں سوچی تھی۔ بہر طور اس نے مہا سانولی کے چرنوں میں سر جھکا دیا تھا اور اب مہا سانولی نے اسے جو کچھ دیا تھا اسے وہی سب کچھ قبول کرنا تھا۔ سنالیہ اسے یہاں تک لائی تھی۔ ابھی اسے نہ اپنی رہائش گاہ سے کوئی واقفیت تھی اور نہ اس ماحول سے، وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ یہاں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ صرف ایک نام قبول کر لینے سے سب کچھ ٹھیک نہیں ہو جاتا۔ صبح کو مدھم مدھم موسیقی کی آواز نے اسے جگایا۔ ایک بہت ہی خوب صورت موسیقی فضا میں اُبھر رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا تو اس نے ایک سادہ سے نقوش والی خوب صورت لڑکی کو دیکھا۔ جو پُر ادب انداز میں کھڑی ہوئی تھی۔ اسے جاگتے دیکھ کر لڑکی نے گردن خم کی اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے جلدی سے نیچے جھک کر سلیپر اس کے سامنے رکھے اور پھر منتظر نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے لڑکی سے پوچھا۔

''تم کون ہو؟''

''آپ کی خادمہ جناب! وہ سامنے غسل خانے کا دروازہ ہے۔ آپ کا لباس غسل خانے میں موجود ہے۔ میرے لیے جو بھی حکم ہو؟'' بدری ناتھ پلنگ سے نیچے اتر آیا۔ اس نے ایک نگاہ اس خواب گاہ کے ماحول کو دیکھا اسے یوں لگا جیسے زمانہ قدیم کے کسی شہزادے کا کوئی محل ہو اور وہ کسی شہزادے ہی کی حیثیت رکھتا ہو۔ لڑکی نے کئی بار چور نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ پُر وقار شاہانہ چال چلتا ہوا غسل خانے کے پاس پہنچا۔ غسل خانہ قابلِ دید تھا۔ جدید ترین چیزوں سے آراستہ جن کا استعمال تک اس کو نہیں معلوم تھا۔ دروازہ بند کر کے اس نے لباس اتار دیا اور پھر وہ غسل خانے کے آلات پر تجربات کرنے لگا۔ بڑا لطف آیا تھا اسے اور پہلی بار اسے ان تمام چیزوں سے رغبت محسوس ہو رہی تھی۔ جب قدرت نے اسے یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شاندار مواقع عطا کیے ہیں تو پھر ان سے گریز کیا معنی رکھتا ہے چنانچہ خوب عمدگی کے ساتھ اس نے غسل کیا۔ لباس بہت ہی شاہانہ قسم کا تھا۔ اس نے یہ لباس پہنا اور پھر ایک گاؤن بدن پر ڈال کر غسل خانے سے باہر نکل آیا۔

دوسرے سلیپر دروازے کے باہر رکھے ہوئے تھے اور اس وقت ایک اور لڑکی اس کی منتظر تھی۔ بدری ناتھ کو ہنسی آنے لگی۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ جب حسین لڑکیاں اس کے چہرے پر نگاہ ڈال کر فوراً ہی رُخ تبدیل کرتی تھیں۔ تاکہ اسے دوسری نگاہ نہ دیکھنا پڑے اور ایک وقت یہ ہے جب قدم قدم پر حسین لڑکیاں اس کی منتظر تھیں۔ اس نے لباس پہنا تو دوسری لڑکی نے مترنم آواز میں کہا۔

''ناشتے کے کمرے میں آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ مالک! میرے ساتھ تشریف لائیے۔'' وہ لڑکی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ لڑکی کی دلکش چال اسے بڑی بھلی لگ رہی تھی۔ ایک اور کمرے کے دروازے پر پہنچ کر لڑکی نے دروازہ کھولا اور پُر ادب انداز میں گردن جھکا دی۔ جیسے ہی اس نے آگے قدم رکھا اسے سنالیہ نظر آئی جو کہ انتہائی جدید ماڈرن لباس میں ملبوس مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کر رہی تھی۔ اس وقت اس نے اپنی آنکھوں پر ایک انتہائی خوب صورت عینک لگا رکھی تھی۔ جس کی وجہ سے اس کی آنکھوں کا سبز رنگ چھپ گیا تھا۔ اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ یہ سب شیطانی کارخانہ ہے۔ یہاں جو کچھ بھی ہے۔ شیطان کی تخلیق ہے اور اس جگہ جو کچھ بھی ہو جائے وہ کم ہے۔ جگہ جگہ اس کا اظہار ہو رہا تھا۔ جن دو لڑکیوں نے اس کا استقبال کیا تھا۔ ان کے لباس اس طرح کے تھے کے انسانی ذہن انہیں دیکھ کر بہک جائے۔ بدری ناتھ کو اب اس بات کا اندازہ تھا کہ اس کی جو موجودہ شکل صورت ہے۔ وہ شیطان کی دی ہوئی ہے۔ خود اس کی عمر اس قدر آگے بڑھ چکی ہے کہ اب وہ نوخیزوں کے سے انداز میں نہیں سوچ سکتا۔ لیکن بہرحال شیطان نے اسے یہی مقام دیا تھا۔ سنالیہ اسے لے کر ناشتے کی میز کی جانب بڑھ گئی۔

''آپ جو کچھ سوچ رہے ہیں دلبر شاہ وہ غلط ہے براہ کرم تشریف رکھیے۔'' اس نے کرسی کھینچی اور بدری ناتھ بیٹھ گیا۔ سنالیہ اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی تھی۔ دو خادمائیں ناشتہ سرو کرنے لگیں۔ اس نے پوچھا۔

''کیا غلط ہے اور کیا صحیح ہے۔ کیا تم مجھے اس کی راہنمائی نہیں دو گی۔''

''میری ڈیوٹی ہی یہی ہے کہ میں آپ کو ان تمام باتوں سے آگاہ کروں جو آپ کو آگے کرنی ہیں، لیکن ایسا میں طویل عرصے تک نہیں کر سکوں گی۔ ابتدائی چند دن کے لیے مجھے حکم

دیا گیا ہے کہ آپ کی تربیت کروں اور اس کے بعد جو کچھ کرنا ہے آپ کو خود ہی کرنا ہوگا۔''

''لیکن مجھے جگہ جگہ ہدایات کی ضرورت پیش آئے گی۔ چونکہ میں وہ نوخیز اور نوزائیدہ انسان نہیں ہوں۔ جس نے ابھی ابھی اس دنیا میں آنکھ کھولی ہو اور مہان گرو کے بتائے ہوئے راستوں پر چل پڑا ہو۔ ایسا کوئی انسان جس کی تربیت ہی مہان گرو نے کی ہو بے شک خطا کار نہیں ہو سکتا لیکن مجھ سے خطائیں ہوں گی مجھے جگہ جگہ راہنمائی کی ضرورت پیش آئے گی۔''

''تجھے راہنمائی ملے گی۔'' اچانک ہی مہان گرو کی آواز بدری ناتھ کے کانوں میں اُبھری اور بدری ناتھ ایک دم اُچھل پڑا سنالیہ مسکرا دی تھی اور اس نے کہا۔

''یقیناً تمہیں پُر اطمینان جواب مل گیا ہوگا۔ چنانچہ اب ناشتہ شروع کرو۔'' اعلیٰ درجے کا ناشتہ جس ماحول میں کرایا گیا تھا۔ وہ بدری ناتھ کے لیے بڑا دلکش اور سنسنی خیز تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ انسان فطری طور پر تعیشات کا دلدادہ ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ بعض لوگ زمین پر گھسٹ کر بھی غذا حاصل کرتے ہیں اور زندگی گزارتے ہیں۔ ان کے نزدیک زندگی وہی ہوتی ہے۔ بدری ناتھ کو یہ دوہری کیفیت ملی تھی حقیقتاً دو مندری کا مطلب دو مندری ہی تھا۔ بہرحال ناشتہ کیا گیا اور سنالیہ نے ناشتے سے فراغت کے بعد کہا۔

''آیئے آپ کو آپ کی رہائش گاہ کی سیر کرائی جائے اور پھر میں آپ کو بتاؤں گی کہ آپ کی اصل شخصیت کیا ہے۔'' یہ رہائش گاہ دراصل کسی قدیم دور کے بادشاہ کا محل ہی تھا۔ گو جدید انداز میں بنا ہوا تھا۔ یہاں حسین ترین باغ بھی تھا۔ جس میں بہت ہی عمدہ قسم کا سوئمنگ پول اس کے علاوہ یہاں بہت سی خادمائیں تھیں۔ مرد بہت ہی کم نظر آ رہے تھے۔ اس بارے میں ایک حسین پھولوں کے کنج میں سفید سنگِ مرمر کے بنچ پر بیٹھ کر بدری ناتھ نے سوال کر ہی ڈالا۔

''یہاں لڑکیوں کی بہت بہتات ہے۔'' سنالیہ مسکرا دی پھر اس نے کہا۔

''جنس مخالف کی حیثیت کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔ دلبر شاہ صاحب؟''

''بہت سے معاملات میں میرے تجربات محدود ہیں۔ اگر تمہیں بھی میری زندگی کے پچھلے دور کے بارے میں معلوم ہے تو تم یہ سمجھ لو کہ میں نے جو زندگی گزاری ہے وہ بہت عجیب ہے۔''

''یہی تو مہان گرو کا عمل ہے اگر تم پہلے ہی سے مہان گرو کے چیلے ہوتے تو شاید مہان گرو تمہیں وہ اہمیت نہ دیتے ایک نیک انسان کو مہان گرو اپنے پھیر میں لا کر زیادہ خوشی محسوس کرتے ہیں اور تم اسی لیے ان کی پسند ہو۔ میں تمہیں یہ بتا رہی تھی کہ جنس مخالف کی دلکشی انسان کے ذہن میں بڑے بڑے خیالات پیدا کرتی رہتی ہے۔ ابھی تو کچھ نہیں۔ آگے آگے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمہیں جن لمحات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ تمہارے لیے بڑے سنسنی خیز ہوں گے۔ لیکن خیال رکھنا کہ جو وعدہ مہان گرو سے کیا گیا ہے۔ اس کی تکمیل نہایت ضروری ہے۔ جہاں بھی تم نے ان کے احکامات سے منہ پھیرا ایک بدترین وقت تمہارا انتظار کرے گا۔''

بدری ناتھ دل ہی دل میں کانپ کر رہ گیا تھا۔ جن بدترین لمحات سے وہ گزر چکا تھا۔ اب دوبارہ انہیں اپنی زندگی میں مسلط نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ویسے اپنے آپ کو ٹٹولتے ہوئے اسے یہ خیال بھی آتا تھا کہ انسان ہر حال میں تعیش پسند ہے اور اگر اسے اس طرح کی پُراسرار قوتیں حاصل ہو جائیں تو پھر کیا ہی بات ہے لیکن چونکہ فطری طور پر شریف آدمی رہا تھا اس لیے یہ سب کچھ اپناتے ہوئے اسے بار بار تکلیف کا احساس ہوتا تھا اور وہ یہ کہہ کر اپنے دل کو بہلا لیا کرتا تھا کہ آہستہ آہستہ وہ ان باتوں کا عادی ہو جائے گا۔ اس کائنات میں وہ تنہا ہی نہیں ہے جو مہا سانولی کا چیلا ہے۔ بلکہ یہ دور تو بہت ہی عجیب گزر رہا ہے۔ بہرحال دوسرے دن اسے سنالیہ نے صبح کے ناشتے کے بعد اخبارات دکھائے۔ ان اخبارات میں اس کی تصاویر چھپی ہوئی تھیں اور بے شمار افراد نے عظیم جاگیردار اعظم نگری کے بادشاہ دلیر شاہ کو یورپ سے واپسی پر مبارکباد دی تھی۔ ان اخبارات سے بھی اسے اپنی آنے والی حیثیت کے بارے میں اندازہ ہوا تھا۔ ہر شخص کو کوئی نہ کوئی مقام تو ملتا ہی ہے۔ اعظم نگری کا سب سے بڑا زمیندار سب سے بڑا جاگیردار بے شمار صنعتوں کا مالک اور اعظم نگری ہی میں نہیں دلیر شاہ کے کاروبار تو دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ یہ شخصیت دلیر شاہ کو دی گئی تھی۔ البتہ ان تمام اخبارات کو پڑھ کر بدری ناتھ نے یہ ضرور سوچا۔ یہ شیطانی کارخانہ آخر کس انداز میں چلتا ہے۔ اس سے پہلے بھی دلیر شاہ نامی کوئی شخص آخر ہوگا تو سہی اور اگر تھا تو کیا اس کے شناسا نہیں تھے۔ یہ بھی ایک عجیب بات تھی کہ ابھی تک کسی نے اس کے چہرے مہرے پر اعتراض نہیں کیا تھا اور اس کا جواب بھی اس نے خود ہی اپنے آپ کو دے لیا۔

''ظاہر ہے یہ میری اپنی شکل نہیں ہے۔ میں تو ایک منحوس قسم کا بوڑھا آدمی ہوں۔ مجھے یہ رنگ و روپ یہ حُسن و شباب تو بھوت کنڈل سے ملا ہے اور مہان گرو نے یہ سب کچھ بنایا ہے۔ جے مہا سانولی۔ جے مہا سانولی۔'' یہ شاید آخری الفاظ تھے جو کسی بُرائی سے خوفزدہ ہوتے ہوئے اس کے منہ سے نکلے تھے اور اس کے بعد اس کے دل کو ایک عظیم تقویت ملی۔

''میں آج آپ کو اعظم نگری کی سیر کراؤں گی۔ آپ کی جاگیریں دکھاؤں گی حالانکہ یہ آسان کام نہیں ہے۔ لیکن ہمارے پاس اس کا معقول بندوبست ہے۔'' وہ معقول بندوبست بھی بے مثال تھا۔ سب سے پہلے ایک شاندار کار میں اسے اعظم نگری کی سیر کرائی گئی۔ بہت بڑا شہر تھا۔ انتہائی حسین عمارتوں سے سڑکوں اور بازاروں سے آراستہ اس سے پہلے بدری ناتھ نے کبھی یہ شہر نہیں دیکھا تھا۔ ہاں..... اعظم نگری کا نام ضرور سنا ہوا تھا لیکن جہاں وہ رہتا تھا۔ وہاں سے اعظم نگری بہت فاصلے پر تھی اور کبھی اس طرف آنا نہیں ہوا تھا۔ بہرحال وہ اعظم نگری کے گلیاں، کوچے، شہر اور بازار دیکھتا رہا اور سنالیہ اس کی راہنمائی کرتی رہی۔

ان تمام چیزوں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد سنالیہ جو خود کار ڈرائیور کر رہی تھی۔ شہر سے باہر جانے والے راستے کی جانب بڑھ گئی اور پھر اس نے پہاڑی گزرگاہوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک ذیلی سڑک پر کار موڑ دی۔ بدری ناتھ اس جگہ کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد کار جس جگہ رکی وہاں دو ہیلی کاپٹر کھڑے ہوئے تھے اور ہیلی کاپٹروں کے نزدیک ان کے پائلٹ موجود تھے۔ دو اور افراد بھی اِدھر اُدھر آ جا رہے تھے۔ بدری ناتھ دم سادھے ہوئے ان تمام چیزوں کو دیکھتا رہا۔ اسے ایک ہیلی کاپٹر تک لے جایا گیا اور پھر وہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔ سنالیہ بھی اس کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔ وہ مسکراتی نگاہوں سے بدری ناتھ کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

''اب میں آپ کو آپ کی جاگیر کی سیر کراتی ہوں۔'' جن زمینوں کی اسے ہیلی کاپٹر کے ذریعے سیر کرائی گئی۔ وہ سرسبز و شاداب تھیں اور بے مثال حیثیت کی حامل بہت دیر تک وہ ان زمینوں کی سیر کرتا رہا اور سنالیہ اسے ان زمینوں کے بارے میں بتانے لگی۔ اس کے بے شمار باغات تھے۔ بے شمار زمینیں تھیں اعظم نگری کے قرب و جوار میں اس کی کئی فیکٹریاں اور مل کام کر رہے تھے۔ جن کے بارے میں سنالیہ اسے بتاتی رہی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر اپنی جگہ آ کر اُتر گیا۔ نیچی پرواز کے ذریعے اسے تمام معاملات سے آگاہ کیا گیا تھا۔

اور پھر کار واپس اس عالی شان عمارت کی طرف واپس جانے لگی۔ رہائش گاہ کے ایک گوشے میں شام کی چائے پیتے ہوئے بدری ناتھ نے سوال کیا۔

''میں ان تمام چیزوں کا تنہا وارث ہوں؟''

''وارث نہیں مالک اور تمہیں یہ سب کچھ مہا سانولی نے عطا کیا ہے؟''

''ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں میں۔'' بدری ناتھ نے پوچھا اور سنالیہ سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''ہاں..... پوچھو۔''

''مہا گرو کے تو کروڑوں چیلے ہیں۔ کیا انہوں نے ہر چیلے کو یہ مقام دیا ہے۔'' سنالیہ نے آنکھوں پر لگا ہوا چشمہ اتارا اور اپنی غیر انسانی سبز آنکھوں سے اسے دیکھا ان آنکھوں کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سبزی مائل رنگ سرخی میں تبدیل ہو رہا تھا اور پھر اس کے منہ سے جو آواز نکلی وہ اس کی اپنی آواز نہیں تھی ایک بھیانک اور مکروہ آواز جو اس نے بھوت کنڈل میں سنی تھی۔ اس خوفناک پتھریلے مجسمے کے حلق سے جس کے دانت لمبے لمبے اور آنکھیں شعلے اُگل رہی تھیں۔ اس وقت وہی شعلہ بار آنکھیں اسے گھور رہی تھیں۔

''اپنے ذہن کو ایسی باتوں کی طرف راغب نہ کرو جو میرے لیے سوال کا درجہ رکھتی ہوں۔ میرے لاکھوں چیلے کہاں اور کس حال میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں یہ سوچنا تمہارا کام نہیں ہے۔ تمہیں جو مقام اور جگہ ملی ہے اور اس کے بدلے میں تمہیں جو عمل کرنا ہے بس اس کو یاد رکھو ایسے سوالات کو اپنے ذہن میں جگہ نہ دو جو میرے لیے ناپسندیدہ ہوں۔''

''شما چاہتا ہوں مہان گرو! شما چاہتا ہوں۔ بدنصیب ہوں انسانی ذہن رکھتا ہوں اور انسانی ذہن میں ایسے خیالات آ ہی جاتے ہیں۔''

''کل تم سیر و سیاحت کے لیے نکلو گے۔ شکار گاہ میں جاؤ گے۔ شکار کھیلو اور عیش و عشرت سے وقت گزارو۔ تمہیں تمہارے دوسرے کام کی اطلاع سنالیہ دے گی۔'' سنالیہ کے حلق سے مہا گرو کی آواز بلند ہوئی اور اس کے بعد اس نے چشمہ اٹھا کر آنکھوں پر لگا لیا۔ بدری ناتھ تھر تھر کانپ رہا تھا اور سنالیہ سرد نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہی تھی اور پھر سنالیہ کی اپنی آواز اُبھری۔

''نہیں..... دلیر شاہ خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ابھی تم ابتدائی منزلوں میں ہو اس لیے ہر طرح کے سوالات کر سکتے ہو لیکن جیسا کہ مہا سانولی کا حکم ہے کہ وہ سوالات مت کرو جو مہا سانولی کی شخصیت کے متعلق ہوں۔ باقی ہر طرح کے سوالات کرنا تمہارا حق ہے۔''

''میں خیال رکھوں گا۔'' بدری ناتھ کی کانپتی ہوئی آواز اُبھری۔

☆=======☆=======☆

سارہ فیضی، ہمدان فیضی کی اکلوتی بیٹی تھی۔ ساؤتھ افریقہ ہی میں پیدا ہوئی، وہیں تعلیم حاصل کی، وہیں زندگی گزاری، لیکن ہمدان فیضی کو اپنے وطن سے عشق تھا، وہ خود ملک سے باہر نہیں گیا تھا، بلکہ اس کا والد اسے ملک سے باہر لے گیا تھا اور پھر وہیں اس نے اپنے کاروبار کی بنیاد ڈالی اور اس کا عظیم الشان کاروبار ساؤتھ افریقہ میں بلکہ آس پاس کے دوسرے علاقے میں بھی پھیل گیا اور ہمدان فیضی نے وہیں زندگی گزاری، سارہ فیضی کی ماں بھی وہیں سے تعلق رکھتی تھی، اور سارہ فیضی بھی وہیں پیدا ہوئی تھی لیکن ہمدان فیضی نے جسے شروع ہی سے اپنے وطن سے پیار تھا، سارہ فیضی کی پرورش اس انداز میں کی کہ وہ اپنے وطن کو

نہ بھول سکے، وطن کے لیے سارہ فیضی کے دل میں بڑا پیار بڑی محبت تھی، ہمدان فیضی کا والد جو اب ضعیف ہو چکا تھا، کچھ اس طرح کے حالات کا شکار ہوا تھا، کہ اس نے وطن واپسی ضروری نہیں سمجھی تھی، لیکن اس کے انتقال کے فوراً بعد ہمدان فیضی نے اپنے اثاثے فوراً فروخت کرنا شروع کر دیئے۔ بے شک کاروبار اپنی جگہ اور کاروباری نظام کو اس کے نمائندے بڑی خوش اسلوبی سے سنبھال سکتے تھے، لیکن ہمدان فیضی نے اپنی بیوی اور سارہ فیضی سے کہا تھا کہ اب وہ اپنی بقیہ زندگی اپنے وطن میں ہی گزارنا چاہتا ہے، سارہ کی ماں جو ساؤتھ افریقہ ہی سے تعلق رکھتی تھی، وہ اس سلسلے میں بہت زیادہ دلچسپی کا اظہار نہیں کر رہی تھی، لیکن سارہ خوشی سے دیوانی ہو گئی تھی، اسے مشرق سے پیار تھا، اپنے وطن کی اس نے صرف کہانیاں سنی تھیں، لیکن انہیں اس طرح یاد کر لیا تھا کہ اب وطن اسے ایک فیصد بھی اجنبی محسوس نہیں ہوتا تھا، وہ یہاں طرز زندگی یہاں بولی جانے والی زبانوں سے اس طرح واقف ہو گئی تھی، جیسے اس نے وہیں جنم لیا ہو، وہ گھوڑے سواری کی شوقین تھی سیر و شکار کی رسیا تھی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اس نے مشرق کا معیار بھی متعین کیا تھا اور اکثر ہمدان فیضی اسے بتاتا رہتا تھا۔

''وقت بہت بدل گیا ہے میرے وطن میں بھی جدیدیت داخل ہو گئی ہے لیکن اب بھی وہاں مشرقی روایات کو پامال نہیں کیا جاتا۔''

''پاپا کیا وہاں لڑکیاں سیر و شکار نہیں کرتیں؟''

''بیٹے تنہا نہیں، لیکن وقت نے سب کچھ کر دیا ہے۔''

''پاپا مجھے وہاں جا کر کیا کرنا ہوگا؟''

''کچھ نہیں بیٹے، ہمارا آبائی شہر اعظم نگری ہے اور اعظم نگری میں میرے باپ دادا کی ایک پرانی حویلی ہے، بلکہ تم یوں سمجھ لو کہ قدیم دور کا حسین نمونہ، میں چونکہ وہاں جاتا رہتا ہوں، اس لیے اس حویلی کو میں نے انتہائی شاندار شکل دی ہے اور تم دیکھو گی کہ اس کی نوعیت بڑی عجیب ہے۔''

''آہ جلدی کریں پاپا! میں تو بغیر پَروں کے اُڑ کر وہاں پہنچ جانا چاہتی ہوں۔''

''بس یہ سمجھ لو کہ چند ہی دن رہ گئے ہیں کہ ہم اپنے وطن روانہ ہو جائیں گے۔'' آخر کار یہ چند دن بھی پورے ہو گئے۔ سارہ جسے اس کے حلقے میں سارہ فیضی نہیں بلکہ پرنسس سارہ کہا جاتا تھا۔ خوشی سے پاگل ہو گئی تھی۔ یہاں جس گھر میں اس نے جنم لیا تھا اسے چھوڑتے ہوئے اسے تھوڑا سا دکھ تو ہو رہا تھا، لیکن اعظم نگری کی کہانیاں اسے بے خود کیے ہوئے تھیں اور یہ بے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خودی بے صبر نہیں تھی، جب وہ اعظم نگری پہنچی اور اس نے اپنی حویلی دیکھی تو جھوم جھوم اٹھی، حویلی کا جائے وقوعہ بھی ایسا ہی تھا، تاحدِ نظر سرسبز و شاداب علاقے بکھرے ہوئے تھے، کھیت، باغات اور نہ جانے کیا کیا، حویلی کا ماحول بھی بے حد خوبصورت تھا، تھوڑے فاصلے پر ایک آبشار سے بننے والی ندی گنگناتی ہوئی گزرتی تھی جو حویلی کے ایک جھروکے سے نظر آتی تھی، صاف شفاف برف کا بنا ہوا پانی برف ہی کی طرح سفید دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، سارہ نے خوشی کے عالم میں ایک ملازمہ سے پوچھا۔

''اعظم نگری میں ہماری اس حویلی سے زیادہ خوب صورت کوئی اور جگہ بھی ہے، ایسا گھر یہاں کسی اور کے پاس بھی ہے؟'' ملازمہ نے ادب سے گردن جھکا کر کہا۔

''شہزادی سارہ یہ حویلی اپنی مثال آپ ہے، اس کا جائے وقوع بھی بہت ہی حسین ہے لیکن آپ وہ جو پہاڑی ٹیلے دیکھ رہی ہیں اس کی دوسری جانب ایک اور حویلی ہے، جو یقیناً اس حویلی سے زیادہ خوب صورت ہے اور اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔''

''اچھا، کیا یہاں ایسی بھی حویلیاں ہیں۔''

''نہیں، پرنسس سارہ، بس یہ دو حویلیاں اعظم نگری کی جان ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ تھوڑے ہی عرصے قبل یہ اپنے مالکوں سے آباد ہوئی ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''آپ لوگوں کے، یعنی ہمارے مالک ہمدان فیضی کے آنے سے کچھ ہی عرصے پہلے دلیر شاہ باہر کے ملکوں سے یہاں آیا ہے۔''

''دلیر شاہ۔''

''ہاں۔''

''یہ کون ہے؟''

''اس حویلی کا مالک جو اس حویلی سے زیادہ خوبصورت ہے، دلیر شاہ کی حویلی بھی خالی پڑی ہوئی تھی۔ وہ بھی ملک سے باہر تھا اور شاید اس نے ملک سے باہر زندگی گزاری ہے کیونکہ اعظم نگری والوں نے پہلے کبھی دلیر شاہ کو نہیں دیکھا، ہاں کسی زمانے میں اس کے باپ دادا یہاں رہا کرتے تھے لیکن باپ دادا کے دور میں یہ سنا گیا ہے کہ یہ حویلی اس قدر خوب صورت نہیں تھی، یہ تو تھوڑے ہی عرصے پہلے اپنا یہ حُسن حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی ہے۔''

''یعنی وہ حویلی ہماری حویلی سے زیادہ اچھی ہے؟''

''شہزادی حضور میری بات کا بالکل بُرا نہ مانیں، آپ نے پوچھا، میں نے بتا دیا، میرا

اس حویلی کی تعریف کرنے کا کوئی مقصد نہیں تھا۔''

''ارے نہیں..... نہیں تم خوفزدہ نہ ہو، یہ تو اچھی بات ہے جس کا مجھے علم ہوا کبھی ملیں گے اس دلیر شاہ سے۔ کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟''

''کبھی نہیں۔'' پرنسس سارہ خاموش ہو گئی۔ پھر مزید کچھ دن گزر گئے، ایک دن اپنے باپ سے اجازت لینے کے بعد وہ گھوڑے پر بیٹھ کر سیر کے لیے نکلی، چار بہت ہی ماہر سائیس اور دو خادماؤں کو اس کے ساتھ کیا گیا تھا۔ پرنسس سارہ اس گروہ کو دیکھ کر خوب ہنسی تھی۔ اس نے کہا۔

''ساؤتھ افریقہ میں پاپا نے میرے اوپر اتنی ذمہ داریاں یا پابندیاں کہا جا سکتا ہے نہیں لگائی تھیں، یہاں اپنے وطن میں کیا انہیں اپنے لوگوں پر اعتماد نہیں ہے۔'' یہ بات ہمدان فیضی نے سن لی تھی عقب سے اس نے جواب دیا۔

''نہیں بیٹی یہ بات نہیں ہے۔ اپنے وطن سے مجھے عشق ہے اور اپنے اہل وطن کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس طرح کے لوگ ہیں۔ تم یہاں بالکل حفاظت سے ہو اور تمہیں کسی طرح کی قباحت کا کوئی سامنا نہیں کرنا پڑے گا، لیکن ابھی یہ سارا ماحول تمہارے لیے اجنبی ہے۔ اس لیے میں نے یہ انتظام کیا ہے؟''

''مجھے اعتراض نہیں ہے پاپا! اور مجھے نہ ہی یہ بات معلوم تھی کہ آپ میرے لیے اتنے پریشان ہوں گے اور میری بات سن رہے ہوں گے۔''

''نہیں بیٹا جو کچھ دل میں آتا ہے اسے بیان کرنا بہت ضروری ہونا چاہیے تاکہ ہمارے درمیان ایک دوسرے سے تعاون قائم رہے۔''

''ایسا ہی ہوگا پاپا! آپ بالکل فکر نہ کریں۔'' سب سے پہلے اس نے اس حویلی کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا، وہ ملازمہ بھی ساتھ تھی جس نے حویلی کا تذکرہ کیا تھا، وہ ایک نوجوان عورت تھی اور اس کے بارے میں یہ سنا گیا تھا کہ فنون گھڑ سواری کی ماہر ہے، بہترین گھوڑا سواری کر لیتی ہے، یعنی یہ کہ وہ پرنسس سارہ کے ہمراہ جانے کے قابل ہے، پھر سارہ کی فرمائش پر اس دوسری حویلی کا رخ کیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ٹیلوں کی دوسری طرف سے گزرے، پرنسس سارہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں، واقعی اس نے نہ صرف ساؤتھ افریقہ بلکہ دنیا کے کئی اور بھی ملک دیکھے تھے، ساؤتھ افریقہ سے ہی وہ سیاحت کے لیے نکل جایا کرتی تھی، لیکن یہ حویلی، یہ تو کوئی آسمانی جگہ محسوس ہوتی تھی، اس قدر حسین کہ آنکھیں نہ ٹکیں، پرنسس سارہ نے اپنا گھوڑا ایک بلندی کی جانب دوڑا دیا اور چاک و چوبند گھوڑا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بلندیوں کا سفر طے کر کے چوٹی تک پہنچ گیا، یہاں سے اس نے ایک بار پھر اس حویلی کا جائزہ لیا، جو درحقیقت سبزہ زار کی آغوش میں رکھا ہوا ایک حسین کھلونا لگتی تھی، ایک ایسا عظیم الشان کھلونا جو دلوں کو اپنی گرفت میں لے لے، وہ ٹھنڈی ٹھنڈی سانس لے کر نیچے اتر آئی پھر اس نے اپنی ملازمہ سے کہا۔

''آسیہ یہ تو واقعی بے مثال جگہ ہے، بہت ہی بے مثال۔'' آسیہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد وہ قرب و جوار کے سبزہ زاروں کی سیر کرتی رہی لیکن اس کے ذہن پر اس حویلی کا نقش بیٹھ گیا تھا اور وہ یہ سوچ رہی تھی کہ پتہ نہیں اس حویلی کا مالک کس طرح کا انسان ہوگا، جو اس قدر خوب صورت حویلی میں رہتا ہے، دلیر شاہ کا نام اس کے سامنے لیا گیا تھا اور یہ بھی بتایا گیا تھا کہ دلیر شاہ نے بھی زندگی باہر کی دنیا میں گزاری ہے۔

''اندازہ تو یہ ہو رہا ہے کہ وہ کوئی واقعی سلیقے کا انسان ہوگا۔'' سارہ نے سوچا۔

بہرحال اس سلسلے میں ہمدان فیضی یا اپنی ماں سے اس نے کوئی بات نہیں کی تھی، حویلی بے شک خوب صورت تھی، لیکن جس حویلی میں وہ رہ رہی تھی وہ بھی کسی طور کم نہیں تھی اعظم نگر کے قرب و جوار کا جائزہ ایک خوب صورت تجربہ تھا، ماں باپ کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا، پھر اس دن بھی وہ حویلی کی طرف نہیں گئی تھی، البتہ ندی کے کنارے کنارے بہت دور تک جاتے ہوئے اس کی نگاہیں دو تین بار ان اونچے پہاڑی ٹیلوں کی طرف اٹھی تھیں جو اس حویلی کی پشت پر تھی اور اس کے ذہن میں حویلی کے بارے میں بہت سے خیالات آئے تھے، لیکن ان خیالات میں کوئی بہت ہی انوکھا تصور نہیں تھا، البتہ ندی کے کنارے کنارے وہ بہت دور تک نکل آئی تو ایک خادم نے دست بستہ کہا۔

''پرنسس، آپ کی سرحدیں یہاں ختم ہو جاتی ہیں، اس سے آگے دلیر شاہ کی چراگاہ ہے اور اس خوب صورت شکارگاہ میں عام لوگوں کے شکار کھیلنے پر پابندی ہے۔''

''تو ہم کون سا شکار کھیل رہے ہیں۔ ارے دیکھو کتنا خوب صورت ہرن کا بچہ ہے۔ دیکھو تو سہی ذرا۔'' اس نے کہا اور اپنا گھوڑا ہرن کے بچے کے پیچھے دوڑا دیا۔ اس نے نوکروں کی کوئی بات ذہن میں نہیں رکھی تھی اور گھوڑے کو بھگاتی ہوئی دوسرے لوگوں سے کافی دور نکل آئی تھی، ہرن کا بچہ چوکڑیاں بھر رہا تھا اور پھر وہ ایک انتہائی حسین باغ میں جا گھسا اور چند ہی لمحوں کے بعد سارہ بھی اس کے پیچھے پیچھے باغ میں پہنچ گئی، تبھی اس نے ایک انوکھا منظر دیکھا ایک قوی ہیکل اور یونانی نقوش کا مالک آسمان سے اترا ہوا دیوتا جیسا شخص ہرن کے اس بچے کو گود میں لیے کھڑا تھا، اس کی نگاہیں سارہ ہی کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔ سارہ نے اسے دیکھا

اور دیکھتی رہ گئی۔

☆=======☆=======☆

زندگی ملک سے باہر ہی گزری تھی۔ بہت کچھ دیکھا تھا اس دنیا میں بے شک عمر بہت سے تجربات نہیں دے سکتی لیکن پھر بھی بہت سی چیزیں علم میں آ جاتی ہیں۔ یہ نظر آنے والی شخصیت تو اسے زمین کی مخلوق لگ ہی نہیں رہی تھی۔ اتنا خوب صورت مردانہ حسن اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ دلکشی کا پیکر بے مثال وہ بہت دیر تک اسے عجیب سے انداز میں دیکھتی رہی۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی جانب بڑھ گئی اور اس کے بالکل قریب پہنچ گئی۔ بدری ناتھ خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ لمبے چوڑے بدن کا مالک اور مردانہ حسن کا شاہکار تھا۔ گھوڑا اس کے قریب پہنچ کر رک گیا تو بدری چونکا لڑکی بہت دلکش تھی۔ بدری ناتھ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''آپ شاید اس ہرن کے بچے کے پیچھے گھوڑا دوڑا رہی تھیں۔'' بدری ناتھ کی پاٹ دار آواز ابھری اور لڑکی جیسے چونک پڑی۔

''معافی چاہتی ہوں۔ غلطی ہوگئی شاید یہ آپ کی ملکیت ہے۔''

''میں نے اس لیے آپ سے یہ الفاظ نہیں کہے تھے۔ اگر آپ اسے میری ملکیت سمجھتی بھی ہیں تو اب یہ آپ کی ملکیت ہے۔'' بدری ناتھ نے ہرن کا بچہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''نہیں یہ آپ کا ہے؟''

''اگر آپ اسے قبول کر لیں گی تو مجھے خوشی ہوگی۔''

''لیکن میں.....؟''

''لے لیجیے پلیز۔'' بدری ناتھ نے کہا اور سارہ تیزی سے گھوڑے سے نیچے اتر آئی۔

''آپ کا بے حد شکریہ آپ کون ہیں؟'' اس نے بے اختیار سوال کر ڈالا۔

''بس انسان ہی سمجھ لیجیے۔ دلیر شاہ ہے میرا نام۔'' بدری ناتھ نے جواب دیا۔

''اوہو.....آپ کا نام تو میں کافی سن چکی ہوں۔''

''میری خوش نصیبی ہے، لیکن میری بدنصیبی یہ ہے کہ مجھے آپ کا نام نہیں معلوم۔''

''میرا نام سارہ ہے۔ سارہ فیضی ہمدانی یا ہمدان فیضی۔''

''بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔''

''یہ آپ کی شکارگاہ ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ایسا نہ کہیں کبھی کبھی شکار خود شکار ہو جاتا ہے۔''

''میں سمجھی نہیں۔''

''آپ کو تفصیل سے سمجھا بھی نہیں سکتا۔ کچھ اور تعارف ہو سکتا ہے۔'' سارہ فیضی اسے اپنے بارے میں بتانے لگی۔ اس نے کہا۔

''آپ کی حویلی میں نے دور سے دیکھی ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اعظم نگری میں سب سے خوب صورت حویلی ہے۔''

''ہاں..... لیکن کاش یہ کسی ایسی خوب صورت ہستی سے متعارف ہو سکتی، جس سے اس کی خوب صوتی میں چار چاند لگ جاتے۔''

''عجیب سی خواہش ہے۔''

''خواہش عجیب ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان کبھی کبھی ان کے لیے ترستا ہے۔ مس سارہ فیضی! اگر میں آپ کو کل رات اپنی حویلی میں ڈنر پر مدعو کروں تو کیا آپ میری یہ خواہش قبول کر لیں گی۔''

''یہ تو میں کرنا چاہتی تھی۔''

''پہلے میں نے کہہ دیا ہے۔''

''ٹھیک ہے میں ضرور آ جاؤں گی۔'' سارہ فیضی نے کہا اور اس کے بعد وہ گھوڑے پر سوار ہو گئی ہرن کا بچہ اس کے پاس محفوظ تھا۔ جس کو اس کے آدمیوں نے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ رات بدری ناتھ پر بڑی عجیب و غریب گزری تھی۔ اس کی آنکھوں میں سارہ فیضی کی شکل گھوم رہی تھی۔ کیا..... حسین پیکر تھا۔ کیا حسین وجود تھا۔ اسے اپنی بیوی یاد آ گئی۔ کبھی کسی زمانے میں اس نے اس عورت کو بھی اس ہی نگاہ سے دیکھا تھا لیکن اس وقت وہ ایک بدصورت انسان تھا اور اسے احساس کمتری تھا لیکن آج مہا سانولی نے اس کی شخصیت بدل دی تھی۔ اس نے اس نوجوان لڑکی کی آنکھوں میں اپنے لیے پسندیدگی اور محبت کے آثار دیکھے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ اب وقت بدل گیا ہے اور صورت حال تبدیل ہو گئی ہے۔ سنالیہ اسی وقت اس کے کمرے میں آ گئی۔

''اور تمہاری یہ سوچ غلط ہے۔ کیونکہ اب تم مہا سانولی کے ہرکارے ہو۔'' بدری ناتھ ایک دم چونک پڑا اس نے کہا۔

''تمہیں میری سوچ کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟''

''اگر تم مہا سانولی کی قوتوں سے اب بھی انحراف کرتے ہو تو اس سے بڑی بدنصیبی

تمہاری اور کوئی نہیں ہے۔ میرے اوپر مہا سانولی کا سایہ ہے اور تم شاید یہ بات بھول جاتے ہو۔ کہ تمہیں مہا سانولی کا وردان حاصل ہے۔ اب کوئی ایسی مت بات سوچنا جس میں ماضی کی بے بسی موجود ہو، یہ تمہارے لیے مناسب نہیں ہے کیونکہ اس سے مہا سانولی کی توہین ہوتی ہے۔''

''میں اس کا خیال رکھوں گا۔''

''دوسری بات یہ کہ سوچ سمجھ کر عمل کیا کرو۔ تم نے کل اسے کھانے کی دعوت دی ہے۔ جبکہ تمہیں پتہ ہے کہ کل چاند کی چودہ تاریخ ہے۔'' اچانک ہی بدری ناتھ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ چاند کی چودہ تاریخ کے لیے اسے خصوصی ہدایت کی گئی تھی۔ اس روز وہ ایک آدم خور چیتے کی حیثیت اختیار کر کے آس پاس کی بستیوں میں جانے کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا اور یہ بات اسے یاد نہیں رہی تھی۔

''مجھ سے واقعی غلطی ہوئی سنالیہ۔''

''دیکھو۔ مہا سانولی نے تمہیں جو کچھ دیا ہے وہ تمہارے اوپر اس کا قرض ہے اس نے تمہیں سنسار کی ساری خوشیاں بخش دی ہیں۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ تم اسی کے حکم کو بھول جاؤ۔''

''اب مجھے بتاؤ سنالیہ میں کیا کروں؟''

''نہیں کوئی ایسی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ کل دن میں وہ تمہیں معذرت نامہ بھیج دے گی۔ اس کا انتظام میں کر دوں گی۔ تم اپنے کام کے لیے تیار رہو۔'' بدری ناتھ نے گردن جھکا دی تھی۔ بہرحال سنالیہ کے جانے کے بعد وہ دیر تک سوچتا رہا درحقیقت اسے سب سے زیادہ اہمیت مہا سانولی ہی کو دینی تھی۔ باقی سب بعد کے کھیل تھے۔ بے شک عمر کے ساتھ ساتھ اس کا دل بھی جوان ہو گیا تھا۔ اس دل میں ماضی کے کچھ واقعات کروٹیں بدلتے رہتے تھے لیکن مہا سانولی کے حکم سے ان سے انحراف نہ جانے کیا کیا چھیننے کا باعث بن جاتا چنانچہ وہ تیار ہو گیا۔

پھر دوسرا دن آ گیا۔ بدری ناتھ کے اعصاب میں تھوڑی سی کشیدگی تھی سنالیہ اس کی ہر جگہ راہبری کرتی تھی۔ شام کو وہ اسے ایک گاڑی میں بٹھا کر ایک دور دراز مقام پر لے گئی۔ یہ ایک شکارگاہ ہی کا حصہ تھا اور یہاں ایک خوب صورت فارم ہاؤس بنا ہوا تھا۔ اس فارم ہاؤس میں کوئی ملازم نہیں تھا لیکن وہ انتہائی خوب صورتی سے آراستہ تھا۔ یہاں پہنچ کر سنالیہ نے اس سے کہا۔

''اور اب یہاں تم تنہا ہو۔ جو کچھ کرنا ہے تمہیں اکیلے ہی کرنا ہے۔ میں چلتی ہوں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ سنالیہ۔''

''نہیں، اس وقت تمہارے سامنے کوئی بھی جاندار آئے گا۔ تم اسے نقصان پہنچا دو گے۔ وہ سامنے جو بڑی کھڑکی ہے۔ تمہیں اس سے باہر نکلنا ہے اور اسی کھڑکی سے اندر اس جگہ آنا ہے۔'' سنالیہ اسی گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی جس سے آئی تھی اور بدری ناتھ سوچنے لگا۔ دیکھو زندگی میں یہ تجربہ کیسا رہتا ہے۔ وہ باہر صحن میں آ گیا۔ ابتدائی راتوں کا چاند تھا۔ جیسے ہی چاند نے بادلوں سے منہ نکالا اچانک ہی بدری ناتھ کے بدن میں اینٹھن ہونے لگی۔ ایک عجیب سی سرمستی اس کے اندر پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور اس کے بدن کے سارے مسلز پھڑ پھڑانے لگے۔ اسے اپنے اعصاب میں شدید کشیدگی محسوس ہونے لگی تھی اور بدن میں ایک میٹھا میٹھا سا احساس، اس کی ہیئت تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔

ہوش و حواس سلامت تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنے آپ کو ایک سیاہ خونخوار چیتے کے روپ میں پایا بدن میں بجلیاں بھری ہوئی تھیں۔ چستی اور چالاکی میں بے مثال تھا۔ زمین پر دو چار بار اچھلنے کے بعد اچانک اس نے زقند بھری اور اس کھڑکی سے باہر چھلانگ لگا دی۔ جو سامنے نظر آئی تھی۔ دوسرے طرف سپاٹ میدان تھا۔ وہ اس میدان میں قلانچیں بھرنے لگا۔ اس کی رفتار ناقابلِ یقین تھی۔ اگر کوئی انسانی آنکھ اسے دیکھتی تو اس پر نگاہ ٹکنی مشکل تھی۔ کالے رنگ کے ایک انتہائی بھیانک چیتے کے رُوپ میں وہ دوڑ لگاتا رہا اور پھر سب سے پہلے اسے ایک بوڑھی عورت نظر آئی۔ جو کندھے پر ایک بستر رکھے ہوئے غالباً کسی بستی کی طرف جا رہی تھی۔ بدری ناتھ کے حلق سے ایک خونخوار دھاڑ نکلی اور بوڑھی عورت نے پلٹ کر اپنی طرف آتے ہوئے چیتے کو دیکھا۔

دوسرے لمحے بستر اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ بدری ناتھ آن کی آن میں اس بوڑھی عورت کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے چھلانگ لگائی اور بوڑھی عورت کی گردن دانتوں میں دبا لی ڈھائی ڈھائی تین تین انچ لمبے دانت بوڑھی کی گردن میں پیوست ہو گئے اور بدری ناتھ نے اسے اپنے پنجوں میں دبوچ کر زخرے سے ادھیڑ دیا۔ بوڑھی کے جسم سے خون کا فوارہ بلند ہو گیا تھا۔ بدری ناتھ نے زبان نکال کر تھوڑا سا خون چاٹا اور اس کے بعد اسے بُری طرح بھنبھوڑ دیا۔ بوڑھی کے جسم کی دھجیاں کر کے وہ پھر وہاں سے آگے قلانچیں بھرنے لگا۔

تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بستی نظر آ رہی تھی۔ غالباً بوڑھی عورت اسی بستی میں جا رہی تھی۔ بستی کے ایک کچے مکان سے اندر چھلانگ لگائی تو سامنے ہی پلنگ پر دو نوجوان سوتے ہوئے نظر آئے۔ بدری ناتھ کے حلق سے ایک بھیانک دھاڑ نکلی اور وہ ان میں سے ایک پر

ٹوٹ پڑا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اسے چیر پھاڑ کر پھینک دیا۔ دوسرے نوجوان نے جو یہ صورتِ حال دیکھی تو وہاں سے بھاگا لیکن بدری ناتھ نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور اسے بھی دبوچ لیا۔ ان دونوں کو زندگی سے محروم کر کے وہ اس گھر سے باہر نکلا اور اس کے بعد اس نے بستی کے تقریباً تیرہ چودہ افراد کو زندگی سے محروم کر دیا۔

پوری بستی میں کہرام مچا ہوا تھا۔ لوگ دھڑا دھڑ دروازے بند کر رہے تھے لیکن بدری ناتھ اونچی اونچی دیواریں پھلانگ رہا تھا اور اپنا کام سرانجام دے رہا تھا۔ پھر وہ اس بستی سے باہر نکل گیا۔ بے شمار لوگ لالٹین اور لاٹھیاں لے کر اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بدری ناتھ ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ تقریباً دس یا بارہ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد پھر اسے ایک بستی نظر آئی اور اس نے اس بستی میں بھی تباہی پھیلا دی۔

رات کو اس وقت تک جب تک چاند نکلا رہا۔ وہ اسی طرح اپنی خونخوار کیفیت کا مظاہرہ کرتا رہا۔ ایک عجیب سا سرور ایک عجیب سا سکون اسے محسوس ہو رہا تھا۔

پھر اسے ایسا لگا جیسے کوئی اسے واپسی کی ہدایت کر رہا ہو اور اس نے واپسی کا رُخ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد اسی فارم ہاؤس کی اسی کھڑکی سے فارم ہاؤس کے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں آنے کے بعد وہ پنجوں کے بل بیٹھ گیا اور اس کی ہیئت تبدیل ہونے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنی اصل شکل میں خود کو بیٹھے ہوئے پایا لیکن دل و دماغ پر ایک عجیب سا نشہ ایک عجیب سا سرور طاری تھا۔ چنانچہ وہ آنکھیں بند کر کے اِدھر ہی بیٹھا رہا اور نہ جانے کب اسے نیند آ گئی اور وہ اس وقت جاگا تھا جب سنالیہ اسے کندھے سے پکڑ کر جھنجوڑ رہی تھی۔ بدری ناتھ نے مخمور نگاہوں سے سنالیہ کو دیکھا تو سنالیہ نے کہا۔

''چلو..... اٹھو واپسی کا وقت آ گیا ہے۔'' بدری ناتھ نشے میں ڈوبے ہوئے انسان کی طرح بوجھل قدموں سے چلتا ہوا اس گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا اور یہ فاصلہ طے کرنے کے بعد اپنی حویلی میں پہنچ گیا۔ لیکن جسم پر سرور کی کیفیت مسلسل طاری تھی اور وہ بستر پر چلا گیا اور پھر اسے اتنی گہری نیند آئی کے شام کو پانچ بجے کے قریب ہی اس کی آنکھ کھلی۔ ملازمین اس کی دیکھ بھال کے لیے تیار تھے۔ اسے غسل کرایا گیا۔ بہترین لباس تبدیل کرایا گیا چونکہ آج سارہ فیضی کو اس کے پاس آنا تھا۔ سارہ فیضی بڑی شان و شوکت سے اس کے پاس آئی۔ بدری ناتھ نے ایک خوب صورت لباس میں ملبوس ہو کر اس کا استقبال کیا تھا۔ سارہ فیضی کی پسندیدہ نگاہیں اس کا طواف کرنے لگیں۔

''معافی چاہتی ہوں دلیر شاہ کل نہیں آ سکی تھی۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کوئی بات نہیں مس فیضی! آپ کا آنا میرے لیے بڑی حیثیت کا باعث ہے آیئے آپ کو اپنی حویلی دکھاؤں۔" اور بدری ناتھ اسے اپنی حویلی دکھانے لگا۔ سارہ فیضی کی تعریفی نگاہیں اس کی حویلی کا جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ اس وقت انتہائی حسین لگ رہی تھی۔ مصنوعی زیبائش سے پاک سفید سلک میں وہ ویسے ہی کوئی دیوی ہی نظر آ رہی تھی۔ حُسن و دلکشی کے ساتھ اس کی شخصیت میں معصومیت تھی۔ جو اسے ایک شاہکار بنا دیتی تھی۔ بدری ناتھ اسے اپنی حویلی دکھاتا رہا۔ پھر وہ بہت دیر تک بدری ناتھ کے ساتھ اس کی حویلی دیکھتی رہی اور خود اس پر ایک عجیب سی کیفیت طاری رہی۔ بدری ناتھ نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا اور پھر اس نے اس سے کہا۔

"آپ نے اب تک شادی کیوں نہیں کی سارہ فیضی!" سارہ نے ایک نظر غلط بدری ناتھ پر ڈالی نظر ٹکراتے ہی بجلی کی لہریں اس کے سارے جسم میں دوڑ گئیں اس نے شرم سے نظریں جھکا لیں۔ بدری ناتھ کا دل بے ساختہ سینے میں اچھلنے لگا۔ ایسے معصوم حُسن کو بھلا کس طرح نظر انداز کیا جا سکتا تھا لیکن ابھی تک یہ سراپا حُسن رعنائی اپنی ساری معصومیت کے ساتھ اس کی دسترس سے باہر تھا۔ وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں اس کے وجود کو محسوس کرنے لگا۔ وہ بہت ہی متاثر نظر آ رہا تھا اس سے۔ بہرحال یہ سب کچھ بہت ہی خوب صورتی سے رہا۔

دلیر شاہ کے بارے میں عجیب و غریب کہانیاں پوری اعظم نگری میں مشہور ہو گئی تھیں۔ وہ خاص طور سے سارہ فیضی سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ اس حسین و جمیل معصوم سی لڑکی کو جس کے چہرے پر مریم کا سا تقدس بکھرا ہوا تھا۔ کسی طرح کا دھوکہ نہیں دیا جا سکتا تھا۔ چند ہی دنوں میں ان دونوں کی محبت کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اخباری نمائندے طرح طرح کے سوال کر کے بدری ناتھ کو روشنی میں لانے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر وہ انہیں الٹے سیدھے جواب دے کر ٹال دیا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی بے شمار ایسی حسین لڑکیاں جو بدری ناتھ کی قربت حاصل کرنا چاہتی تھیں۔ اس کے قریب آتی تھیں۔ بہرحال یہ پورا مہینہ بڑی خوب صورتی کے ساتھ گزرا۔

بدری ناتھ اپنا ماضی بھی بھول گیا تھا۔ ایک بار پھر چاند کی چودہ تاریخ آ گئی اور اس نے سارہ فیضی کو بتایا کہ وہ دن کے چار بجے ضروری کام سے شہر سے باہر جا رہا ہے اور رات کو اس کی واپسی نہیں ہو سکے گی۔ بہرحال وہ سنالیہ کے ساتھ چل پڑا سنالیہ اس دوران ایک آدھ بار ہی اس سے ملی تھی۔ ادھر سارہ اس کے بغیر نہیں رہتی تھی اور روزانہ ہی اس کی حویلی پہنچ جایا کرتی تھی۔ وہاں سے جاتے ہوئے اس نے سارہ سے کہا۔

"گھبرانا نہیں سارہ ڈارلنگ! میں جلد ہی آ جاؤں گا۔" اور سارہ نے محسوس کیا کہ وہ اس پُراسرار حُسن کے مالک انسان کے دامِ عشق میں بے بس پرندے کی طرح پھڑ پھڑا رہی ہے۔ اس کے رخسار کان کی لو تک سرخ ہو گئے اور جذبات کا ایک طوفان اٹھا اور دل سینے میں ڈوبنے لگا۔ بدری ناتھ دلیر شاہ کی حیثیت سے وہاں سے چلا گیا تھا۔ پچھلی چودہ تاریخ کو جو خوفناک وارداتیں ہوئی تھیں۔ ان کی خبر ہر طرف پھیل گئی تھی لیکن چاند کی اس تاریخ کو بھی جو کچھ ہوا وہ قرب و جوار کی بستیوں میں دہشت پھیلانے کے لیے کافی تھا۔

اخبار نے ایک ایسے پُراسرار بھیڑیے کی خبر شائع کی جس نے رات کو پھر اپنی درندگی سے پاس کی نواحی بستی میں قیامت برپا کر دی تھی۔ کئی بچوں اور جوانوں کو ہلاک کر ڈالا تھا اور ان کے جسموں کے چیتھڑے کر دیئے تھے۔ آفتاب طلوع ہونے کے بعد جب بدری ناتھ حویلی میں داخل ہوا تو اس کے قدم ڈگمگا رہے تھے اور وہ عجیب و غریب احساس کا شکار تھا۔ دن کے دو بجے کے قریب اسے سارہ فیضی نے ہی جگایا۔ آج وہ ہر روز سے زیادہ حسین لگ رہا تھا اور سارہ فیضی کو اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ اس نے اپنے بازو پھیلائے اور بدری ناتھ کے سینے سے لپٹ گئی۔ بدری ناتھ کو اس نے اپنا سب کچھ پیش کر دیا تھا لیکن بدری ناتھ جانتا تھا کہ جب تک مہا سانولی کی طرف سے اس کی اجازت نہ ملے وہ سارہ فیضی کو چھو نہیں سکتا تھا اور اس کی ہدایت سنالیہ نے پہلے ہی کر دی تھی۔ دن اور رات اپنے معمول کے ساتھ گزر رہے تھے۔ سارہ فیضی نے بدری ناتھ کی اس کیفیت کو بھی قبول کیا تھا بلکہ اس کی تعریف کی تھی کہ اس نے ایک عورت کی کمزوری سے فائدہ نہیں اٹھایا اور اسے داغدار نہیں کیا۔

بدری ناتھ کو کس طرح اپنے آپ پر قابو پانے کے لیے محنت کرنا پڑی تھی یہ بات وہ ہی جانتا تھا۔ دن اور رات اپنے معمول کے ساتھ گزرتے رہے اس نے اپنی توجہ زیادہ تر سارہ فیضی کی جانب مبذول کر دی تھی۔ دعوتیں، پارٹیاں اور رونقیں کم ہونے لگیں۔ ہر شام وہ ایک شاندار کار میں سارہ فیضی کو ساتھ لیتا اور قدرت کی رنگین تنہائیوں میں گل پوش وادیوں میں لہلہاتے ہوئے سبزہ زاروں میں وہ شیطان کی اس حسین و جمیل محبوبہ کے زانو پر سر رکھ کر آنکھیں بند کر لیتا اس کے آگے عہد و پیمان شیطان کی آہنی دیوار حائل تھی۔ ورنہ روزانہ کا قرب اور سارہ فیضی کی دلفریب اداؤں نے ہمیشہ اس کے لیے اپنی آغوش وا رکھی تھی۔ اپنے پُرفریب وعدہ کے ثبوت میں بدری ناتھ نے شہر کی مشہور و معروف حسیناؤں سے بھی منہ موڑ رکھا تھا۔ تاکہ محبت کا جال صرف اور صرف سارہ فیضی کے گرد رہے۔ پھر تیسرے چاند کی چودہ تاریخ بھی آ گئی اور معمول کے مطابق اس نے انسان سے درندہ بن کر گرد و نواح میں تباہیاں

مچا دیں۔ وہ اب اپنے کام میں ماہر ہو گیا تھا اور اس دن جب وہ واپس آیا تو اس نے سارہ فیضی کو دیکھا جو اس کے استقبال کے لیے تیار کھڑی تھی لیکن اس کے ہونٹوں کو خون آلود دیکھ کر چونک پڑی۔

''ارے..... یہ تمہارے ہونٹوں پر کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں..... ہونٹ دانتوں کے نیچے آ گیا تھا۔''

''مجھے بتاؤ گے نہیں کہ تم اس طرح کہاں جاتے ہو؟ تم نے مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے لیکن بس مجھے یہ ہی نہیں پتہ چلتا کہ اچانک ہی تم کہاں نکل جاتے ہو۔ تمہیں نہیں معلوم کہ اب تمہاری دوری کا ایک لمحہ بھی مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔'' بدری ناتھ نے عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔

''سارہ..... اگر تمہیں کبھی پتہ چلے کہ میں کسی ایسے عمل کے لیے کہیں جاتا ہوں جو اچھا نہیں ہوتا تو تم کیا سوچو گی میرے بارے میں۔''

''جو شخص مجھے اس بارے میں بتائے گا میں اس کے رخسار پر تھپڑ مار دوں گی۔''

''اتنا اعتماد ہے مجھ پر۔''

''ہاں۔''

''سارہ تم مجھ سے بہت محبت کرتی ہو۔''

''ہاں..... اور آج میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں۔''

''بولو..... کیا کہنا چاہتی ہو؟'' بدری ناتھ نے ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ پوچھا۔

''دلیر شاہ! میں نہیں جانتی کہ تم نے زندگی کہاں گزاری، میں ساؤتھ افریقہ میں پلی بڑھی ہوں میرے والد نے مجھے دنیا کے اور بھی بہت سے ملک دکھائے ہیں۔ ہر جگہ ایک بے باکی اور بے ترتیبی نظر آتی ہے۔ لوگ اس طرح ایک دوسرے کی قربت حاصل کر لیتے ہیں کہ کسی کو احساس تک نہیں ہوتا۔ مشرق کے بارے میں میں نے بہت کچھ سن رکھا ہے لیکن پہلی بار ایک ایسے مشرقی شہزادے کو دیکھا ہے۔ جو حُسن و جمال اور نوجوانی میں یکتا ہونے کے باوجود بڑی پاکیزہ قدریں رکھتا ہے۔ اگر مجھے زندگی بھر کے لیے تمہارے قدموں میں جگہ مل جائے تو میں اپنے آپ کو دنیا کی خوش نصیب ترین لڑکی سمجھوں گی۔''

بدری ناتھ کا دل ڈول گیا۔ اس کا ماضی تو دوسری ہی کیفیات کا حامل تھا۔ اسے یہ سب کچھ کبھی نہیں ملا تھا۔ ایک انتہائی حسین لڑکی کے منہ سے یہ الفاظ سننے کے لیے تو وہ ساری زندگی ترسا تھا اور اب جب زندگی کی اس منزل پر پہنچ گیا تھا تو یہ الفاظ اس کے لیے ادا کیے جا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہے تھے۔ وہ فرطِ مسرت سے سرشار ہو گیا۔ اس کا دل چاہا کہ سارہ فیضی کو کلیجے میں سمو لے اس کے لیے زندگی ہار دے۔ سارہ فیضی سے اس کی بہت دیر تک یہ جذباتی گفتگو ہوتی رہی اور اس نے بڑی محبت سے اسے رخصت کیا۔

سارہ فیضی کے دل میں تو جو کچھ بھی ہو لیکن اس کے اپنے دل میں زندگی ایک نئے انداز سے جاگی تھی اور شاید یہی شیطانی عمل تھا کیونکہ اس رات اسے شیطان کا پیغام مل گیا۔

''میں تمہیں تمہاری کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ میرا معبد اس مقدس حسینہ کا انتظار کر رہا ہے۔ کل اسے لے کر میرے پاس آ جاؤ۔ ان سات کنواریوں میں سے یہ پہلی کنواری ہے۔ جسے تمہیں میرے قدموں میں بھینٹ دینا ہوگا۔'' یہ الفاظ کسی بم دھماکے سے کم نہیں تھے۔ بدری ناتھ پتھرا کر رہ گیا تھا۔ ماضی میں وہ محبتوں کو ترستا رہا تھا۔ یہاں تک کہ اسے اپنی بیوی اور بچوں تک سے کچھ نہیں ملا تھا اور زندگی اس طرح ختم ہو گئی تھی کہ کوئی سوچ بھی نہ سکے۔

دو مندری میں اسے اس کی تقدیر کا فیصلہ ملا تھا۔ کشن بھگونت اگر چاہتے تو اسے اپنے چرنوں میں جگہ دے سکتے تھے۔ اسے اس بات کی بالکل پرواہ نہیں تھی کہ وہ بوڑھا ہو چکا ہے لیکن تقدیر اس سے کچھ اور ہی چاہتی تھی اسے شیطان کا وردان ملا اور وہ اس کے چرنوں میں آ گیا۔ حُسن و جوانی شباب دولت، طاقت سب کچھ اسے مل گیا تھا اور جب انسان کو یہ سب کچھ مل جاتا ہے تو وہ سب کچھ بھول ہی جاتا ہے۔ اس کے آگے پیچھے شہر کی حسین ترین دوشیزائیں منڈلا رہی تھیں اور سارہ فیضی جیسی حسین لڑکی نے اس کی محبت کا دم بھرا تھا۔ کافی دیر تک وہ شدید کشمکش میں گرفتار رہا۔ لیکن اس نے سوچا کہ کرنا وہی ہے جو مہا سانولی کا حکم ہے۔ اس حسین و جمیل معصوم سی کنواری کو جس کے چہرے پر مریم جیسا تقدس بکھرا ہوا ہے اسے شیطان کے قدموں میں بھینٹ چڑھانا تھا..... اور پھر آخر کار وہی فیصلہ کرنا پڑا۔

اور اس سلسلے میں سنالیہ نے اس کی مدد کی۔

''یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ مہا سانولی کا پیروکار رہے گا تو سنسار میں تجھے ایسی عظیم قوت حاصل ہو گی کہ اس جیسی حسین دوشیزائیں تیرے چاروں طرف منڈلاتی پھریں گی۔'' اور پھر دوسرے دن بدری ناتھ نے دلیر شاہ کی حیثیت سے کہا۔

''میری زندگی کی مالک آؤ میں تمہیں آج ایک ایسی حسین جگہ کی سیر کراؤں جسے دو مندری کہتے ہیں۔ شاید تم نے دو مندری کا نام سنا ہو۔ ایک طرف کشن بھگونت اور دوسری طرف مہا سانولی یہاں ہم لوگ اپنی پاک محبت کا اقرار کر کے دائمی پیار کا عہد کریں گے۔''

سارہ فیضی کے چہرے پر حیاء کی سرخی پھیل گئی۔ دوسری رات بے حد بھیانک تھی۔ بجلی کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کڑک اور بادلوں کے شور میں دو متحرک سائے ایک دوسرے کی محبت سے سرشار دومندری کی بلندیوں کی طرف بڑھے جا رہے تھے۔ بجلی کی مسلسل چمک میں سارہ فیضی کے حسین وجود کو صاف پہچانا جا سکتا تھا۔ موسم کی خوفناک کیفیت سے وہ بہت متاثر تھی اور سہمی سہمی سی دلیر شاہ کے بازوؤں کا سہارا لیے جذبات کے ہیجان سے لبریز دل کی دھڑکنوں کے ساتھ اپنے لڑکھڑاتے قدم آگے بڑھا رہی تھی۔

پھر دومندری کا بھیانک منظر سامنے آ گیا۔ وہ شیطان کے معبد میں داخل ہو گئے۔ وشنو بھگونت دوسری طرف تھے۔ شیطان کا ہیبت ناک مجسمہ سامنے نظر آ رہا تھا اور پھر جونہی وہ اندر پہنچے اچانک ہی معبد کے در و دیوار سے خوفناک تیز روشنی اُبھر آئی اور پورا معبد بقعۂ نور بن گیا۔ سارہ فیضی کی ایک سہمی ہوئی چیخ سنائی دی اور وہ دلیر شاہ کے بازوؤں سے لپٹ گئی تب ہی ایک پُراسرار آواز فضا میں گونجی۔

''مبارک ہو اے خوبصورت نازنین، میں تم دونوں کی پاک محبت کا تحفہ قبول کرتا ہوں۔'' سارہ فیضی نے گھبرائی ہوئی نظروں سے دلیر شاہ کو دیکھا لیکن یہ دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی کہ دلیر شاہ کی جگہ ایک بھیانک بوڑھے کا وجود نظر آ رہا تھا۔ اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن دلیر شاہ کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ البتہ ایک خوفناک بوڑھا جس کی عمر بہت زیادہ تھی اور جس کا سارا وجود انتہائی مکروہ نظر آ رہا تھا اس کے سامنے موجود تھا۔

یکا یک روشنی غائب ہو گئی اور چاروں طرف مہیب تاریکی اپنا منہ پھاڑے کھڑی تھی۔ پھر اچانک اس شیطانی مجسمے کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ تو تیز شعاعیں بجھ گئیں اور پھر ایک آواز اُبھری۔

''اے شیطانؑ کے پیروکار! آگے بڑھ اور اس مقدس تحفے کو ہاتھوں میں سمیٹ کر میری طرف بڑھا دے۔'' خوفناک بوڑھا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ بدری ناتھ کو اپنی اس وقت کی کیفیت کا اندازہ نہیں تھا۔ اس نے ایک معمول کی طرح اس کے حکم کی تعمیل کی اور اس گھور اندھیرے میں دو طویل انسانی ہاتھ آگے بڑھے اور انہوں نے سارہ فیضی کے وجود کو ہاتھوں میں لے لیا۔ سارہ فیضی کی دو بھیانک آخری چیخیں فضا میں ابھری تھیں اور اس کے بعد اس کا نام و نشان نہیں رہا تھا۔ روشنی کے ایک جھماکے نے شیطان کے معبد کو ایک بار پھر روشن کر دیا اور گنبد ایک بار پھر ایک مکروہ آواز سے گونج اٹھا۔

''تیرا مقدس تحفہ قبول ہوا۔ تیری طاقتوں میں دگنا اضافہ کر دیا گیا اور سن تجھے فوراً ہی دوسرے تحفے کی اجازت دی جائے گی۔ دیکھ اپنے وجود کو دیکھ!'' ایک بہت بڑا آئینہ بدری

ناتھ کے سامنے آ گیا اور بدری ناتھ نے اس میں اپنے مکروہ وجود کو دیکھا۔ وہ ایک بھیانک بوڑھا نظر آ رہا تھا۔ اس کا دل ڈوبنے لگا لیکن فوراً ہی شیطان کی آواز سنائی دی۔

''نہیں..... اصل میں تجھے تیری شخصیت سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔ دلیر شاہ تھا ناں تُو۔ اب یہ دیکھ کہ تیری موجودہ شکل کیا ہے۔'' آئینہ ایک بار پھر سامنے آ گیا اور بدری ناتھ نے ایک بار پھر اپنے آپ کو دیکھا۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین اور طاقتور نظر آ رہا تھا۔

''پہلی بھینٹ کے بعد..... دوسری بھینٹ کے لیے تجھے تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے گا اور نہ ہی اب تیرے لیے وہ جگہ محفوظ سمجھی جاتی ہے۔ کیونکہ سارہ فیضی کا باپ ہمدان فیضی اپنی بیٹی کی تلاش کے لیے زمین آسمان ایک کر دے گا۔ اس کا شبہ تجھ پر ہی جائے گا۔ اس لیے میں تجھے اس جگہ سے ہٹا رہا ہوں۔ اب تیرے لیے نئی جگہ متعین کی جاتی ہے۔''

بہرطور اس کے بعد واپسی ہو گئی۔ وہ معبد سے باہر نکلا ہی تھا کہ سنالیہ مسکراتی ہوئی اس کے پاس آ گئی۔

''پہلی کامیابی مبارک بدری ناتھ۔ دوسری لڑکی کے بارے میں اگر میں تمہیں بتاؤں تو تم حیران رہ جاؤ گے۔'' بدری ناتھ کا سارا وجود تھکا تھکا سا محسوس ہو رہا تھا۔ سنالیہ اسے ایک جگہ لے آئی۔ بالکل اجنبی جگہ تھی اور بدری ناتھ نے اس سے پہلے یہ جگہ کبھی نہیں دیکھی تھی۔

''تجھے میرے ساتھ یہیں قیام کرنا ہوگا۔'' سنالیہ نے کہا اور بدری ناتھ تو اس ٹوٹی پھوٹی کھنڈر نما عمارت کے ایک صاف ستھرے کمرے میں پہنچ کر بستر پر لیٹ گیا اور اس کے سارے بدن میں سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔

سارہ فیضی کا معصوم پیکر اس کی نگاہوں میں گردش کر رہا تھا۔ سنالیہ چلی گئی اور وہ سارہ فیضی کو یاد کرتا رہا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اعظم نگری میں دو تین دن کے بعد ہی طوفان برپا ہو گیا تھا۔ سارہ فیضی کی گمشدگی کے ساتھ دلیر شاہ کی گمشدگی کے تذکرے بھی کیے جا رہے تھے۔ ہمدانی نے اپنی بیٹی کی تلاش کے لیے زمین آسمان ایک کر دیئے لیکن کسی کو کوئی پتہ نہیں چل سکا تھا۔

ادھر ان ساری باتوں سے بے نیاز اس کھنڈر نما عمارت میں بدری ناتھ اپنا وقت گزار رہا تھا۔ اس کی صحت بے حد شاندار تھی۔ اس کی شخصیت بہت عمدہ تھی پھر ایک دن سنالیہ نے اسے سنیتا کے بارے میں بتایا۔

''دیکھ یہ ہے وہ معصوم لڑکی جسے عرصہ دراز کے بعد تیرا دوست بننا ہوگا۔ میں تجھے اس کے بارے میں مختصر الفاظ میں بتاؤں آٹھ یا نو سال کی تھی یہ اس وقت جب اس کا شکاری باپ جو زندگی بھر شکار کھیلتا رہا تھا۔ اس کو اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر سانا باریہ کے جنگلات میں جا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نکلا۔ سانا باریہ کے جنگلات ہندوستان کے خطرناک ترین جنگلات کہلاتے ہیں۔ زمانہ جدید میں بھی آدم خور قبیلے آباد ہیں اور وہ لوگ ایسے ہی ایک آدم خور قبیلے کے ہاتھ لگ گئے۔ جس نے انہیں گرفتار کرلیا اور پھر قبیلے کے لوگ بڑے مزے سے ان دونوں میاں بیوی کو چٹ کر گئے۔

نہ جانے کیوں انہوں نے اس خوب صورت سنیتا کو زندہ چھوڑا تھا۔ سنیتا خوب سمجھ دار تھی۔ اپنے ماں باپ کی موت سے واقف تھی لیکن وہاں اسے جو کچھ کھانے پینے کو دیا گیا۔ وہ انسانی گوشت ہی تھا اور رفتہ رفتہ وہ اس گوشت کی عادی بن گئی۔ اسے اپنا گھر اپنا ماحول یاد تھا۔ سب کچھ پتہ تھا۔ وہ ان لوگوں کے درمیان میں اپنی اصل شخصیت کو نہیں بھول سکی تھی اور ان کے درمیان سے نکل جانے کی کوششوں میں لگی ہوئی تھی۔

پھر بادلوں بھری رات میں اسے ان کے بیچ سے نکل جانے کا موقع مل گیا۔ وہ جنگل سے نکل آئی اور دوڑتی رہی۔ نہ جانے کتنے کتنے فاصلے اس نے طے کر لیے اور وقت گزرتا رہا۔ وہ انسانی آبادیوں میں بھی پہنچ گئی تھی لیکن پھر اسے ایک شخص ملا۔ وہ اس وقت ایک پگڈنڈی پر دوڑ رہی تھی۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سی وحشت ٹپک رہی تھی اور اس کے چہرے سے ایک خوف کا سا احساس ہوتا تھا۔ پگڈنڈی پر ایک بیل گاڑی آرہی تھی اور کوئی اس بیل گاڑی پر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ایک معصوم اور سادہ لوح دیہاتی تھا۔ اس کے قریب پہنچ کر اس نے اس خوب صورت لڑکی کو دیکھا اور بولا۔

''ارے بیٹی کون پاپی تجھے یہاں چھوڑ گیا ہے اور کس حال میں چھوڑ گیا ہے کہاں سے آ رہی ہے تُو؟''

''بہت دور سے، جنگلوں سے۔''

''تیرے ماتا پتا کہاں ہیں؟''

''کوئی نہیں ہے میرا۔''

''آ بیٹھ جا میری گاڑی میں بیٹا۔'' اور اس کے بعد اس نے سنیتا کو اپنی گاڑی میں بٹھا لیا۔ وہ سنیتا سے باتیں کرتا چلا آرہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد گاڑی ایک بستی میں داخل ہوگئی۔ اس آدمی کا نام سندر ناتھ تھا۔ سندر ناتھ ایک چھوٹے سے احاطے کے سامنے رُکا اور سنیتا کو ساتھ لے کر اندر داخل ہوگیا۔ رام رتی اس کی بیوی کا نام تھا، اس کی بھی ایک بچی تھی جس کا نام میروتی تھا۔ میروتی کی عمر کوئی چھ سال کے قریب ہوگی رام رتی ایک تیز مزاج عورت تھی۔ اس وقت بھی وہ احاطے میں کھڑی کپڑے دھو رہی تھی سندر ناتھ اندر داخل ہوا تو رام رتی نے اسے دیکھا اور اس کے ساتھ سنیتا کو، رام رتی کا منہ بگڑ گیا۔ سنیتا کو گھورتی ہوئی بولی۔

''یہ بھتنی کہاں سے اٹھا لائے تم؟''

''ہرے رام..... رام..... رام رتی یہ بھتنی نظر آرہی ہے تجھے؟''

''کون ہے؟'' رام رتی نفرت سے ناک سکیڑ کر بولی۔

''ارے انسان کی بچی ہے۔ لاوارث ہے بے چاری، ماں مرگئی ہے۔ پتا کھو گیا ہے ساتھ لے آیا ہوں۔ رام رتی! بھگوان کہتا ہے کہ.....''

''دماغ خراب ہوگیا ہے۔ بھگوان جو بھی کہتا ہے۔ ہمارے حالات کیا کہتے ہیں کون سی ہزاروں کی کمائی ہے تمہاری جو یہ نیک کام شروع کر دیئے ہیں۔''

''دیکھ رام رتی! بچی لاوارث ہے۔ جنگل میں بھٹک رہی تھی کوئی وارث نہیں تھا۔ بھگوان کے نام پر اسے یہاں لے آیا ہوں۔''

''تو پھر ایسا کرو۔ اسے بھگوان کے حوالے کر دو۔ بھگوان ہی اس کا خرچہ اٹھائے گا۔''

''خرچہ کیا ہوگا اس بے چاری کا۔ دو وقت کی روٹی ہی تو کھائے گی تیرے سارے کام کرے گی۔ رام رتی اب دیکھ ناں تُو کپڑے دھو رہی ہے۔ ارے یہ گھر میں ہوگی تو تیرا ہاتھ بٹائے گی۔ جھاڑو دیتے ہوئے تیری کمر دکھ جاتی ہے اس سے جھاڑو بھی دلوانا برتن بھی دھلوانا۔ گھر کے سارے کام کرے گی بے چاری نتیجے میں دو روٹی کھائے گی تو کیا ہو جائے گا؟''

رام رتی کی سمجھ میں بات آنے لگی۔ سنیتا کو غور سے دیکھا۔ پھر بولی۔ ''گندی کتنی ہو رہی ہے یہ کیسی بدبو آرہی ہے اس کے شریر سے۔''

''تو صاف کر لے ناں اسے، نہانے کے لیے بھیج دے کوئی کپڑے لتے ہوں تو اسے دے دے۔''

''ہاں..... جیسے میری تو کپڑے کی دکان کھلی ہے ناں۔'' رام رتی بکتی جھکتی رہی اور سندر ناتھ اسے لائن پر لاتا رہا۔ بہرحال رام رتی نے اسے نہانے کے لیے بھیج دیا اور جب سنیتا صاف ستھری ہو کر آئی تو سندر ناتھ ہی نہیں رام رتی بھی اسے دیکھتی رہ گئی۔ سندر ناتھ نے کہا۔

''رے بھگوان لگتا ہے کسی بڑے گھر کی بیٹی ہے۔''

''اور بعد میں پولیس آئے گی اور تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر تمہیں کھینچتی ہوئی لے جائے گی۔''

''نہیں..... نہیں اگر پولیس آئی تو ہم اسے اس کے ماتا پتا کے حوالے کر دیں گے ابھی سے تو ایسی باتیں مت سوچو اس کے بارے میں۔'' رام رتی خاموش ہوگئی۔

سنیتا کو کپڑے دے دیئے گئے تھے۔ پھر اسے کھانا بھی ملا لیکن اس نے جو کچھ کھایا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس میں اسے ذرا برابر مزہ نہیں آیا تھا۔ اس میں نہ تو انسانی گوشت تھا اور نہ انسانی خون تاہم پیٹ بھر گیا تھا۔ پھر وہ وہیں رہنے لگی۔ سندر ناتھ تو اپنے کام پر چلا جاتا تھا۔ رام رتی کو موقع مل گیا۔ اس نے اس شرط پر سنیتا کو گھر پر رکھا تھا کہ سنیتا گھر کے سارے کام کرے گی۔ چھوٹے چھوٹے خوب صورت ہاتھوں سے وہ گھر کے برتن دھوتی اتنے بڑے گھر کی جھاڑ لگاتی، کپڑے دھوتی، میروتی جو سنیتا سے تھوڑی ہی چھوٹی تھی ماں کی طرح بدمزاج تھی۔ اگر دل چاہتا تو سنیتا سے بات کرتی۔ رام رتی اب ذرا ذرا سی بات پر سنیتا کو پیٹنے لگتی۔ سنیتا کو اپنے ماتا پتا یاد آتے تو آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے۔ بہت معصوم اور بہت سادہ لوح تھی۔ گاؤں دیہات کی پلی بڑھی کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ واقعات ہلکی سی یاد بن کر اس کے ذہن کے پردوں سے ٹکراتے رہتے تھے۔ کھانے پینے کو جو روکھا سوکھا مل جاتا وہ کھا لیتی۔ رام رتی کبھی جوتی سے اور کبھی لکڑی سے اس کی پٹائی کرتی تھی اور سنیتا رو پیٹ کر خاموش ہو جاتی۔ جب اس کی پٹائی ہوتی تو میروتی خوب ہنستی اور ماں کو مشورے دیتی۔

کئی بار اس نے سنیتا کی شکایتیں بھی لگائی تھیں لیکن سنیتا فطرتاً بہت معصوم تھی۔ اس کے دل میں کسی کے لیے کوئی نفرت نہیں تھی۔ تنہائی میں وہ سوچا کرتی تھی کہ نہ جانے ماتا پتا کہاں چلے گئے ماتا جی بے چاری تو اس غار میں مر گئیں۔ پتا جی بھی چلے گئے۔ اب تو کوئی بھی نہیں ہے۔ رام رتی چاچی ہی سب کچھ ہے۔ سندر ناتھ البتہ اسے کبھی کبھی پیار کر لیا کرتا تھا۔ کئی بار اس نے اس سے اس کے ماتا پتا کے بارے میں پوچھا لیکن سنیتا کوئی صحیح بات بتا نہیں سکتی تھی۔ وقت گزرتا رہا۔

سنیتا نے گھر کے بہت سے کام سنبھال لیے تھے۔ رام رتی نے اس کے لیے تھوڑے بہت کپڑے بنا لیے تھے جنہیں وہ خود ہی دھوتی پہن لیتی تھی۔ میروتی کا بڑا لاڈ پیار ہوتا تھا۔ رام رتی نے ایک دن سندر ناتھ سے کہا۔

"اب یہ بتاؤ اس کا کیا ہوگا؟"

"کس کا؟"

"اس سنیتا کا..... لے تو آئے ہو تم اسے۔ آج تک یہ بھی نہیں پتہ چل سکا کہ اس کے ماتا پتا کون تھے اور کہاں ہیں۔ کیا یہ اب ہمیشہ ہمارے پاس رہے گی؟"

"تیرے چھتیس کام کرتی ہے یہ رام رتی کون سی مشکل ہے تجھے اس کے یہاں رہنے سے؟"

"ارے میں تو یہ سوچتی ہوں لڑکی ذات ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے جوان ہو جائے گی اپنی

بچی کے لیے انتظام کرو گے یا اس کے لیے؟"

"بھگوان سب کا انتظام کرتا ہے۔ رام رتی! اگر بھگوان نے ہمیں ایک کے بجائے دو بیٹیاں دے دی ہیں تو تُو کیا سمجھتی ہے کہ وہ خود اس کے لیے بندوبست نہیں کرے گا؟"

"دھرم شالا کھول لو اور بھی لے آؤ چار چھ۔"

"تیرا ستیاناس رام رتی۔ اپنی چھوٹی آنکھوں سے دیکھتی نہیں ہے کیا۔ ننھی سی بچی ہے۔ گھر کے سارے کام کراتی ہے تُو اس سے اور خود ملکہ بنی بیٹھی رہتی ہے۔ اس پر بھی تیری آنکھوں میں کھٹکتی ہے وہ۔"

"میری آنکھوں میں کیوں کھٹکتی۔"

"اور نہیں تو کیا۔"

"تم کلیجے میں بٹھا لو اسے۔"

"بد بخت اب کوئی بُری بات منہ سے مت نکالنا۔ دماغ ٹھیک کر دوں گا میں تیرا۔ سمجھتی کیا ہے تُو خود کو۔ میں لے کر آیا ہوں اسے گھر میں تیرے باپ کا گھر تو نہیں ہے اور خبردار اگر بچی کے ساتھ کوئی سخت سلوک کیا۔ پوچھوں گا میں اس سے۔"

"ارے میری جوتی کو غرض پڑی ہے جو اس کے ساتھ سخت یا نرم سلوک کروں مجھے کیا کرنا ہے اس کا۔"

"ہاں..... ہاں بہت شریف زادی ہے تُو۔ جانتا ہوں تجھے میں اچھی طرح۔" سندر ناتھ نے رام رتی کو ڈانٹ دیا۔

پھر جب وہ چلا گیا تو رام رتی کے دل میں سنیتا کے لیے نفرت اُبھر آئی۔ اس نے کسی چھوٹی سی بات پر سنیتا کو خوب مارا پیٹا اور سنیتا روتی رہی۔

"کم بخت ماری پتہ نہیں کہاں سے سندر ناتھ کے ہاتھ لگ گئی۔ ارے کوئی اور ٹھکانہ نہیں تھا تیرا۔ کہیں اور مر جا کر ہمارے سینے پر مونگ دلنے آ گئی ہے۔ کیا کر کے جائے گی یہاں سے۔" رام رتی چیختی چلاتی رہی۔ سنیتا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ اتفاق سے سندر ناتھ آج شام ذرا جلدی آ گیا تھا اور اس نے اپنی آنکھوں سے رام رتی کا سلوک سنیتا کے ساتھ دیکھا تھا۔ پتی پتنی میں کافی لڑائی ہوئی۔ سندر ناتھ نے رام رتی کے دو تین تھپڑ بھی مارے اور کہنے لگا۔

"آج کے بعد اگر تُو نے اس بچی پر ہاتھ اٹھایا رام رتی! تو سمجھ لے کہ میں تجھے گھر سے نکال دوں گا۔ تجھے تیرے ماتا پتا کے ہاں بھجوا دوں گا۔ ایک بے سہارا لاوارث بچی پر یہ ظلم میں برداشت نہیں کر سکتا۔ نہ جانے کس کی اولاد ہے۔ ارے میں کہتا ہوں کیوں ہائے لیتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے کسی کی، تیرے آگے بھی بچی ہے۔ آج تُو کسی پر ظلم کرے گی کل کوئی تیری بچی کے ساتھ ظلم کرے گا۔ ڈرتی کیوں نہیں بھگوان سے؟''

''بھگوان سے تو میں ڈرتی ہوں۔ مگر تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی آج تم نے ایک لڑکی کے لیے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے کیا سمجھوں میں اسے؟''

''کوئی الٹی سیدھی بات منہ سے نکالی تو زبان کھینچ کر ہاتھ پر رکھ دوں گا۔ تیرے من سے تو بھگوان کا ڈر نکل چکا ہے۔ پر مجھے بھگوان یاد ہے۔ میں بتائے دے رہا ہوں تجھے۔''

غرض یہ کہ رام رتی کے دل میں سنیتا کی نفرت بڑھتی گئی اور سنیتا بے چاری ان نفرتوں سے ناواقف گھر کے کاموں میں لگی رہی۔ رام رتی نے اس کی برائیاں کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اکثر اس کے سلسلے میں سندر ناتھ سے لڑائی ہوتی رہتی تھی۔ ایک دن رام رتی نے کہا۔

''تم دیکھ لینا سندر ناتھ! یہ لڑکی کوئی ایسا کام کر کے اس گھر سے جائے گی کہ تم بھی جیون بھر روؤ گے اور میں بھی۔''

''ہاں..... مجھے پتہ ہے۔ وہ گھر سے کیا کام کر کے جائے گی۔ وہ تیرا کلیجہ چبا کر جائے گی اس گھر سے۔ ارے میں کہتا ہوں رام رتی بھگوان سے ڈر۔ میں نے دیکھا ہے کہ تُو ہی نہیں۔ میروتی بھی اس پر ظلم کرتی ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ معصوم بچی کام کر رہی ہوتی ہے تو میروتی اس کے بال نوچ کر بھاگ جاتی ہے۔ سمجھا اسے رام رتی۔ ورنہ کل تیری آنکھوں میں آنسو ہوں گے اور انہیں پونچھنے والا کوئی نہیں ہوگا۔''

رام رتی منہ ٹیڑھا کر کے خاموش ہو جاتی تھی۔ وقت شاید سندر ناتھ کے الفاظ درست ثابت کرنے پر تلا ہوا تھا۔ اس دن صبح سے ہی بارش شروع ہو گئی تھی۔ سردیوں کی بارش تھی۔ کسی کا دل بستر سے نکلنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ باہر بھینسیں چیخ رہی تھیں۔ بھینس کی آواز پر رام رتی اٹھی تھی اور پھر اس نے زمین پر سکڑی پڑی سنیتا کو دیکھا تھا۔ سنیتا کے پاس ایک ہلکی سی چادر تھی جو سوتے میں اس کے بدن سے کھسک گئی تھی۔ اس کے دونوں گھٹنے سینے میں جڑے ہوئے تھے اور وہ معصومیت کی نیند سو رہی تھی۔ باہر بارش ہو رہی تھی۔ رام رتی آگ بگولہ ہو گئی۔ اس نے آوازیں دیں۔

لیکن سنیتا اتنی گہری نیند سو رہی تھی کہ اس کی آوازوں پر نہیں جاگی۔ رام رتی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اس کی آوازوں پر سندر ناتھ کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا۔ رام رتی سنیتا کے پاس پہنچ گئی اور پھر اس نے لاتوں سے سنیتا کو مارنا شروع کر دیا۔

''ستیاناس موئی مسٹنڈی! بھگوان تجھے غارت کرے۔ بیل کی طرح بڑھ چڑھ کر جوان

ہو رہی ہے چار آدمیوں کا اکٹھا کھا جاتی ہے۔ نیند ہے کہ ٹوٹی پڑ رہی ہے تجھ پر..... ابھی ذرا سی فتن ہے مگر جوانی کی نیند سو رہی ہے۔ بھینس کی صفائی تیرا باپ کرے گا؟ دودھ تیری ماں نکالے گی؟ رسوئی میں جا کر چائے کا پانی کون رکھے گا؟ کتیا کی جنی۔ اٹھ تیرا ستیاناس۔''

مزید کئی لاتیں اس کے بدن پر پڑیں تو وہ جلدی سے اٹھ کر اپنی جگہ سے بھاگی اور ایک کونے میں جا کر سمٹ گئی۔ وہ سردی سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ رام رتی آگے بڑھی تو سندر ناتھ جلدی سے اٹھ گیا۔

''کیا کر رہی ہے تُو صبح ہی صبح۔ پاگل ہو گئی ہے بالکل، یہ تیرا سلوک ہے اس بچی کے ساتھ ارے بھگوان سے ڈر۔ رام رتی! بھگوان سے ڈر۔ مجھے بھی سوتے سے جگا دیا۔ ہٹ اِدھر سے اب اسے ہاتھ لگایا تو اچھا نہیں ہوگا۔'' رام رتی سندر ناتھ کو گھورنے لگی اور پھر غراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

''کچھ زیادہ نہیں بولنے لگے تم اس کی حمایت میں؟''

''ہاں..... حمایت لے رہا ہوں اور ایک بات کان کھول کر سن لے۔ اگر تُو نے اپنا سلوک اس سے اچھا نہیں کیا تو میں اسے لے کر کہیں نکل جاؤں گا۔ اپنے بل پر لایا ہوں اس بچی کو یہیں کسی مندر میں رکھوا دوں گا۔ مگر خود بھی نہیں آؤں گا۔ بھگوان تجھے عقل دے۔ ارے کیوں ہائے لے رہی ہے اس کی؟ تیری حرکتوں سے اگر اس کی ہائے ہم پر پڑ گئی تُو تو مرے گی ہی میں بھی لپیٹ میں آ جاؤں گا۔''

''سندر ناتھ! بس اسے یہاں سے نکال دو ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔''

''سوچ لے دس کام کرتی ہے تیرے۔''

''خود کر لوں گی اپنے کام۔''

''سنا ہی تھا کہ اس سنسار میں عورت ہی عورت کی سب سے بڑی دشمن ہوتی ہے۔ ارے عورت کو تو ماتا کا روپ کہا جاتا ہے۔ مرد پتا بن کر وہ نہیں کر سکتا جو عورت ماتا بن کر کر لیتی ہے۔ دنیا والے کہتے ہیں کہ ہر عورت کے اندر ماں چھپی ہوتی ہے۔ میرے اندر چھپا ہوا پتا تو باہر نکل آیا مگر بھگوان تجھے عقل دے تیرے اندر ماں نہیں ہے۔ ٹھیک ہے کر لوں گا کوئی نہ کوئی بندوبست۔ بھگوان کا سنسار بہت بڑا ہے اور اس نے جس کو سنسار میں بھیجا ہے وہ اس کی رکھشا کرنا بھی جانتا ہے۔ جا بیٹا! کچھ پہن لے۔ جا باہر جا کر کام کر بھگوان نے تیرے بھاگ میں یہ ہی لکھ دیا ہے۔ بھاگ تو نہیں بدل سکتے بیٹا! جا شاباش کام کر۔''

لیکن پہننے اوڑھنے کے لیے سنیتا کے پاس تھا ہی کیا دونوں ہاتھوں سے بال سنوارے

اور باہر صحن میں نکل گئی۔ سندر ناتھ نے سردی سے کانپتے ہوئے کہا۔

"ارے دیا رے دیا پالا پڑ رہا ہے۔ ذرا میروتی کو صحیح سے رضائی اوڑھا دے کہیں سردی نہ لگ جائے اسے۔"

رام رتی نے اپنی بیٹی کو دیکھا اور خود بھی اس کے ساتھ لیٹ گئی۔ اس نے میروتی کو اپنے سینے میں بھینچ لیا تھا۔

باہر سنیتا مزے سے اپنے کام کر رہی تھی۔ یہ اللہ کی قدرت ہوتی ہے وہ جانتا ہے کہ کس کے لیے اسے کیا کرنا ہے۔ چنانچہ سنیتا بڑے مزے میں تھی اور اسے کوئی پریشانی نہیں تھی۔ وہ آرام سے وقت گزار رہی تھی۔ پھر سورج نکل آیا بارش بند ہوگئی۔ معمولات کے کام جوں کے توں چلنے لگے اور سندر ناتھ اپنے کام پر نکل گیا۔ سنیتا گھر کے سارے کام کاج کرنے لگی۔ بارش ہونے کی وجہ سے گھر کے کام اور بڑھ گئے تھے۔ دوپہر ڈھل چکی تھی۔ اور ڈھائی تین بجے کا وقت تھا۔ رام رتی کہیں پڑوس میں چلی گئی۔ میروتی اپنے کمرے میں سوگئی اور سنیتا جسے تھوڑا سا وقت ملا تھا برآمدے میں بیٹھ کر بھینس کو دیکھتی رہی۔ جو آج بارش کی وجہ سے باہر چرنے نہیں گئی تھی۔ سنیتا کے دماغ میں ماضی کی بہت سی باتیں آ رہی تھیں۔ اپنی بستی، ماں اور غار کا منظر اور اس کے بعد خون کی پیاس۔

دفعتاً ہی اس کے اندر ایک عجیب سی بے کلی پیدا ہوگئی۔ اچانک ہی اس کے دل میں ایک عجیب سی پیاس جاگ اٹھی۔ اس کے پورے وجود میں ہیجان برپا ہوگیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اس کی نگاہیں بھینس پر جمی ہوئی تھیں کیا بھینس کی کالی کالی موٹی کھال اس کے کام آ سکتی ہے۔ کیا وہ اس کھال کو ادھیڑ سکتی ہے؟ اس کے دانتوں میں کلبلاہٹ ہونے لگی۔ چہرے کے نقوش بگڑنے لگے اس کے پورے جسم میں تشنج پیدا ہوگیا۔ وہ بے چینی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ تبھی اس کی نگاہ سامنے سوتی ہوئی میروتی پر پڑی۔ وہ بغور اسے دیکھنے لگی۔

اس کی آنکھوں میں خون کی چھینٹیں پڑنے لگیں۔ بدن بے اختیار ہوگیا ایک ایک قدم آگے بڑھ کر وہ سوتی ہوئی میروتی کے پاس پہنچ گئی۔ میروتی کا رنگ و روپ سفید تھا۔ گال سرخ جن کے نیچے خون کی روانی۔ گردن کی رگیں پھولی ہوئیں جن سے خون کا سمندر رواں دواں تھا۔ سنیتا کی مٹھیاں کھلنے اور بند ہونے لگیں۔ اس نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور میروتی کے بالکل قریب پہنچ گئی۔

اس کے کھلے ہوئے بازو اور گردن دیکھنے لگی۔ بازو یہیں سے تو اس نے آغاز کیا تھا اور پھر اچانک اس کے حلق سے بلیوں جیسی غراہٹ نکلنے لگی۔ وہ آہستہ آہستہ جھکی اور دوسرے ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لمحے اس نے میروتی کے بازو میں اپنے دانت گاڑ دیئے۔ میروتی گہری نیند سو رہی تھی، لیکن بازو میں گڑھنے والے دانت اتنے تکلیف دہ تھے کہ اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی تو سنیتا نے اس کی گردن پر ہاتھ جما دیئے۔ وہ دانتوں کی قوت سے میروتی کے بازو کا گوشت ادھیڑ رہی تھی اور ایک لمحے میں اس نے گوشت کو نسوں سمیت کھینچ لیا اور اسے چبانے لگی۔ پھر میروتی کے سینے پر حملہ کیا۔ جہاں جہاں سے گوشت ملتا رہا۔ وہ اسے ادھیڑتی رہی۔ بازو، سینہ اور پھر گردن کی پھولی ہوئی رگ جس میں دانت پیوست کیے تو نمکین خون سے اس کا منہ بھر گیا اور سنیتا اس خون کو بڑی چاہت سے چوسنے لگی۔ میروتی اپنی جدوجہد کر کے ہار گئی تھی۔ اب اس کے حلق سے آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ اب اس کا سارا بدن لہولہان ہو رہا تھا اور سنیتا کسی خونخوار بلی کی طرح اسے جگہ جگہ سے بھنبھوڑ رہی تھی۔ اس کے منہ میں میروتی کے گوشت کے ٹکڑے دبے ہوئے تھے اور وہ بڑے مزے سے اس گوشت کو کھا رہی تھی۔

بہت عرصہ گزر گیا تھا۔ انسانی گوشت کھائے ہوئے وہ اپنی تمام ضرورتیں پوری کر لینا چاہتی تھی۔ میروتی ایک اچھی خاصی تندرست لڑکی تھی۔ بہت سا گوشت تھا اس کے بدن پر اور سنیتا اس سارے گوشت کو اپنے اندر اتار لینا چاہتی تھی۔ اس نے اپنے خوفناک دانتوں سے میروتی کا سینہ ادھیڑا اور پسلیوں کے درمیان سے اس کی خوراک کی نالی دانتوں میں دبا کر کلیجی باہر نکال لی۔ کلیجی کے ساتھ اور بھی اعضاء باہر نکل آئے تھے اور سنیتا انہیں چبا رہی تھی۔ بالکل کسی بلی کی طرح، گھٹنے موڑ کر اور دونوں ہاتھ میروتی کے بدن پر ٹکا کر اور عین اس وقت رام رتی اندر آ گئی۔ وہ محلے کے کسی گھر سے واپس آئی تھی۔ اس نے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی سنیتا کو چار چھ گالیاں دی تھیں۔ اس نے کیونکہ سنیتا اس کو نظر نہیں آ رہی تھی۔

پھر کمرے میں کچھ جدوجہد پا کر وہ اس طرف آ گئی۔ روشنی سے آئی تھی۔ کچھ لمحے تک تو اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آیا لیکن پھر جو منظر دیکھا۔ اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے اس کے دل کی حرکت ہی بند ہوگئی۔ اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ یہ جاننے کی کوشش کرنے لگی کہ یہ قصہ کیا ہے؟ پھر اس نے خون میں ڈوبی ہوئی اپنی لڑکی کو دیکھا اور خون میں ڈوبی ہوئی سنیتا کو بھی دیکھا۔ جس کا چہرہ اس وقت سرخ ہو رہا تھا۔ خون اس کے بالوں میں لگا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میروتی کے سینے پر پھیلے ہوئے تھے۔ رام وتی یہ جاننے کی کوشش کرنے لگی کہ نیچے والی میروتی ہی ہے یا کوئی اور پھر اس کے حلق سے ایک دہشت بھری چیخ نکلی۔ وہ اچھلی اور دھڑام سے نیچے گر پڑی۔

پھر اس کے بعد دوبارہ اچھلی اور اندر کی طرف لپکی۔ اس کے حلق سے آوازیں نکل رہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھیں۔ ''ہائے رام..... ہائے رام میری میروتی!'' اور تو کچھ نہ سوجھا اسے ایک پلنگ کا ٹوٹا ہوا پایا ایک طرف رکھا ہوا تھا۔ اس نے وہ پایا دونوں ہاتھوں میں اٹھایا۔ عام حالات ہوتے تو شاید وہ خوف سے بے ہوش ہی ہو جاتی، لیکن اس وقت ماں اپنی اکلوتی بچی کو دیکھ رہی تھی۔ جس کا پورا بدن اُدھڑا ہوا تھا۔ گردن لٹک گئی تھی۔ میروتی تو نہ جانے کب کی مر چکی تھی۔ سنیتا اپنا کام کر رہی تھی۔ اس نے قریب آ کر سنیتا پر پائے کا وار کیا لیکن سنیتا اس وقت تک ایک پھرتیلی بلی بنی ہوئی تھی۔ اس نے اس وار سے اپنے آپ کو بچایا اور میروتی کو دانتوں ہی سے گھسیٹتی ہوئی پلنگ سے نیچے کود گئی۔ رام رتی پھر آگے لپکی۔ اس نے دوبارہ پایا مارا، لیکن یہ پایا پلنگ کی پٹی پر پڑا تھا اور سنیتا جو دیکھنے میں اتنی طاقتور نہیں لگتی تھی میروتی کو بلی کی طرح گھسیٹتی ہوئی دروازے کی طرف لپکی۔ ایک اتنی سی بچی کے جسم میں اس قدر طاقت دیکھ کر بھی رام رتی کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ لیکن اپنی بچی کا معاملہ نہ ہوتا تو شاید وہ دہشت سے پاگل ہی ہو گئی ہوتی۔ وہ سنیتا کا پیچھا کرنے لگی اور سنیتا، میروتی کی لاش کو گھسیٹتی ہوئی اِدھر اُدھر بھاگتی رہی۔ وہ بالکل ایک خونخوار بلی لگ رہی تھی اور ایک ایسی خونخوار بلا رام رتی نے بھلا اس سے پہلے کہاں دیکھی تھی۔ اس کے کلیجے میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ وہ میروتی، میروتی چیخ رہی تھی اور اس زور سے چیخ رہی تھی کہ پڑوس میں بھی اس کے چیخنے کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ یہ آوازیں سن کر پڑوسیوں نے اس کے گھر کا رُخ کیا اور دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔

صحن میں انہوں نے میروتی کی لاش پڑی ہوئی دیکھی۔ جسے سنیتا بدستور اپنے دانتوں سے ادھیڑ ادھیڑ کر کھا رہی تھی اور رام رتی، ہائے رام..... ہائے رام چیخ رہی تھی۔

''ارے یہ کیا ہوا؟ ارے یہ کیا ہوا؟'' کسی نے کہا۔

''ارے باپ رے باپ یہ تو ڈائن ہے ڈائن ہے۔ یہ بچی ڈائن ہے۔'' دوسرا بولا۔

''مارو اسے..... مارو اسے۔'' اور پھر بہت سے لوگ اندر گھس گئے اور سنیتا کی جانب لپکے۔ اب مجبوری کے عالم میں سنیتا نے میروتی کا بدن چھوڑ دیا۔ ویسے بھی کافی شکم سیر ہو چکی تھی وہ۔ دوڑنے والے اس کی جانب دوڑے تو وہ بھاگ کر ایک درخت کے قریب پہنچ گئی اور پھر پوری قوت سے درخت کے تنے پر چڑھتی چلی گئی۔ لوگ چیخ رہے تھے۔ دوسروں کو مدد کے لیے پکار رہے تھے۔ سنیتا نے اسی درخت سے دیوار پر چھلانگ لگائی اور دیوار سے باہر اور اس کے بعد ایک گھر کی چھت پر، پھر دوسرے گھر کی چھت پر وہاں سے ایک درخت پر۔ درخت سے نیچے اُترنے کے بعد اس نے سیدھی گلی میں چھلانگ لگا دی۔

باہر والے تو ابھی کچھ نہیں جانتے تھے۔ بہت سوں نے سنیتا کو دوڑتے ہوئے دیکھا

لیکن انہیں پتہ نہیں تھا کہ خون میں ڈوبی یہ لڑکی کیوں بھاگ رہی ہے؟ البتہ اس کے خون میں ڈوبے ہونے کی وجہ سے لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سنیتا بستی سے باہر نکل گئی۔ باہر سرسوں کے کھیت کھڑے تھے۔ چند لمحوں کے بعد وہ سرسوں کے کھیتوں میں گم ہو گئی۔ ادھر رام رتی پر نیم غشی طاری ہو گئی وہ سکتے کے عالم میں بیٹھی آنکھیں پھاڑے اپنی بچی کی لاش دیکھ رہی تھی۔

سنیتا کیف و سرور میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جو کچھ اس نے کیا تھا۔ نہ تو اس پر اسے ندامت تھی نہ ہی اس بات کا احساس کہ اس نے کوئی جرم کیا ہے۔ اس کے ذہن میں ایسا کوئی خیال ہی نہیں تھا۔ بس..... رام رتی اس کے پیچھے پڑ گئی تھی۔ اسے مارنا چاہتی تھی اس نے رام رتی سے اپنی جان بچائی۔ میروتی کا دل کلیجی اس کے معدے میں اُتر چکا تھا۔ اس کا گوشت بھی اچھا خاصا کھا چکی تھی اور خون بھی پیا تھا اس سے اس کا سارا وجود سیراب ہو گیا تھا۔ اس کے بعد لوگوں نے اسے مارنے پیٹنے کی کوشش کی لیکن وہ اتنی کمزور نہیں تھی کہ ان کے ہاتھ آ جاتی۔ اپنا بچاؤ کرنا جانتی تھی۔

چنانچہ ان کے چنگل سے بچ کر وہ وہاں سے بھاگ نکلی۔ اس کے بدن میں اتنی قوت تھی کہ اگر کوئی بھی آدمی اس کے آگے آ جاتا تو وہ اسے زیر کر لیتی چنانچہ ایسا ہی ہوا تھا اور وہ پوری قوت سے دوڑتی ہوئی کھیتوں میں آ گھسی تھی۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ بستی والے اس کا تعاقب کریں گے۔ اگر وہ لاٹھیاں لے کر کھیتوں میں گھس گئے تو اسے ان لاٹھیوں سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ دور تک دوڑتی چلی گئی ویسے اس کا خیال بالکل صحیح تھا۔ پیچھے موجود لوگوں کو صورتِ حال کا علم ہو چکا تھا اور وہ سمجھ چکے تھے کہ سندر ناتھ ایک لڑکی کے روپ میں ایک خوفناک بلا کو بستی میں لے آیا ہے اور اس خوفناک بلا نے سب سے پہلے سندر ناتھ ہی کی بیٹی کو زندگی سے محروم کر دیا ہے۔

بستی والوں نے میروتی کی لاش دیکھی تھی رام رتی غش کھا کر گر پڑی تھی اور بے ہوش ہو گئی تھی۔ جس قدر برداشت کر سکی کر لیا۔ بیٹی کو بچانے کی کوشش کی لیکن بھلا مُردوں میں بھی کبھی جان پڑتی ہے۔ وہ اپنی بھرپور قوت سے اس لڑکی سے انتقام لینے کے لیے بھاگ دوڑ کرتی رہی تھی اور اس کے بعد بے ہوش ہو گئی تھی۔ سندر ناتھ بے چارے کو پتا بھی نہیں تھا کہ گھر میں کیا ہو گیا ہے۔

لیکن بہرحال بستی کے لوگ ساتھ دے رہے تھے۔ وہ کھیتوں میں دور تک دوڑتے چلے آئے تھے بعض جگہ انہیں خون کے نشانات ملے تھے۔ یہ خون سنیتا کا نہیں تھا۔ بلکہ میروتی کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ جو سنیتا کے بدن سے ٹپکا تھا۔

سنیتا اب اتنی دور نکل آئی تھی کہ کھیتوں کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا تھا اور ویران جنگل نظر آنے لگے۔ جہاں اونچی اونچی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ قرب و جوار میں دور دور تک کوئی نہیں تھا۔ جب سنیتا کو اس بات کا اطمینان ہو گیا کہ پیچھا کرنے والے تھک کر اب بہت پیچھے رہ گئے ہیں تو وہ خود بھی ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئی۔ اس وقت اس کی حالت کسی خونخوار جانور کی سی تھی جو خون کا رسیا ہو۔ وہ بلی کی طرح زبان سے اپنے پاؤں چاٹ رہی تھی اور اس کے اندر بڑی پختگی تھی۔ حالانکہ عمر اتنی زیادہ نہیں تھی لیکن نہ جانے اس غار میں رہ کر غیر انسانی وقت گزار کر قدرت نے اس کے جسم میں کیا بھر دیا تھا۔ بدن بھرپور ہوتا جا رہا تھا اور یہی کیفیت چہرے کی تھی۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس بچی کی عمر اتنی کم ہو گی۔ وہ ایک مست شباب نظر آنے لگی تھی۔ حالانکہ اسے اپنے شباب، رعنائیوں کا ذرہ برابر احساس نہیں تھا۔ اس وقت بھی وہ جس انداز میں بیٹھی اپنے بدن کو چاٹ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر نہ جانے کتنے ذہن خراب ہو جائیں لیکن وہ ان تمام باتوں سے بے خبر اپنے کام میں مصروف تھی۔ پھر رفتہ رفتہ اس کے پورے وجود پر سرشاری کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس کا دل چاہا کہ آنکھیں بند کر کے سو جائے۔

چنانچہ اس نے گھٹنے موڑے دونوں ہاتھوں پر رخسار رکھے اور آنکھیں بند کر لیں۔ پھر نہ جانے کتنا وقت اسی طرح گزر گیا۔ آنکھ کھلی تو رات ہو چکی تھی۔ سنیتا نے حیران کن آنکھوں سے اپنے اردگرد پھیلے اندھیرے کو دیکھا اور پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بہت دیر تک وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ آنکھیں صاف کیں نیند تو پوری ہو چکی تھی لیکن اپنی آنکھوں سے کام لے کر اس نے فیصلہ کیا کہ جہاں ہے، وہیں رہے۔ یہاں سے آگے بڑھنا کسی طرح مناسب نہیں ہو گا۔ کیونکہ رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔

تمام باتیں اب اس کے ذہن میں آ رہی تھیں۔ عقل بھی کم نہیں تھی۔ وہ سوچنے لگی کہ اندر کی پیاس ایک الگ چیز ہے لیکن سنسار میں لوگ ذرا مختلف انداز میں سوچتے ہیں۔ یقینی بات تھی کہ میروتی کی موت سے رام رتی چاچی کو ناراض ہونا ہی چاہیے تھا۔ مگر میں کیا کرتی۔ من جو چاہتا تھا میروتی کا گوشت کھانے کو...... ہاں کتنی شانتی ملتی ہے۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ تو مجبوری ہے کیا کیا جائے۔ رام رتی چاچی خود بھی تو مجھ پر کتنے ظلم کرتی تھی۔

اب میں وہاں سے بھاگ آئی ہوں اب وہاں جانا تو موت کو پکارنا ہے۔ میں ایسے تو مرنا نہیں چاہتی۔ میں کہیں اور چلی جاؤں گی کہیں اور...... بہت غور کیا اس نے...... بہت غور کیا لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ کہاں جائے۔ پھر اس نے سوچا کہ صبح جب سورج نکل آئے گا تو

وہ یہاں سے آگے بڑھ جائے گی یہ سوچتی ہوئی وہ بہت دیر تک بیٹھی رہی۔ پھر اٹھ کر ایک طرف چل پڑی اس نے کافی فاصلہ طے کر لیا تھا اور اسے ایک طرف کچی سڑک نظر آئی۔ جس پر گاڑیوں کے نشانات بھی تھے۔ وہ سڑک کے کنارے کنارے چلنے لگی۔ اس نے سوچا کہ یہ سڑک کہیں نہ کہیں تو جاتی ہو گی۔

لیکن پھر جب صبح کو سورج نکلا تو اچانک ہی اسے بیلوں کے گلے میں پڑی ہوئی گھنٹیوں کی آواز سنائی دی۔ وہ چونک کر رُک گئی۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا بہت دور سے ایک دھبہ متحرک نظر آ رہا تھا۔ یقینی طور پر وہ کوئی بیل گاڑی ہی تھی۔ جو اسی سمت آ رہی تھی۔ وہ سُست رفتاری سے چلے آ رہے تھے اور پھر شاید بیل گاڑی پر بیٹھے ہوئے لوگوں نے اسے دیکھ لیا۔ ایک دیہاتی قسم کا آدمی بیل گاڑی چلا رہا تھا اور پیچھے ایک سادھو ٹائپ کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ پنڈت رام پرشاد تھے۔ پنڈت رام پرشاد نے دور سے اسے دیکھ لیا اور بیل گاڑی چلانے والے سے بولے۔

''ارے رتن لعل دیکھو تو سہی کون ہے یہ؟''

''ہرے رام...... ہرے رام۔'' رتن لعل نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''کیوں کیا ہوا؟''

''ارے کا کا ارے ارے پنڈت جی! چڑیل لگے ہے۔ دیکھو تو سہی دور دور تک کوئی نہیں بھلا اس راستے پر کسی لڑکی کا کیا وجود ہو سکتا ہے؟ پنڈت جی! بھاگو ہم تو بھاگ رہے ہیں۔''

''تیرا ستیاناس جائے پاگل! بکے جا رہا ہے۔ دیکھ تو سہی ہے کون؟ چل گاڑی روک۔ اس کے برابر جا کر۔''

''تم تو اکیلے ہو۔ ہمارے تو بیوی بچے ہیں۔ تمہارے آگے پیچھے تو کوئی ہے نہیں۔ ارے ہمیں پکڑ لیا تو کیا ہو گا؟''

''شکل دیکھی ہے اپنی؟ کالا کتا لگے ہے۔ ادائیں اتنی ہیں تیری ارے کوئی چڑیل بھی تجھے اپنانا پسند نہیں کرے گی۔ تُو ہے کیا چیز؟''

''ارے پنڈت جی! بولو اب کیا کریں۔ گاڑی واپس لے چلیں؟''

''ایک جوتا ماروں گا سر پر...... گاڑی واپس لے چلیں ارے میں کہتا ہوں کہ چل تُو اس کے پاس روک۔''

''مر جائیں گے پنڈت جی!''

''پنڈت جی تو نہیں مریں گے۔ تُو مر جائے گا میرے ہاتھ سے چل آگے بڑھ۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پنڈت رام پرشاد نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد بیل گاڑی سنیتا کے پاس جا رُکی۔ پنڈت جی نے اس کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ سنیتا کے لباس پر جگہ جگہ خون لگا ہوا تھا اور سنیتا ایک جھوٹی کہانی تیار کر چکی تھی۔ پنڈت جی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''کون ہے بٹیا تُو؟''

''میرا نام سنیتا ہے چاچا جی!'' سنیتا نے معصوم لہجے میں کہا۔

''بٹیا یہاں کیا کر رہی ہو؟''

''چاچا جی میں اپنے نانو کے پاس جا رہی تھی۔ میرے ماتا جی اور پتا جی مر گئے ہیں۔ کوئی نہیں تھا۔ میرا اس سنسار میں۔ نانو جی، کبھی کبھی آ جاتے تھے میری بستی، میں راستہ بھول گئی۔ چاچا جی! مجھے تو نانو کے گھر کا راستہ بھی نہیں معلوم۔''

''ارے..... ارے بٹیا..... ارے آ جا..... آ جا..... بیل گاڑی میں بیٹھ جا۔ ہم بتائیں گے تجھے تیرے نانو کا پتہ..... آ جا بیٹھ تُو بیل گاڑی میں۔''

ادھر رتن لعل سنیتا کے پیروں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے بدن پر پڑے خون کے دھبے ہی رتن لعل کے لیے کم خوفزدہ کرنے کے لیے نہیں تھے لیکن جب اس نے سنیتا کے پیروں کو دیکھا تو کم از کم اسے اطمینان ہو گیا کہ وہ چڑیل نہیں ہے اور اس کے پاؤں پیچھے کی طرف مڑے ہوئے نہیں ہیں۔ سنیتا بیل گاڑی میں جا بیٹھی۔ تو پنڈت رام پرشاد نے کہا۔

''چل رتن لعل چل آگے بڑھ۔''

رتن لعل نے بیلوں کو آگے بڑھا دیا۔ اس کے ذہن میں بہت سے خیالات تھے۔ سیانے کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی بُری روح سامنے آتی ہے تو جانور اسے انسانوں سے زیادہ جلدی پہچان لیتے ہیں اور خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ رتن لعل یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے بیلوں کی کیا کیفیت ہے لیکن بیل اطمینان سے آگے کا سفر کر رہے تھے اور پھر لڑکی کے پاؤں سیدھے بھی تھے۔ چنانچہ رتن لعل کو کافی حد تک اطمینان ہو گیا اور اس نے بیل گاڑی آگے بڑھا دی۔

ادھر پنڈت جی سنیتا سے پوچھ رہے تھے۔ ''بٹیا یہ تیرے لباس پر اور بدن پر خون کے دھبے کیسے ہیں؟''

''چاچا جی! میری بستی میں میرا کوئی نہیں تھا۔ میرے نانو کبھی کبھی میرے پاس آ جاتے تھے۔ میں ایک گھر میں رہتی تھی۔ ماتا پتا کے مرنے کے بعد اس گھر کے لوگوں نے مجھے اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔ وہاں میں گھر کے سارے کام کیا کرتی تھی۔ نانو نے کئی مرتبہ مجھ سے کہا کہ

سنیتا بٹیا میرے پاس آ جاؤ۔ مگر ان لوگوں نے مجھے میرے نانو کے گھر جانے ہی نہ دیا۔ پھر میں چپ چاپ وہاں سے نکل آئی اور اپنے نانو کے گھر کی طرف چل پڑی۔

بہت دور سے چلتی ہوئی یہاں تک آ گئی تھی تھک گئی تھی۔ ایک درخت کے نیچے لیٹ گئی۔ چاچا جی درخت کے اوپر سے ایک زخمی چیل میرے اوپر آ کر گری اور اس کے بدن سے خون نکل رہا تھا۔ میں نے چیل کو اٹھا کر پھینک دیا۔ میں ڈر گئی تھی یہ چیل کا خون ہے۔ جو میرے بدن پر پڑا ہوا ہے۔''

''اچھا اچھا..... ارے رتن لعل تیرے پاس یہ فالتو چادر پڑی ہوئی ہے۔ بٹیا کو دے دے۔ مندر جا کر میں اس کے لیے کپڑوں کا انتظام کر ہی لوں گا۔''

''نہ..... نہ پنڈت جی! میرے پاس ایک ہی چادر ہے۔ خون کے دھبوں سے خراب ہو جائے گی یہ۔''

''بڑا ہی کمینہ ہے۔ لے بٹیا یہ اوڑھ لے۔'' پنڈت جی نے اپنے کاندھے کا بڑا سا رومال سنیتا کے کندھوں پر ڈالتے ہوئے کہا اور سنیتا نے اپنے خون آلود لباس کو اس رومال میں چھپا دیا۔ پنڈت جی! اس سے پیار بھری باتیں کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔

''کیسی سندر بچی ہے۔ بھگوان بھی انوکھے کام کرتا ہے۔ سر سے سایہ چھین لیا جنگلوں میں بھٹک رہی ہے۔ ارے بھیڑیا ہی لگ جاتا پیچھے تو کیا ہوتا؟'' کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سفر طے ہوتا رہا۔

پنڈت رام پرشاد مندر میں رہتے تھے۔ مندر کے پجاری تھے۔ وہیں ایک چھوٹی سی جگہ ان کے آرام کے لیے تھی۔ وہاں گھر کے سارے انتظامات کر رکھے تھے۔ دو تین پجاری تھے جو الگ الگ جگہ پر رہتے تھے۔ وہی مل جل کر سارے کام کاج کر لیا کرتے تھے لیکن سنیتا کے آ جانے کے بعد پنڈت جی کو نہ جانے کیوں یہ احساس ہو رہا تھا کہ بھگوان نے ان کے جیون کے لیے بھی ایک سہارا پیدا کر دیا تھا۔ وہ بہت خوش تھے۔ سنیتا سے اس کے نانو کے بارے میں پوچھا تو انہیں اندازہ ہو گیا کہ بے چاری لڑکی بس اتنا جانتی ہے کہ کسی دوسری آبادی میں اس کے نانو رہتے ہیں اس سے زیادہ اسے کچھ معلوم نہیں ہے۔

نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتی پھرتی۔ نہ جانے کہاں کہاں اپنے نانو کا پتہ پوچھتی پھرتی۔ اچھی خاصی بڑی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بھگوان نے معصومیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ پتا نہیں کسی بُرے کے ہاتھ لگ جاتی تو بے چاری کا کیا حشر ہوتا۔ دل ہی دل میں بھگوان کا شکر بھی ادا کر رہے تھے کہ انہیں بھگوان نے ایک کام کرنے کا موقع دیا۔ پھر بستی آ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئی اور پنڈت جی گاڑی سے اُتر گئے۔ سامنے ہی مندر تھا اور پنڈت جی گاؤں سے اُتر کر سنیتا کے ساتھ مندر میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے کہا۔

''دیکھ بیٹی سنیتا! یہ ہمارا گھر ہے۔ میں تیرے نانو کا پتہ معلوم کرنے کی تو پوری پوری کروں گا۔ پر میں تیرے نانو کی جگہ ہی ہوں۔ تیرا من چاہے تو مجھے ہی نانو کہہ لیا کر۔ میں تجھے تیرے نانو کی طرح پیار کروں گا۔'' سنیتا نے خوشی سے گردن ہلا دی۔ ویسے بھی اس کے دل میں کھوٹ نہیں تھی۔ سوائے اس کے جو کچھ کر کے آئی تھی۔ اس کے بارے میں پنڈت جی کو صحیح طور پر نہ بتائے۔

بہرحال وہ مندر کے اس حصے میں مقیم ہو گئی۔ پنڈت جی نے اس کے لیے ہر چیز کا بندوبست کر دیا تھا اور سنیتا یہاں بہت خوش تھی۔ مندر میں پوجا پاٹ ہوئی تو پنڈت جی اسے بھی پوجا میں شریک کر لیتے اور وہ پوجا میں بڑی خوشی سے شریک ہوتی تھی اور اس کے علاوہ پنڈت جی کے سارے کام کیا کرتی تھی۔ ان کے پاؤں دباتی ان کے لیے آسائش مہیا کرتی۔ پنڈت جی کو بڑی خوشی تھی کہ چلو بھگوان نے اس عمر میں ایک بیٹی دے دی ہے۔ چنانچہ سنیتا یہاں کے ماحول سے آشنا ہو گئی تھی۔ لوگ پوجا کرنے آتے سبھی کو پتا چل چکا تھا کہ پنڈت جی کو سنیتا کہیں راستے میں مل گئی ہے۔ لاوارث لڑکی ہے۔

خیر..... مندروں میں آنے والوں کے دل اگر کالے بھی ہوں تو کم از کم بھگوان کی مرضی کے خلاف ہو لیکن شیطان کا گزر تو ہر جگہ ہی ہو جاتا ہے اور کسی کے دل میں شیطان اُتر آنا کوئی مشکل بات نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک شیطان اس مندر میں آ گھسا۔ اس کا نام گنگولی تھا۔ ذات کا بنیا تھا۔ بیوی بہت عرصے پہلے مر گئی تھی۔ خود سوکھا سڑا تھا لیکن ہوس کا مارا ہوا تھا۔ مندر میں سبھی آتا تھا تو سچے من سے نہیں آتا تھا۔ گنگولی نے سنیتا کو دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس کے دل میں شیطان اُتر آیا۔ آنکھوں میں شیطانی چمک..... اسی دن پوجا کے بعد پنڈت جی سے ملا تھا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔

''نمستے رام پرشاد مہاراج!''

''کیا بات ہے گنگولی؟ ہماری ملاقات مندر میں بھی تو ہو چکی ہے۔ پوجا کے دوران دیکھا تھا ہم نے تجھے۔''

''پنڈت جی! آپ سے اپنے لیے آشیرباد لے کر آیا ہوں۔''

''کیوں..... کیا بات ہے؟ کچھ بیمار ہے؟''

''من بیمار ہو گیا ہے۔ پنڈت جی! سوچتا ہوں کہ کب تک اکیلا رہوں گا۔ جیون میں

کسی نہ کسی ساتھی کی ضرورت تو ہوتی ہے۔ آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں۔''

''گنگولی! اس بارے میں تیرا اپنا ہی فیصلہ ٹھیک ہو گا۔ بھیا ہم کیا مشورہ دیں گے تجھے شادی کرنا چاہتا ہے دوسری؟''

''ہاں..... پنڈت جی! آپ بتاؤ کرنی چاہیے کہ نہیں؟''

گنگولی نے کئی بار قریب سے سنیتا کو دیکھا تھا اور یہ اندازہ ہو گیا تھا اسے کہ سنیتا کی عمر اتنی زیادہ نہیں ہے لیکن یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بہت خوب صورت ہے۔ ہر طرح سے مکمل اچھی طرح سے دیکھ بھال کر کے اور پنڈت جی سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد وہ وہاں سے چل پڑا پھر اسے چندر ناتھ ملا۔ چندر ناتھ بستی کا لفنگا تھا۔ کوئی کام کاج نہیں کرتا تھا۔ بستی والے اس سے خوش نہیں تھے۔ اکیلا تھا اور ہر طرح کی بُرائیوں میں نظر آتا تھا۔ گنگولی اسے اپنے ساتھ لے گیا اور بولا۔

''ارے چندر ناتھ بہت دن سے کہاں مر گیا ہے؟ آتا ہی نہیں ہمارے پاس۔''

''گنگولی جی! کیا کروں آپ کے پاس آ کر روپے کی چیز دو روپے میں دیتے ہو۔ کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرتے بس من ہٹ گیا ہے آپ سے۔''

''ارے نہیں چندر ناتھ کیسی باتیں کر رہا ہے۔ تُو ایک بار مانگ کر تو دیکھتا کبھی کوئی چیز..... منع کرتے تو بات تھی۔''

''اچھا! بڑی بات ہے۔'' چندر ناتھ مسکراتے ہوئے بولا۔ ''گنگولی جی! ایک بات تو بتاؤ۔ کوئی کام ہے ہم سے؟''

''ارے بھیا! سنسار میں کس کو کس سے کام نہیں ہوتا لیکن ایک چیز اور بھی ہوتی ہے۔''

''وہ کیا؟'' چندر ناتھ مسکراتا ہوا بولا۔

''وہ ہوتا ہے پریم..... دوستی..... ایک دوسرے کے ساتھی ایک دوسرے کے کام آنا۔''

''گنگولی جی! سچ کہتے ہیں آپ..... ایک دوسرے کا آنا تو بڑا ہی ضروری ہوتا ہے فرض کرو۔ میں تمہارے کام آؤں پھر تم میرے کام آؤ۔ جب دونوں ایک دوسرے کے کام آئیں تو سنسار کے سارے کام ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ ویسے کام کیا ہے؟''

''پہلے ایک بات بتا۔ منہ سے جو کہیں گے اپنے من میں رکھے گا۔''

''پچیس روپے ہوں گے۔'' چندر ناتھ نے فوراً کہا۔

''کس بات کے؟'' گنگولی نے حیرت سے کہا۔

''کہی ہوئی بات کو من میں رکھنے کی بات کہنے سے پہلے حساب بتا رہے ہیں۔'' چندر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناتھ بولا۔

''بڑا ہی کمینہ ہے تُو چل ٹھیک ہے۔ بات من میں رکھنے کے پچیس روپے دے دیں گے تجھے لیکن کام کرنے کا کیا لے گا؟''

''پہلے ایک بات تو بتاؤ گنگولی جی کام کیا ہے؟''

''یہ پکڑ پچیس روپے اور سوگند کھا بھگوان کی کہ جو کچھ کہیں گے، من میں رکھے گا۔ منہ سے نکالے گا نہیں۔''

چندر ناتھ نے پچیس روپے جیب میں رکھے اور بولا۔ ''بھگوان کی سوگند! جو کچھ سنیں گے من میں رکھیں گے۔ کسی سے کچھ نہیں کہیں گے۔''

''چل ٹھیک ہے۔ یہ بتا مندر جاتا ہے کبھی؟''

''ایں؟'' چندر ناتھ کا منہ تعجب سے کھل گیا۔

''کبھی پوجا پاٹ کے لیے جاتا ہے؟''

''بس گنگولی جی یہی تو خرابی ہے۔ اپنے ہاتھوں سے کام کر رہے ہیں۔ بھگوان سے اس وقت مانگیں گے جب اپنے ہاتھوں سے وہ کام چھوڑ دیں گے کیا سمجھے؟ بس اسی لیے بھگوان کو پریشان کرنے مندر نہیں جاتے۔''

''پاپی ہے۔ پورا پاپی۔'' گنگولی ہنس کر بولا پھر کہنے لگا۔ ''اگر مندر جاتا تو وہاں عجیب سی چیز کو دیکھتا۔''

''عجیب سی چیز؟''

''ہاں۔''

''کون ہے وہ؟''

''سنیتا ہے اس کا نام۔''

''ارے وہ جو پنڈت رام پرشاد کو راستے میں ملی تھی؟''

''ہاں۔''

''اچھا..... تو پھر؟''

''لیکن جب تُو مندر نہیں جاتا تو تجھے کیسے معلوم؟''

''رتن لعل کو جانتے ہو نا؟ رتن لعل ہمارے دوست ہیں۔''

''ہاں..... ہاں وہ بیل گاڑی والے ناں۔''

''ہاں..... ہاں وہی۔ پنڈت جی کو لے کر آ رہا تھا کہ راستے میں ملی تھی سنیتا انہیں۔ رتن

لعل بتا رہا تھا کہ ہمیں کوئی بچی ملی ہے۔''

''وہ بچی نہیں ہے۔ چندر ناتھ، بلکہ یوں سمجھ کہ رس بھری ہے۔ رس ہی رس ہے اس کے پورے شریر میں اور..... اور..... اور۔''

''ارے واہ..... گنگولی، ہاتھ، پاؤں صحیح طرح کام نہیں کرتے اور ان چکروں میں پڑے ہو۔ خیر! چاہتے کیا ہو؟''

''اسے یہاں لانا ہے۔ بے ہوش کر کے عقل کے ساتھ۔''

''ہوں..... تو اچھا یہ کام ہے۔''

''ہاں..... بول کیا لے گا؟''

''دو سو روپے گنگولی جی!''

''تیرا ستیاناس۔ دماغ خراب ہو گیا ہے تیرا۔ ارے سو روپے میں تو ایک بیل گاڑی خریدی جا سکتی ہے۔''

''خیال ہے تمہارا۔ بیل گاڑی تو کیا تم پہیے بھی نہیں خرید سکتے بیل گاڑی کے دو سو روپے میں، پتہ نہیں کہاں کی بات کر رہے ہو۔''

''ارے بھیا! پچیس تو تُو نے لے لیے پچھتر اور لے لے۔''

''ٹھیک ہے لاؤ۔'' چندر ناتھ نے کہا اور گنگولی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

''تیار ہے؟''

''پچھتر لینے کو کون منع کرتا ہے۔ لیکن اگر کام کرانا ہے تو پھر دو سو روپے ہی دینے پڑیں گے تجھے؟''

''نہیں بھیا! دو سو روپے بہت زیادہ ہیں۔''

''تو ٹھیک ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ کسی اور نے اس بارے میں کہہ دیا تو ہم بتا دیں گے کہ گنگولی جی ہمیں سو روپے کی پیشکش کر رہے تھے۔''

''اور وہ پچیس روپے جو تُو نے لے لیے ہیں۔''

''اگر کسی نے اس لڑکی کے بارے میں نہ کہا تو نہیں بتائیں گے اور اگر کہا تو بتا دیں گے۔''

''بڑا ہی کمینہ ہے۔ ہمیں پتا تھا کہ تُو ہمیں اپنے جال میں پھانس لے گا۔ چل ٹھیک ہے دو سو روپے دیں گے تجھے مگر کب کرے گا۔ یہ کام۔''

''دو دن تک ذرا مندر کے چکر لگائیں گے ذرا پوجا پاٹ کریں گے اس کے پیسے آپ کو الگ دینے ہوں گے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''تو یہ پچیس روپے تیری ماتا کی ارتھی اٹھانے کے ہیں؟''

''ماتا جی کی ارتھی تو بہت پہلے اٹھ چکی ہے۔ گنگولی جی! دس روپے لگا دو مندر جانے کے لیے پرشاد تو لینی ہی ہوگی۔''

''بھگوان تیرا استیاناس کرے۔'' اس نے دس روپے کا نوٹ چندرناتھ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ دل میں سنیتا کا خیال اس طرح جڑ پکڑ چکا تھا کہ کچھ کہا ہی نہیں جا سکتا۔ بہرحال! پھر یہی ہوا کہ چندرناتھ وہاں سے چل پڑا اور دوسرے دن وہ پرشاد لے کر پوجا کے لیے مندر پہنچ گیا سنیتا اس وقت مندر کی بیٹی تھی۔ سارے پجاری پنڈت کی وجہ سے اس کی عزت کیا کرتے تھے اور وہ خود بھی سب سے بہت محبت سے پیش آتی تھی۔ مندر میں رہ کر چند روز کے اندر اندر اس کا رنگ روپ ایسا نکھرا تھا کہ دیکھنے والے اسے دیکھیں تو دیکھتے ہی رہ جائیں۔ ہاتھ پاؤں تو پہلے ہی بہت خوب صورت تھے بڑی بڑی آنکھیں..... بالکل شفاف چہرہ اُبھرے ہوئے خوبصورت ہونٹ، پنڈت جی اسے مندر کی پجارن بنا رہے تھے۔

چنانچہ پجاریوں کے لباس میں جب وہ لوگوں کے بیچ میں آتی تو نگاہیں اسے دیویوں کی طرح دیکھتی تھیں اور جھک جاتی تھیں۔ یہ الگ بات ہے کہ شیطان کی نگاہ سے دیکھنے والے بھگوان کو بھی شیطان کی نظر سے ہی دیکھتے ہیں لیکن عام لوگ اس کا بڑا احترام کرنے لگے تھے۔ خود سنیتا بھی بہت خوش تھی۔ ہنسی مذاق کا ماحول، پنڈت جی بھی بڑے پیار سے پیش آتے تھے کھانے پینے کو بھی اچھا ملتا تھا اور وہ یہاں سکون سے وقت گزار رہی تھی لیکن اس رات اس پر بے چینی کی سی کیفیت طاری ہوگئی تھی حالانکہ وہ آرام سے سوئی تھی۔ مندر کی پوجا پاٹ میں حصہ لیتی رہی تھی۔ پنڈت جی اسے گانا بھی سکھانا چاہتے تھے اور اس بارے میں اس سے باتیں کرتے رہتے تھے۔

اس نے پنڈت جی کو تھوڑا سا گانا بھی سنایا تھا اور وہ اس کی آواز کی تعریف بھی کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ اگر وہ باقاعدہ گانا سیکھ لے تو بہت خوب صورت گا سکتی ہے۔ چنانچہ وہ درحقیقت سنجیدگی سے گانے کے بارے میں سوچتی رہی تھی اور پھر سو گئی تھی۔ مگر رات کو اس کی آنکھ کھل گئی۔ نہ جانے اس کے ذہن میں کچھ ایسی عجیب سی خواہش بیدار ہوئی تھی۔ اس کا دل چاہا تھا کہ وہ نمکین خون پیئے۔ جو اس کے وجود کو سیراب کر دیتا ہے۔ جو اس کے بدن کو نشے سے چور کر دیتا ہے۔ اس کی کیفیت اس شرابی جیسی ہو رہی تھی جسے کافی عرصے سے شراب نہ ملی ہو۔ اس کی نگاہیں اپنی طلب کے لیے اِدھر اُدھر بھٹکنے لگیں اور تھوڑے فاصلے پر پنڈت رام پرشاد کمبل اوڑھے زمین پر کروٹ بدلے آرام کی نیند سو رہے تھے۔

وہ پنڈت جی کو دیکھتی رہی اور اس کا سر چکراتا رہا۔ پنڈت جی کی محبت ان کا پیار اس کے دماغ میں ایک عجیب سی بے چینی پیدا کر رہا تھا۔ بہت دیر تک سوچتی رہی کہ اسے کیا کرنا چاہیے پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن رات میں دو تین بار اس کی آنکھ کھلی تھی۔ وہی کیفیت دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ البتہ صبح کو جب سورج نکلا تو وہ خاصی پُرسکون ہو چکی تھی اور پھر باقی دن سے اسے کوئی اُلجھن نہیں ہوئی تھی۔

پھر جیسے ہی سورج ڈوبا ایک بار پھر اس کے دل میں خون کی پیاس جاگ اٹھی۔ اس کی آرزو ہوئی کہ کوئی ہے کوئی ایسا ملے جس سے وہ اپنی پیاس بجھا سکے۔ ایک حسین اور خوبصورت لڑکی بہت ہی چھوٹی عمر کی مالک لیکن اپنی عمر کے بالکل برعکس جوانی کی لطافتوں سے مالا مال کہ دیکھنے والا دیکھ کر بے ایمان ہو جائے لیکن اگر کوئی اس کے اندر جھانک لے تو خوف سے پاگل ہو جائے۔ بڑی متضاد کیفیت تھی اس کی۔ بہت دیر تک وہ اپنی آرام گاہ میں بیٹھی رہی اس میں کوئی ذمہ داری نہیں تھی۔ پنڈت جی اگر پوجا پاٹ کے لیے آئیں اور وہ نہ جانا چاہے تو پنڈت جی اسے مجبور نہیں کرتے تھے۔

بہرحال وہ بہت دیر تک سوچتی رہی اور پھر جب بے کلی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو وہ مندر کی پچھلی سمت سے باہر نکل آئی۔ ادھر ایک چھوٹا سا باغ پھیلا ہوا تھا۔ جس میں آرام کے لیے بنچ پر جا بیٹھی۔ دل و دماغ پر وہی کیفیت طاری تھی اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ کیوں نا خاموشی سے بستی میں نکل جائے کسی گھر میں گھس جائے اور اس کے بعد..... اس کے بعد..... ابھی وہ اتنا ہی سوچ پائی تھی کہ عقب سے دو ہاتھ آگے بڑھے اور بدبودار رومال اس کی ناک پر آ ٹکا۔ وہ ایک دم چونکی لیکن رومال سے نکلنے والی بدبو کچھ ایسی تھی کہ ایک لمحے کے اندر اندر اس کے حواس اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ اس نے دو چار بار ہاتھ پاؤں مارے لیکن پھر اس کے ذہن میں تاریکیاں دوڑ گئیں۔

یہ تاریکیاں نہ جانے کب تک اس پر قائم رہیں ہوش میں آئی تو دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ قرب و جوار میں اب بھی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ بہت دیر تک اپنی جگہ لیٹی غور کرتی رہی کہ وہ کہاں ہے۔ کون کون اس کے پاس موجود ہے۔ اسے سب کچھ یاد آ گیا لیکن یہ یاد نہیں آیا کہ وہ کہاں تھی۔ اچانک وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اب اسے یاد آ گیا تھا کہ وہ تو بنچ پر بیٹھی ہوئی تھی اور پھر ایک تیز بدبو محسوس ہوئی بدبو کہاں سے آئی تھی؟ کس کے ہاتھوں کی بدبو تھی۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی اور دیر تک سوچتی رہی۔

اچانک ہی تیز روشنی سے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ چٹ کی آواز ہوئی تھی اور کسی نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روشنی جلا دی تھی۔ کچھ لمحے تک وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے خاموش بیٹھی رہی اس کے بعد احساس ہوا کہ وہ اجنبی جگہ ہے اور جس نے بھی روشنی جلائی ہے۔ وہ کمرے میں موجود ہے چنانچہ اس نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹائے اور سامنے دیکھا۔ اسے ایک عجیب سی شخصیت نظر آئی تھی۔ بالکل بڑے سائز کا مکوڑا لگ رہا تھا۔ وہ گنگولی تھا جو دروازے پر کھڑا مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ہوس ناچ رہی تھی۔ جبکہ معصوم سنیتا نہیں جانتی تھی کہ انسان کی آنکھوں کی چمک کیا معنی رکھتی ہے۔ اجنبی جگہ تھی۔ تب اس نے گنگولی کی طرف دیکھا اور معصوم لہجے میں بولی۔

''میں کہاں ہوں چاچی جی!'' گنگولی مسکراتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

''میرے گھر میں..... اور چاچا نہیں ہوں میں تیرا سمجھی؟''

''وہ تو میں نے تمہیں ایسا ہی کہہ دیا تھا تمہیں چاچا جی! ظاہر ہے تم میرے چاچا کیسے ہو سکتے ہو۔ مگر یہ جگہ کون سی ہے؟''

''میں نے کہا ناں کہ میرا گھر ہے؟''

''چاچا جی میرا نام سنیتا ہے۔''

''میں جانتا ہوں۔''

''میں مندر میں رہتی ہوں۔''

''یہ بھی جانتا ہوں۔''

''پنڈت رام پرشاد مجھے.....''

''جانتا ہوں۔ سب جانتا ہوں۔ یہ بتا کہ تُو میرے بارے میں کیا جانتی ہے۔''

''کیا بتاؤں کچھ نہیں جانتی۔ میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا ہے اور مجھے تعجب ہے کہ تم مجھے یہاں کیوں لے آئے ہو۔ میں باغ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ مندر کے پیچھے۔''

''چھوڑ وان باتوں کو..... تُو ایک بات تو بتا مجھے۔''

''ہاں پوچھو چاچا جی۔''

''اور کچھ کہہ..... چاچا جی نہیں کہتے ناں۔''

''تو پھر کیا کہوں تمہیں؟''

''اور کچھ کہہ لے۔''

''ایک بات کہوں؟'' اچانک ہی سنیتا مسکرا پڑی۔

''ہاں..... ہاں..... بول۔'' گنگولی کو اس کی مسکراہٹ حوصلہ افزا محسوس ہوئی تھی۔

''میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں مکوڑا کہوں۔''

''کیا؟''

''مکوڑا۔'' سنیتا بولی اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

ایک لمحے کے لیے تو گنگولی کا منہ بگڑ گیا تھا مگر ہنستی ہوئی سنیتا کو دیکھ کر اس کے اندر کی شیطانی خواہش ابھر آئی وہ آگے بڑھا اور سنیتا کے قریب بیٹھ گیا۔

''تیرا جو دل چاہے کہہ لے۔ تُو ہے ہی اتنی سندر کہ تیرے منہ سے کوئی بات بُری نہیں لگتی۔ تُو نے آئینہ دیکھا ہے کبھی۔''

''ہوں چاچا جی!''

''چاچا جی..... چاچا جی کہہ کر میرا دماغ خراب کر رہی ہے گنگولی ہے میرا نام گنگولی کہہ لے مجھے..... چاچا جی مت کہہ مجھے۔''

''یہ ٹھیک ہے۔ گنگولی مہاراج۔''

''ہاں..... یہ ہوئی ناں بات۔ ہاں تو میں تجھ سے کہہ رہا تھا کہ تُو نے کبھی آئینہ دیکھا ہے؟''

''بہت بار۔''

''کبھی اپنے سندر چہرے کو دیکھا ہے؟''

''آئینے میں مجھے اپنا چہرہ ہی نظر آتا ہے۔'' سنیتا بولی۔

''کبھی اپنے شریر کو دیکھا ہے آئینے میں؟''

''لو..... آئینہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے اور شریر اتنا بڑا۔ آئینے میں شریر کو کیسے دیکھ سکوں گی۔''

''میرے پاس ایک بہت بڑا آئینہ ہے اور اوپر سے نیچے تک تُو اپنے آپ کو دیکھ سکتی ہے۔''

''اتنا بڑا آئینہ۔''

''ہاں۔''

''کہاں ہے؟''

''آ میں تجھے دکھاؤں۔'' گنگولی نے اپنے شیطانی عمل کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''پر میں اپنے شریر کو دیکھ کر کروں گی کیا؟''

''ارے دیکھ تو سہی! بھگوان نے اتنا سندر بنایا ہے تجھے۔''

''وہ تو چلو سب ٹھیک ہے۔ دیکھ لوں گی میں پر تم یہ بتاؤ گنگولی مہاراج کہ میں یہاں کیسے آ گئی۔ میں تو مندر میں رہتی ہوں یہ جگہ مندر سے کتنی دور ہے۔''

''زیادہ دور نہیں ہے۔ میں نے سوچا روزانہ تُو مندر میں رہتی ہے۔ مندر میں سوتی ہے

آج ذرا الگ جگہ رہ جائے تو کیا حرج ہے۔"

"مگر پنڈت جی مجھے تلاش کر رہے ہوں گے تو؟"

"تو کیا حرج ہے۔ کہہ دینا کہ ذرا گھومنے پھرنے گئی تھی۔"

"نہیں..... نہیں..... میں پنڈت جی سے اجازت لیے بغیر کہیں نہیں جاتی۔ وہ ناراض ہوں گے۔ اب تم ایسا کرو کہ مجھے باہر جانے کا راستہ بتا دو۔"

"بتا دیں گے۔ بتا دیں گے چلی جانا۔ پریشانی کی کیا بات ہے؟" گنگولی نے کہا اور اسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "مجھے تو تیرا یہ شریر بڑا ہی پیارا لگتا ہے۔ پر تُو میری بات ہی نہیں مان رہی۔" گنگولی اس کے قریب آ بیٹھا اور سنیتا کی آنکھیں اس کی گردن پر پڑیں۔ اس کی گردن کی ایک رگ بُری طرح پھول رہی تھی اور اس سے خون کی روانی جاری تھی۔ اچانک سنیتا کے دل میں وہی کیفیت بے دار ہوگئی۔ وہی عجیب سی کیفیت جو خون کی پیاس ہوتی تھی۔ اس کے اندر یہ کیفیت جڑ پکڑتی گئی اور اب وہ گنگولی کو عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس کی لرزتی ہوئی آواز اُبھری۔

"گنگولی جی مہاراج!"

"ہاں..... بول، بول کیا کہہ رہی ہے۔" گنگولی کو اس کی لرزتی ہوئی آواز پر کچھ اور ہی شبہ ہوا تھا۔

"میرے قریب آئیں گے آپ؟" سنیتا اکھڑتے ہوئے لہجے میں بولی اور گنگولی کے دانت باہر آ گئے۔ وہ ہنستا ہوا اس کے قریب پہنچا اور بولا۔

"بھئی آ گئے۔ تُو کہے اور ہم تیرے قریب نہ آئیں۔" گنگولی بولا۔

"اور قریب مہاراج۔"

"لے اور قریب آ گئے۔" گنگولی اب بالکل اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔ سنیتا کی آنکھوں میں خون کی سرخی لہرانے لگی تھی لیکن گنگولی اسے کچھ اور ہی سمجھ رہا تھا۔ اچانک سنیتا کے دونوں ہاتھ آگے بڑھے تو گنگولی نے بھی اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔ پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ وہ گنگولی کے فرشتوں کے تصور میں بھی نہیں تھا۔ سنیتا نے اس کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اس کا سر پیچھے سے پکڑ لیا۔ اس کے دونوں کان سنیتا کے ہاتھ میں آ گئے۔ اس نے پوری قوت سے اس کی گردن پیچھے کی طرف موڑی اور گنگولی گھبرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ارے..... ارے یہ کیا..... یہ کیا کر رہی ہے..... یہ..... یہ....."

لیکن دوسرے ہی لمحے سنیتا کے دانت گنگولی کی ابھری ہوئی رگ میں پیوست ہو گئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے۔ گنگولی نے چیخنا چاہا۔ اس کے چنگل سے نکلنا چاہا مگر معصوم، نازک، کومل سی لڑکی اس وقت ایک ڈائن بن چکی تھی۔ اس نے گنگولی کو زمین پر لٹا دیا اور اس کے بعد اس کی ہر جدوجہد بے کار ہوتی چلی گئی۔ سنیتا نے اس کی گردن کی رگ ادھیڑ ڈالی تھی اور اب وہ اسے اپنے دانتوں میں چبا رہی تھی۔ گردن سے اُبلتا ہوا خون غٹ غٹ کر کے پی رہی تھی۔ گنگولی نے پوری قوت سے اسے اپنے اوپر سے ہٹانا چاہا لیکن سنیتا کو ہٹانا اب اس کے بس کی بات نہیں رہی تھی۔

سنیتا کے بھیانک نوکیلے اور تیز دانت اس کے پورے جسم کو ادھیڑ رہے تھے۔ گردن، بازو، سینہ ہر جگہ سے اس کا گوشت سنیتا نے بلی کی طرح نوچا تھا اور بلی کی طرح چیڑ چیڑ کر کے اس کو چبا کر کھا رہی تھی۔ اس کے ساتھ وہ لمبی زبان سے خون کو چاٹتی بھی جا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر اس وقت انتہائی دہشت ناک کیفیت طاری تھی۔ گنگولی جیسے دس آدمی بھی اب اس کی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ گنگولی کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ اس کی ساری ہوس اس کی آنکھوں سے نکل گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کا بے جان جسم پڑا ہوا تھا اور اب سنیتا اطمینان سے اس کے جسم کے حصوں سے گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنے آپ کو پُرسکون محسوس کیا۔ جو بے کلی بے چینی اس پر طاری تھی۔ وہ آہستہ آہستہ دور ہوتی چلی گئی۔ وہ ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔ گنگولی کے خون کے دھبے اس پر نہیں پڑنے پائے تھے۔ کیونکہ اس نے اس کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ پھر بھی اس نے اپنا بھرپور جائزہ لیا۔ یہاں رکنا اب خطرناک ہے۔ اس نے گنگولی کی لاش کو دیکھا۔ جس پر سے جگہ جگہ سے گوشت غائب تھا۔ چنانچہ وہ پیچھے ہٹی اور آہستہ سے چلتی ہوئی گھر کے دروازے سے باہر نکل آئی۔ مندر کا راستہ تلاش کرنے میں اسے خاصی دقت پیش آئی تھی لیکن اس وقت وہ بہت ذہین ہو رہی تھی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی وہ آخر مندر پہنچ گئی۔

اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے بستر پر تھی۔ پھر اسے ایسی پُرسکون نیند آئی تھی کہ ایسی نیند اسے پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔

دوسری طرف گنگولی اپنی زندگی کھو بیٹھا تھا۔ اس کی تمام ہوس ناکیوں کا بدلہ اسے مل چکا تھا۔ یہاں تک کہ دوسرے دن چندر ناتھ جس نے رات کو یہ کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ اپنا بقیہ معاوضہ وصول کرنے کے لیے گنگولی کی جانب چل پڑا۔ ویسے تو اس نے کلوروفارم سونگھا کر سنیتا کو بے ہوش کیا تھا لیکن پھر بھی اسے اس بات کا خوف تھا کہ کہیں کسی نے اسے دیکھ نہ لیا ہو۔

بہرحال دولت کے لیے اس کے اپنے حساب سے سب کچھ کیا جا سکتا تھا اور اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ گنگولی کے دروازے پر پہنچا۔ یہ پتہ نہیں اسے کہ اس کے بعد گنگولی نے کیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیا۔ سنیتا کو گنگولی کے گھر تک پہنچانا چندر ناتھ کا کام تھا اور اس کے بعد باقی تمام ذمے داری خود گنگولی کی تھی۔ غرض یہ کہ وہ گنگولی کے دروازے پر پہنچ کر دروازے کی کنڈی بجانے لگا۔ ایک بار، دو بار، تین بار، چار بار لیکن اندر سے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ اس نے دروازے کو تھوڑا سا دبا کر دیکھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اس نے اندر قدم رکھ کر آواز دی۔

"گنگولی..... جی..... کیا چھپ گئے..... بھائی! میرے باقی کے پیسے تو ادا کر دو۔ گنگولی اے گنگولی!" پھر کوئی آواز سنائی نہیں دی تو وہ اندرونی کمرے تک پہنچ گیا۔ یہاں بھی اس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ اندر جھانکا۔ کمرے کے نیم تاریک ماحول میں اسے گنگولی زمین پر پڑا ہوا نظر آیا۔ اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر دو قدم آگے بڑھا۔ جھک کر گنگولی کو دیکھا پھر اس کے بعد اس کے حلق سے ایک بھیانک آواز نکل گئی۔

گنگولی کی گردن ادھڑی ہوئی تھی جگہ جگہ سے اس کے بدن کا گوشت غائب تھا۔ رخسار کے سوراخوں کے اندر سے دانت جھانک رہے تھے۔ چندر ناتھ کے حلق سے ایک وحشت زدہ چیخ نکل گئی تھی اور وہ پلٹ کر باہر کی طرف بھاگا اور گنگولی کے دروازے سے نکل کر دور تک دوڑتا ہوا چلا گیا۔ اس کے سینے میں سانس نہیں سما رہا تھا۔

یہ کیا ہوا؟ گنگولی کو تو جیسے کسی بھیڑیئے نے ادھیڑ کر رکھ دیا ہے۔ ایسا کیسے ہو گیا؟ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بہت ہی خوفناک صورتِ حال تھی۔ وہ کافی دور آنے کے بعد ایک جگہ پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ جو کچھ بھی تھا۔ سنیتا مندر کی دیوی تھی۔ مندر میں رہتی تھی۔ ہو سکتا ہے دیوتاؤں نے اس کی نگرانی کی ہو اور گنگولی کو اس کی کمینگی کا نقصان پہنچایا ہو۔ ارے باپ رے..... پھر تو میری حالت بھی یہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بہرحال دیوی کو اغوا کرنے میں میرا ہی ہاتھ تھا۔ مر گیا چندر ناتھ! تُو بھاگ جا بیٹا! جتنی جلدی ہو بھاگ جا یہاں سے۔ اور اس کے بعد چندر ناتھ بستی ہی سے نکل بھاگا تھا۔

سنیتا ان تمام باتوں سے بے خبر مندر میں موجود تھی اسے یاد بھی نہ رہا تھا کہ رات کو اس نے کیا کیا۔ معمول کے مطابق وہ پنڈت رام پرشاد کے ساتھ اس کے حجرے میں موجود تھی۔ رام پرشاد کا کام رات کو شروع ہوتا تھا صبح کی پوجا سے فارغ ہو گئے تھے۔

☆=======☆=======☆

بدری ناتھ کے رونگٹے کھڑے ہوئے تھے۔ حالانکہ چودہ تاریخ کو وہ خود ایک بھیانک درندہ بن جاتا تھا۔ لیکن اس وقت وہ اپنے آپے میں نہیں ہوتا تھا۔ اسے نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت وہ کیا کر رہا ہے۔ زندہ انسانوں کو بے دردی سے چیر پھاڑ کر زندگی سے محروم کر دینا اس کا دلچسپ مشغلہ ہوتا تھا اور اپنے اس عمل سے فارغ ہو کر جب وہ انسانی شکل میں آتا تھا تو زندگی اسے بہت خوب صورت لگتی تھی اسے اپنے وجود میں خوب صورتی کی بجلیاں کوندتی محسوس ہوتی تھیں۔

لیکن اس وقت سنالیہ کی زبانی سنیتا کی وحشت ناک داستان سن کر وہ وہشت سے کانپ رہا تھا اس کے منہ سے نکلا۔

"ہے بھگوان۔ وقت کیسی کیسی کہانیاں بنا دیتا ہے۔"

سنالیہ نے چونک کر اسے دیکھا اس کا چہرہ ایک دم بھیانک ہو گیا تھا۔ وہ غصے میں اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"کیا کہا تم نے؟"

"ایں....." بدری ناتھ چونک پڑا۔

"کیا کہا تم نے؟" سنالیہ اسی لہجے میں بولی۔

"میں نے کچھ کہا کیا؟"

"ابھی تمہارے منہ سے کیا نکلا تھا۔"

"یہی کہ ہے بھگوان، وقت کیسی کیسی کہانیاں بنا دیتا ہے۔"

"کیا مہا سانولی نے تمہیں یہ نام لینے کی اجازت دی تھی۔ کیا اس نے یہ کہا تھا کہ تم مہا سانولی کے نام کے علاوہ بھی کوئی نام لو..... تمہیں معلوم ہے سانولی اپنے نام لیواؤں کو اس نام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے دور رکھنے کے لیے سرگرداں رہتا ہے۔"

"اوہ..... ہاں میں جانتا ہوں۔"

"پھر بھی۔"

"بھول ہوگئی۔"

"ایسی بھول کی معافی نہیں ملتی۔"

"تم جانتی ہو سنالیہ مجھے سارہ فیضی کی موت کا کتنا دکھ ہے۔"

"وہ سانولی کی امانت تھی۔"

"اور یہ دوسری لڑکی....."

"یہ بھی۔"

"حالانکہ وہ آدم خور ہے۔"

"قدرتی طور پر نہیں۔ سے نے اسے آدم خور بنایا ہے۔"

"سانولی اسے کیوں پسند کرتا ہے؟"

"اس لیے کہ وہ نیک بننا چاہتی ہے۔"

"نیک بننا چاہتی ہے۔"

"ہاں۔"

"تو پھر؟"

"سانولی کی جنگ ہی نیکیوں کے خلاف ہے وہ نیکیوں اور نیکوکاروں کا وجود مٹا دینا چاہتا ہے اور اپنے مقصد میں وہ کتنا کامیاب ہے تم اس وقت دنیا کی حالت دیکھ کر سمجھ لو۔"

ایک لمحے کے لیے بدری ناتھ کا ضمیر جاگا لیکن ضمیر ہی تو بُرائی کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ وشنو بھگونت نے تو اس کی سنی نہ تھی ایسی حالت میں اسے صحت و جوانی دینے والا شیطان تھا اور وہ صرف اور صرف شیطان کا پیروکار تھا اور اسے شیطان سے سمجھوتہ رکھنا تھا۔

"آگے بھی تجھے ایسے ہی لوگوں کے خلاف کام کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے تم مجھے سنیتا کے بارے میں آگے بتاؤ۔"

"سنیتا صبح کو جاگی تو اسے کوئی احساس نہیں تھا البتہ کچھ وقت گزرنے کے بعد اسے رات کے واقع کا پتہ چل گیا تو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس پر شبہ کیا جا رہا ہے کچھ ایسا خوف طاری ہوا اس پر کہ وہ مندر سے نکل بھاگی۔ اسے خوف تھا کہ لوگ اسے پکڑ کر ضرور سزا دیں گے۔ اس نے ایک ویران علاقے کا رُخ کیا تھا بہت دور تک اسے ایک ندی نظر آئی اور وہ اس کے کنارے کنارے دوڑنے لگی پھر وہ ایسی جگہ پہنچ گئی جہاں ایک چہار دیواری بنی ہوئی تھی اس کو پھلانگ کر اندر چلے جانا سنیتا کے لیے مشکل نہ تھا۔ اسی وقت اسے کچھ لوگ اس طرف آتے نظر آئے وہ بہت سے افراد تھے جو اپنے کندھے پر ایک جنازہ اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ وہ لوگ آگے بڑھ کر ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک نئی قبر کھدی ہوئی تھی۔ گورکن ان لوگوں کو دیکھ کر بہت فاصلے پر بنی ہوئی اپنی جھونپڑی سے باہر آ گیا اور اس نے میت کی تدفین شروع کر دی۔

سنیتا خاموشی سے یہ منظر دیکھتی رہی۔ اس سے پہلے اس نے کبھی کسی مُردے کو دفن کرنے کا منظر نہیں دیکھا تھا۔ وہ ساری چیزوں کا جائزہ لیتی رہی۔ کافی دیر تک وہ لوگ مصروف رہے اور اس کے بعد وہاں سے چلے گئے۔ پھر وہ اس وقت چونکی جب اسے درخت کی اونچی شاخ پر ایک سرسراہٹ سی محسوس ہوئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا اور پھر اس کے حلق سے ایک تیز چیخ نکل گئی۔ سفید رنگ کی ایک بلی تھی جو درخت کی ایک اونچی شاخ پر بیٹھی اپنی روشن آنکھوں سے اسے گھور رہی تھی۔ اس سے پہلے بلی یہاں موجود نہیں تھی۔ چیخ کی آواز کے ساتھ ہی بلی نے بھی حلق سے ایک تیز غراہٹ نکالی اور اس شاخ پر کودی جس پر سنیتا موجود تھی۔ سنیتا اپنے آپ کو نہ سنبھال سکی اور درخت کی شاخ سے نیچے گر پڑی۔ بلی نے بھی اس کے ساتھ ہی چھلانگ لگائی اور پھر اس کے اوپر سے کودی اور وہاں سے برق رفتاری سے بھاگتی چلی گئی۔ سنیتا کے پورے بدن میں سرد لہریں دوڑ رہی تھیں اور وہ خوف سے پوری طرح کانپ رہی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بلی کہاں سے آئی اور کیا چاہتی تھی۔ درخت سے گرنے کی وجہ سے اس کے بدن کو چوٹ بھی لگی تھی۔ بہت دیر تک وہ خوف و دہشت کے عالم میں پڑی رہی۔ بڑا عجیب و غریب ماحول ہوگیا تھا۔ مُردے کو دفنانے والے واپس جا چکے تھے۔ سنیتا دیر تک اپنی جگہ پڑی رہی۔ پھر وہ اٹھی اور اندازہ لگانے لگی کہ اس کے بدن کے کسی ایسے حصے کو چوٹ تو نہیں لگی جس کی وجہ سے اٹھنا مشکل ہو جائے لیکن ایسی کوئی چوٹ نہیں تھی۔ پھر بھی گھٹنوں میں کافی درد ہو رہا تھا۔

"ہائے رام..... کس مصیبت میں پڑ گئی ہوں میں..... اب کیا کروں..... کہاں جاؤں؟ ویسے میرا یہ اندازہ تو غلط نکلا کہ وہ لوگ میری تلاش میں آئے تھے۔ وہ تو اپنے کسی مُردے کا کریا کرم کرنے آئے تھے مگر یہ لوگ شمشان گھاٹ میں اپنے مُردے جلاتے کیوں نہیں ہیں؟ ایسے زمین میں رکھ کر کیوں چلے جاتے ہیں؟" سنیتا کے ذہن میں تجسس جاگ اٹھا۔ بس دوہری شخصیت کی مالک تھی وہ۔ جب بچپن کی معصومیت ذہن میں اُبھرتی تو ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

معصوم بچی کے انداز میں سوچتی اور جب ایک خوفناک اور آدم خور کی حیثیت سے اپنی فطرت میں آتی تو ایسی خوفناک بلا بن جاتی جسے دیکھ کر لوگوں کے کلیجے پھٹ جاتے۔ بہرحال اس وقت بھی تمام تر خوف و دہشت اور تکلیف کے باوجود اس کے ذہن میں اس خیال نے سر ابھارا کہ دیکھوں تو سہی کہ مسلمان اپنے مُردے کس طرح زمین میں رکھ جاتے ہیں؟ ان کا ہوتا کیا ہے؟ اور یہ اپنے مُردے جلاتے کیوں نہیں ہیں؟ حدِنظر خوفناک سناٹا طاری تھا۔ اگر یہ تجسس اس پر اس طرح غالب نہ ہو جاتا کہ وہ اس مُردے کا جائزہ لینے کے لیے اس کے قریب نہ پہنچ جاتی تو یقینی طور پر ایسے ماحول میں انسان کا اپنے ذہن پر قابو رکھنا مشکل ہوتا۔ مگر وہ عجیب و غریب فطرت کی مالک تھی۔ وہ اس قبر کے پاس پہنچ گئی جسے وہ لوگ بنا کر گئے تھے۔ مٹی ہٹانے میں اسے کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ کیونکہ وہ بالکل نرم تھی اور جو لوگ اس لاش کو دفن کر کے گئے تھے وہ بھی شاید جلدی میں تھے۔ سنیتا کے دل میں اب یہ احساس جڑ پکڑ گیا تھا کہ ذرا اس مُردے کو دیکھے۔ وہ قبر کے نزدیک بیٹھی پوری محنت سے مٹی ہٹا رہی تھی۔ جب قبر کا ایک چوتھائی حصہ خالی ہو گیا تو اسے ایک پتھر نظر آیا یہ پتھر قبر کے کناروں پر رکھا ہوا تھا۔ سنیتا نے اتنی جگہ بنالی تھی کہ وہ آسانی سے اس پتھر کو ہٹا سکے۔ چنانچہ اس نے پتھر پر انگلیاں پھنسائیں اور بڑی مشکل سے اسے ہٹایا۔ اسے سفید کپڑا نظر آ رہا تھا۔ سنیتا نے سوچا کہ جھک کر کپڑے کو ہٹائے اور مرنے والے کو دیکھے۔ چنانچہ وہ گھٹنوں کے بل قبر کے سرہانے بیٹھ گئی۔ اس کے لمبے لمبے گھٹاؤں جیسے بال قبر میں لٹک رہے تھے۔ تھوڑا سا اور نیچے جھک کر اس نے کپڑا اٹھایا اور اچانک ہی اسے مُردے کی تیز چیخ سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی مُردے نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر اس کے بال پکڑ لیے تھے۔ سنیتا کے حلق سے ایک دہشت ناک چیخ نکلی اور اس چیخ کے ساتھ ساتھ ہی مُردے کے حلق سے بھی دھاڑنے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ قبرستان کی پُرہول فضا میں ایک دہشت ناک عمل کا آغاز ہو گیا تھا۔

سنیتا بہت طاقتور تھی لیکن بالوں کی وجہ سے بے بس ہو گئی تھی۔ پھر سب سے بڑی بات یہ کہ ماحول اس قدر خوفناک تھا کہ ایک ویران قبرستان میں لیٹا ہوا ایک مُردہ کسی کے بال پکڑے تو صورتِ حال کیا ہو سکتی ہے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ادھر مُردہ اس کے بال چھوڑنے کو تیار نہ تھا اور اُدھر سنیتا اپنے طور پر طاقت لگا رہی تھی۔ بمشکل وہ تھوڑا سا اوپر اٹھنے پائی تو مُردے کی کلائیاں اس کے ہاتھ میں آ گئیں اور اس نے پوری طاقت سے ان دونوں کلائیوں کو پکڑ لیا۔ پھر اس کے بعد اس نے مُردے کو کلائیوں سے پکڑ کر اٹھایا اور قبر کے نزدیک ہی زمین پر دے مارا۔ سفید کفن سے مُردے کا چہرہ جھانکنے لگا۔ وہ ایک بوڑھی عورت

تھی۔ لمبا چہرہ، مُڑی ہوئی ناک، پھٹے پھٹے ہونٹ، دبلا پتلا بدن، سفید بال لیکن آنکھیں گہری سرخ بجلی کے بلب کی طرح چمکتی ہوئیں۔

سنیتا نے اپنا گھٹنا اس کے سینے پر رکھا اور اس کی گردن دبا لی۔ پھر جب مُردے کی گردن بہت زور سے دبی تو اس نے سنیتا کے بال چھوڑ دیئے۔ سنیتا بپھری ہوئی اٹھ گئی اور اس نے کئی ٹھوکریں اس کفن پوش مُردے کو ماریں جو ایک عورت تھی۔ عورت کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ سنیتا کو چونکہ بہت تکلیف پہنچی تھی اور وہ ایک بے خوف شخصیت تھی اس لیے اسے اب مُردے پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ آخرکار بوڑھی عورت نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس کے حلق سے پھٹی پھٹی آواز نکلی۔ ''بس بس! رُک جا..... رُک جا..... تُو کون ہے؟ تجھے مجھ سے ڈر نہیں لگا؟ کون ہے تُو؟ رُک جا! دیکھ میں کہتی ہوں رُک جا..... اس سے پہلے کہ میرے دل میں تیرے لیے انتقام کا جذبہ پیدا ہو، رُک جا۔ مجھے اس طرح نہ مار۔ ایک مُردہ وجود کو ٹھوکریں مارنے سے کچھ نہیں ملتا۔''

سنیتا کانپ رہی تھی۔ اس نے دانت پیستے ہوئے بوڑھی عورت کو دیکھا اور بولی۔ ''تُو نے میرے بال کیوں پکڑے تھے؟''

''میں بھی ایک مشکل کا شکار تھی۔ اگر میں تجھے آواز دیتی یہ کہتی کہ مجھے قبر سے نکال لے تو تُو خوفزدہ ہو کر بھاگ جاتی۔ تیرے بال میں نے صرف اس لیے پکڑے تھے کہ تُو رُک جائے۔ میری بات سن لے اگر تجھے تکلیف ہوئی ہے تو میں تجھ سے معافی مانگتی ہوں۔ میں مُردہ نہیں ہوں۔ مجھے زندہ اس قبر میں دفن کر دیا گیا تھا۔ میں اس قبر سے نکلنا چاہتی تھی۔ تُو نے مجھے اس قبر سے نکالا ہے۔ میں تیرا شکریہ ادا کرتی ہوں اور جو تکلیف تجھے میرے ہاتھوں سے پہنچی ہے اس کے لیے تجھ سے معافی چاہتی ہوں۔''

آہستہ آہستہ سنیتا بھی معتدل ہوتی گئی۔ کچھ لمحے اس نے خاموش رہنے کے بعد کہا۔ ''تُو نے میرے بال بہت زور سے پکڑے تھے۔''

''مجبور تھی..... میں مجبور تھی۔ تُو اگر بھاگ جاتی تو مجھے اس قبر میں دفن رہنا پڑتا۔ وہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے آخرکار میرا وجود ختم ہو جاتا۔''

''کون ہو تم؟ مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔'' سنیتا اب پُرسکون ہو گئی تھی۔

''میرا نام جے وردھی ہے۔ یوں سمجھ لے دنیا میں اگر کسی عورت پر بے انتہا مظالم ہوئے ہیں تو وہ بھی مجھ سے زیادہ نہیں ہوں گے۔ اگر پوری کہانی سنانے بیٹھ جاؤں تو کتنا وقت گزر جائے۔ بات اصل میں یہ ہے..... مگر نہیں! چل یہاں سے آگے بڑھ۔ یہ مسلمانوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا قبرستان ہے کون جانے کب کوئی بوڑھا عالم اِدھر نکل آئے اور ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ آ..... میرے ساتھ آ۔''

سنیتا کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا لیکن بہرحال وہ اس عورت کے پیچھے چل پڑی۔ اسے خود ہردیوناتھ کا خطرہ تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ یہاں سے جتنی دور نکل جایا جائے بہتر ہے۔ ہردیوناتھ کے ہرکارے اگر گھوڑوں پر سوار ہو کر نکل گئے اور اس کی تلاش میں دور دور تک بکھر گئے تو ان کا یہاں تک پہنچنا مشکل نہیں ہوگا۔ جے وردتھی خاموشی سے آگے کا سفر طے کرتی رہی اور سنیتا ان بھیانک لمحات کا تصور کرتی رہی جو پیش آئے تھے گنگولی کا خون پینے کے بعد سنیتا کے وجود میں وہ ساری قوتیں موجود تھیں جو اسے جسمانی طور پر بے حد طاقتور کر دیتی تھیں لیکن بہرحال سینے میں دل وہی تھا۔ جس میں خوف کے سائے رقص کرتے تھے۔ بہرحال! کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد بوڑھی عورت ایک جگہ رُکی۔ اس نے بہت دور اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''دیکھ ادھر! ویرانوں میں..... دور تک دیکھ کوئی روشنی نظر آ رہی ہے تجھے؟''

سنیتا نے اس طرف نگاہیں دوڑائیں تو اسے ایک نہیں، کئی روشنیاں جلتی ہوئی نظر آئیں وہ بولی۔ ''ہاں! میں دیکھ رہی ہوں۔''

''وہ میری بستی ہے اور بستی سے دور ایک جھونپڑی بنا رکھی ہے میں نے۔ اس میں قیام ہے میرا۔ مگر میں ادھر نہیں جاؤں گی۔ کیونکہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ میں یہاں رہتی تھی اور اب بھی ابرار حسین کو اس بات کا علم ہے کہ میں مر چکی ہوں اور انہوں نے مجھے دفن کرا دیا ہے مگر وہ بے وقوف.....'' بوڑھی عورت رُکی پھر ہنسنے لگی۔ کچھ لمحے خاموش رہ کر بولی۔ ''اور اب..... اب اسے..... مگر نہیں میرے دشمن تو اس سے بھی بڑے ہیں۔'' جے وردتھی نہ جانے کیا کہہ رہی تھی اور سنیتا یہ سوچ رہی تھی کہ بوڑھی عورت کو لات مار کر یہاں سے نکل پڑے لیکن کہاں؟ ساری باتیں اپنی جگہ اسے اپنے لیے کوئی ٹھکانہ نظر نہیں آتا تھا۔ ایسی صورت میں بوڑھی عورت اس کے لیے اگر سہارا بن جائے تو اس کے لیے نقصان نہیں تھا بلکہ فائدہ تھا۔ چنانچہ سنیتا خاموش ہو گئی۔ اچانک ہی بوڑھی واپس پلٹی اور بولی۔ ''یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک باغ ہے۔ اس باغ میں دھرم ویر رہتا ہے اور دھرم ویر پر میں نے کچھ احسانات کیے تھے۔ وہ ضرور ہمیں اپنے درمیان جگہ دے گا اور ہمارا ساتھ بھی دے گا۔ دھرم ویر اس باغ میں مالی کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ ارے..... یہ ٹھیک ہے اس کا تو مجھے پہلے خیال ہی نہیں آیا اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ میں جے وردتھی ہوں۔ وہ مجھے بس اماں جی کہتا ہے۔ واہ رے واہ! یہ سمجھ لو کہ زندگی کا صحیح راستہ مل گیا اور جب کسی کو نقصان پہنچنا ہوتا ہے تو اس طرح راستے بن جاتے ہیں۔ چلو ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہے..... آ جا۔''

پھر جب جے وردتھی اس باغ تک پہنچی جس کے درختوں پر لگے ہوئے آموں کی مہک دور دور تک پھیل رہی تھی تو صبح کے اُجالے پھوٹ رہے تھے سنیتا چلتے چلتے تھک گئی تھی۔ صبح کی روشنی میں باغ کا مالی سیٹیاں بجا بجا کر پرندوں کو اُڑا رہا تھا۔ درختوں کی چوٹیوں پر مختلف قسم کے حسین پرندے صبح کے آغاز کی خوشیاں منا رہے تھے۔ اچانک ہی ایک مردانہ آواز اُبھری۔

''اوہو..... اوہو..... کون ہے؟ خبردار! آموں کو ہاتھ مت لگانا۔'' اور پھر سنیتا نے ایک بانکے جوان کو دیکھا۔ لمبا تڑنگا جسم، نوکیلی مونچھیں لیکن چہرے پر معصومیت کی پرچھائیں۔ ڈنڈا ہاتھ میں لیے اس طرف آ رہا تھا۔ جے وردتھی اسے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ دن کی روشنی میں اس بوڑھی چڑیل کا چہرہ اور نمایاں ہو گیا تھا۔ مگر اس کی آنکھوں کی سرخی اب سفیدی میں بدل چکی تھی۔ مالی تھوڑا سا آگے آیا اور پھر ایک لمحے کے لیے ٹھٹک گیا۔ پھر زور سے چیخا۔ ''ارے اماں..... تُو آ گئی؟'' اور اس کے بعد دوڑتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ اس کی نگاہیں بوڑھی عورت کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ''اب کے تُو بڑے عرصے کے لیے چلی گئی تھی اماں..... تجھے پتا ہے کہ میں تجھ سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ یاد ہی کرتا رہا تجھے۔ پھر میں نے سوچا کہ تُو میری سگی ماں تو نہیں ہے نا۔ سگی ماں ہوتی تو اس طرح چھوڑ کر نہ جاتی۔'' بوڑھی عورت ہنسی پھر آہستہ سے بولی۔ ''اور تُو..... تُو مجھے برا ہی کہے جا نا موہن!''

''کتنی بار کہا اماں؟ میرا نام موہن نہیں ہے۔''

''تیرا نام کچھ بھی ہے پر جب میں نے تجھے موہن کہہ دیا تو تیرا نام موہن ہی ہے۔ کیونکہ تُو ہیروں کی طرح چمکدار دل کا مالک ہے۔''

''یہ کون ہے اماں؟''

''نواسی ہے میری۔ اس کے لیے تو اس بار اتنی دیر گزر گئی تھی۔'' جے وردتھی نے فوراً ہی کہا۔

''اچھا! اب آ جا..... جھونپڑے میں چل میں تیرے لیے کھانے پینے کی چیزیں لے کر آتا ہوں۔''

مالی کا جھونپڑا بے مثال تھا۔ بہت کشادہ اور بڑا وسیع گھاس پھونس کا بنا ہوا تھا۔ اتنا اچھا کہ رہنے کا مزہ آئے۔ باہر چوڑا برآمدہ۔ اس کے بعد لمبا چوڑا احاطہ جس میں بکریاں بندھی ہوئی تھیں۔ موہن انہیں چھوڑ کر چلا گیا تو جے وردتھی نے سنیتا سے کہا۔ ''دیکھ لیا تُو نے چل آ..... اب آرام سے آ جا اور منہ ہاتھ وغیرہ دھو لے۔ تُو تو بڑی سندر ہے۔ میں نے پہلے تجھ پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غور ہی نہیں کیا تھا۔ بالکل میری طرح..... میری جوانی بھی بالکل تیرے جیسی تھی۔ جا منہ ہاتھ دھو لے۔ بیٹھ جا۔ موہن کھانے کے لیے لاتا ہوگا۔''

سنیتا نے برآمدے میں آ کر پانی کے برتنوں سے پانی نکالا۔ خوب منہ ہاتھ دھویا۔ بال سمیٹے اور اس کے بعد برآمدے ہی کے ایک تخت پر بیٹھ گئی۔ آنکھیں نیند سے جھکی جا رہی تھیں مگر بھوک بھی لگ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد جے وردھی خود ہی باہر آ گئی۔ اس نے سنیتا کو دیکھا۔ پُر خیال انداز میں دیکھتی رہی اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک مکروہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ نجانے وہ سنیتا کے بارے میں کیا سوچ رہی تھی۔ موہن کو واپس آنے میں کافی دیر لگی تھی اور اب سورج بلند ہونے لگا تھا موہن واپس آیا تو اس کے پاس کھانے پینے کا کافی سامان تھا۔

''ارے! تُو نے کچھ زیادہ ہی تکلیف کر ڈالی۔'' جے وردھی بولی۔

''اماں! تُو آئی ہے۔ تیرے ساتھ تیری نواسی بھی ہے۔ اب تیرا بیٹا اتنی بھی خدمت نہیں کر سکتا تھا تیری؟ چلو تم دونوں کھاؤ۔ تیرا نام کیا ہے ری؟'' ہیرا نے براہِ راست سنیتا سے سوال کیا۔

''سنیتا۔'' سنیتا بولی اور پوٹلی کھولنے لگی۔

تینوں نے خوب کھایا پیا۔ اس کے بعد جے وردھی باہر ہی بیٹھی رہی۔ پھر اس وقت خوب دن چڑھ چکا تھا جب سنیتا کی آنکھ کھلی وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ جب وہ باہر آئی تو جے وردھی تخت پر لیٹی ہوئی تھی۔ جاگ رہی تھی۔ سنیتا کو دیکھ کر اٹھ گئی اور مسکرا کر بولی۔ ''صبح ہوگئی تیری؟''

''میں بہت دیر تک سوئی ہوں نا..... نانی جی!'' سنیتا نے کہا۔

جے وردھی خوب ہنسی۔ ''یہ تُو نے اچھا کیا کہ مجھے نانی جی کہنے لگی۔ چل ٹھیک ہے منہ ہاتھ دھو لے وہ کھانا لے آیا ہے ہمارے لیے۔''

''پھر کھانا؟''

''تو اور کیا مگر میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ ہم یہاں کچھ زیادہ دن رہیں گے اور وہ ہمارے لیے کھانا پکانے کا سامان لا دے۔ اکیلا ہے بے چارہ رشتے ناتوں کو ترسا ہوا۔ بڑا خوش ہے ہم دونوں کے آنے سے۔ کہہ رہا ہے دوپہر کے بعد جائے گا اور سامان لے آئے گا۔ تجھے کھانا پکانا آتا ہے؟''

''نہیں۔'' سنیتا نے جواب دیا۔

''خیر وہ بھی آ جائے گا۔ تُو منہ ہاتھ دھو لے۔ کھانا کھائیں گے اس کے بعد تُو مجھے اپنے بارے میں بتانا۔''

کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد سنیتا نے مختصر طور پر جے وردھی سے کہا۔

''میں اپنے بارے میں تمہیں کیا بتاؤں نانی جی..... ماتا پتا مر گئے۔ ایک چھوٹی سی آبادی میں رہتی تھی۔ وہاں سے بھاگے راستے میں زمیندار نے میرے پتا جی کو مروا دیا۔ ماتا جی اور میں ایک غار میں بند ہو گئے اور اس کے بعد بہت عرصہ کے بعد بہت عرصہ کے بعد جب میں باہر نکلی تو ماتا جی مر چکی تھیں اور میں بے سہارہ ہو گئی تھی۔'' سنیتا نے مختصراً انداز میں پوری کہانی جے وردھی کو سنا دی۔

جے وردھی پُر خیال نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی پھر بولی۔ ''سنسار میں ہلچل مچا سکتی ہے تُو..... سنسار میں ہلچل مچا سکتی ہے۔ معصوم ہے۔ اپنے آپ کو نہیں جانتی۔ پر بڑا ہی اچھا ہوا اور بھوانی ماں جو بھی کرتی ہے اچھا ہی کرتی ہے۔ اب دیکھنا تُو ہم کالی کے داس اس سنسار کو اکال کھنڈر نہ بنا دیں تو ہمارا بھی نام نہیں۔ چھ کنبوں سے بدلہ لینا ہے مجھے۔ ان چھ کنبوں نے جو ظلم مجھ پر کیا ہے تُو سوچ بھی نہیں سکتی۔ کیا تھی میں۔ کیا بنا دیا ان لوگوں نے مجھے۔ پھر میں نے بہت سے منتر سیکھے۔ ان سے جنگ کرنے کے بارے میں سوچا تو میرے دشمنوں نے مجھے مسلمان عالموں کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے مجھے قید رکھا اور جب مجھے اندازہ ہو گیا کہ اب ان کی قید سے رہائی مشکل ہے تو میں نے مرنے کا ڈھونگ رچایا۔ سانس روکنا آتا ہے مجھے۔ سانس روک لی میں نے اور جب انہیں یہ اندازہ ہو گیا کہ میں مر چکی ہوں تو انہوں نے اپنے دھرم کے مطابق مجھے کفن پہنا کر دفن کر دیا لیکن تُو نے ایک بار پھر میرا جیون بچا لیا۔ یہ تیرا احسان ہے مجھ پر۔ یہ کہانی پھر تجھے کبھی اطمینان سے سناؤں گی بس تُو سمجھ لے ایک سنسار میرا دشمن رہا اور اس دشمنی میں اس نے کیا کیا کر ڈالا میرے ساتھ۔ میرا حلیہ دیکھ رہی ہے تُو..... ایسی نہیں تھی میں..... ایسی نہیں تھی۔ مجھے ایسا بنا دیا گیا ہے۔ مجھے ایک بار پھر تیرے روپ نے نیا جیون دیا ہے۔ اب جیون سے فائدہ اٹھانا میرا کام ہے۔ چھوڑوں گی نہیں انہیں جن سے بدلے کی بھاونا میرے من میں پروان چڑھ رہی ہے۔ ایک بات بتا سنیتا..... کیا تُو میرا ساتھ دے گی؟ بول..... میرا ساتھ دے گی تُو؟''

سنیتا سوچتی رہی ظاہر ہے اس کے پاس قوت فیصلہ نہیں تھی۔ کوئی راستہ ہی نہیں تھا۔ اس کے پاس زندگی گزارنے کا زمانے سے ناواقف ماحول سے بے خبر۔ اس نے مدھم لہجے میں کہا۔ ''نانی جی..... جیسا آپ کہو گی ویسا ہی کروں گی۔'' پھر وہ خاموش ہو گئی۔

موہن بہت اچھا آدمی تھا۔ پہلا دن..... دوسرا دن..... تیسرا دن..... کئی دن گزر گئے اس کی پیشانی پر کوئی شکن بھی نہیں آئی تھی۔ معاملات جوں کے توں چل رہے تھے۔ پھر ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دن جے وردھی نے اس سے پوچھا۔ ''موہن! کیا حال ہے تیرے جاگیردار کا۔ کیسی چل رہی ہے اس کی راجدھانی؟''

''نانی جی! ہم تو دو کوڑی کے غلام ہیں۔ ہماری کیا اوقات ہے..... مہاراج کیسے جیون بتا رہے ہیں ہمیں تو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ بس آپ یوں سمجھ لو کہ چل رہی ہے گاڑی۔ اکیلے ہیں کیا کر سکتے ہیں بہر حال۔''

''اچھا! یہ بتا..... آتے ہیں کبھی کبھی؟''

''ہاں! ہاں! کیوں نہیں..... اب تو موسم آ رہا ہے۔ مہاراج اس وقت آئیں گے جب آم پک جائیں گے۔ ابھی تو آم پک رہے ہیں۔ تھوڑے دن پہلے دیوان جی آئے تھے اور دیکھ بھال کر کے گئے تھے۔ بس جیون بیت رہا ہے۔''

جے وردھی خاموش ہو گئی تھی۔ پھر اس نے اسی رات سنیتا سے کہا۔ ''سنیتا..... جوان ہو گئی ہے تُو..... ایک بات بتا مجھے! کیا تیرے حُسن میں جوانی کا احساس نہیں اُبھرتا؟''

''سمجھی نہیں نانی جی!''

''میرا مطلب ہے کبھی من یہ نہیں چاہتا کہ کوئی من کا میت ملے؟''

سنیتا خاموشی سے کچھ دیر سوچتی رہی۔ پھر بولی۔ ''نانی جی..... کبھی سوچا ہی نہیں اس بارے میں جیون کی ساری کہانی تمہیں سنا چکی ہوں۔ اس کہانی میں کیا ایسا کوئی سمے ہے جو اس طرح کے خیالات من میں پیدا کر دے؟''

''ہاں! یہ تو ہے مگر باؤلی! میں تجھے بتاؤں گی کہ جیون کیا ہے؟ جوانی کیا ہوتی ہے؟ سنسار میں انسان کے من کے میت کیسے ملتے ہیں۔ تُو نے اپنی سندرتا کو دیکھا ہے کبھی؟ بھگوان کی سوگند! اگر راجکماریوں کے کپڑے پہن لے تو راجکماری لگے۔ ایسی کہ جو دیکھے من مسوس کر رہ جائے۔ تیرے جیون میں جو صورتِ حال نکلی ہے، مطلب یہ کہ منش کا خون پینا، گوشت کھانا اس نے تیرے شریر کو ایسا بنا دیا ہے کہ کوئی اسے دیکھے تو دیوانہ ہو جائے۔ دیکھ منش اگر اپنے آپ کو خلوص اور محبت کے ساتھ کسی کے حوالے کر دے تو بہت مشکل ہوتا ہے ایسا کہ اسے خلوص اور محبت سے چاہنے والے لوگ مل جائیں۔ سنسار اپنے مطلب کی سوچتا ہے اور اپنے مطلب کے سوچنے والے تجھے لاکھوں مل جائیں گے۔ جوانی اور جوانی کی دین تو تھوڑے ہی عرصہ ساتھ رہتی ہے اس کے بعد بس پھر سمجھ لے کہ پوچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اگر کوئی چیز سارا جیون ساتھ دے تو وہ ہوتی ہے اپنی عقل اور اپنی عقل سے کام لے کر ساری جوانی اور عمر کے لیے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ میری باتیں سمجھ میں آ رہی ہیں؟'' جے وردھی

نے سنیتا کو دیکھا۔

سنیتا مسکرا دی بولی۔ ''نانی جی! ہمیشہ ہی من چاہا کہ کوئی مجھے سنسار کی باتیں بتائے۔ بھگوان کی سوگند! مجھے پہلی بار لگ رہا ہے کہ کوئی مجھے میرا اپنا ملا ہے جو صرف اپنے ہی نہیں، میرے بارے میں بھی سوچ رہا ہے۔ آپ..... نانی جی! آپ میری مدد کرو اور مجھے بتاؤ مجھے اس پاپی سنسار کے بارے میں۔ اب جب آپ مجھے ملی ہو تو سنسار کا بہت سا گیان مجھے مل رہا ہے۔ مجھے یاد آ رہا ہے نانی جی کہ کس طرح میرے ماتا پتا کو جیون سے محروم کیا گیا۔ ہاں نانی جی..... اب ساری باتیں میری سمجھ میں آ رہی ہیں؟ میری ماتا جی بہت سندر تھیں۔ کنول کے پھولوں کی طرح۔ مجھے یاد ہے..... اچھی طرح یاد ہے۔ اب جبکہ ہوش آیا ہے مجھے تو ساری باتیں من میں آ رہی ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ میری ماتا جی کا حسن ہی میرے پتا جی کی موت کا سبب بن گیا تھا اور آخر میں مجھے یہ بھی یاد آ رہا ہے کہ ماتا جی نے مجھے جیتا رکھنے کے لیے اپنا خون پلایا تھا۔ اپنا گوشت کھلایا تھا تاکہ میں زندہ رہوں۔ نانی جی! اب مجھے ساری باتیں یاد آ رہی ہیں اور اس لیے یاد آ رہی ہیں کہ آپ نے میرے من میں پریم جوت جگائی ہے، اس نے مجھے سب کچھ یاد دلایا ہے۔ مجھے بتایئے سنسار کے بارے میں۔''

جے وردھی نے محبت سے سنیتا کو اپنے سینے سے لگا لیا اور بولی۔ ''کھلی کھلی سی بات ہے کہ پاپیوں کو کھا جاؤ۔ انہیں کچا چبا لو اگر تم ایسا نہیں کرو گی تو وہ ایسا کریں گے۔ تم نے اگر انہیں نقصان نہیں پہنچایا تو وہ تمہیں نقصان پہنچا دیں گے۔ یہی ریت ہے اس سنسار کی۔ اس سے پہلے کہ وہ تمہیں نقصان پہنچائیں، تم انہیں نقصان پہنچا دو۔ بس یہی تمہاری جیت ہے۔''

''میں ایسا ہی کروں گی نانی جی..... میں ایسا ہی کروں گی۔ مجھے بتاتی رہو نانی جی..... سب کچھ بتاتی رہو۔''

''آج سے میں تجھے اصل سنسار کی تصویر دکھاؤں گی۔ بتاؤں گی تجھے کہ سنسار کیا ہے اور اس سے نمٹنے کے لیے تجھے کیا کرنا ہوگا۔''

''میں تمہاری ہر بات کی تعمیل کروں گی نانی جی!'' سنیتا نے جواب دیا۔

پتہ نہیں جے وردھی کا ماضی کیا تھا۔ وہ بڑی پُراسرار شخصیت کی مالک تھی۔ جو کچھ اس نے سنیتا کو بتایا تھا وہ بھی سنسنی خیز تھا۔ کس نے کیا تھا اس کے ساتھ یہ بات تو سنیتا کو معلوم نہیں تھی لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ بوڑھی عورت جوانوں سے زیادہ ذہین اور سمجھ دار تھی۔ لگتا تھا سینکڑوں سال کا تجربہ اس میں سما گیا ہو اس نے سنیتا کو زندگی کے ہر رنگ سے آشنا کر دیا۔ اس نے سنیتا کو سکھایا کہ مرد کو لبھانے کے لیے کیا طریقے ہوتے ہیں۔ انسانوں کو اپنے جوتوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر کیسے سلایا جاتا ہے۔ یہ سارے گُر اس نے سنیتا کو سکھائے اور سنیتا انہیں سیکھتی رہی۔

ادھر موہن تھا جو نہ جانے اپنے دل میں سنیتا کے لیے کیا مقام بنا چکا تھا۔ سنیتا ساری دنیا سے بے خبر جے ورد تھی کے احکامات کی تعمیل کر رہی تھی اور موہن ان ساری چیزوں سے بے گناہ اس کے لیے دل میں کیا کیا ارمان سجائے..... بس اس کی پوجا کر رہا تھا۔

یوں وقت آہستہ آہستہ گزرتا جا رہا تھا۔ موہن کی پرستش عروج پر پہنچ گئی تھی۔ ایک رات جب اس سے اپنا دل سنبھالا نہ گیا اور جے ورد تھی گہری نیند سو گئی تو موہن نے سنیتا کو آواز دی جو سونے کے لیے جا رہی تھی۔ سنیتا، موہن سے کافی بے تکلف ہو چکی تھی۔ چنانچہ وہ آہستہ سے چلتی ہوئی موہن کے پاس پہنچ گئی۔ ''کیا بات ہے موہن؟''

''سنیتا..... ذرا دیکھ! چاند پورا ہو گیا ہے؟''

''وہ تو ہے۔''

''تجھے بڑی عجیب بات بتاؤں؟''

''ہاں بتا۔''

''وہ جو تین پیڑ سر جوڑے کھڑے ہیں اور ان کے بیچ میں گہرا گڑھا ہے نا..... دیکھا ہے نا تُو نے؟ وہ اُدھر۔''

''ہاں ہاں! دیکھا ہے۔ اب تو میں نے سارا باغ ہی دیکھ ڈالا ہے۔''

''سنیتا! جب چاند پورا ہوتا ہے نا تو اس گڑھے میں تین پھول کھلتے ہیں۔ ساری رات یہ پھول کھلے رہتے ہیں اور صبح کو ان کا پتہ نہیں ہوتا۔ ہے نا عجیب بات۔'' موہن کپکپاتی آواز میں بولا۔

''کیا واقعی ایسا ہے؟''

''اپنی آنکھوں سے دیکھ لے چاہے میں کوئی جھوٹ بول رہا ہوں؟''

''نہیں! ایسی بات نہیں ہے۔ چل ذرا دیکھوں تو سہی۔''

موہن کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ آج وہ جو کچھ کرنے جا رہا تھا۔ وہ اس کی دیوانگی کی انتہا تھی۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس جگہ پہنچا۔ گڑھے کے پاس پہنچ کر اس نے کہا۔ ''دیکھ لے جھانک کر۔''

سنیتا نے جھانک کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ چونک کر رہ گئی اور بولی۔

''موہن..... یہاں تو کوئی پھول نہیں کھلا۔''

''وہ مٹی کا گڑھا تو ہے نا۔''

''تو پھر؟''

''ایک گڑھا میرے من میں بھی ہے۔''

''تیرے من میں۔''

''ہاں۔''

''تو پھر؟''

''تینوں پھول اس گڑھے میں کھلے ہوئے ہیں۔ سنیتا! میں پریم کرنے لگا ہوں تجھ سے۔ سارا جیون تیرے چرنوں میں وار دینے کے لیے تیار ہوں۔ سنیتا! تُو یقین کر۔ سارا جیون تجھے سکھی رکھوں گا۔ ماں جی کبھی میری خواہش سے انکار نہیں کرے گی۔ تُو ایک بار میرے من میں بس جا! سنیتا! تُو میرے من میں بس ہوئی ہے۔ ہزار جیون وار دوں گا تیرے جیون پر۔''

سنیتا نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وقت خود اپنی آواز ہوتا ہے۔ کہانیاں خود بخود نہیں بنتیں۔ وقت ان کہانیوں کو آواز دیتا ہے اور اس وقت جو صورتِ حال تھی وہ بھی بس ایک کہانی ہی تھی۔ سنیتا کی نگاہیں موہن کے چہرے پر پڑنے کے بجائے اس کی لمبی گردن پر پڑی تھیں۔ بائیں سمت ایک رگ پھولی ہوئی تھی اور سنیتا کی نگاہیں اس رگ پر جم گئیں۔ اس نے گہری نگاہوں سے اس رگ میں دوڑتے ہوئے خون کو دیکھا اور اس کی نگاہوں میں نشہ آلود کیفیت پیدا ہو گئی۔ اس نے کہا۔ ''موہن..... کیا چاہتا ہے تُو مجھ سے؟''

''من کی پیاس بجھانا چاہتا ہوں۔ سارا جیون دے دوں گا تجھے۔''

''اگر میں تجھ سے تیرا جیون واقعی مانگوں تو۔''

''مانگ کر دیکھ۔''

''سوچ لے۔''

''سوچ لیا۔'' موہن نے کہا اور آگے بڑھ آیا۔ سنیتا کے دونوں ہاتھ پھیل گئے اور موہن سحر زدہ ہو گیا۔ یہ سحر اس وقت ٹوٹا جب اس کی گردن میں سنیتا کے تیز نوکیلے دانت پیوست ہو گئے اور رگ نے منہ کھول دیا۔ موہن بُری طرح تڑپا تھا۔ اس کے منہ سے وحشت زدہ آواز نکلی۔ ''سنیتا! یہ کیا..... یہ کیا؟''

لیکن اب وہاں سنیتا کہاں تھی؟ ایک خون ریز شیطان موہن کی گردن سے لپٹ گیا تھا۔ ایک خوفناک ناگن نے اپنے دونوں ہاتھ اس کی گردن کی رگ میں پیوست کر دیئے تھے۔ موہن نے اپنے مضبوط بدن کی پوری طاقت سے سنیتا کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اسے دور کرنا چاہا لیکن اسے احساس ہوا کہ پتھر کا ایک وجود، ایک خوفناک فولادی چٹان اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سارے وجود پر حاوی ہے۔ اپنی تمام تر جسمانی قوت، اپنی تمام تر جان سے زور لگا کر اس نے سنیتا کو پیچھے ہٹانا چاہا لیکن سنیتا کسی جونک کی طرح اس کے ساتھ لپٹی ہوئی تھی۔ اس نے موہن کی دونوں ٹانگیں اپنی ٹانگوں میں جکڑ لی تھی۔ وہ کسی ایسے پہلوان کی طرح چپکی ہوئی تھی جسے لاتعداد داؤ پیچ آتے ہیں۔ موہن کی گردن کا خون اس کے وجود میں منتقل ہو رہا تھا۔ وہ یہ خون پی رہی تھی اور موہن بے سدھ ہوتا جا رہا تھا۔ نہ جانے کب تک اس نے جدوجہد کی اور اس کے بعد اس کی جدوجہد سرد پڑ گئی لیکن سنیتا اب وہ سنیتا نہیں تھی۔ جسے وردھی نے اس زمانے سے روشناس کرا دیا تھا۔ یہ بتا دیا تھا اس نے سنیتا کو کہ اپنی حفاظت دنیا کا سب سے بڑا کام ہے انسان جو کچھ بھی کرے سب سے پہلے اپنے بچاؤ کا بندوبست کرے۔ اسی میں اس کی زندگی ہے اور سنیتا نے ایسا ہی کیا تھا۔ چنانچہ اب ان تمام چیزوں سے فارغ ہو کر سب سے پہلے اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ موہن کی جھونپڑی کے آس پاس جو ساری چیزیں تھیں اس کے بارے میں اس ساری معلومات تھیں۔

واپس آ کر اس نے سب سے پہلے جے وردھی کو دیکھا۔ بوڑھی عورت گہری نیند سو رہی تھی۔ سنیتا نے کچھ بیلچے وغیرہ اٹھائے اور واپس اسی جگہ پہنچ گئی۔ جہاں اب موہن کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ وہ گڑھا جس کے بارے میں موہن نے بتایا تھا کہ تین پھول کھلتے ہیں۔ اب اس میں موہن کی لاش پڑی ہوئی تھی اور سنیتا چاروں طرف سے مٹی سمیٹ کر تین پھول والے اس گڑھے کو بند کر رہی تھی۔ پھر اس نے ٹوٹی ہوئی گھاس اس گڑھے پر لگائی اور اس طرح اسے اوڑھ دیا کہ کسی کو خواب میں بھی خیال نہ ہو کہ اس گڑھے میں کسی انسان کی لاش دفن ہے۔ چاند کی روشنی میں تمام چیزوں کا جائزہ لینے کے بعد اس نے اطمینان کی گہری سانس لی اور موہن کی کہانی یہاں ختم ہو گئی۔

دوسری صبح جے وردھی نے اس سے موہن کے بارے میں پوچھا تھا۔

''وہ کہاں گیا؟''

''پتہ نہیں۔''

''شاید صبح کا سامان لینے گیا ہو۔''

''تُو کہاں تھی صبح؟''

''میں سو رہی تھی۔'' سنیتا نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

''مجھے تو چنتا ہو رہی ہے۔''

''آ جائے گا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' مگر موہن شام تک واپس نہ آیا۔ رات کو بھی

واپس نہ آیا۔ البتہ دوسرے دن کچھ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں پہنچے وہ موہن کو آوازیں دیتے ہوئے وہاں آئے تھے۔ جواب میں جے وردھی باہر نکل آئی۔

''ہاں..... کیا بات ہے بھائی؟''

''ماتا جی..... موہن کہاں ہے؟''

''پتہ نہیں..... کیوں کیا ہوا ہے؟''

''وہ اصل میں دھرم چند جی آ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ موہن سے کہیں کہ اچھے اچھے آم توڑ کر رکھے۔ دھرم چند جی کسی وقت بھی پہنچ جائیں گے۔''

''موہن آ جائے گا تو کہہ دوں گی۔''

''ماتا جی آپ کون ہیں؟''

''میں موہن کی دادی ہوں۔ کافی دن سے یہاں رہتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے ماتا جی! آپ یہ بات اس سے کہہ دیں دھرم راج جی کسی وقت بھی یہاں آ سکتے ہیں۔''

جب وہ لوگ چلے گئے تو جے وردھی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

سنیتا دروازے کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔ جے وردھی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور اب پھر امتحان کا وقت آ گیا ہے سنیتا! میں نے تجھے اس سنسار کے بارے میں جو سکھایا ہے سمجھ لے وہ تجھے انجام دینا ہے۔ کیا سمجھی؟''

''سمجھ گئی نانی جی مگر بات کیا ہے؟''

''دھرم راج یہاں آ رہا ہے۔ دھرم راج کو پہلے جال میں پھانسنا ہے تجھے، سمجھ لے کہ اس کے بعد جاگیرداروں کے گھر کے دروازے تجھ پر کھلے ہوں گے اور تیری جگہ باغ کا یہ جھونپڑا نہیں بلکہ راج محل ہو گا۔ تجھے راجکماریوں کی طرح جیون بتانا ہے بعد میں بتاؤں گی کہ تجھے کیا کرنا ہے۔ کیا سمجھی؟''

''میں تیار ہوں نانی جی!''

''نہیں تُو تیار نہیں ہے۔ میں تجھے تیار کروں گی۔'' اس کے بعد جے وردھی غائب ہو گئی۔ یہ پتہ نہیں چل سکا کہ وہ بوڑھی عورت کہاں گئی ہے۔ پھر جب وہ واپس آئی تو اس کے پاس کافی سامان تھا۔ اس نے کہا۔

''سنیتا! میں تیرا سنگھار کروں گی۔''

سنیتا کو اس عورت کی صلاحیتوں کا آہستہ آہستہ احساس ہونے لگا تھا جے وردھی اس کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سنگھار کرنے لگی۔ سنیتا کے ڈھیلے ڈھالے بالوں کی اس نے چوٹی گوندھی۔ اس چوٹی میں اس نے گلاب کے پھول پروئے۔ پھر کچھ پھول اس نے اس کے بالوں میں لگائے۔ گہرے رنگ کا لباس اسے پہنایا اور اس کے بعد عجیب سی نگاہوں سے اس نے سنیتا کی طرف دیکھا۔ پھر آہستہ سے بولی۔

''بھگوان کی سوگند مرد ہوتی تو اسی جگہ جیون وار دیتی۔ ایسی سندر لگ رہی ہے تُو کہ اگر انسان تجھے دیکھے تو مر جائے۔ جینے کی تمنا کھو دے۔''

سنیتا مسکرا دی پھر بولی۔

''نانی جی! اس سے پہلے تو میں نے کبھی اپنے آپ پر غور نہیں کیا تھا۔ آج تم نے مجھے نہ جانے کیا بنا دیا۔''

''اس کی ایک وجہ ہے۔''

''کیا وجہ ہے نانی؟''

دھرم راج رات کو تو نہیں آیا لیکن صبح کو جے ورد تھی نے کچھ تحریک دیکھی اور جلدی سے سنیتا کو ہوشیار کر دیا۔ موسم بہت خوب صورت تھا۔ لیکن آسمان پر بادل چھائے ہونے کی وجہ سے بھیگا بھیگا تھا۔ جے ورد تھی نے سنیتا کو اتنا چالاک کر دیا تھا کہ سنیتا ہر بات سے پوری طرح واقفیت رکھتی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ اسے بہت بڑا کام کرنا ہے جے ورد تھی نے اسے بہت سمجھایا اسے اندازہ تھا کہ اگر اس نے آج دھرم راج کو متاثر کر لیا تو اس کا مستقبل بن جائے گا۔

وہ باغ کے ایک خوب صورت گوشے میں پہنچ گئی۔ درختوں پر کوئل کوک رہی تھی۔ وہ خاموش کھڑی اس کوئل کو سنتی رہی۔ پرندے اس موسم کے حُسن سے پورا پورا لطف اٹھا رہے تھے۔ بادل کچھ اور گہرے ہو گئے۔ اچانک قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کے بعد فنکارہ کا فن آسمان سے باتیں کرنے لگا۔ سہما ہوا حُسن اتنا حسین کہ دیکھنے والا دیوانہ ہو جائے۔ خالی آنکھوں میں خوف کے سائے اس حُسن میں اضافے کا باعث بنے اور سامنے کھڑے ہوئے آدمی نے دل تھام لیا۔

سنیتا سہمی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ خوب صورت سلک کے لباس میں ملبوس جو شخص کھڑا تھا۔ اس کا قد لمبا تھا۔ بال بہت خوب صورت جن میں کنپٹیوں کے پاس سفیدی جھلک رہی تھی۔ بارعب چہرہ حیرت سے سمٹے ہوئے ہونٹ، خوش رنگ، دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ واقعی بڑی جاگیر کا مالک ہے شان تھی کہ پورے وجود سے ٹپکتی تھی۔ خود سنیتا نے اتنا شاندار مرد

زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا۔ اس کی نگاہیں دیکھنے والے کو دیکھ رہی تھیں۔ لگتا تھا کہ اس کا سحر توڑ دیا گیا ہو۔ آہستہ آہستہ اس کے چہرے سے خوف کے آثار ہٹنے لگے ہوں اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے نرم لہجے میں کہا۔

''تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔'' وہ بھی چونکا۔ سنیتا کی مسکراہٹ نے، اس کے دلنواز جسم نے اس سے خوف چھین لیا۔ اس بے تکلفی پر وہ مرمٹا۔ اس کی آنکھوں میں زندگی لوٹ آئی پھر وہ آہستہ سے بولا۔

''کیا یہاں اپسرائیں آتی ہیں۔''

''میرا نام اپسرا نہیں سنیتا ہے۔'' سنیتا نے ہنس کر کہا۔ لگا جیسے جلترنگ بج اٹھے ہوں۔ دل کے تار چھڑ گئے ہوں۔ تمام سے واقف تھی۔ پھر اس نے کہا۔ ''میں تو آکاش سے نہیں اُتری مگر لگتا ہے کہ تم آکاش سے دھرتی پر اُترتے ہو۔''

جواب میں ادھر بھی ہنسی اُبھری پھر پوچھا گیا۔

''کیوں؟''

''مجھے تو پتہ نہیں۔ تم یہاں کیسے پہنچے؟''

''تم کوئل کی کوک میں الجھی ہوئی تھیں۔ ورنہ میرے آنے کی آواز ضرور سن لیتیں۔''

''کوئل کی کوک سندر ہوتی ہے۔ کیسی سندر آواز دی ہے اسے بھگوان نے۔''

''مگر تم ہو کون؟ دھرم راج کے باغ میں آموں کی تو تعریف سنی تھی یہ حُسن کہاں سے آ گیا۔''

''اے..... اے..... اے تم دھرم راج جی کا نام ایسی بے تکلفی سے کیوں لے رہے ہو۔ وہ مہاراج ہیں ہمارے۔''

''اچھا..... تمہارے مہاراج ہیں وہ؟''

''تو اور کیا۔''

''مگر تم ان کی کون ہو؟''

''ہم..... ان کی تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ مگر وہ ہمارے مہاراج ضرور ہیں۔''

''کہاں سے آئی ہو؟''

''لو آتے کہاں سے؟''

''تمہارا گھر کہاں ہے؟''

''موہن کے پاس؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اوہ اچھا......اچھا۔"

"تم موہن کو جانتے ہو؟"

"ہاں......موہن ہمارا بہت اچھا دوست ہے۔کہاں ہے وہ؟"

"پتہ نہیں کہاں چلا گیا ہے۔نانی جی بھی پریشان ہیں اس کے لیے۔"

"اچھا اسی لیے ہمیں نہیں ملا۔"

"وہ نہیں ہے اسی لیے تو ہم اس باغ کی رکھوالی کر رہے ہیں؟"

"اچھا......اچھا......یہ باغ کس کا ہے۔"

"یہ باغ ہمارے مہاراج دھرم راج کا ہے۔"

"ارے ہوگا کوئی مہاراج ہم بھی کسی مہاراج سے کم نہیں ہیں۔ہم دھرم راج سے زیادہ دولت مند ہیں۔"

"ہوں گے......ہوں گے۔پر وہ ہمارے مہاراج ہیں۔تم جاؤ یہاں سے ہم تمہیں ایک آم بھی نہیں دیں گے؟" وہ مڑ کر جانے لگی تو ایک آواز اُبھری۔

"میری بات تو سنو......میری بات تو سنو۔"

"کیا ہے؟"

"کیا میں اتنا بُرا ہوں کہ دو منٹ مجھ سے بات بھی نہیں کر سکتیں۔"

"کر تو سکتے ہیں مگر تم نے ہمارے مہاراج کو بُرا کہا۔اس لیے ہم بُرا مان گئے۔" جواب میں وہ بھی مسکرا دیا پھر بولا۔

"بات تو سنو جا کہاں رہی ہو۔"

"وہ جھونپڑی ہے ناں ہماری۔"

"موہن کی جھونپڑی۔"

"ہاں۔"

"موہن تمہارا کون ہے؟"

"بھائی ہے نانی جی ہمارے ساتھ ہیں۔اس سے پہلے ہم اور کہیں رہتے تھے لیکن اب ہم موہن کے پاس آ گئے یہیں رہتے ہیں۔"

"اچھا تمہارا نام کیا ہے؟"

"سنیتا۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ سنیتا تم نے دھرم راج کو دیکھا ہے؟"

"نہیں تو۔"

"ملو گی دھرم راج مہاراج سے۔"

"کیا وہ بھی آئے ہیں؟" سنیتا نے دلچسپی سے کہا۔

"نہیں وہ تو نہیں آئے لیکن ہم تمہیں ان کے پاس لے جا سکتے ہیں۔"

"ارے جاؤ...... جاؤ تم کیا لے جاؤ گے۔ہم نہیں جانتے تمہارے ساتھ ہمارے مہاراج اگر ہمیں بلائیں تو یہ دوسری بات ہے۔"

"مہاراج تمہیں بلائیں تو جاؤ گی ان کے پاس؟"

"اب ہم تمہیں اپنے مہاراج کی باتیں کیوں بتائیں۔"

"اچھا......بھئی مت بتاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔اب ہم چلتے ہیں۔" یہ کہہ کر سنیتا واپسی کے لیے مڑی اور تیز رفتاری سے اپنی جھونپڑی کی طرف بھاگ گئی۔

بہر حال یہ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن یہ جانتی تھی کہ وہ دھرم راج کو زندگی سے محروم کر آئی ہے۔ درحقیقت دھرم راج دیوانہ ہو گیا تھا اور جب وہ واپس مڑا تو اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ تجھے کیا معلوم بے وقوف! کہ دھرم راج تیرا دیوانہ ہو گیا ہے نہ جانے تُو اب تک کہاں تھی؟ نہ جانے اب تیرے بغیر ہم کیسے گزارہ کریں گے۔ وہ عجیب وغریب انداز میں دیر تک کھڑا رہا اور اس کے بعد لڑکھڑاتے قدموں سے واپس مڑ گیا۔

لیکن اس کے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم تھا کہ دو پُراسرار آنکھیں، دو سرخ آنکھیں جو ایک بھیانک چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔اس کا جائزہ لے رہی ہیں۔مڑی ہوئی ناک کے نیچے ایک خوفناک مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ وہ واپس چلا گیا۔لیکن اس کے دل میں بہت سے احساسات بہت سی خواہشات جنم لے رہی تھیں۔پھر اپنی جاگیر پر پہنچ کر اس نے اپنے سب سے قریبی راز دار کو طلب کر لیا اور راز دار گردھاری تھا۔گردھاری اس کی بُرائیوں کا ساتھی تھا اور دنیا بھر کی نیک نامی کمانے کے بعد دھرم راج گردھاری کو طلب کرتا تھا۔تو یقیناً اس کے پیچھے کوئی بُرا تصور ہوتا تھا۔

گردھاری اس کے پاس پہنچ گیا۔اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مہاراج! جب مجھے بلاتے ہیں تو میں چاروں اطراف دیکھتا ہوں پھر آتا ہوں اور پھر سوچتا ہوں کہ وہ کون سی اپسرا ہے جو مہاراج کو پسند آ گئی ہے اور اسے حاصل کرنے میں مجھے کیا مشکل پیش آ سکتی ہے۔کہیے مہاراج کیسے بلایا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''تم باتیں بہت بناتے ہو گردھاری! فضول باتوں سے گریز کیا کرو۔ مجھے زیادہ فضول باتیں پسند نہیں۔''

''تو پتا بتا دیں۔ مہاراج!''

''سنو۔'' دھرم راج گردھاری کو ساری تفصیلات بتاتا رہا۔ گردھاری غور سے سنتا رہا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''یہ بھی کوئی مشکل کام ہے۔''

گردھاری لعل نے اپنا کام شروع کر دیا اور اس کے بعد وہ نہ جانے کس طرح جے وردھی کے پاس پہنچا جے وردھی تو اس کا انتظار کر ہی رہی تھی گردھاری لعل نے بوڑھی عورت سے کہا۔

''دیکھو بوڑھی عورت! ابھی تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ تم کیسا گوہر نایاب اپنے جھونپڑے میں لیے بیٹھی ہو۔ قسمت بار بار مہربان نہیں ہوتی اگر قسمت مہربانی کرے تو جیون بدل جاتا ہے۔ ایک بوڑھے بدن کے ساتھ تمہیں اس جھونپڑے میں رہتے تکلیف نہیں ہوتی؟''

جے وردھی نے کہا۔ ''کیوں نہیں ہوتی۔ مہاراج جوان نواسی ساتھ رہتی ہے۔''

سنیتا نے کہا۔ ''ہمارے پاس نانی ہیں۔ ہمیں ان کی دیکھ بھال بھی کرنا پڑتی ہے۔ پر کیا کریں جو بھوانی ماں کی مرضی۔''

''بھوانی ماں نے تیرے بھاگ جگا دیئے ہیں۔ چلو اٹھو..... اب ایسی شخصیت نے تمہیں بلایا ہے سنو گی تو حیران رہ جاؤ گی۔''

''کون ہے وہ؟''

''دھرم راج..... نام سنا ہے تم نے ان کا؟''

''جھونپڑوں میں رہنے والے بڑے لوگوں کا کیا نام سنیں گے۔ مہاراج..... پر آپ کہہ رہے ہیں تو ٹھیک ہی ہو گا لیکن انہوں نے ہمیں کیوں بلایا ہے۔''

''یہ بعد کی باتیں ہیں۔ پہلے یہ بتاؤ چلو گی۔''

''مہاراج سنسار سے اس طرح رشتہ ٹوٹ گیا ہے کہ کوئی پوچھنے والا نہیں رہ گیا۔ اگر کوئی پوچھے تو اسے کیسے ٹھکرایا جا سکتا ہے۔''

''تو پھر تیاری کرو۔''

جے وردھی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پہلی کامیابی اسے حاصل ہوئی تھی۔ دھرم راج کی حویلی پوری محل کا محل تھی اور اس محل میں ایک ایسی جگہ اسے ملی تھی۔ جہاں سے محل

کے آس پاس دھرم راج کی جاگیر کا جائزہ لیا جا سکتا تھا۔ بہت بڑے جاگیردار تھے۔ دھرم راج اور بہت خوب صورت جگہ تھی یہ ان کی جہاں چاروں طرف زندگی ہی زندگی تھی۔ تانگے، موٹریں، بھرے پرے بازار بانکے سجیلے لوگ۔

حویلی کے عقبی حصے سے اندر داخل ہو کر ان دونوں کو اس کوارٹر میں پہنچا دیا گیا۔ جو حویلی کے خاص ملازمین کے لیے تھا۔ کوارٹر بھی جاگیردار نے اپنی حیثیت کے مطابق بے حد خوب صورت بنوائے تھے۔

گردھاری جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے قرب و جوار کے لوگوں کو بتایا کہ اس کی ایک رشتے دار آئی ہے اور یہاں رہے گی۔

جے وردھی کو جب رہنے کی جگہ ملی تو اس نے سنیتا سے کہا۔ ''دیکھ سنیتا! تیرا جیون میں نے اپنے کندھوں پر لے لیا ہے۔ جو کچھ تجھ پر بیتی ہے وہ ایک الگ بات ہے۔ اپنا جیون اگر شانتی سے گزارنا چاہتی ہے تو بس سمجھ لے کہ جے وردھی کے کہنے پر ہاں..... کرنا تجھے پُر آسائش زندگی ملے گی۔ میری فکر مت کرنا اور اگر کبھی ایسی انہونی بات دیکھے جو تیری سمجھ میں نہ آئے تو پریشان نہ ہونا۔''

بات بھی کوئی ایسی نہیں تھی۔ جو باعث پریشانی ہو۔ ابھی تک اس کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ اس نے کیا کھویا ہے۔ کیا پایا ہے۔ وہ تو بس اپنی معصوم زندگی کو بہتر رنگ دینا چاہتی تھی۔

گردھاری نے دھرم راج کو بتا دیا تھا کہ کام ہو گیا ہے لیکن جو کھایا جائے وہ ٹھنڈا کر کے کھایا جائے۔ اسی میں آسانی ہے۔ دھرم راج بھی قرب و جوار کے حالات سے محتاط تھا۔ چنانچہ اس نے بھی مطمئن ہو کر گردن ہلا دی اور کہا کہ ابھی جلد بازی نہیں کرنا چاہتا۔ گوہر نایاب مٹھی میں آ گیا ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔

چنانچہ سنیتا اب اس حویلی میں مقیم ہو گئی۔ ایک صبح جب جاگی تو جے وردھی موجود نہیں تھی۔ جے وردھی کیا چیز تھی۔ اس کا ماضی کیا تھا۔ سنیتا کو معلوم نہیں تھا۔ لیکن کچھ سنیتا نے بھی کبھی جے وردھی کا ماضی جاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہ سب کچھ اس کی فطرت میں نہیں تھا۔ بس دو وقت کی روٹی اور صاف ستھرا کپڑا۔ ہاں خون کی طلب فطرت کا ایک حصہ تھی لیکن وہ اتنی جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی۔ بس ایک بار وجود میں انسانی خون اتر جائے تو کافی عرصہ چل جاتا تھا۔ دو دن گزر گئے جے وردھی واپس نہیں آئی تھی۔ ملازمین اس کے لیے کھانے کی چیزیں لاتے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک دن وہ اپنے کوارٹر کے دروازے کے پاس آئی اور تھوڑا سا دروازہ کھول کر جھانک کر دیکھا۔ ایک خوبصورت لڑکی سامنے سے گزر رہی تھی سنیتا نے اسے آواز دی اور لڑکی رک گئی۔ سنیتا نے اسے قریب بلا لیا۔ لڑکی اپنی جگہ حیران رہ گئی تھی۔ تب سنیتا ہنس کر بولی۔

''ارے وہاں کیا کھڑی ہے انسان ہوں۔ تمہیں تو ایسا لگ رہا ہے۔ جیسے بھوت دیکھ لیا ہو۔''

لڑکی آہستہ آہستہ قریب آ گئی پھر اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے سنیتا کو دیکھا۔ پھر اس نے کہا۔ ''بھگوان کی سوگند! راجا اِندر کے اکھاڑے کی بات ہی سنی تھی۔ کوئی اپسرا اوپر سے نیچے آ پڑے گی اور اس گھر میں آ جائے گی کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ کیا تم مہاراج گردھاری کی رشتے دار ہو؟''

''ہاں..... وہ میرے ماما جی لگتے ہیں۔'' سنیتا نے کہا اور ہنس پڑی۔ لیکن لڑکی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ گہری نگاہوں سے سنیتا کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

''ایک بات بتاؤ گی؟''

''تم اندر تو آؤ۔ بیٹھو میرے ساتھ اکیلی ہوں۔''

''نہیں نانی جی بھی رہتی ہیں۔ یہاں کہیں چلی گئی ہیں وہ۔''

''گردھاری کے بارے میں بتاؤ کہ ان سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟''

''میں نے کہا ناں..... ماما جی ہیں۔''

''سگے؟''

''واہ..... رام! ایک بات کہوں تم سے۔''

''کہو۔''

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''سنیتا۔''

''سنیتا تم غلط جگہ آ گئی ہو۔''

''کیا مطلب؟''

''ہمارے مہاراج بڑے نظر باز ہیں اور..... اور..... مگر اپنے ماما جی سے یہ بات مت کہہ دینا۔ نہیں تو میری گردن ہی کٹ جائے گی۔''

''تم چنتا مت کرو بتاؤ تو سہی کیا بات ہے؟''

''مہاراج دھرم راج نے تمہیں دیکھ لیا تو تمہاری خیر نہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ اس پوری

حویلی میں تمہاری جیسی ایک بھی نہیں ہے اگر انہوں نے دیکھ لیا تو دیوانے ہو جائیں گے اور پھر تجھے ان کی داسی بننا پڑے گا اور بڑی مشکل ہو جائے گی۔''

''ہائے رام..... پھر کیا کروں گی میں؟''

''میں کیا بتاؤں تجھے۔ نانی جی کب آئیں گی تیری؟''

''پتہ نہیں..... ویسے تم کون ہو؟''

''نوکری کرتی ہوں یہاں حویلی کے بہت سے کام کرتی ہوں۔''

''مگر تم جو بات کہہ رہی ہو وہ تو بڑی خوفناک ہے۔ یہ بتاؤ دھرم راج مہاراج کہاں ہوتے ہیں؟ میں تو ان کے سامنے بھی نہیں جاؤں گی۔''

''بس ذرا احتیاط رکھنا اور کیا بتاؤں تجھے۔''

''تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔''

''ڈرانے کی بات نہیں۔ بس تُو اتنی سندر ہے کہ لگتا ہے کہ چندر مادھرتی پر اُتر آیا ہے۔''

''تُو نے اپنا نام نہیں بتایا۔''

''سلونی ہے میرا نام۔''

''سلونی..... میری سہیلی بن جاؤ۔ میں بڑا اکیلا محسوس کرتی ہوں یہاں۔''

''ٹھیک ہے میں تیری مدد کروں گی۔'' سلونی باہر نکل گئی اور اس کے بعد سلونی دن میں کئی بار اس سے ملی۔ بڑی اچھی دوستی ہو گئی تھی ان کے بیچ۔ دھرم راج اپنی کچھ ایسی مصروفیات میں مصروف ہو گیا تھا کہ ابھی اس نے سنیتا پر توجہ نہیں دی تھی۔ ادھر سلونی، سنیتا سے بہت بے تکلف ہو گئی تھی۔

ایک دن سلونی نے سنیتا سے کہا۔ ''سنیتا! تیری نانی جی تو ایسے غائب ہو گئیں۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ! ویسے ایک بات ہے اگر مہاراج دھرم راج تجھے مل جائیں اور تُو انہیں اپنے جال میں پھانس لے تو تُو رانی بن سکتی ہے۔ اس راج محل کی تب یہ ساری حویلی تیرے قبضے میں ہو گی۔ دھرم راج تجھے رانی بنائیں گے۔''

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟''

''میں تجھے بتاؤں گی کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ صبح چھ بجے مہاراج پچھلے باغ میں سیر کے لیے آتے ہیں۔ اس لمحے کسی اور کو باغ میں جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ میں بھی بعد میں جاتی ہوں۔ اگر تُو باغ کے کسی کونے میں چھپ جائے اور وہ تجھے دیکھ لیں تو سمجھ لے کام بن سکتا ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''تُو مجھے وہاں پہنچا دے گی سلونی؟''

''کیوں نہیں تیری سہیلی جو ٹھہری۔''

''مگر میرے پاس تو اچھے کپڑے بھی نہیں ہیں۔''

''تو کیا فرق پڑتا ہے۔ تُو ہاں کہہ میں سب کچھ کروں گی۔''

تقدیر کچھ نئی کہانیاں ترتیب دے رہی تھی۔ ہردیو ناتھ نے ایک گھرانے کو تباہ کیا تھا۔ وہ اپنے بیٹے سے محروم ہو گیا تھا۔ سنیتا جوں کی توں تھی۔ بُرائی کرنے والے راستے سے ہٹ رہے تھے۔ پھر جے ورد تھی ملی تھی۔ جے ورد تھی کیا تھی۔ یہ تو وہ ہی جانتی تھی۔ اس نے صرف ایک بات کہی تھی کہ چھ گھرانوں سے انتقام لینا ہے اور اس انتقام کے لیے اس نے سنیتا کو آلہ کار بنایا تھا۔ مگر یہ نہیں معلوم تھا اسے کہ سنیتا کیا چیز ہے اور آگے کیا ہونے والا ہے۔

بہر حال سلونی اس کے لیے اچھے راستوں کا انتخاب کر رہی تھی۔ چنانچہ سلونی نے سب سے پہلے وہ لباس تیار کروایا تھا۔ جو تھا تو معمولی لیکن سنیتا کے جسم پر جا کر نہ جانے کیا سے کیا بن گیا تھا۔ سلونی نے یہ لباس اسے پہنے دیکھا تو سنیتا کو دیکھ کر مسکرا کر بولی۔

''بھگوان کی سوگند! اگر میں مرد ہوتی تو تجھ پر اپنا جیون وار دیتی۔ چاہے مہاراج دھرم راج میری گردن ہی کیوں نہ کٹوا دیتے لیکن میں تیرے لیے جیون ضرور دے دیتی۔''

''چل ہٹ تُو میری سکھی ہے۔ ایسی بات کیوں کرتی ہے؟''

''بہر حال اب تجھے جانا ہے۔ ہوشیار رہنا ہے۔ بس یہ سمجھ لے کہ تیرا کام ہو جائے گا۔''

پھر دوسرے دن صبح ہی صبح سنیتا تیار ہوئی اور اس کے بعد وہ باغ کے عقب کی جانب چل پڑی اس نے وہاں دھرم راج کو دیکھا اور چھپ کر کھڑی ہو گئی۔ یہ اندازہ تو اسے پہلے ہی ہو چکا تھا کہ دھرم راج وہی شخص تھا جس نے اس سے ملاقات کی تھی لیکن یہاں پھر اس نے اداکاری کی اور چونک کر بولی۔

''تم..... تم..... یہاں کیسے آ گئے؟'' دھرم راج اسے دیکھ کر پہلے ہی دنگ رہ گیا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

''کیوں کیا ہم یہاں نہیں آ سکتے؟''

''بھاگ جاؤ..... جلدی بھاگ جاؤ۔ جانتے ہو یہ کون سی جگہ ہے یہاں دھرم راج مہاراج رہتے ہیں۔''

''اگر رہتے بھی ہیں تو ہمارا کیا بگاڑ لیں گے۔''

''دیکھو تم بھاگ جاؤ۔ دھرم راج بہت بُرے آدمی ہیں۔ جان سے مروا دیں گے

تمہیں۔''

''تو ٹھیک ہے اگر تمہارے لیے جان بھی چلی جائے تو کم ہے۔'' دھرم راج نے کہا۔

''تمہیں جان کی بھی پرواہ نہیں ہے۔''

''تمہارے سامنے بالکل نہیں۔''

''دیکھو نکل جاؤ اچھا نہیں ہوگا ورنہ۔''

''بس ٹھیک ہے اگر تم کہتی ہو تو چلے جاتے ہیں۔ یہ بتاؤ دوبارہ کب ملو گی ہمیں؟'' دھرم راج نے کہا۔

''کبھی نہیں..... سمجھے کبھی نہیں۔''

''وجہ؟''

''وجہ بعد میں بتاؤں گی۔'' اور پھر وہ واپسی کے لیے چل پڑی۔ دھرم راج دل پر ہاتھ رکھے رہ گئے۔ دوسرے دن انہوں نے گردھاری سے کہا۔

''گردھاری! وقت گزر رہا ہے اور ابھی تک ہمیں سنیتا حاصل نہیں ہوئی کیا کر رہے ہو تم؟''

''مہاراج آپ خود مصروف تھے۔ ورنہ اب تک کبھی کا اسے آپ کے پاس پہنچا دیا ہوتا۔''

''تم اسے تیار کر کے آج ہمارے پاس لے آؤ۔'' دھرم راج نے کہا اور گردھاری نے وعدہ کر لیا تھا۔

پھر اس رات جے ورد تھی، سنیتا کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ وہ بولی۔

''سنیتا! تیرا کام بڑی خوب صورتی سے ہو رہا ہے۔ اب تُو دھرم راج کے پاس جا رہی ہے۔ تُو نے بڑی چالاکی سے اس پر قبضہ جما لیا ہے لیکن پھر بھی ہوشیار رہنا۔''

''مگر نانی جی آپ کہاں رہ جاتی ہیں؟''

''تم سے بالکل دور نہیں ہوں۔ یہاں کے حالات کا جائزہ لے رہی ہوں یہ دیکھ رہی ہوں کہ کون کون تیرے راستے میں آ سکتا ہے۔ بس تُو یہ سمجھ لے کہ آنے والا وقت تیرے لیے بڑی حیثیت کا حامل ہے۔ میں بتا چکی ہوں تجھے کہ جو کچھ میں حاصل کرنا چاہتی تھی۔ وہ میں حاصل نہیں کر سکی۔ پھر میں نے اپنے آپ کو تیرے روپ میں ڈھال لیا ہے اور اب سنیتا سنیتا نہیں۔ جے ورد تھی ہے اور جے ورد تھی، جے ورد تھی نہیں ہے۔ اب سنیتا ہے۔ جو کچھ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حاصل کرنا چاہتی ہوں تیرے روپ میں حاصل کروں گی۔ بڑے لمبے چوڑے ہیں کام میرے لیکن تجھے آہستہ آہستہ ہی ساری باتوں کا علم ہوگا تُو واپس آئے گی تو میں تجھے ایک تحفہ پیش کروں گی۔''

''کیسا تحفہ نانی جی؟''

''بس تُو یہ سمجھ لے کہ جس طرح تُو اپنے رنگ روپ کی حفاظت کرتی ہے میں بھی ایسا ہی کروں گی۔''

پھر گردھاری نے اپنا کام شروع کر دیا۔ سنیتا سے شاید اسے بات کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ جے وردھی اس مسئلے پر خود ہی سارے کام کر رہی تھی۔ پھر گردھاری نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔

''کیا بتائیں سنیتا اگر تُو مہاراج کو پسند نہ آجاتی تو بھگوان کی سوگند! تو ہم تجھے اپنے دل کی رانی بنا لیتے۔ پر جس کی تقدیر میں جو ہو وہی ملتا ہے۔''

چند عورتوں نے سنیتا کا سنگھار کیا۔ انہوں نے سنیتا کے بال بال میں موتی پروئے۔ اس کے بانکپن میں مزید اضافہ ہو گیا۔ حسین رنگ کی ساڑھی پھولوں کے گجرے کلائیوں پر سجائے گئے۔ بلاشبہ اس وقت وہ آسمان سے اُتری ہوئی کوئی اپسرا ہی معلوم ہو رہی تھی۔ انسانی آنکھوں نے ایسا حُسن کہاں دیکھا تھا۔ بے چاری نے کہاں سے آغاز کیا تھا۔ کس طرح اس کی زندگی میں ایک بُرا وقت آیا تھا اور کہاں سے کہاں پہنچ گئی تھی لیکن اب وہ خود جے وردھی کی تربیت میں اس قدر چالاک ہو چکی تھی کہ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتی تھی۔

گردھاری نے اسے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ غالباً وہ اپنے اندر شیطان کو جاگنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ البتہ ایک خوب صورت رتھ میں راستہ طے کرتے ہوئے اس نے کہا۔

''بھگوان کی سوگند تجھے دیکھ کر مہاراج سے غداری کرنے کو جی چاہتا ہے پر کیا کریں ہمت نہیں کر سکتے۔''

پھر وہ ایک جگہ پہنچ گئے۔ دھرم راج نے اپنی راتوں کو رنگین بنانے کے لیے بڑے زبردست انتظامات کر رکھے تھے۔ محل کے عقبی حصے کے پُراسرار دروازے سے داخل ہونے کے بعد وہ آگے بڑھنے لگے۔ ایک لمبی سرنگ تھی۔ جو بیچ و بیچ لمبی چلی آ رہی تھی۔ اس دوران سنیتا نے ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا تھا۔ وہ خاموشی سے اندر کی طرف چل رہی تھی۔ یہ سرنگ سیڑھیوں پر جا کر ختم ہو گئی اور اس کے بعد جب وہ سامنے پہنچی تو اسے ایک بہت بڑا کمرہ نظر آیا۔ کمرہ کیا تھا۔ ایک بہت بڑا ہال تھا۔ جسے دنیا بھر کی آسائشوں سے آراستہ کر دیا گیا تھا۔

سنگِ مرمر کے برہنہ مجسمے اس کے علاوہ سونے کا ایک پلنگ جو خوب صورت پردوں سے آراستہ تھا۔ گردھاری نے کہا۔

''اگر دھرم راج خوش ہو گئے تو سمجھ لے کہ یہ دھرتی تیرے لیے سورگ بن گئی۔ کیا کریں بس کیا کیا جائے۔'' گردھاری نے حسرت سے کہا۔

لگ رہا تھا جیسے وہ سخت محرومی محسوس کر رہا ہے۔ بہرحال تھوڑی دیر بعد وہ وہاں سے چلا گیا اور سنیتا تنہا رہ گئی۔ جے وردھی نے اسے بہت کچھ سکھایا تھا اور بتا دیا تھا کہ زندگی کیا ہوتی ہے۔ ذرا سی لغزش انسان کو نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے اور وہ کبھی اپنی صحیح قیمت وصول نہیں کر پاتا اور اگر تھوڑی سی عقل سے کام لیا جائے تو یہی زندگی اس کے لیے جنت بن جاتی ہے۔

بہرحال تھوڑی دیر کے بعد دھرم راج اندر داخل ہوا۔ سنیتا سارے ہتھیاروں سے لیس موجود تھی۔ وہ جتنی حسین لگ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر بڑے بڑے اپنے دماغ پر قابو نہیں پا سکتے تھے۔ وہ خوب صورت مسہری کے ایک گوشے پر بیٹھی ہوئی دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی۔ دھرم راج اندر داخل ہوا وہ چونک پڑی۔

''کون؟''

''ہاں..... ہمیں دیکھ کر تمہیں حیرت ہوئی ہے؟''

''تم بار بار کیوں میرے سامنے آجاتے ہو؟ میں پوچھتی ہوں کہ تم یہاں کیوں آ گئے ہو تمہیں پتا نہیں کہ یہ ہمارے دھرم راج جی کی حویلی ہے۔''

''وہ تو ہمیں پتہ ہے۔''

''دھرم راج آ گئے تو تمہیں جان سے مروا دیں گے۔ پہلے بھی تم جھوٹ بول رہے تھے۔ اب بھی جھوٹ بول رہے ہو۔ تم کوئی اور آدمی ہو اور دھرم راج جی کے روپ میں یہاں آجاتے ہو۔''

''چلو ٹھیک ہے۔ مان لیا ہم نے..... لیکن ایک بات بتاؤ۔ اگر مہاراج دھرم راج یہاں آ گئے تو زیادہ سے زیادہ کیا کریں گے وہ؟''

''کہاں تمہیں جان سے مروا دیں گے۔''

''تمہارے لیے اگر جان بھی چلی جائے تو کیا حرج ہے۔''

''تم نہیں جاؤ گے۔''

''نہیں۔''

''تمہیں اپنے جیون کی بھی فکر نہیں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''بالکل نہیں۔تم یہ بتاؤ کہ تمہیں اپنے مہاراج سے پریم ہے کیا؟''

''مہاراج۔'' اچانک ہی سنیتا کے منہ سے سسکی نکل گئی۔وہ آہستہ سے بولی۔''میرے سپنے بکھر گئے ہیں۔مہاراج وہ نہیں نکلے جو میں سمجھتی تھی۔'' آنسو سنیتا کے شفاف رخساروں پر لڑھکنے لگے اور دھرم راج تڑپ گئے۔انہوں نے بے تابی سے کہا۔

''کیا کر دیا مہاراج نے۔''

''انہوں نے میری توہین کی ہے۔انہوں نے..... انہوں نے مجھے ایک گھٹیا قسم کی طوائف بنا ڈالا۔''

''مگر کیسے؟''

''میرے مہاراج اگر مجھے اشارہ کرتے تو میں اپنا جیون ان کے چرنوں میں نچھاور کر دیتی لیکن انہوں نے ایک معمولی لڑکی کی طرح مجھے اپنی حویلی میں بلوالیا۔ان کی نظروں میں میں..... صرف ایک نوجوان لڑکی ہوں۔وہ مجھے کوئی درجہ نہیں دینا چاہتے۔اور میں کہے دیتی ہوں کہ میں خودکشی کرلوں گی۔لیکن مہاراج کو یہ بتادوں گی کہ میں بُری لڑکی نہیں ہوں۔میں تو ان کو دیکھے بنا ان سے پریم کرنے لگی ہوں۔بتاؤ کیا وہ مجھے عزت نہیں دے سکتے؟ کیا وہ مجھے یہاں عزت دار عورتوں کی طرح نہیں لا سکتے تھے؟ بتاؤ..... کیا ان کی پریمکائیں مجھ سے زیادہ سندر ہیں؟ بتاؤ.....'' سنیتا سسکیاں لیتی ہوئی بولی اور دھرم راج کے چہرے پر عجیب سی پریشانی نظر آئی۔

''نہیں..... ایسی بات نہیں..... واقعی انہوں نے بُرا کیا کہ تمہیں رُلایا۔تم جاؤ یہاں سے بس..... بس..... میں..... میں.....'' یہ کہہ کر دھرم راج واپسی کے لیے چل پڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔اس کے جانے کے بعد سنیتا نے دانتوں میں زبان لے کر آنکھیں کھینچیں اور مسکرانے لگی۔وہ جانتی تھی کہ اس کے تمام تیر نشانے پر لگے ہیں اور وہ اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی ہے۔

بہرحال یہ اس کی پہلی کامیابی تھی۔بہت دیر کے بعد وہ وہاں سے واپس آئی۔ظاہر ہے کہ دھرم راج آکر واپس جا چکا تھا اور اپنے آپ کو سنیتا کے سامنے ظاہر کرنے کے باوجود ظاہر نہیں کر سکا تھا۔سنیتا جب اپنی آرام گاہ میں پہنچی تو جے ورد تھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔وہ بستر پر دراز تھی۔سنیتا کو دیکھ کر اس کے چہرے پر محبت بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔سنیتا تھکی تھکی سی اس کے پاس جا بیٹھی اور جے ورد تھی محبت بھری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتی رہی پھر اس نے کہا۔

''دل چاہے تو اپنے کپڑے تبدیل کرلو..... سنیتا تم تھک گئی ہوگی۔''

''یہ کھیل میری سمجھ میں نہیں آرہا نانی جی!''

''سنیتا اتنی بے وقوفی کرنا اچھی بات ہے۔کھیل میں مشکل کیا ہے؟ یہ بتاؤ کہ کون سی مشکل ہے تمہیں؟''

''نہیں مشکل تو نہیں ہے لیکن جو کچھ میں کر رہی ہوں اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔''

''بے وقوف لڑکی اگر تیری عقل نے تیرا ساتھ چھوڑ دیا ہے تو دوسری بات ہے ورنہ جتنا میں نے تجھے سکھایا پڑھایا ہے۔جو کچھ تجھے معلوم ہو چکا ہے۔اس کے بعد یہ سوال بڑی حیرت کا باعث ہے۔تجھے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ جاگیردار دھرم راج کس حیثیت کا مالک ہے اور کس طرح وہ تجھے اپنے راج محل کی رانی بنا کر رکھ سکتا ہے۔کیا تُو یہ نہیں چاہتی کہ اس راج محل میں صرف تیرا ہی راج ہو اور راستے کے سارے پتھر ایک ایک کر کے دور ہو جائیں۔''

''راستے کے پتھر؟''

''ہاں۔''

''کون سے پتھروں کی بات کر رہی ہو نانی جی؟''

''بعد میں تجھے تیرے راستے بتائیں گے تجھے ان پتھروں سے کھیلنے میں لطف آئے گا اور میرا بھی کام پورا ہوگا۔''

''تمہارا کام؟''

''ہاں! میں کہہ چکی ہوں ناں کہ چھ کنبوں سے مجھے بدلہ لینا ہے۔یہ چھ کنبے میرے دشمنوں کے کنبے ہیں اور یہ وہ کنبے ہیں جنہوں نے مجھے برباد کر دیا۔''

سنیتا پُرخیال انداز میں جے ورد تھی کو دیکھنے لگی۔پھر ایک دم چونک کر بولی۔''تم نے یہ نہیں پوچھا نانی جی! کہ دھرم راج سے میری ملاقات کیسی رہی ہے۔''

جواب میں جے ورد تھی کے ہونٹوں پر ایک پُراسرار مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔

''مجھے معلوم ہے۔''

''ایں..... تجھے معلوم ہے؟''

''ہاں۔''

''کیا معلوم ہے؟'' سنیتا نے پوچھا۔تو جے ورد تھی بولی۔

''ابھی جلدی نہ کر ٹھنڈی کر کے کھانا اچھا ہوتا ہے۔بہت سی باتیں تجھے میرے بارے میں معلوم ہیں اور بہت سی نہیں معلوم جو باتیں نہیں معلوم انہیں معلوم کرنے کی جلدی نہ کر۔آنے والا وقت تجھے سب کچھ بتا دے گا۔''

''چلو ٹھیک ہے۔مجھے خود بھی جلدی نہیں ہے نانی جی..... میں ذرا کپڑے بدل لوں۔''

سنیتا کپڑے بدلنے کے لیے چلی گئی۔ یہاں انہیں جو رہائش گاہ دی گئی تھی۔ وہ بڑی ہی خوب صورت تھی۔ کافی وسعتوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ واپس آئی تو جے ورد تھی وہاں موجود نہیں تھی۔ سنیتا نے چاروں طرف اسے آوازیں دیں لیکن جے ورد تھی کا کہیں پتہ تھا۔

کچھ لمحوں کے بعد سلونی اندر داخل ہوگئی اور اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''نانی جی! کہاں چلی گئیں؟''

''میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ میں کپڑے بدلنے گئی تھی باہر آئی تو نانی موجود نہیں تھی۔''

''ارے دیکھ..... کہیں غسل خانے میں نہ ہوں۔'' سلونی بولی اور خود ہی غسل خانے کی طرف بڑھ گئی لیکن جے ورد تھی کا غسل خانے میں پتہ تھا، نہ اس رہائش گاہ کے کسی حصے میں سلونی نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

''ہائے رام..... میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو انہیں دیکھا تھا اندر داخل ہونے کا ایک ہی دروازہ ہے۔ میں دروازے سے گئی بھی نہیں۔ وہ کہاں چلی گئیں۔ ایک دم؟''

''پتہ نہیں!'' سنیتا بھی کسی حیرت بھرے انداز میں بولی۔

کافی دیر تک وہ دونوں حیرت زدہ رہیں۔ پھر سلونی نے کہا۔ ''سنیتا دھرم راج جی سے ملاقات ہوئی تیری؟''

''تو یہ بتا سلونی! کہ تُو کب سے کھڑی ہے؟''

''سنیتا! معاف کرنا۔ میں بہت دیر سے کھڑی ہوں۔ تیری اور نانی جی کی باتیں سن لی تھیں میں نے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آئی۔ کچھ عجیب سی باتیں کر رہی تھیں۔ نانی جی! تیری رانی بننے کی اور کسی بدلے کی۔ سنیتا! تُو نے خود مجھے کہا ہے کہ میں تیری داسی تو ہوں ہی لیکن تیری دوست بھی ہوں۔ مجھے بتائے گی کہ یہ کیسی بدلے کی بات ہے؟ نانی جی کیا کہہ رہی تھیں تجھ سے اس سلسلے میں؟''

''دراصل میں تو خود دیکھ رہی ہوں کہ سلونی کہ نانی جی نے اس کے بارے میں کوئی صحیح بات نہیں کی۔ بڑی عجیب سی ہیں وہ کبھی کبھی ایسی باتیں کر دیتی ہیں کہ میں خود بھی نہیں سمجھ پاتی۔''

''خیر تُو مجھے بتا کہ دھرم راج سے ملاقات ہوئی تیری؟''

''ہاں۔''

''کیا بات کی تُو نے؟''

''بس کچھ خاص نہیں۔ اچھا تم یہ بتاؤ کہ دھرم راج شادی شدہ ہیں۔''

''ارے کیسی باتیں کر رہی ہو۔ شادی شدہ کی بات کرتی ہو۔ کئی بیویاں ہیں ان کی جو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہیں اسی محل میں رہتی ہیں۔''

''کئی۔''

''ہاں..... کئی تو جا ہے جو شاید سب سے پہلی ہے اور بھی کئی ہیں یہ تجھے آہستہ آہستہ ہی معلوم ہوں گی۔''

''اچھا خود دھرم راج ان میں سے کس کو چاہتے ہیں؟'' سنیتا نے پوچھا۔ اب وہ سلونی سے اچھی خاصی شناسا ہوگئی تھی۔ سلونی بولی۔

''ان کی بات نہ کرو وہ تو سندرتا کے پجاری ہیں بس کسی کی بھی سندرتا انہیں لبھا جائے اس کے دیوانے ہو جاتے ہیں۔''

''تعجب کی بات ہے۔ چل ٹھیک ہے۔ چھوڑ کیا رکھا ہے ان باتوں میں۔''

سلونی اس سے باتیں پوچھتی رہی۔ جب وہ کام چلی گئی تو سنیتا آرام کرنے کے لیے لیٹ گئی۔ اسے تھوڑی دیر کے بعد نیند آ گئی تھی۔ جاگی تو گہری رات چھائی ہوئی تھی لیکن کمرے کی روشنی جل رہی تھی۔ تھوڑے فاصلے پر جے ورد تھی ایک دوسری مسہری پر پاؤں لٹکائے بیٹھی سنیتا کو دیکھ رہی تھی۔ سنیتا کو سب یاد آ گیا۔ اس نے کہا۔

''ارے جے ورد تھی جی! کہاں چلی گئی تھیں آپ؟ سلونی کہہ رہی تھی کہ آپ دروازے سے نہیں نکلیں۔''

''سلونی کہہ رہی تھی۔'' جے ورد تھی چونک کر بولی۔

''تو اور کیا؟''

''اسے کیسے معلوم؟'' جے ورد تھی نے متجسس انداز میں پوچھا۔ سنیتا نے ہنس کر اسے ساری بات بتا دی۔ جے ورد تھی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے اس نے کہا۔

''یہ سلونی ہماری کھوج میں کیوں پڑ گئی؟''

''نہیں..... بس آئی ہوگی کسی کام سے اس نے ہماری باتیں سن لیں۔''

''ہوں۔'' جے ورد تھی کے ہونٹوں پر ایک خاص مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس نے اپنے ذہن میں کوئی خاص بات سوچی ہو اور یہ خاص بات کسی خاص ارادے کی طرف اشارہ کرتی تھی۔

سنیتا تو خیر ایک حادثے کے تحت خون آشام بنی تھی۔ اس کی معصومیت اب بھی داغدار نہیں ہوئی تھی اور جے ورد تھی نے اسے جس طرح تربیت دی تھی۔ اس سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ مستقبل میں سنیتا ایک خطرناک شخصیت کے طور پر اُبھرے گی اور اس وقت نہیں کہا جا سکتا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ وہ کیا چیز بن جائے۔ بہرحال جے وردھی نے سلونی کے بارے میں جس کے دل میں اس سلسلے میں کوئی منصوبہ ہو تو ہو۔ لیکن بظاہر اس کے دل میں ایسی کوئی بات نہیں اُبھری تھی۔ جس سے سلونی کو خطرہ ہوتا لیکن شاید وہ خطرناک عورت جس کا ماضی تاریکی میں گم تھا۔ اپنے طور پر اپنا ہر پہلو محتاط رکھنا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس وقت جب سلونی اپنے کسی کام میں مصروف تھی جے وردھی خود اس کے پاس پہنچی سلونی تو پہچانتی تھی۔ اس نے اسے سنیتا کے ساتھ کئی بار دیکھا تھا۔ بزرگ عورت کا احترام سلونی نے بہت محبت سے کیا۔ جے وردھی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''سلونی بیٹا! کوئی خاص کام کر رہی ہو؟''

''نہیں نانی جی کہیے کیا بات ہے؟''

''بیٹا تھوڑی دیر کے بعد سنیتا کے پاس پہنچ جانا اس نے کہا ہے کہ سلونی سے کہہ دینا نانی! سنیتا کو اس سے بہت ضروری کام ہے۔ کسی اور کام سے کہیں نہ جائے۔''

''ٹھیک ہے نانی جی!'' سلونی نے کہا اور جے وردھی کے جانے کے بعد اس نے ان باتوں پر غور کیا جو جے وردھی، سنیتا سے کر رہی تھی۔ اسے یہ بھی یاد آیا کہ اس کے بعد نانی پتہ نہیں کہاں غائب ہوگئی تھی۔ وہ معصوم سی لڑکی تھی۔ اس نے زیادہ غور نہیں کیا اور اپنے کاموں میں مصروف ہوگئی۔

اُدھر جے وردھی اپنا اور کام بھی کر رہی تھی۔ اس پُراسرار عورت نے سنیتا کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''سنیتا کیا بات ہے؟ تیرا چہرہ کچھ پیلا پیلا ہو رہا ہے آنکھوں میں کچھ حلقے بھی پڑ رہے ہیں۔ کہیں کوئی تکلیف ہے تمہیں۔''

''نہیں تو نانی جی! کیوں کیا بات ہے؟''

''پتہ نہیں کیوں مجھے تیرا چہرہ کچھ اُترا اُترا سا لگ رہا ہے۔ ایک بات کہوں تم سے سنیتا؟''

''جی نانی جی۔''

''دیکھو تمہارے شریر کو انسانی خون کی عادت پڑ گئی ہے۔ اگر تم نے ضرورت پڑنے پر اس عادت سے بچنے کی کوشش کی تو تمہارے چہرے پر جھریاں پڑ جائیں گی آنکھوں کی روشنی کم ہو جائے گی۔ رنگ پیلا اور مٹیالا ہو جائے گا۔ ہاتھ پاؤں کی کھال لٹک جائے گی۔ اس کے بعد سنسار میں کوئی تمہیں نہیں پوچھے گا۔ یہ حُسن یہ جوانی قائم رکھنے کے لیے تمہیں انسانی خون کی ضرورت ہوگی کیا سمجھیں؟''

''جی نانی جی!'' سنیتا بڑے دکھ سے بولی۔

''اور اس کے لیے تمہیں بھولنا پڑے گا کہ کون تمہارے پاس ہے۔ کون تمہارے ساتھ ہے۔ اب سے کچھ دیر بعد سلونی تمہارے پاس آئے گی اور تم اپنا کام پورا کرو گی۔''

''سلونی؟'' سنیتا کی آنکھیں خوف اور حیرت سے پھیل گئیں۔

''ہاں..... اور یہ بھی سن لو سنیتا اس سنسار میں تمہارا مجھ سے بڑا ہمدرد کوئی نہیں ہے۔ اگر میری بات سے ہٹی تو سمجھ لو کہ تمہارے لیے سب کچھ بہت مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ میں تمہیں بتائے دیتی ہوں کہ سلونی کو واپس نہیں جانا چاہیے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ ٹھہرو..... میں تمہارے سکون کے لیے کوئی چیز لاتی ہوں۔'' یہ کہنے کے بعد بوڑھی وردھی باہر نکل گئی۔

سنیتا کے دل پر عجیب سی کیفیت گزر رہی تھی ابھی پوری طرح شیطانیت اس پر سوار نہیں ہوئی تھی۔ محبت اور انسانیت کے جذبے ابھی دل میں زندہ تھے۔ سلونی ہی تو اس کی اکیلی سکھی تھی۔ یہاں کسی اور سے تو اتنی دوستی یا جان پہچان نہیں ہوئی تھی۔ رہ گئے بے چارے دھرم راج سو سچی بات یہ ہے کہ سنیتا سے عمر میں بہت بڑے تھے اور سنیتا ابھی دنیا کی اس لذت سے آشنا نہیں ہوئی تھی۔ جس کے بعد انسانی وجود ایک دوسرے سے اس طرح ہم آہنگ ہو جاتے ہیں کہ علیحدگی کا احساس ہی مٹ جاتا ہے۔

جے وردھی نے اسے سوچنے کا زیادہ موقع نہیں دیا۔ ایک گلاس میں وہ ایک سیال لے کر آئی تھی۔ سنیتا نے اسے دیکھا تو جے وردھی بولی۔

''کیا تم اسے پینے سے انکار کرو گی؟''

''نہیں نانی جی! مگر یہ ہے کیا؟''

''پی لو..... یہ ایک ایسی دوا ہے جو انسان کو پریشانیوں سے بچا لیتی ہے اور دماغ کی خرابی اگر اسے پریشان کرتی ہے تو وہ خرابی اس دوا سے دور ہو جاتی ہے۔ پیو اسے میرے سامنے۔'' اور سنیتا نے گلاس خالی کر دیا۔

بدمزہ سیال اس کے وجود میں آگ لگاتا چلا گیا۔ کچھ لمحے کے لیے وہ منہ کی کڑواہٹوں کا شکار رہی۔ جے وردھی اسے مسکراتے ہوئے دیکھتی رہی اور اس کے بعد گلاس اٹھا کر باہر نکل گئی۔

سنیتا کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے اپنی آنکھیں بوجھل محسوس ہوئیں۔ طبیعت میں ایک سرور سا اُبھرتا آ رہا تھا بدن میں ہلکی ہلکی کھچاوٹ پیدا ہو گئی تھی اور وہ ایک عجیب سے احساس کا شکار ہوگئی۔ اسی وقت سلونی دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ پھولی پھولی سانس سے گول مول سی موہنی شکل وصورت کی سلونی اس کے پاس پہنچی تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سنیتا نے محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''بلایا تھا سنیتا جی!''

''ہاں..... ایں..... سلونی آؤ..... کام نمٹا لیے تم نے اپنے سارے۔''

''ہاں.....'' سلونی نے جواب دیا اور چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ اسے یوں لگا جیسے دروازے پر کوئی ہو لیکن اندر نہیں آیا تھا۔ بس ہلکی سی آواز تھی جو دراصل باہر کا دروازہ بند کرنے سے پیدا ہوئی تھی۔

جے وردھی اس سے غافل تو نہیں رہ سکتی تھی۔ سلونی کو راستے سے ہٹانا اس کے لیے ضروری ہو گیا تھا کیونکہ وہ ان دونوں کے منصوبے سن چکی تھی۔ عورت ذات تھی۔ کہیں بھی زبان کھل جاتی تو دھرم راج ہوشیار ہو جاتا اور شاید جے وردھی یہ نہیں چاہتی تھی کہ دھرم راج ہوشیار ہو جائے۔ اس کے منصوبے کا واحد ذریعہ سنیتا تھی اور سنیتا کو آگے بڑھا کر وہ اپنے سارے کام مکمل کرنا چاہتی تھی۔ بے شک اس کی تربیت میں سنیتا بھی بہت شاطر ہوتی جا رہی تھی لیکن پھر بھی جے وردھی اسے اپنی مٹھی میں رکھنا چاہتی تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ نوجوان لڑکی کسی بھی لمحے بہک گئی تو..... بہت سی حفاظتیں کرنا تھیں اسے سنیتا کی۔ کیونکہ اپنی حفاظتوں میں اس کے منصوبے کی تکمیل کا راز چھپا ہوا تھا۔ سلونی نے کہا۔

''ہاں سنیتا..... کہو کیا بات ہے؟'' سنیتا اسے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگی۔ سلونی مسکرا دی اور بولی۔

''سنیتا جی! کتنی سندر ہو تم کہ من چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے کلیجے میں بھر لیا جائے۔''

''کلیجہ؟'' سنیتا نشہ آلود لہجے میں بولی۔ اور اس کے منہ میں نمکین لذت پیدا ہو گئی کلیجہ انسانی جسم میں خون کا لوتھڑا ہوتا ہے اور کلیجی میں جو لذت ہوتی ہے وہ بدن کے کسی اور گوشت میں نہیں ہوتی۔ خون کا مرکز..... خون ہی خون..... اور سنیتا کی آنکھوں میں خون کی سرخی پھیل گئی۔ اسے ہر چیز سرخ نظر آنے لگی۔

تھوڑے فاصلے پر ایک روشندان سے ایک بڑی سی مکھی اندر داخل ہوئی۔ اس کا جسم تتلی کے برابر تھا۔ اتنی بڑی مکھی کا وجود کہیں بھی نظر نہیں آ سکتا تھا۔ مکھی مسہری کے ایک حصے پر بیٹھ گئی۔ صرف سنیتا نے اسے دیکھا۔ آنکھیں پھاڑ کر دیکھا آنکھیں اسے دیکھنے لگی۔ وہ اسے ایک عجیب سی چیز نظر آئی۔ مکھی کا پورا جسم مکھیوں جیسا تھا۔ پر بھی مکھی کی مانند تھے۔ لیکن چہرہ جے وردھی کا تھا۔

جے وردھی نے آنکھ کے اشارے سے اسے سلونی کی گردن کی طرف متوجہ کیا اور

نے نشہ آلود نگاہوں سے سلونی کی طرف دیکھا۔ گردن کی پھولی ہوئی رگ..... اس میں دوڑتا ہوا سرخ خون اور کلیجی کا تذکرہ خود سلونی نے کیا تھا۔

سنیتا مسکرا کر بولی۔ ''سلونی تم مجھے کلیجے میں بھر لینا چاہتی ہو؟''

''بھگوان کی سوگند عورت ذات ہوں لیکن من چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے بازوؤں میں بھینچ لوں۔'' سلونی نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''تو آؤ نا..... اگر من چاہتا ہے تو پھر من کی باتوں سے کیوں انکار کرتی ہو۔''

سلونی ہنستی ہوئی آگے بڑھی اور سنیتا کے پھیلے ہوئے ہاتھ اس کے بدن کے گرد حلقہ بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ سلونی نے اپنے طور پر سنیتا کو سینے سے لگانا چاہا مگر سنیتا نے خود اسے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا۔ سلونی اس کے سینے سے لپٹ گئی۔ سنیتا کا نرم و گداز بدن سلونی کے وجود میں ضم ہو گیا۔ لیکن اس طرح وہ سنیتا کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ سنیتا کے چہرے پر اس وقت ایک بھیانک سرخی پھیل چکی تھی۔ اس کے دانت عجیب سے انداز میں باہر نکل آئے تھے۔ آنکھیں وحشت زدہ انداز میں پھیلی ہوئی تھیں۔ عقب سے کوئی اس کے چہرے کو دیکھ لیتا جو کچھ لمحات پہلے بے مثال تھا لیکن اس وقت اس کے چہرے کو دیکھ کر ہوش و حواس قائم رکھنا مشکل ہو جاتا۔ یہ ایک ڈائن کا چہرہ تھا۔ ایسی ڈائن کا چہرہ جو انسانی خون کی رسیا تھی۔

سلونی تو اس وقت بدحواس ہوئی۔ جب اسے اپنی گردن میں ایک تیز چبھن کا احساس ہوا۔ سلونی نے گردن ہٹا کر اس چبھن کے بارے میں جاننا چاہا تو سنیتا کے حلق سے بلی جیسی غراہٹ نکلی اور اس نے برق رفتاری سے سلونی کی گردن کو اپنے دانتوں میں بھینچ لیا۔

سلونی کی ایک دلخراش چیخ نکل گئی۔ لیکن سنیتا اس وقت ہر چیز سے بے نیاز اپنی زندگی کے سب سے انوکھے سرور سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ اسے کوئی احساس نہیں رہ گیا تھا۔ وہ جدوجہد کرتی ہوئی سلونی کو قابو میں کیے ہوئے تھی اور اس کے نوکیلے دانت سلونی کی رگوں میں اتنے گہرے گاڑھ دیئے تھے کہ اب سلونی انہیں ہٹانے کی کوشش کرتی تو اس کی شہ رگ، سنیتا کے دانتوں میں پھنسی ہوئی اوپر تک آتی۔ سلونی بھی تندرست تھی۔ شدید جدوجہد کر رہی تھی لیکن یہ ایسے لمحات ہوتے تھے جب سنیتا کے اندر کا شیطان پوری طاقت سے مصروفِ عمل ہوتا تھا اور شیطانی قوت کے سامنے سلونی تو کیا بڑے بڑے توانا مرد کچھ نہ کر پاتے تھے۔ چند ہی لمحوں کے بعد سلونی بے سدھ ہو گئی۔ سنیتا نے اسے نیچے گرا لیا اور گرانے کے بعد وہ پوری طرح اس پر حاوی ہو گئی۔ اب اسے یاد نہیں تھا کہ وہ کون ہے؟ ماحول کیا ہے؟ وہ کیا کر رہی ہے۔ بس وہ مصروف تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گردن سے خون بہنے کے بعد اس نے بڑے اطمینان سے اپنے لمبے ناخنوں سے سلونی کا سینہ کھولا اور اس کے بعد اس نے کسی خونخوار گدھ کی طرح سلونی کے بدن کے اندر کے حصے باہر نکال لیے۔ خاص طور پر کلیجی..... سرخ سرخ کلیجی جس سے خون ٹپک رہا تھا۔ سنیتا کا پُر سرور جسم اس لذت آمیز چیز سے سرشار ہونے لگا۔ دور بیٹھی ہوئی مکھی کچھ قریب آ گئی۔ وہ اس دلچسپ منظر کو دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے سلونی کے کھلے بدن کے اندر داخل ہو گئی۔ سنیتا نے مسکراتی نگاہوں سے اس مکھی کو دیکھا اور وہ بھی مسکرا دی۔ اس پر کیف و سرور کی کیفیت بے انتہا چھا گئی تھی۔ وہ شکم سیر ہو گئی تھی۔ اس کا چہرہ اعتدال پر آتا جا رہا تھا لیکن دیکھنے والا اگر سنیتا کو دیکھ لیتا تو شاید اپنی آنکھیں ہی پھوڑ لیتا۔ اس منظر پر وہ کبھی بھی یقین نہیں کر سکتا تھا حسین لڑکی کا شفاف چہرہ جگہ جگہ سے خون سے اٹا ہوا تھا۔ پیشانی، ناک، ہونٹ، دانت، سب خون میں ڈوبے ہوئے تھے۔ خون کے دھبے اس کے بقیہ بدن پر بھی پڑے ہوئے تھے اور سلونی کی لاش تھوڑے فاصلے پر بے جان نگاہوں سے اس وقت کی گردش کو دیکھ رہی تھی۔

اچانک ہی وہ مکھی اس کے پیٹ سے باہر نکلی وہ بھی خون میں ڈوبی ہوئی تھی۔ باہر نکل کر اس نے ایک بھنبھناہٹ کے ساتھ فضا میں چکر لگانا شروع کر دیئے۔ سنیتا کی آنکھیں بوجھل ہوتی جا رہی تھیں۔ کچھ لمحوں بعد مکھی زمین پر بیٹھی اور اٹھتی ہی چلی گئی۔ جب وہ اپنے اصلی وجود میں آئی تو وہ بوڑھی خوفناک چڑیل جے وردھی سامنے کھڑی تھی اور پُر تفکر نگاہوں سے سلونی کی لاش کا جائزہ لے رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ سوچتی رہی۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک لمحے کے اندر اندر دوبارہ مکھی کی شکل اختیار کر گئی۔ پھر وہاں سے اڑتی ہوئی ایک روشندان سے باہر نکل گئی۔

باہر جانے کے بعد وہ دور تک اُڑتی چلی گئی۔ اس کے بعد وہ ایک ایسی جگہ رُکی جہاں حویلی کا کباڑ خانہ تھا۔ اس کباڑ خانے سے اس نے بڑی بڑی دو بوریاں نکالیں اور انہیں لیے ہوئے انسانی شکل میں چلتی ہوئی وہاں سے باہر نکل آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد کمرے کا دروازہ کھولا اندر سنیتا بے سدھ سو رہی تھی۔ بوڑھی نے دروازہ اندر سے بند کیا۔ سلونی کی لاش کو بوریوں میں ٹھونسا اور اس کے بعد بوریوں کو اوپر سے باندھا۔ بظاہر جے وردھی ایک بوڑھی عورت تھی لیکن جس انداز میں وہ کام کر رہی تھی۔ اسے دیکھ کر کوئی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ بوڑھی عورت ہے۔ جوانوں کا سا انداز اختیار کیا ہوا تھا اس نے اور وہ بڑے اطمینان سے اپنا کام سرانجام دے کر اس سے فارغ ہو گئی تھی۔

پھر اس نے سنیتا کی طرف دیکھا۔ اپنی جگہ سے ہٹی ایک کپڑا لا کر سنیتا کا چہرہ پوری طرح

صاف کیا۔ خون کے دھبے اس کے چہرے سے دور کیے اور ان تمام کاموں سے فراغت حاصل کر کے اس نے بوری میں بند لاش اٹھائی اور وہاں سے چل پڑی۔ اس نے ایسے راستے اختیار کیے جو پُر سکون تھے اور وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ ان راستوں سے گزر کر وہ باغ کے عقبی حصے میں آئی اور یہاں اس نے لاش کو ایک طرف بنے ہوئے پھولوں کے جھنڈ میں پھینک دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ مسکراتی ہوئی وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ بے چاری سلونی۔ چاہے کسی بھی طرح وہ اس سلسلے میں کسی کو بتاتی یا نہ بتاتی لیکن اپنے ایک بہت چھوٹے سے جرم کا شکار ہو گئی۔ اس کا جرم صرف اتنا تھا کہ اس نے ان دونوں کی باتیں سن لی تھیں۔

☆=======☆=======☆

دھرم راج کی کھوپڑی اس کا ساتھ چھوڑ گئی تھی۔ جتنی بار بھی وہ سنیتا کو دیکھتا تھا۔ اس کے اوپر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اس وقت بھی سنیتا سے مل کر آنے کے بعد وہ بہت پریشان ہو گیا تھا۔ سنیتا کا حُسن، اس کا بے مثال وجود، دھرم راج کے لیے ایک عجیب و غریب حیثیت کا حامل بن گیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک پرانا شکاری تھا۔ بہت بڑا جاگیردار تھا۔ کسی مشکل، کسی تکلیف کا اسے کوئی احساس نہیں تھا۔ ایسے لوگ وہ ہوتے ہیں جو سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہوتے ہیں اور اسے منہ میں لیے ہی دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ کبھی کوئی تکلیف کوئی پریشانی ان تک نہیں پہنچتی۔ ہاں یہ ایک الگ بات ہے کہ ان کے بزرگ ان کے لیے جو کانٹے بو جاتے ہیں۔ وہ کانٹے ان کو لہولہان کر دیتے ہیں۔

بہرحال سنیتا! نے اپنی آرزو کا اظہار کیا اور دھرم راج جی نے سوچا کہ اس حسین سے وجود کی یہ حسین سی آرزو کیوں نہ پوری کر دی جائے۔ یہ تو کوئی بُری بات نہیں تھی کہ ایک لڑکی دولت کے رنگ میں رنگنے کی بجائے اپنے آپ کو عزت کے طور پر پیش کرے۔ عزت کے طور پر رکھنا چاہے۔ بہرحال وہ بہت دیر تک سوچتے رہے۔ گردھاری ہر مرض کی دوا تھا۔ چنانچہ اسے طلب کیا۔

تھوڑی دیر کے بعد گردھاری نے اندر داخل ہونے کی اجازت لی اور اجازت طلب ہونے پر اندر داخل ہو گیا۔ اس نے دھرم راج کے چہرے پر غور و فکر کے آثار دیکھے اور اس کے ہونٹوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ دھرم راج کی مسکراہٹ ہی گردھاری کی دولت میں اضافہ کرتی تھی۔ دھرم راج نے گردن اٹھا کر گردھاری کو دیکھا اور کہا۔

"بیٹھو گردھاری۔"

"مہاراج کی مہربانی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''گردھاری! اس لڑکی نے ہمیں انگلیوں پر نچا رکھا ہے۔''

''کیا کہہ رہے ہیں مہاراج! آپ جیسا مہاراج اپنے منہ سے ایسی بات کہے۔ حیرت سے میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی ہیں۔ آپ پتا نہیں مجھے کیا کہہ رہے ہیں مہاراج۔''

''وہ معمولی لڑکی نہیں ہے۔ اس نے جتنا حسن پایا ہے اتنی ہی عزت دار بھی ہے مجھے تو تعجب ہے کہ وہ اس چڑیل صورت عورت کی نواسی ہے۔''

''نواسی ہے مہاراج..... بیٹی تو نہیں ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ مہاراج کہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ چڑیل کی بیٹی ایسی ہوگی۔''

''ہاں..... یہ بھی ٹھیک کہتے ہو تم بہرحال اب یہ بتاؤ ہم اس کے لیے کیا کریں؟ بڑی محبت کرتی ہے وہ ہم سے۔ شروع ہی سے ہم سے محبت کرتی ہے۔ حالانکہ اسے معلوم نہیں تھا کہ ہم کون ہیں۔ اب جب اسے ہمارے بارے میں معلوم ہوگیا ہے۔ تو وہ بہت اداس ہوگئی ہے۔ کہتی ہے کہ اسے ایک ایسی لڑکی کا درجہ نہ دیا جائے جو سڑک والی ہو۔ اسے عزت کا مقام درکار ہے اور تم جانتے ہو اس کی خواہش کیا ہے۔''

گردھاری یہ بھی جانتا تھا کہ سنیتا کی خواہش کیا ہوسکتی ہے اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ مہاراج دھرم راج سے کچھ نکالنے کے لیے کون سا موقع اچھا ہوتا ہے اور پھر اس مشکل کا حل پیش کیا جاتا ہے اور پھر اس کی قیمت ذرا مختلف انداز ہی میں وصول کی جاتی ہے۔ چنانچہ گردھاری نے چہرے پر غور و فکر کے آثار پیدا کیے اور پھر کسی قدر الجھے ہوئے لہجے میں بولا۔

''سب سے بڑی بات یہ ہے۔ مہاراج کہ کہنے کو تو وہ ملازموں کے کوارٹروں میں آ کر رہ رہی تھی لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ برادری کا کیا ہوگا۔ لوگ پوچھیں گے کہ یہ لڑکی کون ہے۔ جس سے دھرم راج مہاراج جی نے پھیرے لیے ہیں۔ ہمارے لیے جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔''

''میرے من میں بھی یہ بات اتنی ہی بار آئی ہے۔ واقعی بہت پریشانی کی بات ہوگی اور ہمارے لیے جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔''

گردھاری ایک بار پھر سوچ میں ڈوب گیا۔ تو دھرم راج نے کہا۔

''لیکن ایک بات ضرور سن لو گردھاری! ہم اس کے بنا جی نہیں سکتے۔ جو بھی کرنا ہے تُو نے کرنا ہے اور ہم تم پر پورا پورا بھروسہ کرتے ہیں۔''

''مہاراج! آپ یہ بات تو جانتے ہیں کہ گردھاری اپنے جیون کی قیمت پر بھی مہاراج کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار رہتا ہے۔''

''ہمیں تمہارے جیون کی قیمت نہیں چاہیے گردھاری تمہارا شاندار دماغ چاہیے کچھ سوچو کوئی ترکیب کرو۔''

''گردھاری اگر ترکیب نہ کر پائے مہاراج! تو آپ کے چرنوں میں جگہ حاصل کرنے کے قابل کیسے رہے گا؟ آپ فکر نہ کریں۔ میرے دماغ میں ایک خیال آیا ہے۔ میں اس کی تکمیل کروں گا۔''

''کیا؟ مجھے بتاؤ؟'' دھرم راج نے دلچسپی سے پوچھا۔

''سنیتا کو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ مہاراج کو بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم اور پھر اس کی چڑیل نانی کو دیکھ کر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ اس کی نواسی ہے۔ ہوسکتا ہے مہاراج! کہ سنیتا اس بوڑھی عورت کی نواسی نہ ہو اور بوڑھی عورت بلاوجہ ہی اسے اپنی نواسی کہتی ہو۔ ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بوڑھی عورت کی زبان بند کر دی جائے گی کہ وہ کبھی سنیتا کو اپنی نواسی نہ کہے۔ وہ یہی کہے کہ سنیتا راجکماری ہے اور وہ صرف اس کی داسی ہے۔ ہم یہ کام کرلیں گے اور اس کے لیے مہاراج! میرا ایک دوست ہے۔ آپ اسے جانتے ہیں اس کا نام گجن سنگھ ہے۔ میں اسے سنیتا کے بارے میں تفصیل سے نہیں بتاؤں گا مہاراج..... لیکن دوستی کے نام پر اس سے کہوں گا کہ سنیتا کو اپنی بھتیجی بنا کر سنسار کے سامنے پیش کرے۔ مہاراج! ویسے تو وہ کھاتا پیتا آدمی ہے لیکن ایک راجکماری کو پروان چڑھانے کے لیے اسے اتنا دے دیں گے کہ وہ دل سے ہمارے لیے کام کرے ہم اس سے یہ کہہ دیں گے کہ وہ دنیا کو یہ بتائے کہ سنیتا اس کی بھتیجی ہے اور دوسرے شہر سے آئی ہے۔

گجن سنگھ کے ذریعے ہم اسے بڑے لوگوں کے ادب و آداب سکھائیں گے اور جب وہ صحیح ہو جائے گی تو مہاراج اس سے پھیرے لے لیں گے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے مہاراج کہ گجن سنگھ ذات کے کھرے برہمن ہیں اور باقی ان کی حیثیت بنا دینا آپ کا کام ہے۔ مطلب یہ کہ برادری کو دکھانے کے لیے آپ جس گھر کی لڑکی لائیں گے اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوگا۔''

گردھاری بول رہا تھا اور دھرم راج آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ خوشی سے گردھاری سے لپٹ گئے۔

''گردھاری! تُو نہ ہوتا تو بھگوان کی سوگند ہمارا جیون ادھورا رہتا۔ بڑا کام کیا ہے تُو نے گردھاری! ہم تیرے لیے بڑی ہی بات رکھتے ہیں من میں۔'' گردھاری دونوں ہاتھ جوڑ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر جھک گیا۔

جے ورد تھی کون تھی؟ اس بارے میں تو شاید کبھی طویل عرصہ تک کسی کو معلوم نہ ہو سکے وہ پُراسرار وجود جو قبر میں دفن تھا۔ وہ جس کے جوہر آہستہ آہستہ کھلتے جا رہے تھے۔ جس کے بارے میں یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ زندہ ہے یا آوارہ بھٹکی ہوئی روح۔ بے شک بچپن کے اس حادثے نے سنیتا کو ڈائن بنا دیا تھا۔ انسان کا کلیجہ اس کی مرغوب غذا تھی۔ انسانی خون اس کے جسم میں نئی زندگی دوڑاتا تھا لیکن حقیقت ہے کہ اس کی تکمیل جے ورد تھی کر رہی تھی۔ اور جے ورد تھی اسے جو کچھ سکھا رہی تھی۔ آنے والے وقت میں نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ دنیا کے لیے کس قدر خوفناک ہو۔ سنیتا وہ سب کچھ سیکھتی جا رہی تھی۔ جو اس سے پہلے وہ نہیں جانتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اسے مزید باتیں بتاتی تھی۔ سلونی کو ٹھکانے لگانے کے بعد جے ورد تھی بڑی مطمئن تھی۔

ادھر سنیتا دیکھ رہی تھی کہ ایک تندرست انسان کا خون پینے کے بعد اس کا حُسن کئی گنا بڑھ گیا ہے۔ اس کا آگ کی طرح دہکتا ہوا چہرہ اس کے حسین وجود کی بے مثال تشریح کر رہا تھا۔ پھر اس نے جے ورد تھی کو دیکھا اور بولی۔

''نانی جی! جو کچھ آپ کہہ رہی ہیں۔ وہ میں کر رہی ہوں۔ اب ذرا ایک بات بتایئے کہ اب مجھے کیا کرنا ہے؟''

''کسی ماہر شکاری کی طرح شکار کے پھنسنے کا انتظار، اب تک میرے اشاروں پر تُو نے جو کچھ کیا ہے اس سے جاگیردار کو کوئی شبہ نہیں ہوا تُو کیا چاہتی ہے۔ بھولی بھالی چاندسی صورت والی لڑکی بھلا کوئی ایسی ویسی بات سوچتی ہے۔ جوانی کی امنگوں میں سجی ہوئی لیکن یہ بات میں جانتی ہوں کہ جوانی ایک بہت بڑا ہتھیار ہے اور ہتھیار استعمال کے لیے ہوتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ہتھیار کا کوئی بھی وار خالی نہ جائے اور پھر تیر نشانے پر بیٹھے تو یہ نہ سمجھنا کہ دھرم راج تیرا پہلا اور آخری شکار ہے۔ بلکہ میں نے تجھ سے چھ گھرانوں کی بات کی ہے۔ چھ گھرانے جو میری اور میری روح کا ناسور ہیں۔ اس ناسور کا علاج کرنا ہوگا اور اس کی معالج تُو ہے۔''

''میں تو..... جو کچھ تم کہہ رہی ہو نانی جی وہی کر رہی ہوں۔''

''ہاں..... بوڑھا جاگیردار اس قابل نہیں ہے کہ کوئی نوجوان لڑکی اس کے نام کے گیت گائے لیکن ایسی لڑکی اسے بڑی خوب صورتی سے اپنے جال میں پھانسی سکتی ہے کیا سمجھی؟''

''سمجھ رہی ہوں نانی!''

بڑی آسانیاں فراہم کر دی تھیں ان دونوں کو مہاراج دھرم راج نے اور جس انداز میں

اس کو رکھا جا رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ معمولی حیثیت کی لڑکی ہوگی۔ اس وقت وہ بیٹھی ہوئی تھی کہ گردھاری اس سے ملنے آ گیا اور مسکرا کر بولا۔

''کیسی ہو سنیتا؟''

''مہاراج! احسان مانتی ہوں آپ کا کوئی تکلیف نہیں ہے ہم دونوں کو۔''

''ہونہہ میں تجھے ایک بات بتاؤں سنیتا ابھی تو میں تجھ سے ایک بڑے کی طرح بول رہا ہوں لیکن کل تیرے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوں گا کیا تجھے اس بات کا اندازہ ہے۔''

''میں سمجھی نہیں مہاراج۔''

''تُو اس حویلی کی مالک بن جائے گی۔ یہ کام میں تیرے لیے کر رہا ہوں کیا سمجھی؟ اور اس کے لیے تجھے میرا ساتھ دینا ہوگا۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ یہ تیری نانی یہیں رہے اور میں تجھے کہیں اور بھیج دوں۔''

''مگر کہاں۔ مہاراج گردھاری جی؟''

''میرا دوست ہے۔ گجن سنگھ تفصیل میں تجھے بعد میں بتاؤں گا۔ بلکہ تفصیل میں تیری نانی جان کو بتائے دیتا ہوں کہاں ہے وہ؟''

''میں بلاتی ہوں۔''

اور تھوڑی دیر بعد گردھاری نے بوڑھی عورت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''دیکھو ماتا جی! مجھے لگتا ہے کہ تم اپنی نواسی سے بہت محبت کرتی ہو۔ جان چھڑکتی ہو اس پر لیکن تمہیں اس بات کا اندازہ ہے کہ تمہاری موت کے بعد اس کا کیا ہوگا؟''

''اسی کے لیے تو تڑپ رہی ہوں بیٹا! چاہتی ہوں کہ بھگوان..... بھوانی ماں اس کے لیے کوئی راستہ منتخب کر دے۔''

''اگر یہ بات ہے تو سمجھ لو کہ بھوانی ماں نے اس کے اچھے مستقبل کا فیصلہ کر دیا ہے۔ دیکھو ماتا جی! مہاراج دھرم راج کی عمر سنیتا سے بے شک بہت زیادہ ہے لیکن دولت مند آدمی کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔ یہ کہو کہ دولت اسے بوڑھا نہیں ہونے دیتی۔ اس حویلی میں دھرم راج کی کئی بیویاں ہیں۔ آرام سے رہتی ہیں۔ لیکن دھرم راج کی منظورِ نظر کوئی بھی نہیں ہے اگر میں یہ کروں کہ تمہاری اس نواسی کو اس حویلی کی مالکن بنا دوں تو کیا تم پسند کرو گی؟''

''کیسی بات کرتے ہو بیٹا پسند کی بات کرتے ہو میں تو اس کام کے لیے اپنا جیون دینے کو تیار ہوں۔ سنسار میں اس نواسی کے سوا میرا ہے کون؟ میری بیٹی کی نشانی ہے یہ۔ بھلا اس سے اچھی بات اور کیا ہوگی میرے لیے کہ بھگوان اسے سارے جیون کا سکھ دے بیٹا! تڑپا دیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے تم نے یہ ساری بات کہہ کر۔ بھگوان کی سوگند! میرا جیون لے لو اور اگر ایسا ہو جائے تو بات ہی کیا ہے۔"

"بات اصل میں یہ ہے ماں جی! کہ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے تمہیں قربانی دینا ہوگی مگر کچھ عرصے کے لیے۔"

"کیسی قربانی بیٹا؟"

"ماں جی! تھوڑی سی پریشانیاں ہوتی ہیں۔ دھرم راج بہت بڑے جاگیردار ہیں۔ بہت بڑا پریوار ہے ان کا۔ ذات پات ہے۔ بے شک وہ کئی شادیاں کر چکے ہیں لیکن ان کی ساری کی ساری بیویاں اونچی ذات سے ہیں اور برادری والے صرف اس لیے ان پر انگلی نہیں اٹھا سکتے کہ انہیں ان عورتوں کے خاندان کے بارے میں اندازہ ہے۔ معاف کرنا تمہارے خاندان کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں کیا سمجھی؟"

"جانتی ہوں۔"

"مگر اس کے باوجود میرے پاس ایک ایسی ترکیب ہے کہ سنیتا، دھرم راج کی بیوی بن جائے۔"

"کیا ترکیب ہے؟"

"میں اسے گجن سنگھ کے پاس بھیج رہا ہوں جو میرا دوست ہے۔ جو اسے اپنی بھتیجی ظاہر کر کے رکھے گا۔ گجن سنگھ ایک عزت دار آدمی ہے اور کوئی بھی اس پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ مگر ماں جی اس دوران تمہیں یہیں پر رہنا ہوگا۔ کیونکہ تمہیں اس کے ساتھ وہاں نہیں بھیجا جا سکتا۔ پھر جب یہ پھیرے کر کے واپس آ جائے گی تو تمہیں بھی اندر حویلی میں بلوا لیا جائے گا۔ تم بے شک اس کی داس کی حیثیت سے رہو گی۔ یہ سوچو کہ تمہاری نواسی کو کتنا بڑا نام ملے گا۔"

"بھوانی ماں کی قسم خلوص دل سے تیار ہوں۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" یہ اعتراض سنیتا کو بھی نہیں ہوا اور آخر کار اسے گجن سنگھ کے ہاں بھیج دیا گیا۔

گجن سنگھ ایک کھاتا پیتا آدمی تھا۔ اونچی ذات کا برہمن تھا اور زبردست پہنچ تھی اس کی۔ ایک عرصے سے وہ دھرم راج کے خاص وفاداروں میں سے تھا۔ اس کے رہن سہن بھی اونچے تھے۔ آبادی کے خوب صورت علاقے میں اس کی بہت بڑی حویلی تھی۔ جس کا ایک حصہ مردانہ اور ایک زنانہ تھا۔ درمیان میں ایک باغ تھا۔ جسے کافی خوب صورت بنایا گیا تھا بہت سے ملازم اور ملازمائیں یہاں موجود تھیں اور پھر اب تو صورت حال ہی بدل گئی تھی۔ کیونکہ گردھاری نے مہاراج دھرم راج کے ایک کام کے بارے میں بتا دیا تھا۔ البتہ گردھاری نے

اصل بات گجن سنگھ کو بھی نہیں بتائی تھی۔ بس اتنا بتایا تھا کہ ایک لڑکی ہے جسے دھرم راج آنے والے ہے اپنی پتنی بنانے والے ہیں اور یہاں رکھ کر اسے بڑے لوگوں کے ادب و آداب سکھائے جائیں گے اور وہ محل کی مالکن کا کردار ادا کرے گی۔

بہرحال اس سلسلے میں تمام پروگرام ترتیب دے دیئے گئے اور دھرم راج کے اس وفادار نے اپنا ڈرامہ بھی بنا۔ یعنی اس نے بتایا کہ اس کا دور کا رشتہ دار مر گیا ہے اور وہ اس کی لاوارث بیٹی کو لینے جا رہا ہے۔ پھر جب سنیتا، گجن سنگھ کے گھر آئی۔ تو سب اس کے حسن کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ سب سے بُری حالت گجن سنگھ کے بیٹے ست پرکاش کی تھی ست پرکاش، سرخ و سفید، بلند و بالا قد اور حسین نقوش کا مالک تھا۔ تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ شکل و صورت میں بے مثال تھا۔ اس نے سنا کو دیکھا تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ سنیتا کے بارے میں نہ جانے کیسے کیسے خواب دیکھنے لگا۔

دوسری طرف سنیتا کو اس گھر کے ماحول سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ سب اس کے غلام ہیں اور اس نے کسی کو نگاہ بھر کے بھی نہیں دیکھا۔ یہ گھر تو اس کے لیے تربیت گاہ تھا۔ چنانچہ وہ کسی کو اہمیت نہیں دیتی تھی۔ حالانکہ گجن سنگھ کے لڑکے بھی تھے اور لڑکیاں بھی تھیں لیکن سنیتا انہیں قریب نہیں آنے دیتی تھی وہ سوچتی تھی کہ یہ سب اس کے معیار کے لوگ نہیں ہیں۔ انہی میں ست پرکاش بھی شامل تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ سنیتا کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ وہ دھرم راج جیسے جاگیردار کی بیوی بننے والی ہے جو گجن سنگھ جیسے گھرانے کو خرید کر پھینک سکتے ہیں۔ اس لیے وہ کسی کو اہمیت نہیں دیتی تھی۔ لڑکے اور لڑکیاں خیر صحیح طور پر بات سمجھ بھی نہیں پائے تھے لیکن گجن سنگھ کی دھرم پتنی کوشل نے کہا۔

"یہ لڑکی تو بڑی عجیب ہے۔ ماتا پتا کی موت کا اس پر کوئی اثر نہیں۔ اپنے آپ میں مست رہتی ہے۔ تم اسے اتنی محبت سے لے کر آئے ہو لیکن میں دیکھ رہی ہوں یہ تو بڑی مغرور ہے کسی کو منہ ہی نہیں لگاتی۔ ایسا لگتا ہے جیسے ہم نے اس کے ماتا پتا کو مارا ہے، ہمارا کھائے گی..... اور....."

"ارے ارے..... کیوں موت آئی ہے تیری اگر وہ ناراض ہو گئی تو گھر کا گھر جل جائے گا۔ جوتے مار مار کر ہمارے بھیجے نکال دیئے جائیں گے۔ ایک بات میں تجھ سے کہوں کوشل! ہم اس کے ایک اشارے پر بے موت مر جائیں گے۔ سارے کے سارے، بڑی نازک صورت حال ہے یہ سوچ لینا اپنے پریوار کی تباہی کی ذمے دار تم خود ہو گی۔"

"ارے ارے کیا ہو گیا۔ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آخر کون ہے یہ لڑکی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''مت پوچھ بس تجھے بھگوان کا واسطہ مت پوچھ سوتے جاگتے بس یہی دعا ہے کہ بھگوان نے ہمیں جس امتحان میں ڈال دیا ہے۔ اس میں کامیاب کرے۔ ذرا سی غلطی ہمیں جہنم میں پہنچا دے گی۔''

''سچ سچ ایک بات تو بتاؤ یہ قصہ کیا ہے۔ آخر آپ اس کے بارے میں اتنے پریشان کیوں ہیں۔ میں کوئی کسی سے کچھ کہے جا رہی ہوں۔''

''تو سوچ لے کوشل کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے ہاتھوں ہی ماری جائے تُو۔''

''تمہیں مجھ پر وشواش نہیں ہے۔''

''وچن دے کہ کسی کو نہیں بتائے گی۔''

''ہاں ہاں..... میں وچن دیتی ہوں تم فکر نہ کرو۔''

''تو سن۔ بھلا تجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے کہ میرے کتنے دوست ہیں کتنے ساتھی ہیں۔ ساری باتیں تو تجھے معلوم ہیں۔ کوئی بھی نہیں تھا میرا۔ نہ یہ میرے کسی بھائی کی بیٹی ہے۔ ارے باؤلی میرا بھائی تھا ہی کون..... بس یوں سمجھ لے کہ یہ ہمارے مہاراج دھرم راج کی ہونے والی پتنی ہے۔''

''ہیں..... مگر دھرم راج مہاراج تو پہلے ہی سے اتنی ساری پتنیاں پالے ہوئے ہیں۔''

''سارے کے سارے گجن سنگھ کی طرح بے وقوف تھوڑے ہی ہیں کہ بس ایک پال کر سارا جیون اسی کے ساتھ بتا دیتے ہیں..... بہرحال تُو یہ سمجھ لے کہ اگر وہ خوش ہو گئے تو ہمارے گھر میں لکشمی آ جائے گی اور اگر یہ بگڑ گئی تو جھاڑو پھیر جائے گی۔''

''کمال ہے۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔''

''سمجھ لے کوشل! تجھے اب اس طرح سے کرنا ہے۔''

کوشل بہرحال اپنے آپ کو ذہنی طور پر اس کے لیے تیار کرنے لگی اور سارے معاملات ٹھیک ٹھاک چلتے رہے۔

اُدھر حویلی کا کام بھی ہو رہا تھا۔ دھرم راج کی سب بیویاں اس کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی تھیں۔ باقی ساری بیویاں تو بعد میں آئی تھیں اور بس ایسے ہی دھرم راج کی عیاشیوں کا نتیجہ تھیں لیکن رُوپ متی خود ایک بہت بڑے جاگیردار کی بیٹی تھی اور سب سے بڑا مسئلہ اسی کا تھا۔ چنانچہ دھرم راج گردھاری بھی انسان تھا۔ بہک گیا تو مصیبت بن جائے گی۔ روپ متی بھی معمولی جاگیردار کی بیٹی نہیں تھی۔ دشمنی بڑھ جائے گی۔

ادھر سنیتا ایک نئی زندگی سے روشناس تھی۔ آنے والے وقت کا خیال اس کے دل میں

ہلچل مچائے ہوئے تھا۔ نہ جانے اونٹ کس کروٹ بیٹھے۔ نہ جانے حالات کیا رخ اختیار کریں۔ ابھی تک تو زندگی اسی طرح گزر رہی تھی۔

سینے میں جواڑ بھاٹے اٹھتے تھے۔ جوانی بہرحال بہتے پانی کی مانند ہوتی ہے۔ بند باندھو تو کہیں نہ کہیں سے بہہ ہی نکلتی ہے۔ اکثر تنہا راتوں میں اس کے بدن میں بھی کھچاؤ پیدا ہوتا تھا۔ ایک بے نام سی آرزو جو کئی بار مختلف شکلوں میں اس کے سامنے آ چکی تھی۔ خود اس کے اپنے وجود میں جنم لینے لگی تھی۔ ایسے موقعوں پر عجیب سی بے کلی طاری ہو جاتی تھی کتنے دنوں جے وردھی سے نہیں ملی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جے وردھی بہت گیانی ہے۔ لیکن یہ اس کا خیال تھا۔ جس وقت وہ یہ بیٹھی سوچ رہی تھی کہ جے وردھی گیانی ہے۔ اس وقت جے وردھی سے اس کا فاصلہ ہے تو اس کی نگاہ دیوار پر لگی ایک تصویر پر جا پڑی۔ تصویر کے فریم کے اوپری حصے پر ایک بڑی سی مکھی بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی اور اب سنیتا کو کوئی شبہ نہیں رہا پہلے تو وہ اپنا وہم ہی سمجھی تھی لیکن اب اس نے غور سے دیکھا مکھی اپنی جگہ چھوڑ کر اڑ کر اس کے سامنے آ گئی تھی اور پھر اس کے پاؤں بلند ہوتے چلے گئے۔ اوپری حصے پر جے وردھی کا چہرہ مسکرا رہا تھا۔ یہ مسکراہٹ اس قدر مکروہ تھی کہ دیکھنے والے کو کراہت محسوس ہو لیکن بہرحال سنیتا کا اور اس کا کافی وقت ساتھ گزرا تھا۔ سنیتا حیرت سے بولی۔

''نانی جی آپ؟''

''ہاں..... میں تجھ سے دور کب ہوتی ہوں۔''

''یعنی آپ ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہیں۔''

''نہیں ہمیشہ تو نہیں لیکن دن میں ایک آدھ چکر ضرور لگا لیتی ہوں تیرے پاس وہاں حویلی میں بھی تو رہنا پڑتا ہے ناں مجھے۔''

''نانی جی! میں کیسی جا رہی ہوں؟''

''بالکل ٹھیک۔ تُو یہ سمجھ لے کہ میرے سارے سپنے پورے ہو رہے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ آج کل ادھر کیا ہو رہا ہے۔''

''کدھر؟''

''حویلی میں۔''

''لو! میں تو یہاں ہوں۔ میں کیا جانوں مگر میں بھول جاؤں گی۔ نانی! ایک بات تو بتاؤ۔''

''ہاں..... بول!''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''نانی یہ تم مکھی بن کر ہر جگہ کیسے پہنچ جاتی ہو۔ کیا تم جادو منتر جانتی ہو؟'' جواب میں جے وردتھی مسکرادی۔ پھر اس نے کہا۔

''میرا نام جے وردتھی ہے، علم کا سمندر، اگر تُو نے میری ساری آرزوئیں پوری کر دیں تو میں تجھے ایک تحفہ دوں گی جو تجھے امر کر دے گا۔ بس اس سے زیادہ نہ پوچھ۔'' اور سنیتا خاموش ہوگئی۔

ست پرکاش کوئی اوباش نوجوان نہیں تھا۔ ایک عزت دار باپ کا عزت دار بیٹا تھا لیکن اس نے زندگی میں پہلی بار چوٹ کھائی تھی۔ ایک نگاہ سنیتا کو دیکھا تھا اور اس کے دل میں ایک سوراخ ہوگیا تھا۔ اس سوراخ سے محبت کی نمی رسنے لگی تھی۔ سینے میں ٹھیسیں اٹھنے لگی تھیں۔ دل کا یہ زخم سنیتا کی بے نیازی نے اور گہرا کر دیا تھا اور اس کی تڑپ دن رات بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ چوروں کی طرح کسی بھی کونے سے سنیتا کو دیکھتا رہتا تھا اور اس کے دل میں یہ آرزو شدید ہوگئی تھی کہ وہ اس کی جانب متوجہ ہو۔ اس سے بات کرے۔ اس سے محبت کرے۔ اس کی راتوں کی نیندیں حرام ہوگئی تھیں لیکن بہر حال وہ خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔ وہ سنیتا کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ ابھی کسی پر اپنی کیفیت کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ گجن سنگھ نے جیسا کہ سب کو بتایا تھا۔ سوائے اپنی بیوی کوشل کے کہ سنیتا اس کی بھتیجی ہے۔ ایک ایسے بھائی کی بیٹی ہے جو زندگی میں کبھی اس سے نہیں ملتا تھا۔ مگر موت کے بعد یہ مجبوری ہوگئی کہ وہ سنیتا کو اپنے گھر لے آیا۔

ادھر سنیتا تھی کہ اس نے اپنی زندگی کے گرد ایک آہنی حصار قائم کر رکھا تھا آج تک وہ گھر کے کسی فرد سے گھلی ملی ہی نہیں تھی۔ ان کے ساتھ اٹھتی بیٹھی بھی نہیں تھی۔ کتنی ہی بار ست پرکاش کو احساس ہوا تھا کہ یہ انوکھا مہمان اپنے میزبانوں کو اپنا غلام سمجھتا ہے اور حیرت کی بات یہ تھی کہ میزبان اس کی پذیرائی کرتے تھے۔ بہر حال یہ پُراسرار لڑکی ست پرکاش کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

وقت گزرتا رہا اور ست پرکاش کے دل کی آگ بھڑکتی رہی۔ پھر اس رات تو وہ انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔ اس کا دل اس سے باغی ہوگیا تھا وہ اسے خوفناک مشورے دے رہا تھا۔ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ محبوب کے وصل کے لیے دنیا کے اقتدار ٹھکرا دیئے جائیں۔ دل کی چیخیں برداشت سے باہر ہوگئیں۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور سنیتا کی خواب گاہ کی جانب چل پڑا۔ خیالِ یار کے سوا کوئی احساس اس کے دل میں نہیں تھا۔ کائنات سو رہی تھی۔ رات جاگ رہی تھی اور ماحول اس خوفناک روشنی میں بڑا دلکش لگ رہا تھا۔ یا پھر دلکشی اس حسین وجود کی

تھی جو ایک کچی کلی کی طرح محوِ خواب تھی۔ مسہری کے گرد گلابی رنگ کے پردے لرز رہے تھے اور آسمانی رنگ کے باریک لبادے سے جوانی کی شراب جھلک رہی تھی۔ بال گھٹاؤں کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ گلاب کی پتیاں آدھ کھلی ان سچے موتیوں کی نمائش کر رہی تھیں جو پتیوں کے درمیان غلاف میں رکھے ہوئے چمک رہے تھے۔ سارا وجود ایک حسین آبشار بنا ہوا تھا اور وہ دھیمے دھیمے بہہ رہا تھا۔ اس حسین منظر کو دیکھ کر ست پرکاش پتھرا گیا۔ اس نے اپنے آپ کو نیم غشی کے عالم میں پایا۔

سنیتا نے کروٹ بدلی اور آنکھیں کھول دیں اور ست پرکاش کو حیران آنکھوں سے دیکھا۔ انسان تھی۔ نازک تھی۔ ساری باتیں اپنی جگہ، قدرت نے اس کی تقدیر میں جو تحریر کر دیا تھا اس تحریر کو کوئی مٹا نہیں سکتا تھا۔ جہاں وہ ایک خوفناک ناگن کے روپ میں جھلکتی وہیں ایک نوجوان اور الہڑ دوشیزہ بھی تھی اور جس وقت ناگن نہ ہوتی تو ایسی معصوم ہوتی کہ دیکھنے والا اس کی معصومیت پر قربان ہو جائے۔ اس وقت وہ اسی کیفیت میں تھی۔ چنانچہ اس کا بدن ہولے ہولے کانپنے لگا۔ پیشانی پسینے سے تر ہوگئی جھیل جیسی آنکھوں میں خوف کی سیاہی پھیل گئی اور نازک پتیاں کھل گئیں موتی بکھر گئے۔ اس کی لرزتی آواز ابھری۔

''کون...... کون ہو تم؟''

''ست پرکاش۔''

''ہاں میں جانتی ہوں کیا بات ہے؟''

''میں...... میں۔'' ست پرکاش کے منہ سے اتنا ہی نکلا تھا۔ قد و قامت، رنگت و روپ جو کچھ بھی تھا ایسا نہیں تھا کہ دیکھنے والا دیکھے اور نظر انداز کر دے۔

کچھ لمحے کے لیے وہ بھول گئی کہ جے وردتھی نے اسے کیا سکھایا تھا۔ یا یہاں وہ کس مقصد کے لیے آئی ہے۔ اس وقت وہ ایک معصوم اور الہڑ لڑکی کی زبان بول رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''بیٹھو ناں۔''

ست پرکاش کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ آج تک اس نے سنیتا کی جو فطرت دیکھی تھی۔ اس میں غرور تھا تکبر تھا۔ ایک برتری کا احساس تھا لیکن اس لہجے میں فرق تھا ست پرکاش کی بھلا کیا ہمت ہو سکتی تھی کہ اس کے برابر اس کی مسہری پر بیٹھ جائے۔

وہ نہ بیٹھا تو سنیتا پھر بولی۔ ''بیٹھو ناں۔''

ست پرکاش کو یوں لگا جیسے اس کے اعضاء اس کے حکم کی تعمیل کر رہے ہوں۔ وہ بیٹھ گیا اور اس کے دل میں کنول کھلنے لگے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیسے آنا ہوا بولو۔"

"دل کی تڑپ نے مجبور کر دیا۔ بُرا مانا ہو تو معاف کر دینا۔"

"پہلے تو تم نے کبھی میری طرف رُخ نہیں کیا تھا۔"

"بس نہ جانے کب سے ہمت باندھ رہا تھا۔ ہمت تو نہ ہو سکی۔ اس لمحے یہ سوچ کر نکلا تھا کہ بس آج میں تمہاری توجہ حاصل نہ کر سکا تو جان دے دوں گا۔"

سنیتا نے چونک کر اسے دیکھا۔ واقعی اس کا ذہن کچھ اور کہہ رہا تھا۔ کچھ اور چاہ رہا تھا۔ سامنے جو نظر آ رہا تھا وہ حسین تھا۔ چوڑے چکلے بدن کا مالک نرم نرم خوب صورت آنکھیں یہ تو بڑا ہی انوکھا ہے۔

لیکن پھر جے وردھی اس کے دماغ میں کلبلائی اس کے الفاظ یاد آئے جوانی کو سستے داموں فروخت کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اگر وہ جذبات کے دھارے میں بہہ گئی تو کچھ نہ پا سکے گی اور ایک معمولی سی عورت کی طرح زندگی گزار دے گی۔ چنانچہ اس نے خود کو سنبھالا اور اب اس کا لہجہ بدل گیا۔

"تمہارا نام ست پرکاش ہے شاید۔"

"ہاں۔"

"ست پرکاش! یہ میرا سونے کا کمرہ ہے اور گجن سنگھ جی نے مجھے یہ کہہ کر یہاں بلوایا تھا کہ میں یہاں محفوظ ہوں کیا تمہیں اس طرح میرے کمرے میں آنا چاہیے تھا؟"

ست پرکاش کے وجود میں جتنے پھول کھلے تھے سب کی پتیاں ٹیڑھی ہو گئیں۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ انوکھی ہے..... بڑی انوکھی یہی تو خوبی ہے اس کی۔ کبھی دل کے کنول کی طرح کھلا دیتی ہے اور کبھی ایسے جلا دیتی ہے کہ مانو کوئلہ ہو۔ وہ پھر بولی۔

"تم جانتے ہو میں کون ہوں؟"

"اپسرا ہو۔ آسمان سے اتری ہو۔ ورنہ اتنی پتھر دل نہ ہوتیں۔"

"سنو میں تمہیں صرف اتنا بتا سکتی ہوں کہ اگر کسی کو علم ہو جائے کہ تم اس طرح چوری چوری میرے کمرے میں آئے ہو تو تمہیں پتھروں سے کچل کر ہلاک کر دیا جائے گا۔ میں نہیں چاہتی کہ ایسا ہو۔ اس لیے خاموشی سے لوٹ جاؤ۔ میں اسے تمہاری پہلی بھول سمجھ کر معاف کر سکتی ہوں۔"

ست پرکاش کے پورے وجود میں اندھیرے سے پھیل گئے۔ ساری روشنیاں بجھ گئیں تاریکیاں اُمنڈ آئیں۔ پھر بھی اس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

"سنیتا!"

"بس..... اب اور کچھ نہیں۔ نکل جاؤ میرے کمرے سے اس سے پہلے کہ یہ راز چھپانا میرے لیے ممکن نہ رہے۔ تم چلے جاؤ یہاں سے۔"

ست پرکاش مشینی انداز میں کھڑا ہو گیا۔ پھر لڑکھڑاتے قدموں سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا اور سنیتا اسے جاتے دیکھتی رہی۔ بڑی اداس ہو گئی تھی وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی پھر مدھم سی سانس لے کر اس نے گردن گھمائی تو کارنس پر وہی بڑی مکھی بیٹھی نظر آئی۔ جس کا چہرہ جے وردھی کا چہرہ تھا۔ جے وردھی نے روپ نہ بدلا لیکن اس کا چہرہ بہت بڑا ہو گیا۔ اتنا بڑا کہ حیرت ہو۔ پتلے پتلے باریک پاؤں دیوار سے چمٹے ہوئے تھے اور اس کے مکروہ چہرے پر ایک بھیانک مسکراہٹ تھی۔ اس کے ہونٹ ہلے اور اس کی آواز اُبھری۔

"تجھے کہنا چاہیے تھا۔ اس سے کہ اے پگلے نراش نہ ہو۔ تیرا ابھی وقت آئے گا۔ سنیتا یہ میں تجھ سے کہہ رہی ہوں۔ تیرے من میں اس کا پریم جاگے تو یہ نہ سوچنا کہ تُو مجبور ہے اور اپنے پریمی کو کبھی حاصل نہیں کر پائے گی اس کا بھی سمے آئے گا۔ اگر اس نے تیرے من میں جگہ حاصل کر لی ہے تو میں تجھ سے وعدہ کرتی ہوں تجھے اس کی قربت دوں گی۔ وہ دوں گی جو تُو نے کبھی حاصل نہ کیا ہو۔ کیا سمجھیں؟ جے وردھی سے اپنا من لگائے رکھنا۔ جے وردھی کبھی تجھے نراش نہیں کرے گی۔ جے وردھی تو جے وردھی ہوتی ہے۔ صرف دینے کے لیے لینے کے لیے نہیں اور دیکھ لے ایک ایسی حویلی تیرا انتظار کر رہی ہے۔ جسے اندر سے دیکھنے کے صرف خواب دیکھے جا سکتے ہیں اور یہ خواب پورے کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ کیا سمجھیں؟"

جے وردھی کا منحوس چہرہ چھوٹا ہوتا گیا اور اس کے بعد اس نے دیوار پر پاؤں جمائے اور بھنبھناتی ہوئی اپنی جگہ سے اڑی اور ایک کھلی کھڑکی سے باہر نکل گئی۔

سنیتا نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور بند آنکھوں میں ست پرکاش کا چہرہ اور اس کی لڑکھڑاتی ہوئی چال کی تصویر اُبھر آئی اور اس کے ہونٹوں سے ایک مدھم سی آواز نکلی۔

"بھگوان کیا میں انسان ہوں؟"

ساری باتیں اپنی جگہ تھیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ سنیتا بہرحال انسان تھی۔ انسان کے سینے میں دل ہوتا ہے۔ دل میں ارمان ہوتے ہیں۔ ہر طرح کے احساسات بھی ہوتے ہیں اور پھر سنیتا کا ماضی تو روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ غور کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اس کا ان معاملات میں کوئی قصور نہیں تھا۔ وہ تو بالکل بے گناہ تھی۔ ایک بدبخت نے اسے زندگی کے غلط راستوں کی طرف ڈالا۔ ماں باپ چھین لیے اس سے، بڑی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بے بسی کی موت کا شکار ہوئے تھے وہ لوگ لیکن اس بد بخت کی وجہ سے ایک شیطان نے جنم لیا۔ جس کی مثال ممکن نہیں ہوتی سنیتا درحقیقت ایک معصوم درندہ تھی۔

اپنی کیفیتوں سے بے نیاز جو عادت اس کی فطرت میں شامل ہوگئی تھی۔ اس میں اس کا قصور نہیں تھا۔ بس حالات نے اسے اس رُخ پر ڈال دیا تھا۔ کیا کرتی بے چاری اور اب کبھی وہ اپنے بارے میں سوچتی تو اسے احساس ہوتا کہ وہ بڑی مشکل کا شکار ہوگئی ہے لیکن بُرائیاں اسے سہارا دے رہی تھیں اور یہ مثال اب سچ ثابت ہو رہی تھی کہ بُرائی بہت آسان ہوتی ہے۔ بہت دلکش۔ سوچنے کا موقع نہیں دیتی۔ ست پرکاش کے لیے درحقیقت کچھ نرم گوشے پیدا ہوئے تھے لیکن جے وردھی اس کی استاد تھی اور جے وردھی نے اسے بتا دیا تھا کہ بہت بڑی جاگیر پر قبضہ جما لینا آسان کام نہیں ہوگا۔ رانیوں کی طرح دھرم راج کی جائیداد پر حکمرانی کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ دھرم راج کو اپنے جال میں گرفتار رکھا جائے اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ سنیتا پر صحیح معنوں میں اب جوانی آ رہی تھی اور اس کی دلکشی بے پناہ ہوتی جا رہی تھی۔ ست پرکاش جیسے لوگ جس قدر بھی متاثر ہوتے کم تھا۔

اُدھر دھرم راج اپنے طور پر دن رات انتظار کر رہا تھا۔ اس کی راتیں تڑپتے ہوئے گزر رہی تھیں۔ پورا ایک مہینہ گزر گیا تھا اور یہ ایک مہینہ دھرم راج نے جس انداز میں گزارہ تھا۔ اس کا دل ہی جانتا تھا۔ گردھاری لعل گجن سنگھ سے ملتا رہتا تھا۔ ایک آدھ بار وہ رات کی تاریکیوں میں سنیتا سے ملنے بھی آیا یہ جائزہ لینے کے لیے کہ جس کام کا اس نے آغاز کیا ہے۔ وہ صحیح انداز میں ہو بھی رہا ہے یا نہیں۔ ہر شخص کے اپنے مفادات ہوتے ہیں اور وہ اپنے مفادات کے لیے کام کرتا ہے۔ گردھاری بھی دھرم راج سے اپنی کاوشوں کا صلہ لینا چاہتا تھا۔ وہ ایسا تھا کہ وہ دنیا کا ہر کام کر سکتا تھا۔ وہ جب بھی سنیتا سے ملتا اسے یہ احساس ہوتا تھا کہ بات بڑی خوب صورتی سے بن رہی ہے۔

سنیتا کے اندر ایک ایسی تمکنت پیدا ہوگئی ہے۔ جو ہر طرح سے اسے بڑے گھر کی بیٹی ثابت کرتی ہے۔ بہرحال گردھاری بھی مطمئن تھا۔

پھر ایک شام دھرم راج نے اسے طلب کر لیا۔ دھرم راج کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔ اس نے بے قراری سے کہا۔

"کب تک ہمارے صبر کا امتحان لو گے گردھاری جی! ہم اس کے لیے پاگل ہوئے جا رہے ہیں۔ بتاؤ ہمارے من کو شانت کب کرو گے؟"

گردھاری کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"آپ کو تو یاد ہوگا مہاراج آج سے صرف چند روز کے بعد آپ کا جنم دن آ رہا ہے۔ آپ ہمیشہ ہی بھول جاتے ہیں۔ مگر ہم نہیں بھولتے۔ وہ آپ کے جنم دن پر آپ کے پاس آئے گی کیسا رہے گا۔"

دھرم راج فرطِ مسرت سے اچھل پڑا اس نے کہا۔ "گردھاری! حقیقت تو یہ ہے کہ تم جیسے دوستوں پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔"

گردھاری کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔ "مہاراج بس جیون کی سب سے بڑی آرزو یہی ہے کہ آپ خوش رہیں۔ زندہ رہیں آپ کی خوشی ہمارا جیون ہے۔"

"اگر سنیتا جیسی اپسرائیں ہمارے جیون میں آتی رہیں تو مرنے کا نام کون پاپی لے گا؟"

گردھاری کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ دھرم راج یہ سمجھا تھا کہ یہ مسکراہٹ اس کی مسکراہٹ کے جواب میں ہے لیکن گردھاری کچھ اور سوچ رہا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں کہا۔

"بوڑھے بے وقوف جیون کی جتنی خوشی مل جائے اسے غنیمت جان، زندہ رہنا تیرے بس کی بات نہیں۔ زندگی تو بھگوان کی دی ہوئی ہوتی ہے۔"

بہرحال جنم دن آ گیا۔ حویلی روشنیوں سے جگمگا گئی۔ طرح طرح کے کھیل تماشے ہونے لگے اور ایک بہت بڑے ہال میں شہر بھر کے لوگ جمع ہو گئے۔ نوجوان داسیاں مہمانوں کی خدمت کر رہی تھیں۔ محفلِ رقص و سرود جمی ہوئی تھی۔ رقاصاؤں نے اپنا کمال دکھا رکھا تھا کہ اچانک ساز رک گئے۔ ہر طرف ایک سکوت سا طاری ہوگیا۔ آسمان سے اپسرا اُتری تھی۔ تماشائیوں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ دلوں کی دھڑکنیں رک گئیں۔ دھرم راج تصویرِ حیرت بن گیا۔ سرخ لہنگا، سرخ چنری موتیوں سے جڑی ہوئی۔ سنگِ مرمر کا بدن آتشیں لباس کنول کی طرح کھلا ہوا چہرہ یاقوت کی طرح سرخ ہونٹ، آنکھوں میں کاجل کی لکیریں، انگ انگ موتی سجائے پیروں میں چاندی کی پازیب جن کے چھوٹے چھوٹے گھنگرو چھن چھن کر رہے تھے۔ سارے رنگ پھیکے پڑ گئے تھے اور وہ آ گئی۔ محفل پر سحر طاری ہو گیا تھا۔ دلوں کی دھڑکنیں بند ہو گئی تھیں۔ حُسن تھا کہ قیامت، یہ حُسن کہاں سے آ گیا یہ کہاں پوشیدہ تھا۔

دوسرے لوگوں کے ساتھ وہ بھی باادب بیٹھ گئی۔ گجن سنگھ کو بتا دیا گیا تھا کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ گردھاری نے ڈرامہ شروع کر دیا۔

"یہ لڑکی کون ہے گجن سنگھ جی؟"

"میری بھتیجی ہے۔ سرکار کہہ رہی تھی کہ میں نے راج محل نہیں دیکھا۔ سو لے آیا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ذرا اسے ہمارے مہاراج سے ملاؤ۔'' گردھاری نے کہا اور گجن سنگھ نے جھک کر سنیتا کے کان میں کچھ کہا اور سنیتا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دھرم راج کے پاس پہنچی اور دونوں ہاتھ جوڑ کر انہیں پرنام کیا۔

دھرم راج نے اپنے گلے سے قیمتی مالا اتار کر اسے دی اور تھوڑے سے الٹ پھیر کے بعد اس مالا کو ور مالا تسلیم کر لیا گیا۔ بہرحال سنیتا اس انداز سے محفل میں آئی تھی کہ لوگوں نے دھرم راج کی قسمت پر رشک کیا اور بہت سے دلوں میں یہ احساس ابھرا کہ دولت بھی کیا چیز ہے۔ ہر قیمتی اور خوب صورت چیز کو حاصل کرنے کے لیے دولت ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ گجن سنگھ بھی ذات کا کھرا تھا۔ چنانچہ جن لوگوں کو یہ بات معلوم ہوئی کہ بہت جلد ہی سنیتا دھرم راج کی دھرم پتنی بن جائے گی۔ انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا کیونکہ کچھ بھی تھا۔ لڑکی ذات کی کھری تھی۔ البتہ ست پرکاش کے دل کو بڑے دھکے لگ رہے تھے۔ اس رات کے بعد اس نے سنیتا کی شکل تک نہیں دیکھی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے سنیتا کے کہنے پر اس کے گرد دیواریں تنگ کر دی ہوں۔ لیکن ست پرکاش کا دل ان پابندیوں کو قبول نہیں کر رہا تھا۔ باقی باتیں بھی اس کی سمجھ سے باہر تھیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسے گجن سنگھ جی کے کسی رشتے کے بارے میں معلوم نہ ہو۔ بہرحال وہ اس راز کو جاننے کے لیے بے چین تھا لیکن کس سے معلوم کرتا کون اسے بتاتا۔

یہ بات اس کے علم میں آ چکی تھی کہ دھرم راج نے سنیتا کا رشتہ مانگا ہے اور بھلا گجن سنگھ کی کیا مجال تھی کہ وہ اس رشتے سے انکار کر سکے۔ چنانچہ دھرم راج کے حکم پر سنیتا کو اس کے حوالے کرنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور خود ست پرکاش کو بھی اس سلسلے میں کام کرنا پڑ رہا تھا۔ آخر کار ایک ترکیب اس کے ذہن میں آئی۔ ماں ہر حال میں ماں ہوتی ہے۔ اگر ماں سے وہ اپنا درد دل بیان کرے تو شاید کوئی حل نکل آئے۔ ویسے وہ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ دولت ہر چیز پر حکمران ہوتی ہے۔ دھرم راج، سنیتا پر اپنا حق جما چکے ہیں۔

اب کس کی مجال ہے کہ وہ سنیتا کو نظر بھر کر بھی دیکھ سکے لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ سب کچھ اس کے باپ کا کیا دھرا ہے۔ یقیناً اس کے باپ نے اپنے کسی مفاد کے لیے یہ چکر چلایا ہے۔ ست پرکاش کے دل میں بغاوت کی لہریں دوڑنے لگیں لالچی باپ کو دولت اکٹھی کرنے کا اتنا شوق ہو گیا ہے کہ وہ ایسی حرکتوں پر اُتر آیا ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ماں کو صاف صاف بتا دے گا کہ وہ سنیتا کو چاہنے لگا ہے اور کچھ بھی ہو جائے وہ سنیتا کو حاصل کر کے رہے گا۔ چاہے اس کا نتیجہ خاندان کی تباہی کی شکل میں کیوں نہ نکلے۔

وہ ماں کے کمرے میں پہنچا تو ایک بہن اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ ست پرکاش نے بہن سے کہا۔

''جاؤ تم باہر جاؤ۔''

''کیا بات ہے بھیا جی۔''

''سنا نہیں باہر جاؤ۔'' وہ غصے سے بولا اور بہن ڈر گئی۔

ماں حیرانی سے بیٹے کو دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔ ''کیا بات ہے ست پرکاش۔''

''ماں! سنیتا کون ہے؟'' ست پرکاش نے سرد لہجے میں سوال کیا اور ماں کا چہرہ خوف سے سفید پڑ گیا۔ وہ گھبرائے ہوئے انداز میں بولی۔

''کیوں پوچھ رہا ہے؟ کیا بات ہے؟''

''مجھے میرے سوال کا جواب دو۔'' ست پرکاش کی آواز میں آگ کی تپش تھی لیکن پھر بھی ماں نے خود کو سنبھالا اور بولی۔

''پہلے تُو میری بات کا جواب دے۔''

''سنو ماں۔ میں یہ راز معلوم کر لوں گا کہ سنیتا کون ہے اور اسے یہاں کیوں لایا گیا تھا۔ ماں! میں کوئی نیچ ذات کا لڑکا نہیں ہوں۔ ہماری بھی کوئی عزت ہے۔ پتا جی اگر دولت کے لالچ میں عزت گنوانے پر تیار ہو گئے ہیں تو میں بھی عزت پر جان دے دوں گا۔ آگے چل کر مجھے اپنا جیون گزارنا ہے اور یہ جیون میں گردن جھکا کر نہیں گزارنا چاہتا۔''

''تیری گردن کیوں جھک رہی ہے؟''

''دنیا یہی کہے گی ناں ماں! کہ گجن سنگھ جی نے دولت حاصل کرنے کے لیے اپنے دوست کی بیٹی دھرم راج کو پیش کر دی مجھے بتاؤ۔ کون سے تعلقات ہیں دھرم راج کے گھر سے ہمارے آخر سنیتا کو وہاں کیوں بھیجا گیا ہے۔ اس لیے ماں کہ دھرم راج اس پر لٹو ہو جائیں اور پتا جی اس کے دلال بن کر.....''

''کیا تُو پاگل ہو گیا ہے۔ بکے جا رہا ہے..... بکے جا رہا ہے۔''

''دیکھو ماں..... میں بچہ نہیں ہوں، اگر تم نے یہ بات نہیں بتائی تو سنیتا سے پوچھوں گا اور اگر سنیتا بھی اس بات پر تیار ہوئی کہ محلوں کی رانی بنے تو میں اسے جان سے مار دوں گا۔ میں اس سے پریم کرتا ہوں۔ ہمارے پاس بہت کچھ ہے ماں! تم پتا جی سے کہو کہ وہ مزید دولت حاصل کرنے کے بجائے میرے من کا سکون مجھے دے دیں۔'' ست پرکاش کی آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے ماں کا دل سینے میں لرزنے لگا۔ بیٹے کی ناکام آرزوئیں ماں کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سامنے کھڑی تھیں وہ اس کی حالت پر تڑپنے لگی لیکن بات کہیں اور آگے کی تھی۔

قصور تو گجن سنگھ کا بھی نہیں تھا۔ وہ دولت کی بھوک میں یہ سب نہیں کر رہا تھا۔ اگر سنیتا کا حصول ممکن ہوتا تو وہ سب کچھ اپنے بیٹے کو دے دیتیں۔ پر اس وقت بات بالکل مختلف تھی۔ بے عزتی کی موت سر پر آ کھڑی ہوئی تھی۔

وہ بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرتی رہیں۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولیں۔ ''ایک بات کہوں پرکاش! اگر تُو چاہتا ہے کہ تیری بہنوں کا سرِ عام ننگا کر دیا جائے۔ تیری ماں کو زندہ جلا دیا جائے اگر تُو چاہتا ہے کہ تیرے پتا جی کو ہاتھی کے پاؤں سے روند دیا جائے تو تیرا جو جی چاہے کر۔ ہم تیری خوشی کے لیے مر جائیں گے اور اگر تُو چاہتا ہے کہ یہ سب نہ ہو تو اپنے دل پر پتھر رکھ لے۔ سنیتا تیرے لیے نہیں ہے۔ وہ ہمارے دھرم راج کی امانت ہے۔ دھرم راج نے اسے ہمارے پاس بھجوایا تھا اور اب ہم اسے دھرم راج جی کو واپس کر رہے ہیں۔ ہماری کیا مجال ہے کہ ہم ان کی کسی دی ہوئی چیز پر قبضہ جما سکیں۔''

''مگر وہ کون ہے؟ کیا وہ پتا جی کے دوست کی بیٹی نہیں ہے؟''

''بالکل نہیں۔''

''تو یہ ناٹک کیوں رچایا گیا؟''

''دھرم راج مہاراج کے حکم سے۔ یقین کر لے ہم تجھے سنسار کے سارے سکھ دینے کے لیے تیار ہیں مگر وہ تیری نہیں ہو سکتی سمجھ رہا ہے ناں۔''

''سمجھ رہا ہوں ماں! پر۔''

''نہیں ست پرکاش اس گھر کی تباہی مت لا۔ سب مارے جائیں گے۔'' ست پرکاش خاموشی سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔

بہر حال وقت جاری رہا۔ اُدھر سنیتا عجیب کیفیت کا شکار تھی۔ دھرم راج تو اسے ذرہ برابر بھی پسند نہیں تھا۔ ہاں محل کی آن، بان، شان دیکھ کر وہ ضرور متاثر ہوئی تھی۔ شادی کے دن قریب آتے جا رہے تھے اور اس کا تردد بڑھتا جا رہا تھا لیکن جے ورد تھی بھلا اس سے کب دور تھی۔ اپنے بھیانک روپ میں اس کے پاس پہنچ گئی۔

''کیا بات ہے میں تیرے چہرے پر خوشی کے سائے نہیں دیکھ رہی سنیتا؟''

''میں بڑی پریشان ہوں۔''

''ایک تو مجھے اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ کسی کو کچھ سمجھاؤ۔ کسی کو کچھ دینا چاہو تو خاموشی سے کچھ لینے کے بجائے وہ اِدھر اُدھر کی باتوں میں گم ہو جاتا ہے۔ اری باؤلی! کہہ دیا

ہے تجھے کہ اقتدار کا سرا ہاتھ میں آ جانے دے۔ اقتدار کی ڈور ہاتھ میں آ جائے تو سنسار مل جاتا ہے۔ کیا تُو یہی نہیں کہنا چاہتی کہ دھرم راج پکی عمر کا ایک مرد ہے اور تیرے من میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے؟ دیوانی سب سے پہلے من کے لیے ایک سڑک بنا جس پر آسانی سے دوڑ سکے اور پھر منو کا منا پوری کرنے کے لیے تیرے پاس راستے ہی راستے ہوں گے۔ کون روکے گا تجھے؟ اور جہاں تک بات رہی مرد کی۔ تو مرد کو رجھانا عورت کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔ تیری ایک میٹھی نظر سے دھرم راج گہری نیند سو جائے گا۔ نشے میں ڈوب جائے گا اور نیند میں ڈوبا انسان کچھ بھی نہیں ہوتا۔ تیرے سامنے پریم کے راستے کھلے ہوں گے چنتا کیوں کرتی ہے۔ میں تجھے زیادہ نہیں سمجھاؤں گی۔''

''میرا من اندر سے ڈرتا ہے۔''

''تُو اس کی بھی چنتا نہ کر۔ میرے لیے تیرے من میں اُتر جانا کوئی مشکل کام بھی نہیں ہے۔ میں تو سوچتی تھی کہ تجھے تنہائی دے دوں۔ پر تیری مرضی۔ تُو تنہائی نہیں چاہتی تو نہ سہی۔ آج میں تیرے اندر رہوں گی اور تُو میرے اشاروں پر چلے گی۔''

''یہ زیادہ اچھا ہو گا۔ جے وردتھی! بھگوان کے لیے تم ایسا ہی کرو۔'' جے وردتھی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ چند لمحوں کے بعد اس نے انسانی روپ اختیار کر لیا چڑیل سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کوئی منتر پڑھا دونوں ہاتھ آگے کیے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ چکر کاٹنے لگی وہ گھوم رہی تھی اور اس کی رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ اتنی برق رفتاری سے گھومنے لگی جیسے بجلی سے چلنے والی کوئی مشین ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس کا پورا وجود ایک سفید لکیر کی شکل اختیار کرتا جا رہا تھا۔

یہ سفید لکیر دھوئیں میں تبدیل ہوئی اور پھر اس میں لچک پیدا ہونے لگی۔ سنیتا خاموشی سے کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ لکیر کا پہلا سرا اس کی ناک کے قریب پہنچا اور پھر دھوئیں کی یہ لکیریں اس کی ناک میں سمٹنے لگیں۔ سنیتا کو اپنا سر بھاری محسوس ہو رہا تھا۔ آہستہ آہستہ دھواں اس کے پورے وجود میں اتر گیا۔ وہ لہرانے لگی اور تھوڑی دیر کے لیے گہری نیند سو گئی۔

پھر کسی کے نرم ہاتھوں نے اسے جگایا۔ ہاتھ نرم نہیں تھے لیکن اس طرح اسے چھو رہے تھے جیسے وہ موم کی بنی ہو۔ اور ٹوٹ جانے کا خطرہ ہو۔ ایک جوان خوب صورت اور حسین چہرہ جس پر ایک سوگوار سی کیفیت تھی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ گئی۔ یہ چہرہ ست پرکاش کا تھا۔ ست پرکاش افسردہ سا اس کے سامنے کھڑا تھا۔ پھر اس نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

''کبھی ایسا نہ کرتا میں کبھی تمہارے پاس نہ آتا سنیتا! پر یہ من جو ہوتا ہے اندر سے یہ بس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنے بس میں نہیں ہوتا۔ انسان ہونے کے ناطے اتنا تو کم از کم بتا دو کہ من ایسے بے قابو ہو جائے تو اسے قابو میں کیسے کیا جاتا ہے؟''

اس سے پہلے کہ سنیتا کچھ بولنے کی کوشش کرتی۔ اس کے اندر جے وردھی بول پڑی آواز سنیتا کی تھی۔ جنبش سنیتا کی تھی لیکن سوچ جے وردھی کی تھی۔ سنیتا مسکرائی نگاہیں جو سنیتا کی نہیں بلکہ جے وردھی کی تھیں ست پرکاش پر پڑیں اور اس نے کہا۔

''ست پرکاش! گرم کھانے سے ہونٹ جل جاتے ہیں۔ بہت سے نقصانات ہوتے ہیں جبکہ ٹھنڈا کر کے کھاؤ تو کھانے کی لذت کا احساس بھی ہوتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ کھانے میں کیا لذت ہے سو یوں کرو کہ من کو شانت کرو۔ میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہہ رہی ہوں کہ میرے من میں تمہارے لیے بڑی جگہ ہے کم از کم مجھے وہ تو کرنے دو جس سے راستے ہموار ہو جائیں۔''

''مگر میں اپنے من کو کیا کروں؟ تم مجھ سے دور ہو جاؤ گی سنیتا! میرا من چاہتا ہے کہ میں آتما ہتھیا کر لوں۔''

''اگر تمہارا دل چاہتا ہے تو تم ایسا ضرور کر لو۔ دل کی بات ماننی چاہیے دل کی بات مان کر تم آتما ہتھیا کر لو۔ دنیا کے جھگڑوں سے آزاد ہو جاؤ گے اور اگر میری بات ماننا چاہتے ہو تو حقیقتوں کو سمجھو۔ حقیقتوں کو سوچو ہو سکتا ہے کہ آنے والا وقت تمہارے لیے بہت سے چراغ روشن کر رہا ہو۔''

ست پرکاش نے گردن جھکا لی۔ لیکن دوسرے لمحے جو کچھ ہوا وہ شاید خود اس کے تصور میں بھی نہیں تھا۔ اچانک ہی سنیتا آگے بڑھی تھی اور اس نے ست پرکاش کی گردن میں بانہیں ڈال کر اسے اپنے نزدیک سمیٹ لیا تھا۔ ست پرکاش کانپ کر رہ گیا۔ سنیتا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں ست پرکاش! میں نے تم سے کہہ دیا ہے۔ میں تمہاری ہوں لیکن اس سے پہلے مجھے دھرم راج کی ہونا پڑے گا۔ ورنہ..... نہ تم مجھے حاصل کر پاؤ گے نہ میں تمہیں۔''

ست پرکاش چلا گیا تو جے وردھی نے سنیتا کے وجود میں مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اگر تو ایسا نہ کرتی سنیتا یا میں ایسا نہ کرتی تو واقعی یہ سب کچھ نہ ہو پاتا۔''

سنیتا نے کہا۔

''میں نہیں جانتی تم کون ہو جے وردھی! پر ایک بات کہے بغیر نہیں رہ سکتی۔ تمہاری وجہ سے مجھے بہت آسانی ہو گئی ہے اور اب مجھے جینے سے ڈر نہیں لگتا۔''

''بس جو میں کہتی ہوں، خاموشی سے کرتی رہو۔ اس میں ذرا بھی کوئی الٹی سیدھی حرکت نہ کرنا۔''

سنیتا دھرم راج کی پتنی بن کر حویلی پہنچ گئی اور دھرم راج نے شرم و حیاء کو بالائے طاق رکھ کر ایسا جشن منایا کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے۔ روپ متی جل کر خاکستر ہو گئی۔ جے وتی اور مہندرا کی آنکھیں آنسوؤں سے جل تھل ہو گئیں۔ یہ کون تھیں۔ ان کا کردار کیا تھا۔ یہ بات تو آگے چل کر ہی کھل سکے گی لیکن روپ متی، دھرم راج کی وہ پتنی تھی جس کے بارے میں سب کو معلوم تھا۔ بے عزتی تو اسی کی ہوئی تھی لیکن دنیا یہ بات نہیں جانتی کہ ہر عمل کا ردِ عمل ضرور ہوتا ہے۔ دھرم راج سوچتا تھا کہ زمانے بھر کا عیاش ہے۔ حُسن و جمال کی دیویاں اس کے سامنے ناک رگڑتی ہیں لیکن کچھ اور بھی تھا۔ روپ متی کو بہت چاہا تھا۔ وہ ایک زمانے میں دھرم راج کی من پسند عورت تھی لیکن خود اس کے من کا موہن کوئی اور ہی تھا اس کے دل پر کسی اور کا راج تھا۔ اس کا نام سندر ناتھ تھا۔ سندر ناتھ پوری طرح روپ متی کے دل و دماغ میں رچا بسا ہوا تھا اور روپ متی نے ایک لمحے کے لیے اسے اپنے دل سے نہیں نکالا تھا۔ دھرم راج اپنی رنگ رلیوں میں مصروف رہتا تھا تو روپ متی بھی اپنے من موہن کو مختلف طریقوں سے اپنے پاس بلا لیتی تھی۔

آج جب دھرم راج نئی نویلی سنیتا کے ساتھ حجلہ عروسی میں موجود تھا تو رہائش گاہ کے خفیہ دروازے سے سندر ناتھ بھی روپ متی کے پاس پہنچ گیا۔ سندر ناتھ کو آج یہ محسوس ہوا کہ روپ متی کے چہرے پر اس کے استقبال کے لیے وہ تاثر نہیں تھے۔ جو ہوا کرتے تھے۔ اس نے کہا۔

''کیا بات ہے؟ آج تمہارا من کچھ پریشان لگتا ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں آخر وہ تمہارا پتی ہے۔ دولت مند ہے۔ بے چارہ سندر ناتھ کیا چیز ہے؟''

''یہ بات نہیں ہے سندر ناتھ اس لڑکی نے میرے من کے کنول مرجھا دیئے ہیں۔ میں کانٹوں کے بستر پر لوٹ رہی ہوں۔''

''اور جب میں کانٹوں کے بستر پر لوٹتا تھا اور میرا خیال تو یہ ہے کہ اب تمہیں خوش ہونا چاہیے بوڑھا گدھا اس حسین لڑکی کے بدن کو نوچے گا اور اس کی آبرو میری آغوش میں ہو گی۔''

''آہ..... تم نہ سمجھے سارا اقتدار چھن جائے گا مجھ سے۔ میری کوئی حیثیت نہیں رہے گی یہاں تمہیں یہ بات نہیں معلوم لیکن میں جانتی ہوں کہ اس سے پہلے بھی دھرم راج اپنی دو بیویوں کو یہاں سے نکال چکا ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''یہ تو اور بھی اچھا ہو جائے گا۔ روپ متی! میرا چھوٹا سا گھر تم سے آباد ہو جائے گا۔ یہ تو میری سب سے بڑی آرزو ہے۔ کہ وہ تمہیں گھر سے نکال دے۔''

''تب تم عورت کو جانتے ہی نہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ دھرم راج کو صرف اور صرف میرے چرنوں میں ہونا چاہیے۔''

''ایسا تو پہلے بھی نہیں ہوا۔ آخر مہندرا اور جے وتی بھی تو اسی حویلی میں رہتی ہیں۔''

''ہاں..... لیکن انہیں وہ مقام حاصل نہیں ہوا۔ جو مجھے حاصل ہے لیکن یہ لڑکی اپنی سندرتا کی وجہ سے دھرم راج کو اس قدر متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے کہ اس نے اس سے پھیرے کر لیے ہیں اور اب محل پر اس کا راج ہے۔''

سندر ناتھ نے واقعی پہلی بار اس عورت کو دیکھا تھا۔ یہ لڑکی جو اس سے کہتی تھی کہ یہ قیمتی حویلی اور اس میں موجود اعلیٰ درجے کا فرنیچر، یہ سب بیکار چیزیں ہیں۔ اسے سندر ناتھ کی محبت حاصل ہو جائے۔ ایک چھوٹا سا کچا گھر اسے مل جائے تو یہ سندر ناتھ اس کے لیے سنسار کا سب سے قیمتی انسان ہے۔ واقعی وہ سچ کہہ رہی تھی۔ سندر ناتھ عورت کو نہیں سمجھتا۔ جبکہ سندر ناتھ کی اپنی کہانی، اپنا ماضی محبت سے بھرپور تھا۔ ایک ایسی انوکھی حیثیت کا مالک جسے ایک مخصوص روایت بھی کہا جا سکتا ہے۔ وہ ایک غریب آدمی کا بیٹا تھا اور روپ متی ایک دولت مند جاگیردار کی بیٹی۔ دونوں کے راستوں میں دولت حائل تھی۔ پھر روپ متی دھرم راج کی نگاہوں میں آ گئی اور دھرم راج نے اسے بھی اپنی دھرم پتنی بنا لیا اس میں کوئی شک نہیں کہ روپ متی کا حُسن بھی بے مثال تھا لیکن دھرم راج اس سے پہل بھی ایسے بہت سے کھیل کھیل چکا تھا اور سب ہی جانتے تھے کہ روپ متی کا اقتدار بھی آخر کار ایک دن ختم ہو جائے گا۔ سندر ناتھ ہر قیمت پر روپ متی کا قرب چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ روپ متی دولت کی تلوار سے قتل ہو گئی۔ وہ مقام کسی طور نہیں حاصل کر سکتا تھا۔ جس کا وہ خواہش مند تھا۔

لیکن بہر حال اس نے روپ متی کا پیچھا نہیں چھوڑا اور اِدھر اُدھر کی کوششیں کر کے ایک مضبوط حیثیت سے نوکری کر لی تھی اور ایک باصلاحیت آدمی بن کر دھرم راج کا اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ ایسی صورت میں اسے اندر آنے جانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور روپ متی تک پہنچنے کے تمام راستے کھل گئے لیکن روپ متی نے اس سے ہمیشہ یہی کہا کہ وہ سونے کی اس دیوار میں قید ہے اور روایات کی بھینٹ چڑھ گئی ہے۔

دھرم راج کے بارے اب سندر ناتھ کو بھی معلوم تھا۔ وہ عیاش طبع آدمی ہے۔ آج روپ متی اس کی منظورِ نظر ہے۔ تو کل کوئی دوسری بھی ہو سکتی ہے بلکہ دھرم راج کی فطرت کے

مطابق سندر ناتھ تو اس بات کا منتظر تھا کہ کب روپ متی کا بھوت دھرم راج کے سر سے اترتا اور کب اس کی تقدیر کے ستارے جاگتے ہیں لیکن اب صورتِ حال بڑی عجیب سی ہو گئی تھی۔

روپ متی سنیتا سے رقابت کا شکار ہو گئی تھی۔ یہ بات سندر ناتھ کے لیے حیرت کا باعث تھی۔ ایک طرف اس کے دل میں یہ احساس بھی تھا کہ روپ متی جو کہتی رہی ہے کہ اسے دھرم راج سے کوئی لگاؤ نہیں ہے اور وہ صرف سندر ناتھ کو چاہتی ہے تو اب ایک اور عورت کے آ جانے سے یہ رقابت کیسی؟

اب وہ ان ہی تمام سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ روپ متی نے کہا۔ ''سنو، سندر ناتھ۔ میرا ایک کام کر دو۔ جیون بھر تمہارا احسان مانوں گی۔''

''کیا کام کرانا چاہتی ہو تم؟''

''سنیتا کو موت کے گھاٹ اتار دو۔ تاکہ میرا راستہ صاف ہو جائے؟''

سندر ناتھ نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے روپ متی کو دیکھا اور بولا۔ ''ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''تم یہی کہتے رہے ہو سندر ناتھ کہ تم مجھے چاہتے ہو۔ میرے لیے تمہیں یہ کرنا ہو گا اگر تمہارے من میں یہ بات ہے کہ میں دھرم راج کو چاہتی ہوں تو اپنے من سے یہ بات کھرچ کر پھینک دو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے میں عورت ہوں۔ یہاں راج حویلی میں دوسری عورتوں کے ساتھ جو کچھ ہو چکا ہے۔ وہی اگر میرے ساتھ بھی ہوا تو بھلا مجھ میں اور دوسری عورتوں میں کیا فرق رہے گا۔ میں کیسے یہ بات محسوس کروں گی کہ ایک شخص مجھ سے اتنا پریم کرتا ہے کہ میرے لیے سنسار کا ہر کام کر سکتا ہے۔ میں اقتدار چاہتی ہوں۔ مجھے دھرم راج سے کوئی لگاؤ نہیں لیکن عورت ہمیشہ اپنی برتری کی خواہش چاہتی ہوں۔ میں کسی اور کی برتری نہیں دیکھ سکتی۔ آج میں تم سے اپنی محبت کی قیمت مانگتی ہوں۔ سندر ناتھ بولو یہ قیمت مجھے دو گے۔''

''لیکن روپ متی ذرا غور تو کرو کیا کہہ رہی ہو تم؟''

''صرف میری بات کا جواب دو۔ کیا تم میرے لیے یہ کر سکتے ہو؟''

''میں اپنی جان دے سکتا ہوں تمہارے لیے لیکن کسی اور کی جان نہیں لی جائے گی۔''

''مجھے تمہاری جان کی ضرورت نہیں۔ سنو سندر ناتھ! میرے اور تمہارے پریم کا بندھن اسی طرح بندھا رہ سکتا ہے۔ اگر تم میرا کام کر سکتے ہو تو آئندہ میرے پاس آنا ورنہ خاموشی سے یہ حویلی چھوڑ کر نکل جانا کیونکہ اس کے بعد یہاں کی فضا تمہارے لیے سازگار نہیں ہو گی۔''

عورت بپھری ہوئی ناگن بن گئی تھی اور سندر ناتھ سوچ رہا تھا کہ زندگی دینے کی چیز ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لینے کی نہیں۔ شاید کوئی ایسا موقع آ جاتا کہ روپ متی کے لیے جان کی بازی لگانا پڑتی۔ وہ ایسا کر ڈالتا لیکن کسی اور کی جان لینا کسی محبت کرنے والے کے لیے ممکن ہی نہیں۔

''کیا سوچ رہے ہو؟'' روپ متی پھر پھنکاری۔

''ممکن نہیں ہے روپ متی! جو کچھ تم کہہ رہی ہو وہ ممکن نہیں ہے۔''

''تو پھر جاؤ۔ بس اتنا ہی کر سکتی ہوں تمہارے لیے کہ خاموشی سے تمہیں یہاں سے نکل جانے دوں۔ چلے جاؤ..... چلے جاؤ۔''

سندر ناتھ نے سوچا کہ اس وقت یہاں سے نکل جائے۔ عورت ناگن سے زیادہ زہریلی ہوتی ہے۔ ڈس لیا تو بل بھی نہ کھا سکے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بات صرف روپ متی ہی کی نہیں تھی۔ جے وتی بھی دھرم راج کی منظورِ نظر تھی۔ یہ الگ بات تھی کہ جے وتی کو آگ کے گرد پھیرے نہیں لگانے پڑے تھے لیکن اسے رانیوں جیسا ہی مان حاصل تھا اور دھرم راج نے اس سے وعدے کیے تھے کہ من کی میت تو وہی ہے۔ یہی کیفیت مہندرا کی تھی ان دونوں کو بھی اسی جگہ جگہ ملی تھی اور بڑا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ دھرم راج سمجھا تھا کہ صرف وہی اپنی من مانی کر رہا ہے لیکن ایسی بات نہیں تھی۔ یہاں آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا تھا اور اب وہ یہاں آ گئی تھی۔ جوان سب سے اقتدار چھین لے گی۔

مہندرا اپنے حُسن میں بے مثال تھی اور اس نے بھی اپنے لیے بندوبست کر رکھا تھا۔ حالانکہ وہ اب بھی بے پناہ خوب صورت تھی۔ اب بھی اس کا وجود گلاب کے پھول کی طرح کھلا ہوا تھا۔ جس کی ایک مہک دیکھنے والے کو مسحور کر دیتی تھی۔ دھرم راج نے خود اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ مہندرا درحقیقت ایک چاند ہے اور اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس کے ثبوت بھی ملے تھے لیکن سنیتا نے سارے چراغ بجھا دیئے تھے۔

مہندرا کا ماضی ذرا مختلف تھا۔ حُسن و جمال میں یکتا، مضبوط بدن کی مالک یہ لڑکی ایک ایسی جوتشی کی بیٹی تھی جس کا تعلق براہِ راست ستاروں سے تھا اور جو پیشن گوئی وہ کر دیتا وہ بے مثال ہوتی۔ اسی جوتشی کے ذریعے دھرم راج سے اس کی جان پہچان ہوئی تھی اور اسی کے ذریعے دھرم راج کی ملاقات سمبو لا مہاراج سے ہوئی۔ سمبو لا مہاراج بڑی پُراسرار شخصیت کے مالک تھے۔ گھنی داڑھی چڑھی ہوئی مونچھیں انگاروں کی طرح دہکتی ہوئی سرخ آنکھیں جنہیں جب مہندرا نے پہلی بار دیکھا۔ تو ان کا تصور کر کے لرز جاتی تھی۔

سمبو لا مہاراج نے ایک بار کہا۔

''مہندرا تیرا پتا جوتشی ہے۔ ستاروں کا حال جانتا ہے۔ مگر ہم وہ ہیں جس کی مٹھی میں

ستارے ہوتے ہیں۔ ہم ستاروں کی ترتیب بدل سکتے ہیں اور سن کبھی ہماری ضرورت پیش آئے تو ہمیں پکار لینا۔ تیری ایک آواز پر آ جائیں گے ہم بے غرض نہیں ہیں اگر تُو ہم سے کوئی کام لے گی تو اس کا معاوضہ لیں گے ہم تجھ سے معاوضہ کیا ہو گا یہ اس سمے بتائیں گے جب تیرا کام آئے گا۔''

سمبو لا مہاراج کو یاد کر کے مہندرا ایک عجیب سے احساس کا شکار ہو گئی تھی۔ پہلے تو سمبو لا اسے بہت بڑے دھرم داس لگے تھے لیکن اب جب وہ زمانے سے آشنا ہو گئی تھی تو سمبو لا مہاراج کی آنکھوں کا مفہوم اس کی سمجھ میں آ گیا تھا۔ البتہ وہ جتنے بھیانک تھے اسے یاد کر کے مہندر ہمیشہ لرز جاتی تھی۔ اس کے پتا نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ سمبو لا مہاراج بڑے گیانی ہیں۔ سینکڑوں بیران کے قبضے میں ہیں اور وہ اپنے بیروں سے جو کام چاہے لے سکتے ہیں۔ جب وہ زندگی کی حقیقتوں سے آشنا ہوئی تھی تو سمبو لا مہاراج کی آنکھوں کا بھی اس نے جائزہ لیا تھا اور عالم تصور میں ان کا اندازہ اسے معلوم ہو گیا تھا۔ وہ آنکھیں اس سے کچھ طلب کر رہی تھیں۔ وہ عورت تھی اور ان آنکھوں کا مطلب اب سمجھ گئی تھی۔

ایک لمحے کے لیے اس کے دل میں خیال آیا کہ اگر سمبو لا مہاراج سے رابطہ قائم کر کے انہیں اپنی مشکل بتائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی مدد کریں لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ سمبو لا مہاراج اس سے کیا طلب کر سکتے ہیں۔ فیصلہ یہ کرنا تھا کہ کیا عزت و آبرو کی قیمت پر اپنا اقتدار دوبارہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ دل کے اندر چھپے ہوئے شیطان نے مشورہ دیا تھا کہ اقتدار ہی سب سے قیمتی چیز ہے۔ اسے تو اس سے پہلے ہی سمبو لا مہاراج سے رابطہ قائم کر کے سارے چراغ بجھا دینے چاہیے تھے۔ باقی کیا ہے ایک حق صرف دھرم راج کو معلوم ہو سکتا تھا۔

بہرحال اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب کچھ بھی ہو جائے سمبو لا مہاراج کو یہاں لانا ہو گا اور اس کے لیے اس نے اپنے طور پر فیصلے کر لیے مگر بدنصیب اس بات سے ناواقف تھی کہ بات ایک ایسی لڑکی ہی کی نہیں ہے جو دھرم راج جیسے جاگیردار کی جاگیر پر قبضہ جمانے کے لیے یہاں پہنچ چکی ہے بلکہ اس لڑکی کے وجود میں ایک ایسا شیطان موجود ہے۔ جسے شکست دینا آسان نہیں اور اگر وہ اس شیطان کے مقابل آئے گی تو اسے بہت خوفناک قوتوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ان خوفناک قوتوں پر قابو پا سکے گی یا نہیں لیکن بہرحال عورت تھی فیصلے کرنا بہت مشکل کام ہوتا ہے اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ اپنے میکے جائے گی اور سمبو لا مہاراج سے رابطہ قائم کرے گی۔ عورت جب انتقام پر آ جاتی ہے تو پھر اسے اپنے آپ پر قابو نہیں ہوتا اور کبھی کبھی اس انتقام کی تکمیل کے لیے وہ اپنا سب کچھ لٹانے پر آمادہ ہو

جاتی ہے۔ مہندرا نے بھی آخری فیصلہ یہی کیا تھا۔

اُدھر دھرم راج، سنیتا میں گم ہو کر دنیا کی ہر شے کو بھول گیا تھا۔ سنیتا زندگی کی ان حقیقتوں سے آشنا ہوئی تھی۔ جن سے پہلے اس کا واسطہ نہیں پڑا تھا لیکن اب اس کے وجود میں ایک شیطان سمایا ہوا تھا۔ جے وردھی اس کی استاد تھی اور اسے بڑے بُرے مشورے دیتی رہتی تھی۔ اس نے سنیتا کے وجود میں کہا تھا۔

''یہ بوڑھا کھوسٹ تیرے جذبات کی پذیرائی نہیں کر سکتا۔ جوان خون کو جوان خون درکار ہوتا ہے۔ اس وقت تیرے لیے ست پرکاش جیون کی بازی لگانے کے لیے تیار ہے۔ اس کے من کو میلا نہ کر ذرا سی عقل مندی سے کام لے۔ دھرم راج کو بے وقوف بنانا آسان کام ہے اسے اپنی سندرتا کے جال میں اس طرح پھانس لے کہ وہ عقل و خرد سے عادی ہو جائے تیرے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہ سکے اور جب وہ تیری مٹھی میں آ جائے تو تیرا فرض ہو گا کہ ست پرکاش کے لیے راستہ صاف کر دے یہ راستہ تُو کیسے صاف کرے گی یہ میں بتاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے جے وردھی! اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''دھرم راج کو یہ احساس دلا دے کہ تُو اس کی دیوانی ہے تو پھر وہ تیرا دیوانہ ہو جائے گا۔''

جے وردھی نے کہا اور سنیتا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ماضی کی بہت سی کہانیاں اس کے ذہن میں آ گئی تھیں۔ کبھی کبھی دل و دماغ پر کوئی تاثر اُبھرتا تھا لیکن وہ اس وقت اتنی الجھی تھی کہ اس تاثر کو صحیح طور پر سمجھ بھی نہیں پاتی تھی۔ البتہ وہ اب دنیا ساز ہو گئی تھی۔ اسے پتہ چل گیا تھا کہ زندگی کے نشیب و فراز کیا ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سنیتا بذاتِ خود کچھ بھی نہیں تھی۔ وقت نے اسے ڈائن بنا دیا تھا۔ انسانی خون اس کی ضرورت بن گیا تھا اور بھلا اسے آپ گناہ گار کیا کہیں گے۔ جس نے ماں کے دودھ کی بجائے ماں کا خون پیا ہو۔ سنیتا اس قدر گناہ گار نہیں تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ جس کیفیت کا وہ شکار ہو گئی تھی اس کے بعد انسانی خون اس کی ضرورت بن گیا تھا۔ نہ جانے زندگی میں کیسے کیسے اوکھے اور پُراسرار واقعات کا اسے سامنا کرنا پڑا تھا۔ یہ بھی تقدیر ہی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ دھرم راج نے اس سے کہا۔

''سنیتا! یہاں آ کر تم خوش تو ہو نا؟''

جے وردھی نے یہ محاذ سنبھال لیا اور سنیتا کی آواز میں بولی۔ ''مہاراج! ہزار جیون وار دوں آپ پر آپ نے مجھے جو مان دیا ہے وہ بے مثال ہے۔ شکر گزار ہوں آپ کی۔''

''نہیں سنیتا! شکر گزار تو ہم تمہارے ہیں کہ تم نے ہمیں قبول کر لیا ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''مہاراج! آپ جو کچھ بھی کہیں پر۔''

''نہیں سنیتا! ہمیں اپنے دل کی بات کہنے دو۔''

''جی مہاراج۔''

''سنیتا! یہاں تمہارے دشمن بھی ہیں۔ ہم تم سے یہ بات کبھی بھی نہیں چھپائیں گے کہ ہمارے جیون میں بہت سی عورتیں آئیں۔ وہ آج بھی یہاں موجود ہیں۔ ہماری دھرم پتنی روپ متی ہے۔ اس کے علاوہ جے متی، مہندرا وغیرہ لیکن ہم سچے من سے کہہ رہے ہیں کہ تمہارا جو مقام ہمارے دل میں ہے وہ کسی اور کا کبھی نہیں ہو سکتا۔''

''محبت ہے مہاراج کی۔''

''یقین کر لو گی ہم پر؟''

''کیوں نہیں۔''

''ہم جیون بھر تمہیں اپنے سر کا تاج بنائے رہیں گے۔''

''پیر کی جوتی ہوں مہاراج کی۔''

''نہیں سنیتا ایسا نہ کہو۔ اچھا سنیتا، تیار ہو جاؤ۔ ہم ذرا سیر و سیاحت کرنے جا رہے ہیں۔''

''کہاں مہاراج؟''

''ابھی نہ پوچھو۔ جب ہم تمہیں اپنی من پسند جگہ لے جائیں گے۔ تب تمہیں پتہ چلے گا۔''

''جی مہاراج۔'' سنیتا نے جواب دیا۔

دھرم راج اس کے پاس سے چلا گیا تو جے وردھی نے سنیتا کے وجود میں کہا۔ ''خوب! تُو تو بڑی سیانی نکلی ری! میری ساری باتوں پر عمل کر رہی ہے بہت سمجھدار ہے تُو۔ کچھ دنوں کے لیے یہاں سے نکل جانا زیادہ اچھا ہو گا کیونکہ یہاں جو کھچڑی پک رہی ہے پک جائے۔''

''کیسی کھچڑی؟''

''بس تُو یہ سمجھ لے کہ میں ہزاروں آنکھوں سے تیری حفاظت کر رہی ہوں۔ تُو کسی بات کی فکر نہ کرنا۔'' جے وردھی بولی اور سنیتا خاموش ہو گئی۔

دھرم راج نے سفر کی تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ وہ پریم نگر جا رہا تھا۔ پریم نگر ایک بہت ہی خوب صورت علاقہ تھا اور دھرم راج نے وہاں ایک مندر بنوایا تھا۔ جو پریم مندر کے نام سے مشہور تھا۔ پریم مندر میں سوامی پرنام لعل رہتے تھے اور سوامی پرنام لعل سے دھرم راج کو بڑی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عقیدت تھی۔ سال میں ایک یا دو بار وہاں ضرور جاتا تھا۔ سوامی اس کے پُرکھوں کے ساتھی تھے۔ لمبی عمر لیکن صحت قابلِ رشک پھر پریم نگر ایسی حسین جگہ تھی کہ ایک بار وہاں جا کر انسان کا واپس آنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ سنیتا جب پریم نگر پہنچی تو اس کا رواں رواں خوش ہو گیا۔ اب وہ زندگی کی ساری چیزوں میں دلچسپی لینے لگی تھی اور اسے یہ ماحول بے حد حسین لگ رہا تھا۔

پریم نگر میں دھرم راج کا ایک اپنا خوب صورت محل تھا۔ جس میں درجنوں ملازم ہوا کرتے تھے۔ بہر حال یہاں آ کر سنیتا بہت ہی خوش ہوئی۔ دھرم راج نے اسے پریم نگر کی سیر کرائی اور پھر ایک دن اسے مندر لے گیا۔ وہ پریم مندر کے عقبی دروازے سے اندر داخل ہوا تھا اور سنیتا کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔ سنیتا خاموشی سے اندر داخل ہو گئی۔ تو اچانک ہی اس کے اندر موجود جے ورد تھی نے گھبراتے ہوئے کہا۔

''ارے سنیتا تُو یہ کہاں آ گئی؟''

''کیوں؟ یہ تو بہت خوب صورت جگہ ہے۔''

''پریم نگر کی بات نہیں کر رہی ہوں۔''

''تو پھر؟''

''پریم مندر کی بات کر رہی ہوں۔ یہ مندر ہے سنیتا!''

''مندر ہے تو کیا ہوا۔ پریشانی کی کیا بات ہے۔ یہاں آنے سے۔''

''پاگل تُو نہیں جانتی۔ پریشانی ہی پریشانی ہے یہاں۔''

''مگر میری بات تو سنو۔ جے ورد تھی؟''

''خاموش ہو جا..... خاموش ہو جا۔ دیکھ وہ پجاری آ رہے ہیں۔ ارے میں تو مر گئی۔''

سنیتا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ جے ورد تھی پر کیا قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ لیکن بہر حال اس نے کوئی سوال نہیں کیا ادھر پجاریوں نے شاید دھرم راج کو پہچان لیا تھا۔ بڑے ادب اور احترام سے پیش آ رہے تھے۔ وہ پھر ایک پجاری نے کہا۔ ''مہاراج پرنام لعل کو تو آپ کے آنے سے پہلے ہی آپ کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا۔ چار بار پوچھ چکے ہیں۔ کہ دھرم راج نہیں آئے پریم مندر؟''

''ہاں..... سوامی جی سے ملنے کے لیے بڑا من تڑپ رہا تھا لیکن بہر حال تھوڑی سی دیر ہو گئی ہمیں۔ معافی مانگ لیں گے سوامی جی سے۔'' پھر دھرم راج، سنیتا کو لیے ہوئے سوامی پرنام لعل کے پاس پہنچا۔ لمبا قد، خوب تندرست بدن، شخصیت دیکھنے کے قابل، سرخ و سفید رنگت بے مثال لیکن سنیتا کو دیکھ کر پرنام لعل اس طرح چونکے تھے کہ خود دھرم راج بھی حیران

رہ گیا تھا۔ اس نے سنیتا سے کہا۔

''سنیتا! سوامی جی کے پاؤں چھوؤ۔''

''نہیں..... نہیں سنیتا ہماری بیٹی ہے۔ ہم بیٹیوں کو پاؤں نہیں چھونے دیتے۔ آؤ بیٹھو۔'' سوامی پرنام لعل اس طرح سنیتا کو دیکھ رہے تھے کہ خود دھرم راج کو حیرت ہو رہی تھی۔ پرنام لعل نے کہا۔

''ہمیں پتہ چل گیا تھا کہ تم آئے ہو انتظار کر رہے تھے ہم تمہارا۔''

''جی مہاراج! سنیتا میری دھرم پتنی ہے۔ میں اسے پریم نگر کی سیر کرانے لایا ہوں۔ معافی چاہتا ہوں آپ کے پاس آنے میں دیر ہو گئی۔''

''نہیں کوئی بات نہیں۔''

''سنیتا بیٹی تم ٹھیک تو ہو ناں؟''

''جی مہاراج۔'' سنیتا نے جواب دیا۔

''ہم تمہارے پتا جیسے ہیں مانتی ہو یہ بات؟''

''کیوں نہیں مہاراج۔''

''یہاں آئی ہو ذرا تم سے اکیلے میں بھی ملنا چاہتے ہیں۔''

''سنیتا آپ کے حکم کا پالن کرے گی مہاراج۔''

''شکریہ دھرم راج! سنیتا بیٹی کو تھوڑے سمے کے لیے یہاں چھوڑ جاؤ ہم اس پر اپنا آشیر باد کریں گے۔''

''ٹھیک ہے۔''

اور پھر ان دونوں کو مندر ہی کے ایک گوشے میں ایک کمرہ دے دیا گیا۔ سنیتا نے بے چینی سے کہا۔ ''سوامی مہاراج مجھے کیوں رکھنا چاہتے ہیں؟''

''سنیتا..... وہ ہمارے دادا سمان ہیں بڑی عمر ہے ان کی۔ وہ تمہیں جب تک یہاں رکھنا چاہیں میں انکار نہیں کر سکتا۔ اس میں دونوں ہی کا فائدہ ہے۔ تم چنتا مت کرو۔ یہاں تمہیں کوئی ٹیڑھی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ اول تو سوامی مہاراج موجود ہیں۔ دوسرے میں جو ہوں۔ پریم نگریوں سمجھو اپنا ہی علاقہ ہے۔ تمہیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ جیسا آپ کہیں مہاراج۔'' سنیتا نے مدہم لہجے میں کہا۔

بہر حال وہ دونوں یہاں رک گئے۔ پھر سوامی مہاراج پرنام لعل وہاں پہنچے اور انہوں نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''دھرم راج سنیتا کو یہاں تنہا چھوڑ دو۔''

''ٹھیک ہے۔مہاراج میں چلتا ہوں۔ میں نے سنیتا کو سمجھا دیا ہے۔''

''دراصل چھوٹی عمر کی ہے کبھی اکیلی نہیں رہی۔اس لیے تم اطمینان رکھو۔اسے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔''

پھر دھرم راج چلا گیا سوامی پرنام لعل بھی چلے گئے تو سنیتا کے اندر چھپی ہوئی جے وردھی کی کپکپاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''سنیتا بہت بُرا ہوا ہے۔''

''کیا ہوا ہے آخر؟''

''میں بھی دھوکے میں ماری گئی۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ دھرم راج مندر آ رہا ہے۔''

''تم مجھے یہ سمجھا دو کہ اس میں کیا حرج ہے؟'' سنیتا بولی۔

''پاگل ہے تُو! تجھے کیا سمجھاؤں؟ عقل ہی نہیں ہے تجھے میں ہائے رام! میں تو پھنس گئی۔'' جے وردھی نے کہا۔ پھر بولی۔ ''دیکھ جب سوامی پرنام لعل تیرے سامنے آئے تو میں تیرے شریر سے نکل کر کہیں اور چھپ جاؤں گی۔ میں اس کا سامنا نہیں کر سکتی۔ تُو نے نہیں دیکھا کہ وہ کس طرح چونک کر مجھے دیکھ رہا تھا۔''

''ہاں..... یہ تو تھا۔ مگر وہ تمہیں کہاں دیکھ رہا تھا۔ یہ تو مجھے دیکھ رہا تھا۔''

''پاگل ہے تُو وہ تجھے نہیں مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں جو تیرے اندر چھپی ہوئی تھی۔''

''تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔''

''اوہو..... دیکھو، شاید سوامی جی آ رہے ہیں میں جا رہی ہوں۔'' پھر سنیتا کا وجود ہلکا ہو گیا اور یہ اس کی نشاندہی کرتا تھا کہ جے وردھی اس کے وجود سے نکل گئی ہے۔ اب وہ اس کی پوری پوری عادی ہو گئی تھی۔

سوامی پرنام لعل اندر داخل ہو گئے ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اپنے بلند و بالا قد و قامت کے ساتھ وہ بہت سندر لگ رہے تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر سنیتا کے سر پر ہاتھ رکھا اور بولے۔

''بیٹی ہے تُو میری کبھی میرے بارے میں من میلا مت کرنا اولاد کی نظر سے دیکھتا ہوں میں تجھے یہ بات میں خاص طور سے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ کبھی کبھی مندروں کے پجاری مندروں ہی کو بدنام کر دیتے ہیں۔ میرا مندر ایسا نہیں ہے پریم مندر میں بھگوان کی پوجا ہوتی ہے بس۔''

''آپ واقعی میرا پتا سمان ہیں مہاراج۔''

''بیٹا! تُو ٹھیک ہے ناں؟''

''جی مہاراج۔''

''کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں تجھ سے۔''

''ضرور کریں مہاراج!'' سنیتا نے جواب دیا۔

پرنام لعل اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے انہوں نے سنیتا کو اپنے سامنے بٹھا لیا کچھ لمحوں کے بعد بولے۔

''بیٹا میں تیرے سامنے کوئی دھرماتما بننے کی کوشش نہیں کر رہا۔ نہ ہی میں تجھ پر کوئی اثر ڈالنا چاہتا ہوں۔ اصل میں بات صرف اتنی سی ہے کہ دھرم راج کے دادا، پردادا سے میری دوستی تھی۔ دھرم راج کے دادا نے ایک بار مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں دھرم راج خاندان کا تحفظ کرتا رہوں۔ بہت اچھے انسان تھے وہ۔ میں نے ان سے وعدہ کر لیا۔ دھرم راج کا تحفظ کرتا رہوں۔ بہت اچھے انسان تھے وہ۔ میں نے ان سے وعدہ کر لیا۔ دھرم راج کی پتنی بھی ہے اور مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے تیرے لیے بھی اچھے انداز میں سوچوں۔''

''جی مہاراج! آپ کی مہربانی ہے۔''

''میں تجھ پر اثر نہیں ڈالنا چاہتا تُو بذات خود بہت اچھی لڑکی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کچھ ظالموں نے تیرے ماتا پتا کو تجھ سے چھین لیا اور اس کے بعد ایک حادثے کے تحت تیرے اندر جو گندی بُرائی پیدا ہوئی۔ وہ تیری مجبوری تھی۔ نا سمجھی تھی۔ کم عمری سے جو عادت پڑ گئی تھی تجھے تو اس عادت کو ختم کر سکتی تھی پھر خوفناک طاقتیں تیرے پیچھے لگ گئیں اور انہوں نے تجھے اپنے جال میں پھانس لیا۔ تُو نے جو کچھ کیا، نادانستگی میں کیا۔ کیونکہ تُو بہت سی حقیقتوں سے واقف نہیں تھی لیکن اب تُو جس جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ وہ بہت ہی بُرا جال ہے میں اس وجود کی بات کر رہا ہوں جو تجھ سے وابستہ ہو گیا ہے اور اس نے تجھے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو جے وردھی کہتی ہے۔

لیکن درحقیقت یہ ایک خونی ناگن ہے۔ وہ ایک گندی دھوبن کی آتما ہے۔ بس میں تجھے اس کا ماضی نہیں بتاؤں گا کیونکہ ہم پر بھی کچھ پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ پر میں تجھے اس کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں کہ وہ تیرے اندر بہت خوش ہے کیونکہ تیرے وجود میں اسے گندہ خون پینے والی چڑیل ملتی ہے۔ لیکن اب میں جو تمہیں سب سے اہم بات بتانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ وہ ساری زندگی کسی کو تیرا نہیں ہونے دے گی۔ تُو ہمیشہ اس کی غلام رہے گی اور تُو یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سمجھ لے کہ تیری اپنی زندگی کچھ بھی نہیں ہوگی۔ جو بھی تیری زندگی میں آئے گا۔ وہ تیرا نہیں وہ اس کا ہوگا۔ تُو اسے اچھی طرح جانتی ہے کہ وہ ایک بھیانک چڑیل ہے کوئی اسے دیکھے گا تو اس سے صرف نفرت کرے گا۔ وہ سب کچھ کر سکتی ہے۔ کیونکہ کالے روپ کی مالک ہے۔ لیکن اپنا چہرہ نہیں بدل سکتی اپنا روپ نہیں بدل سکتی تُو اس بات کو اپنے دماغ میں رکھنا کہ کبھی تیرا اپنا کوئی مقام تجھے حاصل نہیں ہوگا۔ تُو صرف وہ کرے گی جو وہ چاہے گی اور اب تک تُو وہی کرتی رہی ہے۔''

سنیتا، پرنام لعل کی صورت دیکھتی رہی۔ پرنام لعل جو کچھ کہہ رہا تھا۔ وہ واقعی لگ تو سچ رہا تھا اور اس وقت بھی سنیتا یہ سوچ رہی تھی کہ اگر ایسی ہی صورتِ حال ہے تو اسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ کس طرح اس مصیبت سے نجات پا سکتی ہے؟ اسے بڑا خوف محسوس ہو رہا تھا۔ بہت دیر تک وہ سوچتی رہی اور اس کے بعد اس نے کہا۔

''لیکن پرنام لعل جی! میں اب کیسے بچ سکتی ہوں۔ اس سارے معاملے سے؟''

''تجھے بہت محنت کرنا ہوگی۔ بہت مشکل ہوگا تجھے اس مصیبت سے نکلنا۔ تُو نہیں جانتی کہ تیرے ساتھ آگے چل کر کیا ہوگا تجھے اس مصیبت سے نکلنا ہے۔ بس ایک بات دل دل میں رکھنا کہ جو کچھ بھی ہوگا وہ اتنا غلط ہوگا کہ پھر تیرے لیے اس سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔ وہ میٹھا زہر ہے اور یہ زہر تیرے وجود میں اُترتا رہے گا سمجھی؟ یہ زہر تیرے وجود میں بہت گہرائیوں تک جائے گا اور آخر ایک دن تُو وہ نہ رہے گی جو اب ہے دنیا تجھے صرف ایک خوناک ڈائن کے نام سے یاد کرے گی۔ تُو صرف ایک ڈائن رہ جائے گی۔''

پرنام لعل کے الفاظ سنیتا کو لرزا دینے کے لیے کافی تھے۔ جو کچھ پرنام لعل کہہ رہا تھا۔ وہ اتنا بھیانک تھا کہ وہ سوچ کر ہی سنیتا کو دہشت کا احساس ہوتا تھا اس نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

''لیکن مہاراج! میں کیا کروں کیا کرنا چاہیے مجھے؟''

''نکلنا چاہتی ہے اس مشکل سے؟''

''ہاں..... مہاراج۔''

''تو سن! ابھی دھرم راج سے کہنا کہ تم یہاں سے جانا نہیں چاہتی۔ تُو یہاں رہ کر دھرم راج کی زندگی، اس کی صحت اور خوشحالی کے لیے ایک جاپ کرنا چاہتی ہے اور اس کے لیے تجھے سات دن یہاں رہنا ہوگا۔''

''مگر مہاراج! ان سات دنوں میں مجھے کیا کرنا ہوگا؟''

''جاپ کرنا ہوگا تجھے..... ایک منتر پڑھے گی تُو..... بات غلط نہیں ہوگی اگر دھرم راج خود بھی یہاں رہنا چاہے تو رہ سکتا ہے۔ جاپ بھی بتاؤں گا۔ میں تجھے اور جب تُو یہ جاپ پڑھ لے گی اور اپنے من کو شانت کرے گی تو وہ دوبارہ تیرے پاس نہیں آ سکے گی بلکہ اگر بھگوان نے چاہا تو وہ جل کر راکھ ہو جائے گی۔ وہ صرف ایک گندی آتما ہے۔ اس کے پاس کالی شکتی ہے۔ کالی طاقت اس وقت ختم کر دینی چاہیے۔ جب اسے پتہ بھی نہ ہو اگر وہ تیری طرف سے ہوشیار ہو گئی تو مجھ سے پھر تُو کچھ نہیں کر سکے گی۔''

''ٹھیک ہے مہاراج! میں دھرم راج سے بات کروں گی۔''

پھر پرنام لعل چلا گیا اور سنیتا پریشانی میں ڈوب گئی۔ یہ تو بڑی خطرناک بات ہے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر میں کیا کروں گی۔ دھرم راج سے وہ پوری بات بھی نہیں کر سکتی تھی۔

وہ کسی کام سے مندر کے اس عقبی حصے سے باہر نکل کر آئی تھی کہ ایک مکھی آ کر اس کی ناک پر بیٹھ گئی۔ اس وقت سنیتا کو ماضی یاد آ رہا تھا۔ اس سے پہلے بھی ایک بار وہ مندر گئی تھی اور وہاں عجیب و غریب واقعات پیش آئے تھے۔ وہ سوچتی رہی لیکن پھر اچانک ہی اسے ایک باریک سی بھنبھناہٹ سی سنائی دی۔

''سنیتا سیدھ میں چلی جا۔ وہ جو سامنے گلی نظر آ رہی ہے ناں اس گلی کے دوسرے سرے پر ایک ٹوٹے مکان کا دروازہ ہے۔ وہ ایک پرانا کھنڈر ہے۔ جلدی جلدی تیز تیز چل کر اس کھنڈر میں پہنچ جا۔ میں وہیں تیرا انتظار کر رہی ہوں۔ بہت ضروری باتیں کرنی ہیں تجھ سے جلدی کر ورنہ تھوڑی دیر تک دھرم راج وہاں تک پہنچنے والا ہے۔''

''سنیتا ایک دم چونک پڑی۔ یہ آواز مکھی جیسی بھنبھناہٹ میں تھی۔ چنانچہ وہ سمجھ گئی کہ یہ کون ہو سکتا ہے۔ جے وردتھی کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ سنیتا کو تھوڑی دیر پہلے پرنام لعل کی باتیں یاد آ گئیں۔ وہ عجیب سی الجھن کا شکار ہو گئی تھی۔ بہرحال گلی کا راستہ طے کرتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔ کہ ماتا جی نے اسے اپنا خون پلا کر اس کی زندگی بچانے کی خواہش کی تھی۔ وہ اس کے لیے زندگی کا عذاب بن گئی۔ اب اگر خون نہیں پیتی تو جینا مشکل ہو جاتا ہے اور خون پیتی ہے تو ایسی بلاؤں کا شکار ہونا پڑے گا۔ ہائے رام کیا کروں؟ کیسی مشکل میں پڑ گئی ہوں۔ کوئی ہے۔ مجھے سنبھالنے والا۔

بہرحال! تھوڑی دیر کے بعد وہ کھنڈر پہنچ گئی اور یہاں اس نے پتھر کی ایک سل پر جے وردتھی کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ جے وردتھی اس وقت اپنی اصل حالت میں تھی اور بلاشبہ دیکھنے ہی سے چڑیل معلوم ہوتی تھی۔ بکھرے بال، بھیانک آنکھیں، کالا بھجنگ چہرہ عجیب ہولناک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شکل تھی اس کی۔ سنیتا کو ایک لمحے کے لیے خوف کا احساس ہوا تو وردتھی نے کہا۔

''یہ جگہ محفوظ ہے یہاں شیطانوں کا بسیرا ہے۔ چنانچہ وہ دھرماتما یہاں نہیں آسکتے میں نے باہر پہرہ لگا دیا ہے۔''

''کیا بات ہے جے وردتھی؟''

''بدل گیا ناں دل تیرا کیوں آ گئی ناں اس چالاک سادھو کی باتوں میں۔''

سنیتا کا دل لرز گیا۔ اس نے دل میں سوچا جے وردتھی سب کچھ جانتی ہے۔ کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔

''میں سمجھی نہیں جے وردتھی۔''

''سنیتا یہ انسان زندہ ہو کر اتنے بے ایمان کیوں ہوتے ہیں؟ موت کے بعد تو یہ بے ایمانی کسی کے کام نہیں آتی۔''

''جے وردتھی! نہیں میرے من میں تیرے لیے پریم ہے۔''

''سنیتا تُو کیا سمجھتی ہے۔ تیری جگہ میں کسی کو بھی اپنے چرنوں میں لا کر ڈال سکتی ہوں بڑی شکتی ہے میری۔ بہت بڑی شکتی ہے۔ لیکن نہ جانے کیوں تجھ سے من مل گیا ہے اور میں نے سوچا کہ تجھے جیون کے سارے سکھ دے دوں۔ جو کسی کو نہیں ملتے۔ تُو سوچ ایک بار پھر اپنا ماضی دوہرا ماتا پتا مر گئے تھے تیرے۔ کہاں کہاں ماری ماری پھری۔ ہر شخص تیری سندرتا کو ہوس کی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ ایک ویشیا بن جاتی تُو ایک کوٹھے پر جا بیٹھتی بس لوگ آتے دو کوڑی دے کر تیرا بدن نوچتے کیا اوقات رہ جاتی تیری۔ جب تک تیری سندرتا باقی رہتی تیرا پیٹ بھرتا رہتا۔ اس کے بعد کسی سڑک کے فٹ پاتھ پر پڑی ہاتھ پھیلا کر کسی سے بھیک مانگ رہی ہوتی۔ اس کے علاوہ تیرا کوئی مقام نہ ہوتا۔ پر یہ پریم ہی تھا میرے من میں تیرے لیے کہ میں نے تجھے ذرے سے آفتاب بنا دیا آج تُو ان دور دور کے علاقوں کے سب سے بڑے جاگیردار کی دھرم پتنی ہے اور وہ تیرے پاؤں کے تلوے چاٹتا ہے۔ کیا یہ تیرا اپنا کام ہے۔''

''نہیں جے وردتھی جی!''

''پھر کس کا ہے؟''

''آپ کا۔''

''مانتی ہے اس کو؟''

''کیوں نہیں۔''

''تو پھر پرنام لعل کی باتوں پر اتنی سنجیدگی سے غور کیوں کر رہی تھی؟''

''آپ کو معلوم ہیں اس کی کہی ہوئی باتیں؟''

''کیا سمجھتی ہے تُو مجھے وہ خود بھی میری شکتی سے خوفزدہ ہے۔ چھپ سکتی تھی میں۔ وہ نہیں جانتا کہ مکھی بن کر میں اپنی جون ہی بدل لیتی ہوں اور وہ سب کچھ مجھے معلوم ہوتا جاتا ہے جو میرے خلاف ہو۔'' جے وردتھی نے کہا اور سنیتا کی آنکھیں خوف سے بند ہو گئیں۔ اس سے زیادہ خطرناک بات اور کیا ہو سکتی تھی اور اس کے دل میں سچ مچ بُرائی آ گئی تھی۔ پرنام لعل نے اسے جے وردتھی کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اسے جاننے کے بعد سنیتا کو یہ احساس ہوا تھا کہ جے وردتھی سے پیچھا چھڑانا ضروری ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جے وردتھی کی وجہ سے وہ بھی ماری جائے۔

لیکن اب اسے احساس ہوا تھا کہ جے وردتھی کے خلاف سوچنے کا مطلب ہے کہ موت کو اپنے قریب کر لیا جائے سنیتا اب بچپن کی حدود سے گزر چکی تھی اور بھرپور جوان تھی۔ کبھی کبھی تو سچ مچ اس کے دل میں دھرم راج کے لیے محبت سی پیدا ہو جاتی تھی۔ دھرم راج اس کی خلوتوں کا راز دار تھا اور اس کی زندگی کا پہلا مرد بھی یہ الگ بات ہے کہ جے وردتھی کی قربت میں سنیتا بہت سی ایسی باتیں سیکھ گئی تھی کہ جو عام حالات میں شاید اس کے دل میں نہ آتیں۔ بہرحال وہ سوچ میں ڈوب گئی کہ ہمیں جے وردتھی کو اس کے دل کی باتیں نہ معلوم ہو جائیں۔ زبان سے نکلی ہوئی باتیں تو جے وردتھی سن سکتی تھی لیکن اگر اسے دل کی باتیں بھی معلوم ہو گئیں تب تو بہت بُرا ہوگا۔ اس وقت جے وردتھی بولی ''اور اب اگر تُو کچھ اور سوچ رہی ہے تو صرف ایک ہی بات کہوں گی میں۔''

''کیا؟'' سنیتا کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''یہ کہ بھاڑ میں جا۔''

''نہیں جے وردتھی جی آپ میری گرو ہیں۔''

''مانے تب ناں۔''

''مانتی تو ہوں۔''

''خاک مانتی ہے۔''

''نہیں جے وردتھی جی! سچ کہہ رہی ہوں آپ کو بہت بڑا مانتی ہوں اور ہمیشہ میں نے یہی سوچا ہے کہ جو کچھ آپ کہیں گی وہی کروں گی۔'' جے وردتھی نے ایک بھیانک شکل سے سنیتا کو دیکھا اور بولی۔

''سچ کہہ رہی ہے تُو؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ہاں..... بالکل سچ۔''

''تو پھر ٹھیک ہے۔''

''ایک بات پوچھوں جے وردتھی جی؟''

''ہاں..... پوچھ۔''

''آپ من کے اندر نہیں جھانک سکتیں؟''

''کیا مطلب؟''

''آپ کو ساری باتیں معلوم ہو جاتی ہیں وہ باتیں جو زبان سے کہی جائیں من میں جھانک کر نہیں دیکھ سکتی ہیں آپ۔''

''فائدہ؟''

''آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ میرے من میں آپ کے لیے کتنا پریم ہے کتنا بڑا مانتی ہوں میں آپ کو۔'' سنیتا نے کہا۔

''ایسی باتیں تو اظہار سے ہوتی ہیں۔ کھل کر کام ہو تو پتہ چلتا ہے کہ کون کسے مانتا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ آپ مجھے بتائیے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ آپ کے بارے میں۔ پرنام لعل جی آپ کے بارے میں جو کچھ جانتے ہیں یا انہوں نے جو کچھ بتایا اسے اپنی جگہ رہنے دیں۔ آپ یہ بتائیے کہ میں کیا کروں؟''

''جو کچھ میں کہوں گی وہ کرے گی تُو۔''

''ہاں آزما کر دیکھ لیجیے۔'' سنیتا نے پوری سمجھداری سے کہا۔

وہ جانتی تھی کہ جے وردتھی جب تک مطمئن نہیں ہو جائے گی اس کا کام مشکل رہے گا چنانچہ جے وردتھی بولی۔

''ٹھیک ہے اب میں تجھے گرو بن کر ہدایت کرتی ہوں۔ جا وہ کر جو پرنام کہتا ہے۔''

سنیتا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

☆=======☆=======☆

دھرم راج بُری طرح سنیتا کے جال میں پھنسا تھا گرو پرنام لعل سے اسے بڑی عقیدت تھی اور گرو پرنام لعل نے سنیتا کو روک لیا تھا۔ بڑے گیانی آدمی تھے۔ یہ بات آج سے نہیں بلکہ بہت عرصہ سے دھرم راج کو معلوم تھی۔ اس وقت بھی پرنام لعل کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ پرنام لعل نے کہا۔

''میں جانتا ہوں دھرم راج! کہ تم اس لڑکی کو سچے من میں چاہتے ہو۔ پر جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ اسے بھی غور سے سن لو۔ اس کے جیون کو خطرہ ہے۔ وہ ایک بہت بڑی مشکل میں پھنسی ہوئی ہے اور اس مشکل سے نکالنے کے لیے کوشش کر رہا ہوں اسے ایک جاپ کرنا ہے اور جب وہ جاپ پورا ہو جائے گا تو جو روگ اس سے چمٹا ہوا ہے۔ وہ دم توڑ دے گا۔ کہو کیا کہتے ہو۔''

''گرو مہاراج! آپ جو کچھ کہتے ہیں اسے میں ٹال جاؤں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔''

''اس کے لیے اسے مجھے یہیں پریم مندر میں رکھنا ہوگا۔''

''کیا میں یہاں رہ سکتا ہوں۔''

''نہیں تمہیں یہاں سے فاصلہ اختیار کرنا ہوگا اور ویسے بھی دھرم راج تم جاگیردار ہو اور بہت بڑے آدمی ہو یہاں بھلا کیسے رہ سکتے ہو یہ تو مندر ہے۔''

''ٹھیک ہے گرو مہاراج آپ جیسا حکم دیں گے۔ میں بھلا اس سے انکار کیسے کر سکتا ہوں۔''

''چنتا مت کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' پرنام لعل نے کہا اور دھرم راج خاموش ہو گیا۔ بہرحال چونکہ جے وردتھی کہہ چکی تھی کہ سنیتا وہی کرے جو گرو پرنام چاہتا ہے۔ چنانچہ گرو پرنام لعل نے اسے جاپ بتا دیا اور سنیتا ایک گوشے میں جاپ پڑھنے کے لیے بیٹھ گئی۔ اس نے کہا۔

''گرو جی! کیا مجھے یہ جاپ پڑھنے سے کوئی ڈر لگے گا۔''

''ہو سکتا ہے لیکن تُو چنتا نہ کر۔ میں تیرے سامنے ہی ہوں۔ میں ادھر سوتا ہوا ملوں گا۔ پریشانی کی کوئی بات ہو تو مجھے جگا لینا۔'' سنیتا نے آنکھیں بند کر لیں اور گردن ہلا دی۔ گرو پرنام لعل نے سنیتا سے کافی فاصلے پر اپنا بستر بچھایا اور زمین پر لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ سنیتا جو جاپ کر رہی تھی۔ پرنام لعل پوری طرح اس میں ملوث تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ سنیتا ڈر جائے اور جاپ ادھورا رہ جائے۔ اس لیے وہ ہوشیار سو رہا تھا۔

پھر دفعتاً اس کے کان میں مکھیوں کی بھنبھناہٹ اُبھری اور وہ چونک کر جاگ اٹھا۔ دروازے کھڑکیاں سب بند تھے۔ یہ مکھی کی آواز کہاں سے آئی؟

سنیتا کی طرف دیکھا تو وہ آنکھیں بند کیے جاپ کر رہی تھی گرو پرنام لعل کو محسوس ہوا جیسے دو مدھم روشنیاں اس پر پڑ رہی ہوں۔

کوئی اسے دیکھ رہا ہو لیکن کون؟ چاروں طرف دیکھنے کے بعد اس نے اس بھنبھناہٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو اپنا وہم سمجھا اور ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔ جھنجھناہٹ بند ہو گئی لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر اس کے کانوں میں پھر وہی جھنجھناہٹ سنائی دی اور اس نے پھر آنکھیں کھول دیں۔

آنکھیں کھولتے ہی اسے یوں لگا جیسے کوئی ہنس پڑا ہو۔ پرنام لعل کے منہ سے آواز نکلی۔

''ہے بھگوان! ہے بھگوان!'' پھر اچانک ہی اسے یاد آیا کہ سنیتا جو جاپ کر رہی ہے۔ اس کے بیر سنیتا کے بجائے اسے ڈرا رہے ہیں۔ پرنام لعل نے مدھم آواز میں کہا۔

''بے وقوفو تم بھلا مجھے کیا ڈرا سکو گے؟'' یہ کہہ کر وہ پھر لیٹ گیا۔

ادھر جے وردھی اپنا کام کر رہی تھی گرو پرنام لعل نہیں دیکھ سکا تھا کہ ایک گوشے میں دیوار پر ایک مکھی چمٹی ہوئی ہے۔ اس کی گول گول آنکھیں چاروں طرف دیکھ رہی ہیں۔

پھر وہ آنکھیں سنیتا پر مرکوز ہو گئیں۔ سنیتا آنکھیں بند کیے جاپ پڑھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ بھول گئی تھی کہ یہ جاپ جے وردھی کے خلاف ہے اور جے وردھی کوئی چال چل رہی ہے۔ بھلا وہ چڑیل کیوں چاہے گی کہ جاپ پورا ہو اور اس کے لیے مصیبت بن جائے گی۔ سنیتا بہت تیز ہو گئی تھی لیکن اس کے باوجود ابھی اس قدر ہوشیار نہیں ہوئی تھی کہ ان باریک باریک باتوں کو سمجھ سکے وہ آنکھیں بند کیے جاپ کر رہی تھی اور جاپ کے بول ہولے ہولے اس کے منہ سے نکل رہے تھے کہ اچانک اسے اپنے دماغ میں روشنی محسوس ہوئی تھی۔ اسے یوں لگا جیسے اس کے دماغ کے اندر کسی نے کوئی بلب لگا دیا ہو۔

وہ حیرانی سے اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

پھر اچانک ہی اس کے بدن کے اندر انگڑائیاں ٹوٹنے لگیں ہونٹ خشک ہونے لگے۔ دل میں ایک پیاس سی جاگ اٹھی۔ یہ پیاس خون کی پیاس تھی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ خون کی طلب نے جاپ بھلا دیا اور اب اس کے اندر بالکل ایسی ہی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ جیسے کسی نشے باز کو نشے کی کوئی چیز نہ ملی ہو اور اس کی دلی آرزو ہو کہ اسے اس کا مطلوب مل جائے۔ سنیتا کی پیاسی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگیں۔

☆=======☆=======☆

تھوڑے ہی فاصلے پر گرو پرنام لعل سو رہا تھا حالانکہ اچھا خاصا عمر رسیدہ تھا لیکن تندرست و توانا، رنگ بھی سرخ و سفید تھا۔ کیونکہ بدن پر اس نے کوئی لباس نہیں پہنا ہوا تھا۔ روشنی بھی نہیں بجھائی گئی تھی۔ اس کی وجہ سے اس کی گردن کی پھولی ہوئی رگ صاف نظر آ رہی تھی اس کے علاوہ بدن کا اوپری حصہ۔

سنیتا کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی آنکھوں میں ایک خونی چمک تھی اور وہ حلقوں سے باہر آ رہی تھیں۔ ہونٹ ٹیڑھے ہو گئے۔ دانت بالکل باہر نکل آئے۔ اگر دھرم راج اس حالت میں اسے دیکھ لیتا تو شاید اپنی جاگیر ہی چھوڑ کر بھاگ جاتا۔ اب سنیتا، سنیتا نہیں رہی تھی اس نے دروازے کی جانب دیکھا۔ دروازہ بھی اندر سے بند تھا۔

چنانچہ وہ چاروں ہاتھ پاؤں سے بلی کی طرح چلتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ اس کی چال میں ایک ایسی بات تھی جو کسی جنگلی درندے میں ہوتی ہے جنگلی درندہ بھی وہ جو آہستہ آہستہ اپنے شکار کی طرف بڑھ رہا ہو اور چاہتا ہو کہ شکار کو اس کی آہٹ نہ ملے۔ گرو پرنام لعل بڑا گیانی تھا لیکن جب موت آتی ہے تو سارا گیان دھیان ہوا ہو جاتا ہے۔ وہ آرام سے سو رہا تھا۔ اس بات سے بے نیاز کہ موت اس کی شہ رگ سے بھی قریب پہنچ چکی ہے۔ ایک حسین اور سندر لڑکی جو اس کی رہائش گاہ میں موجود تھی۔ وہ اگر بُری نیت کا مالک ہوتا تو اس سے اچھا موقع اور کوئی نہیں تھا اس کے لیے لیکن درحقیقت یہ موقع تو سنیتا کو ملا تھا۔

پھر اس وقت پرنام لعل چونکا۔ جب اسے اپنے اوپر ایک نرم و نازک بوجھ کا احساس ہوا تھا لیکن یہ احساس بعد از وقت تھا۔ سنیتا کا خوفناک چہرہ اس کی گردن سے لپٹ گیا تھا اور اس کے دانت پرنام لعل کی شہ رگ میں اُتر چکے تھے۔ پرنام لعل نے دونوں ہاتھ سمیٹ کر اس خوفناک وجود کو اپنے اوپر سے جھٹکنے کی کوشش کی لیکن اس کی کلائیاں سنیتا کے ہاتھوں کی گرفت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں آ چکی تھیں اور تندرست و توانا سادھو انہیں جنبش تک نہ دے سکا۔ ایسے عالم میں سنیتا ایک طاقتور گینڈے کی سی طاقت رکھتی تھی۔ گرو پرنام لعل اپنی تمام تر کوششوں میں ناکام رہا تھا۔ اس نے اپنے جسم کی تمام تر طاقت استعمال کی اور اپنے حلق کی پوری قوت سے چیخا لیکن سنیتا نے اس طرح اس کی گردن دبوچی ہوئی تھی کہ اس کی آواز زور سے نکل ہی نہ سکی۔ اس کا بدن پھڑ پھڑا رہا تھا۔ سارا وجود چیختا رہا اور اس کی گردن سے خون سنیتا کے جسم میں منتقل ہوتا رہا۔ سنیتا بُری طرح اسے چوس رہی تھی۔ کچھ لمحوں کے بعد گرو پرنام لعل کے پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد سنیتا نے اسے چھوڑ دیا۔

اب گرو پرنام لعل بے جان ہو چکا تھا اور سنیتا اسے میٹھی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے اپنا ایک انگوٹھا سیدھا کیا۔ حالانکہ اس انگوٹھے کا ناخن بہت زیادہ بڑھا ہوا نہیں تھا لیکن وہ اس وقت شیر کے پنجے کی طرح تھا۔ اس نے گرو پرنام لعل کے سینے کے نیچے انگوٹھے کو پوری قوت سے مارا اور انگوٹھا اس کے گوشت میں داخل ہو گیا۔ پھر وہ حیرت انگیز منظر دیکھنے کے لیے کوئی اس کے پاس ہوتا تو یقیناً خوف سے اس کے دل کی دھڑکنیں بند ہو جاتیں۔ سنیتا کا انگوٹھا کسی ایسے چھرے کی مانند پرنام لعل کی پسلیوں کے سرے کو توڑتا ہوا نیچے تک اترتا چلا گیا جو انتہائی تیز دھار اور تیز رفتار ہو۔

پرنام لعل کا سینہ کھل گیا تھا۔ سنیتا نے اس کی پسلیوں میں انگلیاں پھنسائیں اور طاقت لگا کر اس کے سینے کو پھاڑنے لگی۔ دل کی دھڑکن بند ہو چکی تھی۔ بدن کے اعضاء نگاہوں کے سامنے تھے سنیتا کا ہاتھ اس غار میں داخل ہوا اور اس نے پوری قوت سے دبوچ کر کلیجی کھینچ لی اور پھر اس نے پرنام لعل کے جسم کے مختلف حصے چبا ڈالے اور پوری طرح سیر ہو گئی۔

اس کے بعد اس پر نشہ سا طاری ہونے لگا۔ لڑکھڑاتے قدموں سے وہ اپنی جگہ سے ہٹی اور اس جگہ جا کر بیٹھ گئی۔ جہاں اسے جاپ کرنا تھا لیکن اب اس کو جاپ یاد تھا نہ کچھ اور اس پر نیند طاری ہو رہی تھی۔ وہ وہیں لیٹے لیٹے سو گئی تھی۔

دوسری صبح سب سے پہلے پجاری مکیش ناتھ نے یہ بھیانک منظر دیکھا تھا۔ اس نے دروازہ بڑی مشکل سے کھولا تھا۔ صرف وہی تھا جسے اندر سے بند دروازہ کھولنا آتا تھا۔ ایک چھوٹے شیشے کو ہٹا کر اس نے ہاتھ ڈال کر کنڈی کھولی تھی۔ کیونکہ پرنام لعل کبھی اتنی دیر نہیں سوتے تھے۔ پھر جب وہ اندر داخل ہوا تو اس نے یہ دہشت ناک منظر دیکھا۔ تو وہ گرتے گرتے بچا تھا۔ سمجھدار آدمی تھا۔ ساری باتیں جانتا تھا۔ یہ بھی پتہ تھا کہ پریم نگر میں دھرم راج کے کتنے رسوخ تھے۔ چنانچہ اس نے دھرم راج ہی کو اس کے بارے میں سب سے پہلے

اطلاع دی اگر باقی پجاریوں کو پہلے بتا دیتا تو گڑبڑ ہو جاتی۔

دھرم راج نے یہ خبر سنی تو بدحواس ہو گیا۔ اس کے ساتھ چلا آیا۔ پھر اس نے بھی یہ دہشت ناک منظر دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ سنیتا کا ایک ایک پنجہ خون میں ڈوبا ہوا ہے اور رخسار اور چاند کی طرح چمکتے ہوئے دوسرے حصوں پر بھی خون لگا ہوا ہے۔ وہ دہشت زدہ رہ گیا۔ پجاری کو اس نے سونے کے کئی زیورات دیئے اور کہا۔

''سنو..... ابھی اس سلسلے میں مکمل خاموشی اختیار کرنا۔ بس یہی بتانا کہ گرو پرنام لعل کا کوئی دشمن انہیں قتل کر کے بھاگ گیا ہے۔ یہ سونے کے زیورات تمہارے ہیں اس کے علاوہ اور میں بہت کچھ دوں گا تمہیں۔ بات سامنے نہیں آنی چاہیے سمجھ گئے ناں تم؟''

''ایک بات کہوں مہاراج؟''

''ہاں..... بولو۔''

''بسنتی رام نے پرنام لعل کو دھمکی دی تھی کہ وہ اسے جیتا نہیں چھوڑے گا۔ بسنتی رام ایک بنیا ہے۔ اسے کسی کاروبار میں نقصان ہو گیا تھا۔ اس نے گرو پرنام لعل کو ایک غلط کام پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ جس کے لیے گرو جی نے اسے منع کر دیا تھا۔ آپ چنتا نہ کریں مہاراج میں یہ سارے کام سنبھال لوں گا۔'' پجاری نے کہا اور دھرم راج خاموشی سے نیم غنودگی کے عالم میں سنیتا کو باہر لے آیا تھا۔

سنیتا کے پاس جواز تیار تھا وہ سنیتا نہیں۔ جے ورد تھی جو سنیتا کے وجود میں بولی تھی۔

''میں کیا بتاؤں دھرم راج جی! رات کو میں گرو جی کے کہنے پر جاپ کر رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ دو چھوٹے چھوٹے بیر آئے۔ ہائے رام! کیسی بھیانک شکلیں تھیں ان کی۔ انہوں نے گرو جی سے کہا کہ انہوں نے مجھے یہ جاپ کیوں بتایا وہ گرو جی کو جیتا نہیں چھوڑیں گے اور پھر گرو جی کی حالت انہوں نے ایسی بنا دی کہ میں خوف سے بے ہوش ہو گئی تھی، مجھے پتہ نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا؟''

''ہوں..... تو یہ قصہ تھا۔'' دھرم راج نے پُر خیال انداز میں کہا۔ ''چلو بے چارے گرو جی اس سنسار سے چلے گئے ہمیں بھی یہاں سے چلنا چاہیے۔'' دھرم راج، سنیتا کو لے کر وہاں سے چل پڑے۔

ادھر پریم نگر میں بسنتی رام کا کیا ہوا۔ یا پجاری نے کس طرح گرو جی کی لاش کو ٹھکانے لگایا یہ بعد کی بات ہے۔ سنیتا نے تو اپنا کام کر لیا تھا۔

ہر داستان کی ایک بنیاد ہوتی ہے۔ خوف، محبت، پریشانی، خوشی، ہر چیز کا ایک پس منظر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی ہوتا ہے۔ انسانی زندگی کی الجھنیں مختلف صورتیں رکھتی ہیں۔ کبھی کبھی بے مقصد اور بے مزہ لیکن بہرحال ہر کہانی میں ایک ربط ہونا چاہیے۔ کوئی بھی کام بلاوجہ نہیں ہوسکتا۔ اب بے چاری سنیتا جو رفتہ رفتہ ایک خون آشام چڑیل بنتی جارہی تھی۔ جسے انسانی کلیجے چبانے کا نشہ پیدا ہوگیا تھا۔ جو بڑی آسانی سے چڑیل کہلاسکتی تھی۔ اس کے ماضی کے بارے میں آپ کو معلوم ہے۔ اپنی بستی میں جوان ہوئی تھی۔ اپنے ماتا پتا کے زیرِ سایہ زندگی گزارتی تو صورتِ حال ہی بہت مختلف ہوتی۔ ایک ایسی حسین لڑکی وجود میں آتی جو کسی چھوٹے سے گھر کو آباد کر دیتی لیکن اب وہ بربادیوں کا نشان بنی ہوئی سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اسے اب ایک ایسی اصلی چڑیل مل گئی تھی۔ جو اسے اپنے شکنجے میں جکڑنے کے بعد استعمال کررہی تھی۔

اب یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ یہ چڑیل کہاں سے کہاں تک سنیتا کو اپنے قبضے میں رکھ سکتی ہے۔ کیونکہ بہرحال ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ سنیتا خود بھی ایسا مقام حاصل کرتی جارہی تھی جو اسے سوچنے سمجھنے کی قوتیں بخش رہا تھا اور جسمانی طور پر بھی اپنے حُسن و جمال سے کام لے کر اس نے ایک ایسے جاگیردار کو اپنے قبضے میں کرلیا تھا۔ جس کے پاس دولت بے پناہ تھی لیکن یہ بھی ایک بہت بڑی سچائی تھی کہ دھرم راج ایک عیاش طبع آدمی تھا اور مستقبل میں نہیں کہا جاسکتا تھا کہ سنیتا اس کو کب تک اپنے قابو میں رکھ سکتی ہے۔

بہرحال فی الحال تو سنیتا نے جاگیردار دھرم راج کو اور اس کی منظورِ نظر بیویوں کو مشکل میں گرفتار کررکھا تھا۔

☆=======☆=======☆

ایک طرف سندر ناتھ کا معاملہ تھا اور روپ متی اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کررہی تھی۔ دوسری طرف مہندرا اپنے طور پر بہت سے فیصلے کررہی تھی۔ سمبولا کے بارے میں بھی اسے بہت کچھ یاد آرہا تھا۔ اس کے دل میں آگ سلگ رہی تھی۔ وہ اب تک دھرم راج کی وفادار رہی تھی لیکن اب اس نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ اگر مہاراج سمبولا سنگھ اس پر مہربان ہوگئے تو پہلے سنیتا اور پھر روپ متی دونوں کو دیکھ لے گی۔ اسے سمبولا کی پُراسرار قوتوں پر پورا یقین تھا اور اس یقین کی وجہ اس کے پتاجی تھے۔ انہوں نے اسے سمبولا مہاراج کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہوا تھا۔ اس نے سمبولا سنگھ مہاراج کی پُراسرار قوتوں کے بہت سے قصے سن رکھے تھے۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ ان کی شکتی اس کے کس کام آسکتی ہے۔

وہ دھرم راج سے اجازت لے کر اپنے میکے چل پڑی۔

راستے بھر اس کا ذہن سوچوں میں ڈوبا رہا تھا۔ اس نے کچھ فیصلے کیے تھے۔ پہلا فیصلہ تو

یہ کہ وہ اپنے ماتا پتا کو حقیقت نہیں بتائے گی۔ کیونکہ یہ بات بھی سب لوگ جانتے تھے کہ دھرم راج اگر کسی کے خلاف ہوجائے تو ان علاقوں میں اس کا جینا مشکل ہوجائے گا۔ دوسری بات یہ کہ اس کے پتا دھرم راج کے احسان مند تھے اور دھرم راج کے خلاف کوئی کام کرنا ان کے بس میں نہیں تھا اور یہ کہ اگر پتاجی راضی بھی ہوگئے تو ممکن ہے کہ خود سمبولا سنگھ اس کی بات پر توجہ نہ دے سکیں۔ جتنی توجہ وہ مہندرا کی بات پر دے سکتے تھے۔ اس کے پتاجی کا خیال ضرور کرتے تھے لیکن اگر ایک طاقتور آدمی کو اس کی پسند کی چیز دے دی جائے تو وہ زیادہ دلچسپی دے سکتا ہے اور مہندرا نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس راز کو اپنے اور سمبولا سنگھ تک محدود رکھے گی۔

طویل سفر طے کرکے آخرکار مہندرا ایک دوسرے علاقے میں داخل ہوگئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اپنے گھر پہنچ گئی۔ اچانک ہی آئی تھی اس لیے سب حیران رہ گئے لیکن بہرحال اسے بڑی گرمجوشی سے خوش آمدید کہا گیا۔ سب یہ جاننے کے لیے بے چین تھے کہ وہ اچانک کیسے آگئی۔ اس سلسلے میں اس کے پتاجی نے اس سے سوال کیا۔ تو مہندرا نے کہا۔

''بس پتاجی میں نے سپنے میں ماتاجی اور آپ کو دیکھا تھا۔ بس من مچل اٹھا۔''

''لیکن دھرم راج سے اجازت لے کر تو آئی ہو ناں تم؟''

''تو اور کیا؟''

''یہ ٹھیک ہے۔ کیا دیکھا تھا سپنے میں؟'' اس کے پتاجی نے خوش ہوکر پوچھا۔

''بھگوان آپ کو جیتا رکھے میں نے دیکھا کہ آپ دونوں ایک ویران جنگل میں جاکر بھٹک رہے ہیں۔ ماتا کے پیروں میں چل چل کر چھالے پڑ گئے ہیں۔ تب آپ نے انہیں گود میں اٹھالیا آپ کو پیاس لگ رہی تھی لیکن دور دور تک پانی نہیں تھا۔ پھر آپ نے ماتاجی کو نیچے اتار دیا اور آسمان سے جل مانگا تو بارش ہوگئی۔ آپ کے پیچھے میں نے ایک ایسے مہان انسان کو دیکھا جس نے آپ کے لیے بارش کی پرارتھنا کی تھی۔''

''ارے کون تھے وہ؟'' اس کے پتا نے مسکرا کر پوچھا۔

''سمبولا سنگھ مہاراج۔''

''ارے واہ..... یہ سچ ہے۔ سمبولا سنگھ مہاراج ہمیشہ ہماری رکھشا کرتے ہیں۔''

''ویسے پتاجی! کیا آپ ان کے درشن کرتے رہتے ہیں۔''

''ہاں..... ہاں..... کیوں نہیں۔ میں ان سے ملنے جاتا رہتا ہوں۔''

''اسی مندر میں رہتے ہیں وہ؟''

''تو اور کیا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''پتا جی! میں ان سے ملنے جاؤں گی۔''

''لو دیکھو۔ پہلے تو ان کے نام سے بھاگتی تھی۔ اب ان کے درشن کو جائے گی۔''

''پہلے کی بات اور تھی۔''

''ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے کوئی بات نہیں چلنا میرے ساتھ۔''

''نہیں۔ پتا جی میں اکیلی جاؤں گی ان کے پاس۔''

''ٹھیک ہے میں انتظام کر دوں گا۔'' اس کے پتا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''میں دو ایک دن ان کے چرنوں میں رہوں گی۔ اس لیے کسی خاص انتظام کی ضرورت نہیں ہے۔ بس ایک بیل گاڑی اور ایک کوچوان دے دیں۔ کسی باندی کو بھی ساتھ نہیں لے جاؤں گی۔ دو دن ان کے پاس ایک داسی بن کر رہوں گی۔''

''بھگوان تجھے سکھی رکھے گیانیوں کا ایسا ہی بھرم رکھنا چاہیے جو تُو کہے میں کر دوں گا۔''

اس کے بعد اپنے ماتا پتا کے ساتھ ایک خوشگوار وقت گزار کر مہندرا اپنے اصل کام کے لیے چل پڑی اور ایک رتھ بان اسے لے کر ویرانوں کے سفر پر روانہ ہو گیا۔

سمبو لا سنگھ کا مندر ایک ویران علاقے میں تھا۔ ایک ایسے علاقے میں جہاں زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن سمبو لا سنگھ کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ بہت سے پیر ان کی سیوا کرتے ہیں۔ یہ ساری باتیں سوچتی ہوئی مہندرا مندر جا رہی تھی۔ اس کے ذہن میں ان خوفناک آنکھوں کا تصور تھا۔ بہت پرانی بات ہے۔ ایک بار وہ ان آنکھوں کو دیکھ کر سہم گئی تھی لیکن وہ ناتجربے کاری کی عمر تھی۔ اب اس نے بہت کچھ سیکھ لیا تھا۔ ان آنکھوں نے جس انداز میں اس کے بدن کو ٹٹولا تھا۔ پہلے وہ اس سے خوفزدہ ہوئی تھی لیکن اب وہ ان آنکھوں کو اپنے جسم کے مختلف حصوں پر محسوس کر رہی تھی۔

جس رتھ پر بیٹھ کر وہ سفر کر رہی تھی۔ اس کے بیلوں کے گلے میں چاندی کی گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور گھنٹیوں کی آواز اس کی سوچ کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ کچھ دیر کے بعد ویرانوں میں نظر آنے والا مندر آ گیا۔ جس کے چوبی دروازے میں پیتل کی بڑی بڑی کیلیں جڑی ہوئی تھیں۔ دروازے کے دونوں پٹ کھلے ہوئے تھے۔ مہندرا رتھ سے نیچے اُتر آئی اور اس نے کوچوان سے کہا۔

''تم رتھ کو دور پیپل کے درخت کے نیچے لے جاؤ اور وہیں بیل کھول دو۔ تمہیں اسی جگہ آرام کرنا ہے۔ جب تک میں تمہیں نہ بلاؤں نہ آنا۔ مجھے مندر میں کافی وقت تک پوجا پاٹ کرنی ہے۔ خبردار! میری آواز کے بغیر ادھر آنے کی کوشش مت کرنا۔''

''ٹھیک ہے۔ چھوٹی رانی۔'' کوچوان نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا اور بیلوں کو واپس موڑ لیا۔ پیپل کا ایک بڑا درخت کوئی ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ کوچوان اس طرف بڑھ گیا تو مہندرا دھڑکتے دل کے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ مندر ویرانے میں تھا۔ دور دور تک کوئی آبادی نہیں تھی۔ اس لیے یہ ویران ہی رہتا تھا۔ اس وقت بھی وہ بہت پُراسرار ماحول پیش کر رہا تھا۔ اس کے صحن میں درختوں کے پتے مٹی میں لپٹے ہوئے تھے۔ ہوائیں ان خشک پتوں کو اِدھر سے اُدھر منتشر کرتیں تو کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوتی۔ ایسا لگتا جیسے خوفناک روحیں دبے پاؤں صحن میں رقص کر رہی ہوں۔ وہ ان پتوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی اندر کے دروازے کے پاس پہنچی۔ چونکہ اس کے پتا، سمبو لا مہاراج کے غلام تھے۔ اس لیے وہ پہلے بھی ان کے ساتھ یہاں آ چکی تھی اور مندر کے اندرونی حصوں کے بارے میں بھی جانتی تھی یہاں تک کہ وہ اس دروازے تک پہنچ گئی۔ جس سے گزر کر پوجا کے ہال میں جایا جاتا تھا۔

دروازے کے اندر قدم رکھتے ہوئے اس کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ نیم تاریک ہال میں اس نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ سامنے ہی بھوانی کا مجسمہ رکھا ہوا تھا۔ ہال کے مختلف گوشوں میں پتھر کے انسان خاموش کھڑے تھے۔ لیکن ان کے درمیان کسی جیتے جاگتے انسان کا وجود نہیں تھا۔ البتہ یوں لگ رہا تھا جیسے بہت سے لوگ خاموشی سے شکار کی تاک میں لگے ہوں۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور آگے بڑھ کر پتھر کے ایک مجسمے کے پاس پہنچی۔ یہاں پہنچ کر اس نے سامنے نگاہیں دوڑائیں۔ پہلے جب وہ اپنے پتا جی کے ساتھ یہاں آئی تھی تو اس سامنے والے دروازے کے دوسری طرف سمبو لا مہاراج سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس کے قدم اسی دروازے کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے دروازے کے قریب کھڑے ہو کر کچھ لمحوں کے لیے سوچا۔ پتا جی کی باتوں سے اسے یہ اندازہ ہوا تھا کہ سمبو لا سنگھ ہٹے کٹے ہیں اور آرام سے رہ رہے ہیں۔ کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔ اس کی لرزتی ہوئی آواز گونجی۔

''سمبو لا..... مہاراج۔''

اس کی آواز سنسان مندر کی دیواروں سے ٹکرا کر گونج پیدا کرتی ہوئی لوٹ آئی اس نے دوسری بار آواز دی اور ابھی اس کی آواز کی بازگشت ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ سامنے والے دروازے کی پُراسرار چرچراہٹ گونجی اور پھر روشنی کی ایک لکیر باہر رینگ آئی۔ لکیر کے عقب میں دیو قامت سمبو لا کھڑا ہوا تھا۔ اس کی داڑھی کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ خشک بال، جٹاؤں کی طرح پھیل گئے تھے آنکھوں سے سرخ روشنی پھوٹ رہی تھی۔ جب مہندرا بہت سی کیفیتوں سے ناآشنا تھی تو سمبو لا کا یہ چوڑا چکلا بدن اسے بہت خوفناک محسوس ہوا تھا لیکن آج جب اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے اس بدن کو دیکھا تو اس کے سارے وجود میں ایک سرسراہٹ سی دوڑ گئی۔

سمبولا کو دیکھ کر اس نے دونوں ہاتھ جوڑے اور ان کے سامنے سر جھکا دیا۔ اس نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر پاٹ دار آواز میں کہا۔

''سیدھی ہو جا سندری! کیا مانگنے آئی ہے؟'' مہندرا سیدھی ہو گئی پھر اس نے نگاہیں اٹھا کر سمبولا سنگھ کی طرف دیکھا۔ سرخ آنکھیں اس کے چہرے پر گڑھی ہوئی تھیں اور ان میں عجیب سی کیفیت نظر آ رہی تھی۔ تب وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

''سمبولا مہاراج آپ مجھے بھول گئے شاید۔''

''سنسار میں بھول جانے کی چیزیں اور ہوتی ہیں۔ تُو کوئی بھول جانے والی چیز ہے۔ مہندرا! چندر ما جب آسمان پر پورا ہوتا ہے تو سمٹ کر تیرا وجود اختیار کر جاتا ہے کیا کبھی ہم تجھے جانتے ہیں۔''

''جے ہو مہاراج کی۔''

''پتی کہاں ہے تیرا؟''

''میں اکیلی آئی ہوں مہاراج!''

''ہم جانتے ہیں پر وہ کہاں ہے؟''

''وہ اپنے گھر میں ہیں۔''

''اور پتا؟''

''وہ بھی گھر میں ہی ہیں۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ میں مہاراج کے پاس اکیلی جاؤں گی۔''

''تُو نے اچھا کیا۔ آرزوئیں انسانوں کی بھیڑ میں پوری نہیں ہوتیں۔ تیرے ساتھ کون کون آیا ہے؟''

''صرف کوچوان۔''

''کہاں ہے وہ؟''

''بہت دور پیپل کے درخت کے نیچے ہے۔''

''آ جا میرے ساتھ۔'' سمبولا مہاراج بولے اور دروازے کے دوسری طرف مڑ گئے۔ مہندرا ان کے پیچھے پیچھے دروازے سے اندر داخل ہو گئی تھی اور پھر اس کے بعد اس نے اندر کا ماحول دیکھا۔ اندر کا ماحول اس ویران مندر کے ماحول سے بالکل مختلف تھا۔ ایک طرف آرام دہ مسہری بچھی ہوئی تھی۔ فرش پر موٹا قالین بچھا ہوا تھا۔ چھت پر فانوس جس میں شمعیں روشن

تھیں اور یہاں تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

''بیٹھ جا۔''

''آپ کے چرنوں میں بیٹھوں گی۔'' مہندرا نے کہا۔

''من میں بیٹھنے والے چرنوں میں نہیں بیٹھتے۔ تیری جگہ ہمارے من میں ہے۔ اس کرسی پر بیٹھ جا۔'' سمبولا مہاراج کی نگاہیں مہندرا پر جمی ہوئی تھیں اور مہندرا کو وہی احساس ہو رہا تھا۔ جو پہلے ایک بار ہوا تھا۔

سمبولا مہاراج جیسے اس کے بدن کی جنبشوں سے...... اس کے چہرے کی لکیروں سے اندازہ لگا رہے تھے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ مہندرا کے بارے میں انہیں پوری طرح یہ بات معلوم تھی کہ اس کی شادی ہو گئی ہے اور وہ ایک بہت بڑے جاگیردار دھرم راج کی حویلی میں گئی ہے۔ اب یہ شادی کیسے ہوئی تھی۔ پھیرے ہوئے تھے یا نہیں ہوئے تھے یہ بات تو دھرم راج یا مہندرا کا باپ ہی جانتا تھا۔

بہر حال سمبولا مہاراج نے پوچھا۔ ''ہوں تو بات تیرے پتی کی ہے۔''

''ہیں؟'' مہندرا چونک پڑی۔ پھر اسے اپنے پتا جی کے الفاظ یاد آ گئے۔ جس نے کہا تھا ''کہ سمبولا سنگھ بڑے گیانی ہیں۔'' وہ آہستہ سے کہنے لگی۔ ''مہاراج...... آپ۔''

''ہاں...... ہمیں سب معلوم ہے۔ سنسار کی کون سی بات ہم سے چھپی ہوئی ہے مگر تُو ہمیں اپنی زبان سے بتا اور یہ بھی بتا کہ تُو کیا چاہتی ہے؟ ہم سب کچھ کریں گے تیرے لیے بول کیا بات ہے؟''

''ہمیں نہیں معلوم تھا کہ مہاراج کہ ہمیں جس شخص کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ وہ کیسا ہے؟ دھرم راج ایک عیاش طبع آدمی ہے۔ سب سے پہلی رانی کو اس نے نکال دیا تھا اس کی دوسری پتنی سر جھکائے خاموشی سے زندگی گزار رہی ہے۔ میرے ساتھ اس نے پھیرے بھی نہیں کیے بس ایسے ہی گھر میں ڈال رکھا ہے۔ میں ہی نہیں اور بھی ہیں کچھ دنوں تک وہ میری قدر کرتا رہا۔ پھر ایک اور آ گئی۔ وہ بہت سندر ہے اس کے آنے کے بعد میری حیثیت بالکل ختم ہو گئی اور اب دھرم راج مہاراج اس میں کھوئے ہوئے تھے۔ بتائیے مہاراج! کیا کروں؟ کیسے کروں؟ میں تو صبر کر رہی تھی کہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے لیکن اب تو میں دھرم راج کی شکل بھی نہیں دیکھ پاتی۔''

''اب ایسا کر اپنے کوچوان سے کچھ کہنا تو نہیں ہے تجھے۔ اسے واپس تو نہیں بھیجنا؟''

''نہیں مہاراج! میں خود پتا جی سے کہہ کر آئی ہوں کہ دو تین دن سمبولا مہاراج کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چرنوں میں گزاروں گی۔"

"جیتی رہو۔"

سمبو لا جی نے کھانے پینے کا انتظام کیا۔ مہندرا تہیہ کر چکی تھی کہ چاہے شریر دان کرنا پڑے لیکن اگر سنیتا کو شکست نہ دی تو کیا کیا۔

رات کو بارہ بجے سمبو لا سنگھ اسے لے کر بھوانی کے چرنوں میں پہنچ گئے اور انہوں نے کہا۔

"بھوانی ماں کے سامنے ایسے نہیں جاتے۔ اس کے لیے گنگا جل سے نہانا پڑتا ہے۔ ہم خود تیرا انہان کریں گے۔" پھر جو کچھ ہوا وہ مہندرا کے لیے بڑا بھیانک تھا۔ سمبو لا مہاراج بڑی خطرناک شخصیت کے مالک تھے اور انہوں نے مہندرا کی سادگی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور بے وقوف مہندرا سوچ رہی تھی کہ بس اب اس نے سنیتا کا پتا پا لیا۔

☆=======☆=======☆

ایسا ہی نہیں تھا۔ بلکہ باقی سب بھی اپنے اپنے چکروں میں پڑے ہوئے تھے ایک طرف روپ متی، سندر ناتھ کے ہاتھوں بلیک میل ہو رہی تھی۔ تو دوسری طرف جے وتی بھی پریشان تھی۔ اس کی خاص ملازمہ پورنما اس وقت بھی اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور اس سے کہہ رہی تھی۔

"دیوی جی ایک بات کہوں آپ سے؟"

"ہاں..... بولو کیا بات ہے؟"

"آپ پریشان ہیں جے وتی جی!"

"ہاں..... میں پریشان ہوں۔"

"اصل میں ہم تو داسیاں ہیں۔ مالکنوں کے دکھ کو جانتی ہیں لیکن بول نہیں سکتے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمارا من چاہتا ہے کہ ہم آپ کے کام آئیں۔" جے وتی نے گردن اٹھا کر پورنما کو دیکھا۔ پھر بولی۔

"جو کہنا چاہتی ہو صاف صاف کہو۔"

"اصل میں کبھی کبھی انسان کی آنکھوں کے سامنے کی چیزیں بھی اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ بات اصل یہ ہے کہ صحیح جگہ ہاتھ کو رکھ دیا جائے تو بہت سے کام بن جاتے ہیں۔"

"پورنما ہمیں کہانیاں نہ سنا۔ یہ بتا ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"اگر میں زبان کھول دوں تو آپ بُرا تو نہیں مان جائیں گی دیوی جی!"

"خاک دیوی ہوں..... جے وتی کہہ مجھے جیسے کہ میرے گھر والے کہا کرتے تھے اب تو یہ لفظ سننے کے لیے میرے کان ترس گئے ہیں۔"

"آپ مجھے اتنا بڑا مان دے رہی ہیں۔"

"ہاں..... ہاں کہا ناں جے وتی کہا کر مجھے خوشی ہوگی۔" جے وتی نے روتی ہوئی آواز میں کہا۔

"جب آپ مجھے اتنا بڑا مان دے رہی ہیں تو میں آپ پر ہزار جیون وار سکتی ہوں۔ جے وتی رانی میں آپ کا دکھ جانتی ہوں۔"

"کیا جانتی ہے؟"

"یہی کہ حویلی میں ایک دوسری رانی بھی آ گئی ہے اِندر کے اکھاڑے کی تو نہیں ہے پر اس نے مہاراج کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے اور سب تڑپ رہے ہیں۔"

جے وتی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے پورنما کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "تُو یہ سب کیسے جانتی ہے پورنما؟"

"دیوی جی کیسی باتیں کرتی ہیں۔ داسیاں آپ کے چرنوں میں رہتی ہیں۔ آپ کا مزاج سمجھتی ہیں آپ کے دکھ درد جانتی ہیں مگر بات پھر بھی ویسی ہے۔"

"کیا؟"

"داسیاں..... داسیاں ہوتی ہیں۔" پورنما نے جے وتی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

جے وتی اس کی بات سمجھنے کی کوشش کرتی رہی پھر بولی۔ "میرا من زخمی ہے۔ پورنما اس لمحے جو میرے زخموں پر مرہم رکھے گا۔ وہ میرے لیے میرا سب سے بڑا دوست ہوگا کیا تُو میرے کام آ سکتی ہے۔"

"میں آپ کے کام آنا چاہتی ہوں دیوی جی! آپ کے دکھ میں اچھی طرح جانتی ہوں اور میں نے اس بارے میں بہت کچھ سوچا بھی ہے سوچا بھی ہے۔"

"کیا سوچا ہے؟"

"کبھی کبھی بہت چھوٹے لوگ بھی بہت بڑی باتیں سوچ لیتے ہیں۔ بات چھوٹے بڑے کی نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ صحیح بات من میں آ جائے۔ آپ مہاراج کی وجہ سے دکھی ہیں ناں؟" پورنما نے کہا اور جے وتی اسے غور سے دیکھنے لگی۔

پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "اگر ایسا ہی ہے تو؟"

"ایسا ہے۔ دیوی جی! ایسا ہی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''یقین کے ساتھ کہہ رہی ہے؟''

''ہاں.....''

''چل ٹھیک ہے۔ آگے بول۔''

''اور اس وقت آپ خاص طور پر سنیتا کی وجہ سے پریشان ہیں۔''

''ہاں، سب اس کی وجہ سے ہی پریشان ہیں۔''

''ابھی اصل کھونٹے کی طرف کسی نے ہاتھ نہیں بڑھائے۔''

''اصل کھونٹا؟'' جے وتی نے پوچھا۔

''ہاں اصل کھونٹا! کسی نے اس پر غور ہی نہیں کیا۔''

''پہیلیاں نہ بجھا صاف بات کر۔''

''دھرم راج کی ناک کا بال کون ہے؟ آپ جانتی ہیں؟''

''اس کی ناک میں تو بہت سے بال ہیں تُو کون سے بال کی بات کر رہی ہے۔'' جے وتی نے کہا اور ہنس پڑی۔

پورنما بھی اس کے ساتھ ہنسنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔ ''میں گردھاری کی بات کر رہی تھی۔''

''گردھاری لعل کی؟'' جے وتی نے حیران لہجے میں پوچھا۔

''ہاں!'' پورنما مسکرا کر بولی۔

''مگر گردھاری لعل۔''

''اصل میں رانی جی! آپ بڑے لوگ ہوتے ہو ناں۔ انہیں سنسار کی کچھ ہی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً یہ سونا کیا بھاؤ ہے؟ یا زیور کون سے اچھے بنتے ہیں۔ کپڑے کون کون سے اچھے ہوتے ہیں۔ پر ہم جیسے لوگوں کو تو سنسار میں بڑے بڑے تجربے کرنا پڑتے ہیں بہت کچھ دینا پڑتا ہے ہمیں۔ میں بھی انہی میں سے ایک ہوں اور ظاہر ہے جیون گزارنے کے لیے مجھے بھی بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔ رانی جی! یہ مرد جو ہوتے ہیں ناں یہ مت سوچنا کہ کسی بھی عمر میں مکمل انسان بن جاتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ یہ باپ، بھائی نہیں ہوتے۔ ہوتے ہیں لیکن صرف اپنی بیٹیوں کے باپ۔ اپنی بیٹیوں کے بھائی کبھی کبھی یہ بہت اچھے انسان بھی نکل آتے ہیں لیکن اس بات کو بھلایا نہیں جا سکتا کہ ان کے اندر مرد زیادہ ہوتا ہے۔ دیوی جی! گردھاری لعل بھی ایک مرد ہے اور آپ جانتی ہیں کہ ہمارے مہاراج گردھاری لعل کے کندھوں پر بیٹھ کر سنسار کے سارے کام کرتے ہیں گردھاری لعل ایک طرح سے ان کی ناک کا بال ہے۔ میں نے اس ناک کے بال کی بات کی تھی۔''

''تُو ٹھیک کہتی ہے پورنما! مجھے تو پتہ نہیں تھا کہ تیرے پاس اتنا زیادہ تجربہ ہے۔''

''سنسار خود تجربہ دیتا ہے پھر ہم جیسے لوگوں کو تجربہ ہو ہی جاتا ہے۔ ہم راج محل کی داسیاں ہیں داسیوں کو اس کے بارے میں جاننا ہی چاہیے۔ خیر میں آپ سے یہ کہہ رہی تھی کہ اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے کی بجائے گردھاری لعل پر ہی ہاتھ ڈالا جائے۔''

''مگر کیسے؟''

''ایک بات کہوں بھگوان کی سوگند! بُرا مت ماننے اور نہ یہ سمجھئے کہ کچھ پانے کے لیے آپ سے غلط باتیں کر رہی ہوں۔ کچھ مانگوں تو سولی چڑھوا دیجیے گا۔''

''نہیں پورنما! میں تجھے جانتی ہوں۔ میری وفادار ہے تُو اس لیے تو دل کی بات تجھ سے کہہ رہی ہوں۔''

''اصل میں ہمارے مہاراج سوجھ بوجھ کھو بیٹھے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ سندرتا کیا چیز ہوتی ہے۔ بس یوں سمجھ لیجیے ایک ہوس ہے۔ ان کے اندر جو نہ جانے کہاں کہاں ڈولتی پھرتی ہے۔ اگر کوئی قدردان ہو تو قسم کھا کر کہتی ہوں۔ مہاراج کی ساری منظورِ نظر عورتوں کو ایک طرف بٹھا دو اور میری جے وتی دیوی کو دوسری طرف۔ اندھیرے میں روشنی نہ ہو جائے تو میرا نام پورنما نہ لینا۔''

جے وتی کو اس سے زیادہ اور کیا چاہیے تھا۔ ایک سسکی لے کر بولی۔ ''میری بہن! تقدیر بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔''

''آپ ناراض نہ ہوں۔ میں یہ کہہ رہی تھی کہ اگر آپ گردھاری پر اپنا پنجہ ڈال لیں تو مجال ہے کہ گردھاری جی اس سے نکل جائیں۔''

''پھر؟''

''گردھاری کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا جو آپ کی مدد کر سکے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ وہی سنیتا کا تیا پانچہ کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے آپ کو اسے اپنے جال میں پھانسنا ہوگا۔''

جے وتی حیران نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر بے اختیار اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے کہا۔

''سچ مچ اگر گردھاری لعل ہمارے پھیر میں آ جائے تو واقعی بڑا کام بن جائے۔''

''آئیں گے۔ ایسے آئیں گے کہ دیکھنے والے دیکھیں گے۔ بس ذرا محنت کرنا ہوگی ان پر آپ کو یہ مرد جتنے چالاک ہوتے ہیں ناں۔ عورت کے معاملے میں اتنی ہی آسانی سے قابو میں آ جاتے ہیں۔'' پھر جے وتی اور پورنما کچھ دیر باتیں کرتی رہیں لیکن انہوں نے اس مکھی پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غور نہیں کیا تھا۔ جوان سے تھوڑے فاصلے پر فرنیچر پر ایک گوشے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دور سے وہ ایک مکھی ہی لگتی تھی لیکن اگر وہ غور سے دیکھ لیتیں تو یا تو خوف سے بے ہوش ہو جاتیں یا پھر حیرانی کی انتہا کو پہنچ جاتیں کیونکہ اس مکھی کے چہرے پر نقوش انسانوں جیسے تھے۔ مڑی ہوئی ناک، چھوٹی چھوٹی آنکھیں لیکن یہ سب اتنی چھوٹی تھیں کہ بہت قریب سے ہی نظر آ سکتی تھیں۔

پورنما نے خود جے وتی کا پیغام گردھاری لعل کو پہنچا دیا تھا اور اس وقت جب گردھاری پورنما کے کہنے پر جے وتی کی رہائش گاہ پر پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ جے وتی خوب صورت لباس میں ملبوس حسین چہرہ بنائے۔ ان کا انتظار کر رہی تھی۔ گردھاری لعل جی اندر داخل ہوئے تو جے وتی جی نے بڑے پیار سے ان کا استقبال کیا۔ جو لباس اس نے اس وقت پہن رکھا تھا اس کی اپنی ایک الگ ہی کہانی ہوتی ہے۔ ایک لمحے تک انہوں نے جے وتی پر غور کیا۔ پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر جھک گئے اور بولے۔

''بہت عرصے کے بعد دیوی جی نے گردھاری کو یاد کیا۔ گردھاری کے تو جیسے بھاگ کھل گئے۔ بڑی بات ہے کہ اسے یاد کیا گیا۔''

جے وتی نے ایک گہری سانس لی اور آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی مسہری پر جا بیٹھی۔

''آیئے..... گردھاری لعل جی! ایسا لگتا ہے۔ جیسے آپ ہم پر طنز کر رہے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ آپ کو ہم پر طنز کرنا ہی چاہیے۔ اب تو یہ آپ ہی کا نہیں سب کا حق ہے۔ آیئے بیٹھیے۔''

جے وتی خود اس انداز میں بیٹھی ہوئی تھی کہ گردھاری کے حواس خراب ہوئے جا رہے تھے۔ وہ ایک قدم آگے بڑھ کر بولے۔ ''بھگوان کی سوگند! آپ پر طنز کروں تو زبان سوکھ کر نیچے نہ گر جائے بھلا میں اور آپ پر طنز کروں۔ آپ نے ایسا سوچا ہی کیوں۔''

''اس لیے گردھاری لعل جی! کہ ہمارے بُرے دن ہیں۔ ہماری عزت ہماری حیثیت ختم ہو گئی ہے۔ اس لیے اب ہر ایک کو حق ہے کہ جو چاہے ہمیں کہہ دے۔'' جے وتی کی آواز بھرا گئی۔

''بھگوان کی سوگند نہ تو میں نے خود طنز کیا ہے اور جب تک جیتا رہوں گا اس حویلی میں کسی کی کیا مجال کہ دیوی کی طرف ہلکی نگاہ سے دیکھے۔ زبان کٹوا کر پھینک دوں گا۔ پھر بھی اگر کہیں آپ کو میرے الفاظ سے یہ احساس ہوا ہو تو گردھاری شما چاہتا ہے۔''

''دل دکھا ہوا تھا ہمارا گردھاری جی! جذبات میں آ کر اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو محسوس نہ کریں۔'' جے وتی کے آنسو گالوں پر لڑھک آئے۔

گردھاری لعل بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھے اور انہوں نے جے وتی کے قریب پہنچ کر نیچے زمین پر گھٹنے ٹکا کر بیٹھتے ہوئے اس کے آنسو خشک کرنے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں وہ

اس قدر قریب ہو گئے تھے کہ خود ان کی سانسیں بے قابو ہو گئیں۔ لیکن ان بے قابو سانسوں کو دیوانگی کی حدود میں جے وتی نے خود داخل کر دیا۔ وہ خود سسکی لے کر گردھاری سے لپٹ گئی۔ اس کے منہ سے آوازیں نکل رہی تھیں۔

''گردھاری لعل! ہم..... ہم لٹ گئے ہیں۔ ہمارا سہاگ لٹ گیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ سنیتا نے ہمیں نیچا دکھا دیا ہے۔ مہاراج ہم سے بہت دور ہو گئے ہیں۔ اب ہم تنہا رہ گئے ہیں۔ یہ حویلی، جو کبھی، ہمارے چرنوں کی دھول تھی۔ اب ہمیں کاٹنے کو دوڑتی ہے۔ ایسے کیسے جیون بتائیں گے ہم۔ ایسے جینے سے تو بہتر ہے کہ ہم زہر کھا لیں۔''

گردھاری لعل جی جے وتی کی اس خود سپردگی سے بالکل بے قابو ہو چکے تھے۔ لرزتی ہوئی آواز میں بولے۔

''زہر تمہارے دشمن کھائیں گے جے وتی جی! تمہاری یہ راتیں سونی رہنے کے لیے نہیں ہیں لیکن سنیتا نے دھرم راج جی پر ایسا جادو چلایا ہے کہ وہ اس کی گرفت سے مشکل ہی نکل پائیں گے۔ لیکن ہم کچھ کریں گے۔ ضرور کچھ کریں گے۔''

گردھاری لعل ایک قدم آگے بڑھ رہے تھے تو جے وتی انہیں چھ قدم آگے بڑھنے کی دعوت دے رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''سنیتا کو قتل کر دیں مہاراج! یہ حویلی اس سے صاف کر دیں اور ہمارے راستے کھول دیں۔ ہم مہاراج کے لیے مرتے نہیں ہیں۔ مگر ہمارا اقتدار خطرے میں پڑ جائے گا اور یہ ہم سے برداشت نہیں ہوتا۔ آپ ہمارے لیے ایسا ہی کریں مہاراج۔''

''آپ کو پتہ ہے اگر ایسا ہو جائے دیوی جی! تو دھرم راج مہاراج زمین آسمان ایک کر دیں گے۔ ان کے جاسوس نہ جانے کس کس طرح سے یہ پتہ چلا لیں گے یہ کام کس نے کیا ہے اور پھر جس نے ایسا کیا ہو گا۔ اس کے خاندان کا کوئی فرد جیتا نہیں بچے گا۔''

''پھر..... پھر کیا ہو گا؟''

''ہو جائے گا۔ ہم سب کچھ کر سکتے ہیں۔ وہ سب کچھ کر سکتے ہیں ہم جس سے ہماری جے وتی رانی کو اس کا اقتدار واپس مل جائے۔''

''مگر کیسے؟''

گردھاری لعل ایک قدم بڑھتے ہوئے آخر کار تمام حدود کو پھلانگ گئے۔ انہوں نے کہا۔

''ایک سازش..... ایک ایسی سازش کریں گے ہم سنیتا کے خلاف کہ وہ مہاراج کی نظروں سے گر جائے گی اس کے لیے ہمیں کوئی ایسا فرد پیدا کرنا پڑے گا جس پر یہ ظاہر کیا جائے کہ وہ سنیتا کا پریمی ہے اور اس پریمی کو مہاراج کے سامنے لایا جائے۔ مرد سب کچھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

برداشت کرسکتا ہے لیکن رقیب کو نہیں، یہ کام ہم کرلیں گے لیکن۔''

''لیکن کیا؟'' جے وتی نے چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ پوچھا اور پھر گردھاری لعل کو الفاظ میں کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ معاوضہ بتا دیا گیا اور ایک گھنٹے کے بعد جب گردھاری لعل جے وتی کے کمرے سے باہر نکلے تو جے وتی کے ہونٹوں پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی اور یہ مسکراہٹ گردھاری کے ہونٹوں پر بھی تھی۔ پتہ نہیں ان دونوں میں سے کون اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے۔

☆=======☆=======☆

سنیتا پریشان نہیں تھی۔ یہاں اس شاندار حویلی میں جو عزت اور جو مقام اسے حاصل تھا۔ اس سے زیادہ اس نے اور کسی شے کی خواہش نہیں کی تھی۔ وہ سب کچھ اسے مل گیا تھا۔ جس کی کسی ذی روح کو خواہش ہوسکتی ہے اور سنیتا نے کبھی ایسی خواہشوں کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ زندگی جہاں سے شروع ہوئی تھی۔ اسے وہ آغاز بھی یاد تھا اور جہاں تک پہنچی تھی۔ یہ لمحات بھی اس کے لیے دلکش تھے۔ وہ تمام لطافتیں اسے حاصل ہوگئی تھیں۔ جو کسی انسان کی طلب ہوسکتی ہیں۔

ہاں..... اگر ایک غیر حقیقی طلب اس کے دل میں تھی تو وہ انسانی خون کی خواہش تھی۔ وہ عورت تھی۔ عورت فطری طور پر کبھی ڈائن نہیں ہوسکتی لیکن کچھ لمحات..... زندگی کے ایسے لمحات جو پیدا کر دیئے گئے تھے۔ انہوں نے بے شمار انسانوں کو ایک عذاب سے دوچار کیا تھا۔ ایسا ہی ہوتا ہے حکمران سیاست کرتے ہیں۔ سیاسی اختلافات ہوتے ہیں سرحدی اختلافات ہوتے ہیں۔ فوجیں جنگ کرتی ہیں عوام مرتی ہے۔ اقتصادی بحران آتا ہے۔ یہ کام کہیں اور سے شروع ہوتا ہے اور اثرات نہ جانے کس کس پر پڑتے ہیں۔ کائنات کی تاریخ میں بے شمار المیہ کہانیاں جنم لیتی ہیں۔ یہی کیفیت ایک معصوم لڑکی کی تھی۔ جسے وقت اور حالات نے ایک خطرناک عفریت بنا دیا تھا۔ جب خوف کے لمحات ہوتے تو بالکل مختلف ہوجاتی۔ عام حالات ہو جاتے تو خلوتوں میں ایک حسین نوجوان لڑکی کے گہرے گہرے سانسوں کی آواز اور اس کے وجود کی خوشبو ایسا ماحول پیدا کر دیتی کہ دل و دماغ پر قابو پانا مشکل ہو جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ اب سنیتا سمجھدار ہوچکی تھی۔ اسے جوڑ توڑ آتے جا رہے تھے۔

پہلے وہ صرف اپنی معصومیت کی بنیاد پر ہر اس شخص کا خون پی لیتی تھی جو اس وقت اس کے سامنے آجائے لیکن اب جب سے جے وردھی کا ساتھ ہوا تھا۔ اس کا انداز ہی بدل گیا تھا۔ پچھلے دنوں پرنام لعل جی زندگی سے موت کے سفر پر روانہ ہوا تھا۔ مگر سنیتا کو ایسے لمحات کا کوئی احساس نہیں رہتا تھا۔ جے وردھی کے بارے میں بھی کبھی کبھی اس کے دل میں تشویش

پیدا ہو جاتی تھی لیکن اس وقت جب جے وردھی اس کے وجود میں اتری نہ ہوتی ورنہ کمبخت جادوگرنی نے اس طرح سنیتا پر قابو پالیا تھا کہ اس کا پیچھا ہی نہیں چھوٹتا تھا۔ بے چارہ پرنام لعل جی اسے یہ بتا چکا تھا کہ وہ خوفناک جادوگرنی، سنیتا کے وجود میں اپنے آپ کو ضم کر کے خود اپنی ہوس کی آرزو پوری کرتی ہے لیکن سنیتا ابھی ان گہرائیوں کا سفر نہیں کرسکتی تھی۔

بہرطور اس وقت وہ اپنی مسہری پر بیٹھی سوچ رہی تھی کہ اس حویلی میں تین عورتیں اس کی سب سے بڑی دشمن ہیں۔ روپ متی، جے وتی اور مہندرا۔ یہ تینوں اس طرح سے کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ دھرم راج کی منظورِ نظر تھیں لیکن اب اس وقت اس گھر پر سنیتا کا راج تھا۔ بستر پر بیٹھی وہ یہی تمام باتیں سوچ رہی تھی کہ اس نے ایک روشن دان سے ایک مکھی کو اندر آتے دیکھا اور کوئی جانے یا نہ جانے سنیتا اسے اچھی طرح جانتی تھی۔ مگر اس وقت جے وردھی نے اپنے آپ کو چھپایا نہیں۔ اس کے پاؤں زمین سے لگے اور چند لمحوں کے بعد وہ اصل شکل میں آکر سنیتا کے سامنے آبیٹھی۔ سنیتا اسے دیکھ کر مسکرا دی تھی۔ جے وردھی نے سنیتا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے لیے میں کتنی محنت کرتی ہوں سنیتا! کبھی اس بارے میں سوچا؟''

''کیا سوچتی اور آخر کیوں سوچتی؟ تم میری اپنی ہو۔ جو کچھ کرتی ہو میرے لیے اس بارے میں تم نے خود مجھ سے کہا تھا کہ تم میرے لیے نہیں اپنے لیے کرتی ہو۔ کیونکہ تم مجھے اپنا روپ سمجھتی ہو۔'' جے وردھی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

''ہاں..... میں تمہیں اپنا روپ سمجھتی ہوں لیکن کچا روپ۔''

''کچا روپ؟'' سنیتا نے جے وردھی کی طرف دیکھا۔

''اس لیے کہ ابھی تم بڑی آسانی سے میرے خلاف دوسروں کے قبضے میں آسکتی ہو۔ وہ بڑائی پیدا نہیں ہوئی تمہارے اندر جو ہونی چاہیے تھی۔ کوئی کہے کہ سنیتا جے وردھی کیا ہے۔ تو تم یہ کہو کہ جے وردھی نہیں میری بات کرو۔ مجھے پوچھو کہ میں کیا ہوں؟ جو میں ہوں وہ جے وردھی ہے۔'' جے وردھی نے کہا۔

''دیکھو جے وردھی! میرے اندر ابھی کچھ کمزوریاں ہیں۔ تمہاری رہنمائی میں سنسار کو جاننے کی بہت کوشش کی اور کر رہی ہوں۔ آہستہ آہستہ ہی سب کچھ سمجھ میں آئے گا اور تم نے کہا تھا کہ یہاں اس گھر میں تم اپنے انتقام لے رہی ہو۔ تمہیں سات گھر تباہ کرنے ہیں اور یہ تباہی تم میرے ذریعے مکمل کرو گی اور میں نے اس سے انکار تو نہیں کیا؟''

جے وردھی مسکرا دی۔ پھر بولی۔ ''چلو ٹھیک ہے اتنا ہے کہ تمہیں میرا مقصد تو یاد ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو اس کا مطلب ہے کہ تم میرے بارے میں سوچتی ہو۔ اچھا سنو ابھی ہمیں یہاں

بہت کام کرنے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمہیں یہاں کے اقتدار پر مکمل طور پر قابض کر کے میں ان گھرانوں کو اسی جگہ تباہ کروں جو میرا نشانہ ہیں۔ مگر یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب تمہارے قدم یہاں بہت مضبوط ہو جائیں۔ دیکھو سنیتا میں تو ہر جگہ گھوم پھر کر تمہارے مفادات کی نگرانی کرتی ہوں۔ ہر شخص سے ہوشیار رہتی ہوں۔ میں نے ایک ایسی لڑکی کی تلاش کی ہے یہاں یہ جو تمہارے بڑے کام آسکتی ہے اس کا نام مدھو ہے۔ ویسے بھی تمہیں ایک دوست کی ضرورت ہوگی۔ مدھو پورے محل میں ماری ماری پھرتی ہے اور اس راج محل کی ایک ایک چیز سے واقف ہے۔ وہ تمہارے لیے جاسوسی کرے گی۔ سارے کام کرے گی۔ یہ میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ واسطہ کسی ایک دشمن سے نہیں ہے اور پھر میرے لیے یہ بہت مشکل ہے کہ ہر لمحے تمہارے ساتھ رہوں۔ یہاں دھرم راج کی تین بیویاں ہیں۔ جو تمہارے خلاف سازش میں مصروف ہیں اور ہمیں ان سب کی سازشوں کو ناکام بنانا ہے۔ مدھو کے سلسلے میں جو کچھ میں تم سے کہہ رہی ہوں اسے غور سے سنو۔'' اور پھر جے ورد تھی اسے بہت کچھ بتاتی رہی تھی اور آخر میں اس نے کہا۔ ''باقی سارے انتظامات بھی میں ہی کرلوں گی۔ تم ان کی فکر نہ کرو۔''

جے ورد تھی کے ان الفاظ پر سنیتا ہنسنے لگی۔ اس نے کہا۔ ''جب سارے انتظامات تم خود ہی کر لیتی ہو تو ایسی باتیں مجھے بتانے کی کیا ضرورت ہے۔''

''پاگل ہے تُو..... تیری معصوم باتیں مجھے اور دیوانہ کر دیتی ہیں۔ اری باؤلی! ساری باتیں تیرے علم میں آجانا ضروری ہیں۔ ورنہ ہم کامیاب نہ ہوسکیں گے۔'' سنیتا پُر خیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔

درحقیقت مدھو کی تو زندگی ہی بن گئی تھی۔ اچانک ہی اس کی تقدیر کھلی تھی۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بہت ہی چالاک لڑکی تھی۔ اس حویلی کے سارے ہی لوگوں سے اس کی گہری واقفیت تھی۔ ہر ایک اس کے سامنے زبان کھول دیتا تھا شوخ اور شریر سی لڑکی تھی۔ آہستہ آہستہ وہ سنیتا کی راز دار بنتی جارہی تھی۔ سنیتا نے اسے مالا مال کر دیا تھا اور چونکہ وہ سنیتا کی خاص سہیلی بن گئی تھی اس لیے اب حویلی کے لوگ اس کی عزت بھی کرنے لگے تھے۔

مکیش سنگھ اس سے کہتا تھا۔ ''مدھو! سچ کہہ رہا ہوں۔ یہ بات میں بہت پہلے سے جانتا تھا کہ ایک نہ ایک دن تُو یہاں بہت بڑی حیثیت کی مالک بن جائے گی اور ایسا ہوا لیکن ایک بات کہوں ہمیں بھولنا مت۔''

''ٹھیک ہے مکیش ماما..... میں تمہیں کبھی نہیں بھولوں گی۔'' مدھو خوشی سے بولی اور مکیش جل کر رہ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ماما ہوگا تیرا دادا..... ارے ہاں..... زبان قابو میں ہی نہیں رہی۔ میں ماما کی عمر کا ہوں۔'' مدھو ہنس کر چلی گئی۔

یہ ساری باتیں اپنی جگہ تھیں لیکن جے ورد تھی بے انتہا چالاک تھی۔ مدھو سے چونکہ اسے کوئی خاص کام لینا تھا۔ اس لیے وہ اس کا پورا پورا امتحان لینا چاہتی تھی۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ جو رازا سے سنیتا نے سونپے ہیں اور خاص طور سے جے ورد تھی کے اشارے پر کچھ کہانیاں مدھو کے کانوں میں پہنچائی گئی ہیں اور اسے یہ ہدایت کر دی گئی ہے کہ یہ کہانیاں کبھی باہر نہ جائیں تو کیا مدھو ان داستانوں کی اور اس راز کی حفاظت کر سکتی ہے۔ جے ورد تھی یہ جاننا چاہتی تھی۔ ویسے بھی اب مدھو کو بہت بڑا مقام مل گیا تھا۔ اس وقت سنیتا اس حویلی کی تقدیر بنی ہوئی تھی اور ایسی کسی شخصیت کا دوست ہونا بھی بڑی بات تھی۔

چنانچہ مدھو کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے اور ساری داسیاں اسے رشک کی نگاہ سے دیکھ رہی تھیں۔ دن بھر وہ سنیتا کے ساتھ رہتی رات کو اپنی رہائش گاہ پر واپس آجاتی۔

اس وقت بھی رات ہو چکی تھی اور وہ سنیتا کے پاس واپس آرہی تھی۔ حویلی میں آج کل ذرا سناٹا سا تھا۔ کیونکہ دھرم راج کسی بڑے سرکاری کام میں الجھے ہوئے تھے۔ سنیتا بھی ان دنوں تنہا ہی تھی۔ مدھو کافی دیر تک سنیتا کے پاس بیٹھی رہی تھی اور اب واپس اپنے گھر کی طرف چل پڑی تھی۔ حویلی سنسان ہوگئی تھی۔ پہرے دار دور دور دروازوں پر تھے جن راستوں سے گزرنا تھا۔ وہ تاریک تھے اس کا روزانہ ہی ادھر سے آنا جانا تھا۔ وہ ملازموں کے کوارٹروں کی طرف جارہی تھی۔ وہ اس وقت حویلی کے ایک سنسان گوشے سے گزر رہی تھی کہ اچانک ہی اسے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی۔

کئی افراد اس پر ٹوٹ پڑے۔ ایک نے زور سے اس کا منہ بھینچ لیا۔ دوسرے نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور پھر کسی نے اسے آسانی سے کندھے پر ڈالا اور چل پڑے ان طاقتور مردوں کے ساتھ مدھو کی ایک نہ چلی تھی۔ نہ جانے وہ اسے کہاں لے جارہے تھے۔ وہ ہوش وحواس میں تھی۔ شروع میں اس نے جدوجہد کی تھی لیکن پھر اسے ایک دم احساس ہوگیا تھا کہ یہ جدوجہد اسے زندگی سے محروم کر سکتی ہے۔

اسے ایک آواز اپنے کانوں کے نزدیک سنائی دی۔

''اگر منہ سے آواز نکالی تو یہیں گردن مروڑ کر پھینک دیں گے۔'' یہ آواز اس قدر خوفناک تھی کہ مدھو کے ہوش وحواس جواب دے گئے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ کسی جگہ پہنچے اور اس شخص نے اسے کندھے سے اتار کر زمین پر بٹھا

دیا۔ جس نے اسے کندھے پر اٹھا کر یہاں کا سفر کرایا پھر مدھو کی آنکھوں کی پٹی بھی کھول دی گئی۔ تیز روشنی کی وجہ سے اس کی آنکھیں بند ہوگئیں لیکن پھر جب وہ روشنی میں دیکھنے کی عادی ہوئیں اور اس نے ماحول پر نگاہ ڈالی تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اسے جس جگہ لایا گیا وہ بہت خوفناک تھی۔ ایک بڑا سا ہال جس کی دیواریں ننگی تھیں ایک طرف لوہے کا ایک بڑا سا شکنجہ رکھا ہوا تھا۔ چھت کے کنڈے سے ایک بڑا سا آرا لٹک رہا تھا۔ جس کی تیز دھار آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ ایک رسی اور ایک ستون نظر آ رہا تھا اس کے نیچے لکڑی کا ایک اونچا سا سٹول رکھا ہوا تھا۔ مدھو نے اپنے سامنے کئی لوگوں کو دیکھا۔ جن کے جسموں پر سیاہ لباس تھے اور چہرے نقابوں میں چھپے ہوئے۔ نقابوں کے پیچھے ان کی خطرناک آنکھیں جھانک رہی تھیں۔

مدھو کا دل بُری طرح تڑپ رہا تھا۔ پھر ان میں سے ایک نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''تیرا نام مدھو ہے نا؟''

''ہاں.....'' مدھو نے کہا۔

''اسے ستون سے باندھ دو۔''

تھوڑی دیر بعد اسے ستون سے باندھ دیا گیا۔ مدھو رونے لگی۔ جب وہ روئی تو سامنے کھڑے ہوئے ایک شخص نے ایک لمبا چاقو کھولا اور اس کی دھار مدھو کی طرف بڑھا کر بولا۔

''آواز بند کرو..... ورنہ آنتیں نکال لی جائیں گی۔'' مدھو سہم کر خاموش ہوگئی تب اس نے اس شخص سے کہا۔ ''اور اب کان کھول کر سن جو کچھ تجھ سے پوچھا جائے اس کا صحیح صحیح جواب دے۔ لیکن ایک بات اور بھی سن لے اگر ذرا سا جھوٹ بولا یا غلط جواب دیا تو تیرے اس سندر شریر کے اتنے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے کہ انہیں گنا بھی نہیں جا سکے گا۔''

مدھو سہمی ہوئی آواز میں بولی۔ ''نہیں مہاراج! بھگوان کے لیے..... بھگوان کے لیے۔''

''تو پھر یہ بتا کہ یہ سنیتا کون ہے؟''

''سنیتا۔''

''ہاں..... سنیتا۔'' اس آدمی نے خوفناک لہجے میں کہا اور مدھو کے اندر ایک عجیب سی کیفیت اُبھر آئی۔ جو پُراسرار راز سنیتا نے اسے بتائے تھے ان کے بارے میں اس نے کہا تھا۔

''میری سکھی! اگر میرے بارے میں تُو نے کسی کو بتا دیا تو سمجھ لے کہ میں ماری جاؤں گی۔''

وہ من ہی من میں لرزنے لگی۔ اب کیا کیا جائے۔ کیا اس کا راز کھول دوں۔ جس نے اسے اپنی سب سے قریبی سکھی بنایا ہے؟ یا پھر ان رازوں کو چھپائے رکھوں جو اس نے میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سپرد کیے ہیں۔

''جواب دے سنیتا کون ہے؟''

''مہاراج! آپ جانتے ہیں کہ میں حویلی کی ایک معمولی سی داسی ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رانی سنیتا جی نے مجھے قدموں میں جگہ دی ہے لیکن اس سے زیادہ میں کچھ اور نہیں جانتی۔''

''تُو اس کی رازدار سہیلی ہے۔ تجھے اس کے بارے میں سب کچھ معلوم ہوگا۔''

''آپ خود سوچیں مہاراج! رانیاں اگر کسی داسی کو سہیلی کہہ دیں تو داسی سہیلی تو نہیں بن سکتی۔ ذاتی باتیں تو کوئی بھی کسی کو نہیں بتاتا۔ میں تو بس اتنا جانتی ہوں کہ وہ ہمارے مہاراج دھرم راج کی چہیتی ہے۔'' مدھو اب سنبھلتی جا رہی تھی۔ یہ فیصلہ تو اس نے کر ہی لیا تھا کہ چاہے یہ لوگ اس کے ساتھ کوئی بھی سلوک کریں وہ راز نہیں کھولے گی جو سنیتا نے اسے بتائے ہیں۔

اس شخص نے گھورتے ہوئے کہا۔

''یہ تو ہمیں معلوم ہے لیکن اس سے آگے کیا ہے؟''

''میں نے کہا ناں آگے پیچھے کچھ ہے بھی تو کم از کم مجھے اس کے بارے میں نہیں معلوم۔''

''غلط..... ہمیں اطلاع ملی ہے کہ سنیتا نے تجھے اپنا اتنا رازدار بنا لیا ہے کہ اس نے اپنے ماضی کے بارے میں بھی تجھے تفصیلات بتا دی ہیں مگر لگتا ہے تُو ایسے نہیں بتائے گی۔ چلو تم لوگ سلاخیں گرم کرو۔'' اس آدمی نے کہا اور دو آدمی انگیٹھی میں کوئلے سلگانے لگے پھر جب کوئلے دہک گئے تو ان کے اوپر لوہے کی دو گول نوکدار سلاخیں رکھ دی گئیں۔ اس شخص نے کہا۔ ''ابھی چند منٹ کے بعد تیری یہ خوب صورت آنکھیں اندھی کر دی جائیں گی پھر تُو دنیا میں کسی کو نہیں دیکھ سکے گی۔ اگر تُو جیون بچانا چاہتی ہے تو جواب دے۔''

''اگر تم میرے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی لیکن میرے علم میں جو باتیں ہیں وہ صرف اتنی ہی ہیں کہ وہ گجن سنگھ مہاراج کی بھتیجی ہے وہ اور دھرم راج مہاراج نے اس سے شادی کی ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتی۔''

''میں کہہ رہا ہوں ناں..... کہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تُو اس سے زیادہ جانتی ہے۔''

''اور میں کہہ رہی ہوں کہ اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں معلوم تم جس سے چاہو پوچھ لو۔'' ایک خونخوار شخص نے کہا۔

''تُو ہی بتائے گی۔'' اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد سلاخیں گرم ہو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئیں اور ایک آدمی ان کے دستے پکڑے انہیں مدھو کی آنکھوں کی سیدھ میں کیے آگے بڑھنے لگا۔ مدھو کے پورے بدن سے پسینہ پھوٹ پڑا تھا۔ اس نے خوفزدہ ہو کر سوچا۔ اب سارا سنسار اس کے لیے تاریک ہو جائے گا۔ لیکن ٹھیک ہے ہو جائے۔ جب بات کی ہے تو ایسا ہی سہی۔ سلاخوں کی تپش اب اس کے چہرے کے قریب محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے خوفزدہ ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

''دیکھ اب بھی سوچ لے۔''

''کچھ نہیں جانتی میں کچھ نہیں جانتی۔'' مدھو نے کہا اور دانت بھینچ لیے۔

وہ منتظر تھی کہ اب اس کی آنکھوں میں گرم سلاخیں اُتر جائیں گی لیکن اسے اسی شخص کی آواز سنائی دی۔

''میرا خیال ہے اسے کھول دو اور اس کی گردن اڑا دو اگر یہ کچھ نہیں بولے گی تو بھی ہمیں اس سے خطرہ ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' دوسرے نقاب پوش نے کہا۔ پھر مدھو کو کھول دیا گیا اور وہ لوگ اسے لیے ہوئے لکڑی کے اس ٹکڑے کی جانب چل پڑے۔ جو آری کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ مدھو کے دونوں ہاتھ باندھ کر اسے لکڑی کے ٹکڑے پر لٹا دیا گیا۔ گردن کے عین اوپر وہ چمکدار آلہ جگمگا رہا تھا۔ جو ایک رسی کھول دینے سے نیچے گرتا اور مدھو کی گردن بھٹے کی طرح کٹ جاتی۔ پھر ایک سیاہ پوش اس رسی کے قریب پہنچ گیا۔ مدھو نے خوفزدہ نگاہوں سے آرے کو دیکھا تو وہ شخص بولا۔

''ایک آخری موقع اور دے رہا ہوں تجھے لڑکی! اب بھی سچ بول دے۔''

''کتے ہو تم..... کتے ہو..... بھاڑ میں جاؤ..... چولہے میں جاؤ..... ختم کر دو گے نا مجھے کچھ نہیں معلوم میں کہہ چکی ہوں تم سے میں کچھ نہیں جانتی۔ بالکل نہیں جانتی۔'' مدھو جذباتی انداز میں چیخی اور اس کا ذہن تاریک ہو گیا۔ بے ہوشی نے اسے موت کے خوف سے نجات دلا دی تھی۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ تب ہی سامنے کھڑے ہوئے لوگوں میں نے ایک نے کہا تھا۔

''وہ بے ہوش ہو گئی ہے۔''

اسی وقت سنیتا جے ورد تھی کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ جے ورد تھی اس وقت انسانی شکل میں تھی اور سنیتا کے ساتھ چل رہی تھی۔ پھر دونوں اندر آ گئیں۔ جے ورد تھی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا شکریہ جوانو! بس ٹھیک ہے۔ اب اسے اس کوارٹر میں چھوڑ دو لیکن احتیاط کے ساتھ۔''

سنیتا خاموشی سے کھڑی جے ورد تھی کو دیکھ رہی تھی۔ جب وہ لوگ مدھو کو لے کر وہاں سے چلے گئے تو جے ورد تھی نے کہا۔

''میرا یہی اندازہ ہے۔ اس لڑکی کے بارے میں کہ وہ جان کی قیمت دے کر بھی تیرا راز نہیں کھولے گی اصل میں اس میں شک نہیں ہے کہ ہمیں ایک راز دان کی ضرورت تھی۔ جو ہمارے سارے راز راز رکھے۔ جس لڑکی نے جان کی قیمت پر بھی تیرا راز نہیں کھولا اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔''

''میں واقعی اس سے متاثر ہوں۔'' سنیتا نے کہا۔ اس کے بعد وہ چل پڑیں۔

جے ورد تھی کیا کرنا چاہتی تھی سنیتا کو معلوم نہیں تھا لیکن بہرحال اس کا پروگرام معمول کے مطابق چل رہا تھا۔ ویسے جے ورد تھی سنیتا سے اپنے دل کی بات اکثر کیا کرتی تھی اور سنیتا یہ سوچتی تھی کہ دھرم راج نے اس کے بارے میں جو کچھ کہا تھا۔ وہ ٹھیک ہے لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ جے ورد تھی کے خلاف کسی قدم کے اٹھانے کا مطلب ہے جو کچھ اس کے پاس ہے اس سے چھن جائے اور ایسا وہ نہیں چاہتی تھی۔ اب بھی سب کچھ اسی طرح تھا اتنی عقل تو آ چکی تھی اسے کہ یہ جان لے کہ جو کچھ اسے حاصل ہوا ہے۔ وہ صرف اور صرف اس بوڑھی شیطان کا کیا ہوا ہے۔ ذاتی طور پر وہ اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ چنانچہ بہتر طریقہ یہی تھا کہ ہر حالت میں جے ورد تھی سے بنا کر رکھی جائے۔ اس سے بگاڑنے کا مطلب یہ تھا کہ سارا کھیل ختم ہو جائے گا۔

بہرحال اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ بوڑھی جے ورد تھی، مدھو سے بہت متاثر ہوئی تھی اور اب اسے اس بات کا یقین تھا کہ وہ ایک بہترین ساتھی ثابت ہو گی۔ یہ سارے کام بے شک وہ دوسروں کی دانست میں سنیتا کے لیے ہی کر رہی تھی لیکن یہ حقیقت سنیتا بھی تھوڑی بہت سمجھ چکی تھی کہ جے ورد تھی کے ہر عمل میں اس کا اپنا مفاد چھپا ہوا ہوتا ہے اور سنیتا اب کسی طور اس بات سے ناواقف نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے دوسرا قدم اٹھایا۔

مدھو..... بے ہوشی کی حالت میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچی تھی اور اس کے بعد کچھ ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے کہ اسے اس بات کا یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ جو واقعہ اس کے ساتھ پیش آیا تھا۔ درحقیقت عالم ہوش میں تھا یا بے ہوشی کے عالم میں۔ وہ یہ فیصلہ کرنے سے ہی قاصر تھی۔ حالانکہ گزرے ہوئے وقت نے اس کے اعصاب پر بہت بُرا اثر ڈالا تھا لیکن جب وہ دوبارہ سنیتا سے ملی تو اس نے سارا واقعہ سناتے ہوئے کہا۔

''پتہ ہی نہیں چلتا کہ خواب دیکھا تھا یا وہ سب حقیقت تھی۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس بات کے جواب میں سنیتا کے اندر سے جے وردتھی کی آواز اُبھری۔

''تُو کیا سمجھتی ہے مدھو اصل کام، روپ متی، جے وتی اور مہندرا کا ہے۔ یہ تینوں مجھ سے خوش تو نہیں ہوں گی اور میرے خلاف نہ جانے کیا کیا کر رہی ہوں گی۔ ہوسکتا ہے میری بہن! کہ وہ تجھ سے بھی جلنے لگی ہوں اور انہوں نے تیرے خلاف بھی محاذ بنا لیا ہو۔ جادو ٹونے کر رہی ہوں اور وہ سب جادو ٹونے ہی کا اثر ہو۔''

''یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ سنیتا جی! پر اب آپ بتایئے اب کیا ہوگا؟''

''دیکھ میں تیرے اوپر اور بہت سی ذمے داریاں ڈالنا چاہتی ہوں۔ بات یہیں پر بس نہیں ہے۔ یہاں راج حویلی میں تجھے ایک پوری فوج تیار کرنا ہے۔ جو ہمارے لیے کام کرے میں چاہتی ہوں کہ چپے چپے پر ہمارے دوست موجود ہوں۔ روپ متی، جے وتی اور مہندرا جو کچھ بھی کریں۔ وہ ہمارے علم میں آنا چاہیے اور اس کے لیے ان عورتوں سے بات کر جوان تینوں کی خاص داسیوں میں سے ہیں۔''

مدھو نے دلچسپی سے آنکھیں جھپکائیں اور بولی۔ ''ان کو تو میں جانتی ہوں۔ جو روپ متی کے ساتھ ہوتی ہیں ان کے بارے میں بھی مجھے معلوم ہے۔ جے وتی کے ساتھ ہوتی ہیں۔ انہیں بھی جانتی ہوں اور اسی طرح مہندرا ارے ہاں..... یہ بات تو میں آپ کو بتانا بھول گئی کہ مہندرا ان دنوں اپنے میکے گئی ہوئی ہے۔''

''خیر وہ گئی ہے تو واپس بھی آجائے گی لیکن مدھو تجھے یہ کام کرنا ہے۔''

''تم فکر ہی مت کرو۔ جیسا تم چاہتی ہو۔ ویسا ہی ہوگا۔'' جب وہ چلی گئی تو جے وردتھی نے سنیتا سے کہا۔

''میں نے جو باتیں اس سے کہی ہیں اس پر تجھے اعتراض تو نہیں ہے۔''

''نہیں جے وردتھی جی! مجھے کیا اعتراض ہوگا۔''

''بس تُو اپنا کام کرتی رہ..... اور میں تیرے لیے کام کرتی رہوں گی۔'' اس کے بعد جب جے وردتھی مکھی بن کر اُڑ گئی اور سنیتا نے محسوس کر لیا کہ اس کے وجود میں جے وردتھی نہیں ہے تو اس نے کسی قدر افسردگی سے سوچا کہ کیا واقعی اب میں اسی طرح ان دونوں کے درمیان کھیلتی رہوں گی یا پھر اپنا بھی کوئی مقام حاصل ہوگا مجھے۔ کوئی ایسا ملے جو مجھے جے وردتھی کے طلسم سے آزاد کرا دے۔ اپنے طور پر کوئی بھی کام کیا جائے تو اس کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ بہرحال ایک خوفناک ڈائن! عالم ظہور میں آچکی تھی اور اپنے اپنے کام کیے جا رہے تھے۔ ابھی تک تو جے وردتھی ہی سنیتا پر حاوی تھی۔ آگے چل کر یہ دیکھنا تھا کہ سنیتا اپنے وجود کو

کیسے منواتی ہے۔

سنیتا کے ماضی کو اگر کوئی گہری نگاہ سے دیکھتا تو سیدھی بات تھی کہ اسے بے قصور قرار دے دیتا۔ ایک شیطان نے شیطان تخلیق کیا تھا۔ یہ تو ایک معصوم سی بچی تھی۔ جو اپنے ماں باپ کے زیر سایہ پرورش پا رہی تھی اور پھر وہ بھی ایک حادثہ تھا۔ اسے گوشت اور خون کھانے پر مجبور کر دیا تھا اور اس کے بعد زمانے کے ہاتھ نہ جانے اسے کہاں کہاں لے جا رہے تھے۔ بے شک عرف عام میں ڈائن کہا جا سکتا تھا۔ وہ ایک ڈائن تھی۔ جو انسانی کلیجے کھا جاتی تھی۔ انسانی خون پی جاتی تھی۔

لیکن اس کا پس منظر بڑا ہی دردناک تھا۔ جسے جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں اور پھر یہ تو انسانی فطرت ہے کہ وقت اسے جس بھٹی میں ڈال دے۔ وہ اسی سے تپ کر نکلتا ہے۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ جے وردتھی مل گئی۔ ایک بدروح..... ایک چڑیل..... جس نے نہ جانے کیسے کیسے جال ڈال کر سنیتا کو ان ہنگاموں میں پھنسا دیا تھا۔ ایک طرف دھرم راج اس کے جال میں گرفتار تھا۔ تو دوسری طرف اس کی بیویوں نے اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے نہ جانے کیسے کیسے کھیل کھیل رکھے تھے۔ وہ اپنا سب کچھ گنوائے دے رہی تھیں۔ دنیا کے رنگ ہی نرالے ہوتے ہیں۔ روپ متی، سندر ناتھ کے کھیل میں پھنسی ہوئی تھی اور مہندرا مہاراج سمبولا سنگھ کے جال میں گرفتار تھی۔

☆=======☆=======☆

سمبولا ایک شیطان صفت سادھو تھا۔ جس نے اپنے آپ کو سادھو کا رنگ دے کر روپ بدل رکھا تھا۔ مہندرا نے آخر کار عورت ہونے کا ثبوت دیا تھا اور اپنا سب کچھ گنوا بیٹھی تھی۔ گزری ہوئی رات کی صبح اس کے لیے عجیب حیثیت رکھتی تھی۔ اسے سمبولا کبھی بھیڑیا نظر آتا اور کبھی مہان سادھو..... لیکن جس آگ میں وہ جل رہی تھی اس میں اسے سب کچھ گوارہ تھا۔

ادھر سمبولا شیطان اتنی خوب صورت عورت پا کر بہت خوش تھا۔ اس نے ناشتے وغیرہ کا بندوبست کر رکھا تھا اور اس وقت بھی اپنے چہرے پر بڑا جلال لائے ہوئے تھا۔ اس نے مہندرا کو دیکھا اور بھاری لہجے میں بولا۔

''کیا بات ہے مہندرا؟ اداس کیوں ہو؟''

''نہیں مہاراج! بس کسی سے اس کا گھر چھن جائے تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں وہ خوش تو نہیں رہ سکتا ناں۔''

''کس نے چھینا ہے تیرا گھر اور کون چھین سکے گا تیرا گھر، ہمارے ہوتے ہوئے؟ کیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تجھے ہمارے قدموں میں سکون نہیں ملا؟''

''کیوں نہیں مہاراج آپ کے قدموں میں تو سکون ہی سکون ہے۔''

''پورے تین دن گزارنے ہوں گے تجھے یہاں۔ میں تین دن تک ایک منتر پڑھوں گا۔ اپنے کو چوان کو واپس بھیج دے اور اسے کہہ دے کہ تیسرے دن آ جائے۔'' سمبو لا سنگھ اس گوہر نایاب سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اتنی حسین لڑکی ہاتھ آئی تھی تو اسے تو نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ اسے مہندرا کے چہرے پر پریشانی کے آثار نظر آئے تو سمبو لا نے فوراً کہا۔

''اگر تُو چاہتی ہے مہندرا! کہ دھرم راج صرف تیرے جوتے اٹھائے۔ تیرے سوا اسے دنیا میں کچھ نظر نہ آئے تو سمجھ لے یہ تین دن کا جاپ ضروری ہے اور ان تین دنوں میں تجھے ہماری سیوا کرنا ہوگی۔''

''ٹھیک ہے مہاراج!'' اور پھر مہندرا گردن ہلا کر ایک طرف چل دی۔

وہ سوچ رہی تھی کہ اس نے کچھ کھویا ہے یا پایا ہے لیکن یہ بات اس کے دل میں بیٹھی ہوئی تھی کہ جو کچھ بھی ہے۔ سمبو لا سنگھ بہت بڑا سادھو ہے۔ جو کچھ بھی کرے گا۔ اس کے حق میں بہتر ہوگا۔ دنیا میں کس کو پتہ چلے گا۔ اس کے ماں باپ تو کسی کو بتانے سے رہے کہ ان کی بیٹی تین راتیں ایک شیطان نما سادھو کے پاس گزار کر آئی ہے اور اس نے اس شیطان کو اپنا سب کچھ دے ڈالا ہے۔ بہرحال عورت تھی اور عورت اپنے اقتدار کے لیے زندگی کے ہر مرحلے سے گزر جاتی ہے۔ وہ سمبو لا سنگھ کے اشاروں پر چلتی رہی۔

اس وقت بھی وہ سمبو لا سنگھ کے پاس پہنچی تو شام کے سناٹے فضاؤں میں اُتر رہے تھے۔ ایک عجیب سا ہولناک ماحول مندر کا ہو رہا تھا۔ مندر تو یہ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا۔ مندروں میں تو پوجا ہوتی ہے۔ بھگوان کا نام لیا جاتا ہے لیکن یہ سنسان مندر، پتہ نہیں اس کے بھگوان کہاں تھے ہاں..... جب وہ اندر پہنچی تو سمبو لا ایک مورتی کے قدموں میں سر جھکائے بیٹھا تھا۔ کافی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر اس نے گردن اٹھائی اور مہندرا کو دیکھ کر بولا۔

''جو کچھ ہم تیرے لیے کر رہے ہیں۔ سنسار میں کبھی کسی نے کسی کے لیے نہیں کیا ہوگا ہاں ذرا وہاں کے قصے تو سنا جہاں تُو زندگی گزار رہی ہے۔''

''کیا بتاؤں مہاراج! بس آپ سمجھ لیجیے کہ دھرم راج میرے چرنوں میں رہتے تھے۔ میرے پاؤں دھو دھو کر پیتے تھے لیکن وقت بگڑتا چلا گیا اور اب سنیتا نام کی ایک لڑکی نے تو سب کچھ ہی چھین لیا اب تو کچھ بھی نہیں رہا ہے ہمارا روپ متی، جے وتی ہے اور میں ہوں لیکن سب اب دھرم راج کو ترس رہی ہیں۔''

سمبو لا سنگھ کے دل میں لالچ بھر آیا۔ اس نے ساری کہانی سنی اور پھر دل میں سوچا کہ ایک ایسی جگہ تو اس کے لیے بڑی کارآمد ہو سکتی ہے۔ دولت کی دولت اور دنیا کا بہترین حُسن وہ اپنی چالاکیوں سے وہاں ایک ایسا جال بچھا سکتا ہے۔ جس سے اس کے عیش ہو جائیں۔ چنانچہ اس نے کہا۔

''تُو بالکل فکر نہ کر مہندرا! ہم تجھے اتنی طاقت دیں گے کہ وہاں پر صرف تیرا نام لیا جائے گا۔ باقی سب کے چراغ بجھ جائیں گے لیکن لگتا ہے کہ ہمیں خود دھرم راج کے گھر آنا پڑے گا۔ اس حویلی میں آ کر ہم سب کچھ کر سکتے ہیں خیر تُو فکر مت کر۔ تیرے دشمنوں کو جو نقصان پہنچے گا اس کے بارے میں تُو سوچ بھی نہیں سکتی۔''

''میں زندگی بھر آپ کی داسی رہوں گی۔''

''داسی نہیں..... ہماری من موہنی رہے گی تُو کیا سمجھی؟'' سمبو لا نے کہا اور اس کی آنکھوں میں شیطان ناچنے لگا۔

یہ کہانی مہندرا کی تھی اور دوسری کہانیاں بھی ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ گردھاری لعل ایک کمینہ صفت انسان تھا۔ باقی سارے کھیل تو اپنی جگہ خود اس کی اپنی زندگی میں جو کچھ بھی تھا۔ وہ بھی الگ نوعیت کا تھا لیکن یہ اچانک ہی جو اسے دولت مل گئی تھی۔ اس کا تو کوئی جواب بھی نہیں تھا۔ یہ دولت اسے جے وتی کی شکل میں ملی تھی اور جے وتی نے اپنے طور پر گردھاری لعل کو اپنے قبضے میں کر کے جیسے سب کچھ حاصل کر لیا تھا لیکن گردھاری بے وقوف نہیں تھا۔ اسے بہت جلدی اندازہ ہو گیا تھا کہ جے وتی اصل میں اس سے کیا چاہتی ہے۔ وہ جانتا تھا کہ ایک عورت اپنے طور پر کتنا کھیل کھیل سکتی ہے۔ وہ ایک چالاک آدمی تھا اور اسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ جے وتی اب آنکھ سے ٹپکا ہوا آنسو ہے۔ جو کبھی آنکھ میں واپس نہیں جا سکتا دھرم راج ان دنوں سنیتا کے جال میں ہے اور اس جیسے شخص کے بارے میں بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اب وہ سنیتا کی مشکل سے نکل آئے گا اور اس کے بعد سنیتا کی جگہ کوئی اور ہوگی اور سنیتا بھی اسی طرح تڑپ رہی ہوگی جیسے اب وہ دونوں۔

وہ دھرم راج کی نگاہ میں جو حیثیت رکھتا تھا۔ ایک عورت کے لیے گنوا دینے کو تیار نہیں تھا۔ اس بات کا اعتراف خود گردھاری نے بھی کیا تھا کہ سنیتا بذات خود حسین ہی نہیں بلکہ ایک چالاک لڑکی بھی ہے۔

رات کو جب وہ جے وتی کے پاس پہنچا تو اس کے ساتھ ایک اور خوب صورت جوان بھی تھا۔ جس کو نہ جانے کہاں سے سکھا پڑھا کر لایا تھا۔ گردھاری لعل نے اس کا تعارف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کراتے ہوئے کہا۔

''یہ میرا بھتیجا ہے شنکر نام ہے اس کا۔تم یوں کرو..... اسے اپنے پاس رکھو یہ تمہارے لیے سب کچھ کرے گا۔''

''مگر کرے گا کیا مہاراج!'' جے وتی نے پوچھا۔

''ٹھہرو..... میں ابھی تمہیں بتاتا ہوں۔'' پھر اس نے شنکر سے کہا۔''شنکر تم سنیتا کو پہچانتے ہو؟''

''کیوں نہیں مہاراج!''

''تو پھر سن لو..... تمہیں اپنا کام کرنا ہے اگر تم کسی مشکل کا شکار ہوئے تو جے وتی تمہاری بھرپور مدد کریں گی۔''

''ٹھیک ہے مہاراج۔''

''مگر یہ کرے گا کیا گردھاری جی؟''

''تم اس کی سندرتا کو دیکھ رہی ہو جے وتی..... تمہیں اس بات سے انکار تو نہیں ہے یہ ایک خوب صورت نوجوان ہے۔''

''ہاں۔''

''میں اسے خاص طور پر سنیتا کے محل میں مالی بنوا رہا ہوں۔ یہ بہت سمجھ دار آدمی ہے۔ سنیتا روزانہ باغ میں جاتی ہے اور یہ روز اسے ملے گا اور پھر اپنی کوششوں سے سنیتا کو اپنی طرف متوجہ کرے گا۔ اگر ایسا نہ بھی کر سکا تو آہستہ آہستہ دوسروں پر یہ ظاہر کرے گا کہ سنیتا اس سے پریم کرتی ہے اور ایک دن ہم ایک ڈرامہ کریں گے۔ میں یہ بات دھرم راج کے کانوں تک پہنچادوں گا اور پھر سنیتا کو نشے کی دوا پلا کر اس کی آغوش میں ڈال دیا جائے گا اور وہ دن یہاں اس حویلی میں سنیتا کا آخری دن ہوگا۔ یا تو وہ ماری جائے گی یا نکال دی جائے گی اور شنکر یہی بیان دے گا کہ سنیتا اسے ڈرا دھمکا کر اسے اپنے جال میں پھنسائے ہوئے ہے۔ اس لیے ہم گنجائش نکال لیں گے اور اگر اس کی زندگی بچنے کا امکان نہ رہا تو اسے خاموشی سے کسی دوسری ریاست میں پہنچادوں گا۔''

جے وتی کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس کے فرشتوں کو بھی یہ گمان نہیں تھا کہ ایسی کوئی عظیم الشان سازش کی جاسکتی ہے واقعی اس نے گردھاری کا سہارا لے کر بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ گردھاری اسے سمجھا بجھا کر وہاں سے نکل آیا لیکن جب وہ وہاں سے باہر نکلا تو شنکر کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ وہ بے حد خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ گردھاری اسے

ساتھ لیے ہوئے اپنے گھر آ گیا اور پھر اندرونی کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے شنکر کو دیکھا اور بولا۔

''کیا بات ہے شنکر..... پریشان کیوں نظر آ رہے ہو؟''

''گردھاری لعل جی! مم..... مم..... میں کیا بتاؤں؟ آپ نے مجھے یہ سب کچھ نہیں بتایا تھا۔ گردھاری لعل جی! مم..... میں تو..... میں تو۔''

''ہاں..... بولو۔''

''جو کچھ آپ نے کہا ہے اگر وہ کھل گیا تو میری تو جان ہی چلی جائے گی۔''

گردھاری لعل ہنسنے لگا پھر بولا۔

''اور اگر میں تم سے کہوں کہ ایسا کچھ نہیں ہوگا تو؟''

''آپ بہت بڑے ہیں جو آپ کہیں گے غلط تو نہیں کہیں گے۔''

''مگر سنو ایک بات تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اس وقت دھرم راج میری مٹھی میں ہے۔ وہ صرف وہ کرتے ہیں جو میں چاہتا ہوں جانتے ہو یہ بات اچھی طرح۔''

''جانتا ہوں۔''

''جے وتی کے ساتھ جو بات چیت ہوئی اسے بھول جاؤ۔''

''میں سمجھا نہیں مہاراج۔''

''تمہیں وہ کچھ نہیں کرنا جو تم سے کہا گیا ہے۔''

''تو پھر؟''

''کچھ سمجھنے کی کوشش مت کرو..... جیسا میں کہوں ویسا کرتے جاؤ۔''

''مگر مجھے کرنا کیا ہوگا بتا تو دیجیے آپ مجھے۔''

''تمہیں صرف وہاں رہنا ہوگا جہاں سنیتا رہتی ہے۔ تم باغ میں مالی کی حیثیت سے کام کرو گے سنیتا کے سامنے آنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ نہ ہی تم اس کے بارے میں کوئی خبر اڑاؤ گے۔ بس مالی کا کام کرتے رہو تمہیں جو انعام ملے گا تم سوچ بھی نہیں سکتے اور اگر تمہاری ملاقات کبھی جے وتی سے ہو تو اس سے وہی کہنا جو ہم نے اس کے سامنے کہا ہے۔ تمہیں یہ کام خوش اسلوبی سے کرنا ہے۔ خیال رکھنا اس میں کوئی گڑبڑ نہ ہونے پائے۔ اس کے علاوہ تم اس راز کو اپنے سینے میں رکھو۔ ہاں اگر یہ راز کبھی تمہارے سینے سے نکلنے کی کوشش کرے گا تو تمہاری جان بھی اس کے ساتھ ہی نکل جائے گی۔ اس بات کا ذرا خیال رکھنا۔''

''ٹھیک ہے مہاراج خیال رکھوں گا۔'' شنکر نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''بس یہی کہنا تھا تم سے، اب جاؤ..... کل صبح میرے پاس آنا۔''

شنکر کے جانے کے بعد گردھاری کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے منہ سے بڑبڑاہٹ نکلی۔ ''ان بڑے لوگوں کے بھی کیا کھیل ہوتے ہیں کیسے مزے کے کھیل ہو رہے ہیں۔ اس حویلی میں۔ جبکہ بے شمار افراد ایسے ہیں جو یہ مختلف کھیل روٹی کھانے کے لیے کرتے ہیں تاکہ ان کا اور ان کے بچوں کا پیٹ بھر جائے اور یہاں روٹی کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ واہ بھگوان تیرا سنسار۔''

آخر کار مہندرا واپس آ گئی۔ اسے اندازہ تھا جب وہ گئی تھی تب بھی دھرم راج نے اس سے جانے کے بارے میں نہیں پوچھا تھا اور اب وہ آ گئی تھی اور اس نے دھرم راج کو اپنے آنے کی اطلاع بھجوا دی تھی لیکن انہوں نے اس طرف کا رخ بھی نہیں کیا تھا۔

مہندرا کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ سنیتا کی بوٹیاں چبا لے۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی وجہ صرف سنیتا ہے۔ اس کے سوا دھرم راج کو کوئی یاد نہیں رہا تھا۔ پھر اسی شام باغ میں اس کی ملاقات جے وتی سے ہو گئی اور جے وتی اس کے قریب پہنچ گئی۔

''کیسی ہو مہندرا؟''

''جیسی تم ہو۔'' مہندرا نے جواب دیا۔

جے وتی نے اس کی بات کا بُرا مانے بغیر ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''ہاں تقدیر نے ہم دونوں کو دُکھی کر دیا ہے۔ ہمارا انصاف کون کرے گا۔''

''بھگوان ہی جانے۔'' دونوں دیر تک اس صورتِ حال کا جائزہ لیتی رہیں۔

سامنے حویلی کا بڑا گیٹ تھا اور اچانک ہی انہوں نے اس گیٹ سے ایک دیو قامت سادھو کو اندر آتے دیکھا۔ مہندرا کا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ وہ ان سرخ آنکھوں سے بخوبی واقف تھی لیکن اس وقت جو خاص چیز اس کے لیے حیران کن تھی۔ وہ سمبو لا سنگھ کے گلے میں پڑا ہوا ایک خوب صورت اژدھا تھا۔ سمبو لا کا لباس صرف نچلے بدن پر تھا۔ اژدھے کا سر سمبو لا سنگھ کے سر پر رکھا ہوا تھا اور سمبو لا آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ اژدھے کی وجہ سے دربانوں نے بھی سمبو لا کو اندر آنے کی اجازت دے دی تھی۔

پھر دوسرے لوگوں نے بھی سمبو لا کو دیکھ لیا۔ یہاں تک کہ شور شرابے کی آواز سن کر دھرم راج باہر بھی نکل آئے۔ سمبو لا کے چہرے پر ایک عجیب سا جلال تھا اور مہندرا محبت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

جے وتی خوفزدہ ہو گئی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

''یہ تو کوئی بہت مہان سادھو لگتے ہیں۔''

''ہاں۔''

دھرم راج، سمبو لا کو دیکھتا رہا۔ سمبو لا سنگھ اس کے پاس پہنچ گئی۔ ''کیا تجھے اس بات کا خیال نہیں کہ سادھوؤں کے آگے سر جھکائے جاتے ہیں۔ تیرا سر ہمارے سامنے کیسے اٹھا ہوا ہے؟'' اس نے کہا۔

''آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں مہاراج! کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ یہ کون ہیں؟'' ایک غلام نے کہا۔

''اور تُو جانتا ہے کہ ہم کون ہیں؟'' سمبو لا نے ایک ہاتھ اونچا کیا اور اژدھا اپنا بل کھولنے لگا اور پھر اس نے اپنا پھن نیچے کیا اور زمین پر آ گیا۔ بہت سے لوگ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ خود دھرم راج کے چہرے پر بھی خوف کے آثار پھیل گئے تھے۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ پیچھے ہٹتا سمبو لا نے کہا۔

''اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش مت کرنا دھرم راج۔''

دھرم راج بت بن کر رہ گیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اژدھے کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اژدھے نے اپنے پھن کو سکوڑا اور اس کے بعد اس نے اپنے منہ سے ایک پھنکار سی نکالی اور دوسرے لمحے وہ دھرم راج پر لپکا اور اس نے دھرم راج کے لباس میں منہ ڈال دیا۔ دھرم راج کے منہ سے دہشت بھری چیخیں نکل گئیں۔ بہت سے لوگ دہشت سے چیخ پڑے۔ پہرے داروں نے بندوقیں سنبھال لیں لیکن جب اژدھے کا پھن پیچھے آیا تو اس کے منہ میں کالے رنگ کا ایک خوفناک سانپ دبا ہوا تھا۔ جو بُری طرح لہرا رہا تھا اور پھنکاریں مار رہا تھا۔ ہر پھنکار کے بعد اس کے منہ سے آگ کی چنگاری نکل پڑتی تھی۔

آس پاس بُری طرح بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ اچھل اچھل کر اونچی جگہیں تلاش کرنے لگے۔ درحقیقت یہ سانپ اگر اژدھے کے منہ سے آزاد ہو جاتا تو بڑی تباہی پھیلاتا۔ دھرم راج تو خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ سانپ اس کے لباس سے نمودار ہوا ہے۔

اژدھے نے سانپ کو بُری طرح پکڑ رکھا تھا۔ پھر ایک جھٹکے سے اس نے سیاہ رنگ کے ناگ کو نگل لیا اور سمبو لا کے ہونٹوں پر پُراسرار مسکراہٹ پھیل گئی۔ اژدھا آہستہ آہستہ اس کے جسم کی طرف بڑھا۔ جسم پر چڑھا اور پھر اس نے اپنا چوڑا پھن پہلے کی طرح سمبو لا کے سر پر پھیلا دیا۔

''بس دھرم راج اتنی سی دیر کے لیے اور اس کام کے لیے ہم تیرے محل میں آئے تھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اب ہم جا رہے ہیں۔ اگر یہ سانپ چند منٹ اور نہ پکڑا جاتا تو یہ تیرے لباس میں چھپ چکا ہوتا تُو نہیں جانتا ایسے بہت سے سانپ تیرے گرد پھیلے ہوئے ہیں۔ مگر سادھوؤں کو اس سے کیا ہاں...... جب تجھے کوئی پریشانی ہو تو ہمیں آواز دے لینا۔ ہم ان سانپوں سے تجھے نجات دلا دیں گے۔" سمبولا واپسی کے لیے مڑا تو اچانک ہی دھرم راج تیزی سے آگے بڑھ کر سمبولا کے پاس پہنچ گیا۔

"جیون بچایا ہے مہاراج نے میرا تھوڑی سی مہربانی اور کیجیے۔ تھوڑی عزت اور دیجیے۔"

"ہم جنگلوں کے باسی ہیں۔ دھرم راج! بھلا تیری اس حویلی میں ہمارا کیا دل لگے تُو ہمیں کیا عزت دے سکے گا۔"

"آپ کا داس ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ میرے گرد سانپ پھیلے ہوئے ہیں تو مجھے اکیلا مت چھوڑیئے۔"

"ہمیں مجبور نہ کرو دھرم راج! ہم تیری جان بچانے کے لیے آئے تھے۔ سو ہم نے اپنا کام کر دیا اب بھلا ہمارا کیا کام؟"

"نہیں میں آپ کو ایسے نہیں جانے دوں گا۔"

بہرحال سمبولا نے اپنا اثر جما لیا تھا۔ جے وتی کا چہرہ تو خوف سے پیلا پڑا ہوا تھا لیکن مہندرا کے چہرے پر پھول کھلے ہوئے تھے۔ وہ مسلسل اس ڈرامے کو دیکھ رہی تھی اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ بدن کی رشوت پیش کرنے کا پورا پورا صلہ مل رہا ہے۔ واقعی اس کے بُرے دن ختم ہو گئے ہیں۔ اب اس کے سامنے کسی کا چراغ نہیں چل سکے گا۔ ساری باتیں اپنی جگہ اس سے پہلے بلکہ بہت پہلے جب اس کی ملاقات سمبولا سے ہوئی تھی تو اسے یہ احساس ہوا تھا کہ سادھو جی مہاراج اپنی آنکھوں سے شیطان نظر آتے ہیں۔ اس لیے اس نے ان سے بچنے کی کوشش کی تھی۔ کیونکہ اس وقت ان کی آنکھوں میں دھرم راج سجے ہوئے تھے لیکن اب سمبولا کی قربت سے دوچار ہونے کے بعد اسے سمبولا سنسار کا سب سے حسین مرد معلوم ہو رہا تھا۔

ادھر دھرم راج نے اپنی جان بچ جانے کی خوشی میں سمبولا کے لیے اپنی آنکھیں بچھا دی تھیں۔ ان کے قیام و طعام کا بہترین انتظام کیا گیا تھا اور ادھر مہندرا اپنی آرام گاہ میں سوچ رہی تھی کہ اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تیسری طرف سنیتا جو درحقیقت ذہنی طور پر اتنی عیار نہیں تھی۔ اپنی معصومیت کے ساتھ اپنی آرام گاہ میں موجود تھی۔ ان تمام باتوں سے بے نیاز البتہ اس کا ذہن کبھی کبھی بُری طرح بھٹکنے لگتا تھا۔ وہ سوچتی تھی کہ کیا زندگی اسی کا نام ہے۔ بلاوجہ

اتنے سارے لوگوں میں گھر گئی ہے۔ وہ تو سکون سے زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ بڑے آرام کے ساتھ اپنا گھر بسانے کی خواہش مند تھی لیکن یہ سب کیا تھا۔ وہ طبیعت کی بُری نہیں تھی لیکن بس وقت نے اسے کیا سے کیا بنا دیا تھا۔

جے وردھی نے اس کے وجود کو بدلنے کی کوشش کی تھی۔ ایک شیطان چڑیل نے اس کے اندر شیطان جگا دیا تھا لیکن جب بھی یہ شیطان اس کے وجود سے دور ہوتا تو اس کے دل میں عجیب عجیب خیال آنے لگتے تھے۔ وہ سمجھتی تھی کہ سنسار میں لوگ اس طرح تو زندگی نہیں گزارتے۔ ہر شخص اپنی اپنی پسند کے مطابق جیتا ہے۔ ایک گھر، ایک محبت کرنے والا وجود اور کچھ بچے ہی زندگی کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ اپنی اس کیفیت سے وہ بے نیاز تھی۔ جو اسے کچھ لمحوں کے لیے خون آشام بنا دیتی اور وہ انسانی خون اور گوشت کے بغیر نہیں جی سکتی تھی۔ ورنہ دوسری صورت میں وہ ایک محبت کرنے والی شخصیت تھی۔ جس کے دل میں بہت سے لوگوں کی محبت ہوتی تھی۔ اپنے اطراف سے بھی وہ کسی بھی طرح نہ تو بے خبر رہتی تھی۔ نہ حالات سے نفرت کرنا اس کی فطرت تھی۔

جے وردھی اسے نہ جانے کیا کیا سکھاتی رہتی تھی۔ وہ جے وردھی کے کہنے میں بے شک آ جاتی تھی لیکن بات وہیں آ جاتی تھی۔ یعنی جب بھی جے وردھی اس کے وجود سے باہر ہوتی وہ پُرسکون ہوتی اور اس کے ذہن میں یہی سوچیں آتی رہتی تھیں۔

لیکن ابھی شاید دور دور تک وہ جے وردھی سے پیچھا نہیں چھڑا سکتی تھی۔ جہاں تک دھرم راج کا تعلق تھا تو جے وردھی کے کہنے سے وہ دھرم راج کے ساتھ جو رویہ اختیار کیے ہوئے تھی اس پر اس کا دل نہیں مانتا تھا۔ ایک ایسا شخص جو بہت سی نگاہوں کا مرکز ہو۔ جس کے دل میں بہت سوں کے لیے محبتیں ہوں۔ وہ کسی ایک کا کیسے ہو سکتا ہے۔ کوئی ایک محبت کرنے والا۔ کوئی ایک ایسا چاہنے والا انسانی زندگی کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ جو صرف اس کی ذات میں مرکوز ہو۔

اس وقت بھی وہ بیٹھی ہوئی سامنے کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھ رہی تھی۔ باہر کیا ہو رہا ہے۔ کیا ہوتا ہے؟ اس کا اسے کوئی علم نہیں تھا۔ وہ بس اپنی سوچوں میں گم تھی کہ جے وردھی باقاعدہ انسانی روپ میں اس کے سامنے آ گئی۔ اس نے سنیتا سے کہا۔

"کیا ہو رہا ہے سنیتا؟ کیا کر رہی ہے تُو؟"

"کچھ نہیں۔ جے وردھی جی! بیٹھی ہوئی ہوں۔ سوچ رہی ہوں کہ کیا کروں کیا نہ کروں۔"

"تُو سکون سے رہ...... ایسی باتیں مت سوچا کر...... میں جو ہوں۔ تیرے سوچنے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیے۔" جے وردھی نے کہا اور بُری طرح ہنسنے لگی۔ سنیتا اسے دیکھنے لگی پھر بولی۔ "جانتی ہے یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"میں کچھ بھی نہیں جانتی۔"

"خیر میں تجھے کہہ رہی ہوں کہ ہاتھ پاؤں ہلا۔ خود بھی کچھ کر لیکن تُو اتنی اچھی ہے اور میری باتیں اس طرح مانتی ہے کہ پھر میرا دل نہیں مانتا کہ تجھے کسی مشکل میں ڈالوں۔ یہ خوف بھی رہتا ہے کہ کہیں تُو اپنی سادگی میں کوئی ایسا قدم نہ اٹھا بیٹھے جو میرے مقصد کے لیے نقصان دہ ہو پتہ ہے تجھے یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"میں نے کہا ناں جے وردھی جی مجھے نہیں معلوم۔"

"ایک بڑے ہی مہان سادھو آئے ہیں۔ سمبولا نام ہے ان کا۔ انہوں نے آتے ہی کھیل تماشے شروع کر دیئے ہیں ایک اور مہان سادھو کے پاس دھرم راج جی تجھے لے گئے تھے۔ مہان پرنام لعل جی اور میں نے ان کا کریا کرم دیا تھا۔ اب مہندرا اپنے گرو دیو مہاراج کو لے کر آئی ہے۔"

"مہندرا۔"

"ہاں۔"

"یہ تو بیوی ہیں دھرم راج مہاراج کی۔"

"ہاں...... دھرم راج مہاراج کی بیوی ہے وہ...... تُو تو ایسے انجان ہو جاتی ہے جیسے تجھے سنسار کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں۔ مجھے یہ معلومات کہاں سے ملیں۔ تجھے بھی تو نظر رکھنی چاہیے نا۔"

"ہاں...... یہ بات تو آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ جے وردھی جی!"

"مہان سادھو مہاراج جن کا نام سمبولا ہے۔ اس بستی سے آئے ہیں۔ جو بستی مہندرا کا میکہ ہے۔"

"اچھا؟"

"میں نے ساری کھوج نکال لی ہے۔ یہ سمبولا جو ہیں ناں یہ بس ایسے ہی سادھو بنے ہوئے ہیں۔ زمانے بھر کا بدمعاش ہے پاپی کہیں کا۔ جوان لڑکیوں کو خراب کرنا اس کا کام ہے اور یہ اسی طرح اپنا جیون گزار رہا ہے۔ چھوٹے موٹے جادو منتر سیکھ لیے ہیں۔ وہ سانپ لے کر آیا تھا۔ ایک سانپ اس نے دھرم راج کے لباس میں چھپا دیا تھا اور دوسرے سے اسے پکڑا دیا جانتی ہے کس لیے؟"

"میں کیا جانوں؟"

"صرف اس لیے کہ دھرم راج اس کے جال میں آ جائے اور وہ بے وقوف آ گیا۔"

"مگر مقصد کیا تھا اس کا؟"

"مہندرا لائی ہے اسے۔"

"کیوں؟"

"تیرا کریا کرم کرنے کے لیے۔"

"میرا۔"

"ہاں۔"

"مگر کیوں؟"

"سب جلتی ہیں تجھ سے ادھر جے وتی کو جانتی ہے؟"

"وہ بھی تو دھرم راج جی کی۔"

"ہاں...... وہ بھی۔ جے وتی جی نے اور بھی غلط کام کیا ہے اور اس سلسلے میں ایک بہت چالاک آدمی کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔"

"کون؟"

"گردھاری۔"

"کیا مطلب؟" سنیتا نے پوچھا۔ جے وتی قہقہہ لگاتی ہوئی بولی۔

"بڑے مزے کا کھیل شروع ہو گیا ہے سنیتا! تینوں رانیاں میرا مطلب ہے دھرم راج کی بیویاں تیرے خلاف کام کرنے پر آمادہ ہو گئی ہیں۔ جے وتی نے گردھاری کو اپنے جال میں پھانسا ہے مگر وہ بہت چالاک ہے جے وتی نے اسے اپنی خلوتوں میں بلانا شروع کر دیا ہے۔ میں جب چاہوں اس کا اور گردھاری کا تیل نکال سکتی ہوں مگر گردھاری خود اپنی جان بچا گیا اور میں نے اسے اپنے حساب میں رکھ لیا ہے۔ گردھاری نے جے وتی کی بے وقوفی سے فائدہ تو اٹھایا ہے لیکن بس باقی کچھ نہیں۔ وہ اس بات میں جے وتی کا بالکل ساتھ نہیں دے رہا۔ حالانکہ پہلے میں نے اسے دیکھا تھا اور سوچا تھا کہ بہت جلد گردھاری کو راستے سے ہٹا دوں۔ جے وتی بھی اس کے ساتھ ماری جائے گی لیکن اب محسوس کر رہی ہوں کہ جلدی نہیں ہے بعد میں یہ سب دیکھ لوں گی۔"

"ہائے رام! میں تو بلا وجہ مشکل میں پڑ گئی ہوں۔"

"کیا؟" جے وردھی نے آنکھیں نکالیں تو سنیتا جلدی سے سنبھل گئی۔ "میرا مطلب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے کہ میں تو کسی کا کچھ نہیں بگاڑ رہی۔ یہ تو بلاوجہ میری دشمن بن گئی ہیں۔''

''لے بلاوجہ کیسے دشمن بن گئیں تیری۔ تجھے پتہ نہیں ہے کہ تُو نے ان سب سے ان کا مان چھین لیا ہے۔ ان کا پتی چھین لیا ہے۔ وہ جو کچھ بھی کریں تیرے خلاف کم ہے۔ سمجھ لے کہ تیرے لیے ہر طرح کی کوششیں ہو رہی ہیں مگر میں ہوں..... جے وردھی، سات گھر تباہ کرنے ہیں مجھے سات گھر۔ جس میں پہلا گھر دھرم راج کا ہے اس حویلی کی اینٹ سے اینٹ نہ بجادوں تو میرا نام جے وردھی نہیں ہے۔'' سنیتا نے آنکھیں پھاڑ کر جے وردھی کو دیکھا۔

''جے وردھی آپ کہتی ہیں کہ میرے اوپر پورا پورا بھروسہ رکھتی ہیں۔''

''ہاں رکھتی ہوں کیوں؟''

''جے وردھی جی! آج تک مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ سات گھر آپ کس لیے اور کیوں تباہ کرنا چاہتی ہیں۔''

''معلوم ہو جائے گا۔ بتا دوں گی تجھے۔ بس یوں سمجھ لے کہ انہوں نے میرے خلاف وہ سب کچھ کیا ہے۔ جس کے نتیجے میں آج میری یہ حالت ہے۔ میں چڑیل بنی ہوں۔ انہوں نے مجھے زمین میں دفن کر دیا تھا۔ یہ ساتوں ملے ہوئے تھے۔ پورے سات بتاؤں گی تجھے۔ ایک ایک کر کے سب کا کریا کرم تیرے ہی ہاتھوں ہوگا۔ میں ان ساتوں کو تباہ کیے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گی۔ بالکل نہیں بیٹھوں گی۔''

''بتائیں گی نہیں کیا ہوا تھا؟''

''نہیں ابھی نہیں۔ ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ سنیتا! بہرحال ابھی تو میں ذرا ان لوگوں کا کھیل دیکھ رہی ہوں اور مجھے خود اس کھیل میں مزہ آ رہا ہے۔'' جے وردھی نے کہا اور سنیتا سر دنگا ہوں سے اس کا جائزہ لینے لگی۔

دھرم راج درحقیقت ہل کر رہ گیا تھا۔ ہر عیش کوش آدمی بزدل ہوتا ہے اور اسے اپنی زندگی کی زیادہ فکر ہوتی ہے دھرم راج کی عیاشیاں انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں۔ دولت کے بل پر ہر چیز کا حصول اس کے لیے بالکل آسان تھا اور اسے کبھی کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ بہرحال سب کچھ اسے حاصل تھا دولت کے انبار، پسند کی بیوی بلکہ بیویاں، ہر قسم کے خطرے سے بے نیازی۔ ایسے شخص کو اگر کبھی خطرے سے دوچار ہونا پڑے تو اس کی اپنی کیفیت جس قدر بھی خراب ہو جائے کم ہے۔ سمبولا نے اس طرح اس پر اپنا اثر ڈالا تھا کہ وہ ششدر رہ گیا تھا اور اس کے دل میں ایک خوف بسا تھا سمبولا کو تو خیر یہاں حویلی کے ایک ایسے گوشے میں جگہ دے دی گئی تھی جو الگ تھلگ بھی تھا اور سمبولا کی پسند کے مطابق بھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ

ہی دھرم راج کے دل میں ایک خوف مسلسل تھا اور اس خوف کو دور کرنے کے لیے اس نے گردھاری سے مشورہ کیا۔ گردھاری اس کے خیال میں اس کے ہر مرض کی دوا تھا۔

جب گردھاری اس کے پاس پہنچا تو اس نے کہا۔ ''گردھاری! کیا تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہے۔''

''کیسی مہاراج؟''

''بات اصل میں یہ ہے گردھاری کہ ویسے تو مجھے سنسار میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ من کی ہر بات پوری کر لیتا ہوں۔ ہر کام ہو جاتا ہے میرا لیکن اس دن جو واقعہ پیش آیا ہے۔ اس نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ سانپ میرے لباس میں کیسے پہنچا؟''

گردھاری نے گہری نگاہوں سے دھرم راج کو دیکھا اور بولا۔ ''مہاراج! آپ کیا سمجھتے ہیں کیا میں اس سلسلے میں کام نہیں کر رہا؟''

''کیا مطلب؟''

''اس دن سے میرا جینا حرام ہو گیا ہے۔ ہر کوشش کر رہا ہوں۔ ایک بات کہوں مہاراج آپ بُرا تو نہیں مانیں گے؟''

''کیا مطلب؟''

''مہاراج چھوٹا منہ اور بڑی بات ہوگی آپ ناراض ہو جائیں گے۔''

''گردھاری! سنسار میں تمہیں میں اپنا سب سے بڑا دوست سمجھتا ہوں۔ دل کی ہر بات تم سے ہی کہتا ہوں۔ تمہاری کسی بات پر ناراض نہیں ہوتا اور اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''تو پھر سنیے مہاراج آپ نے اپنا سارا پریم، ساری توجہ سنیتا دیوی پر نچھاور کر دی ہے اور آپ یہ بھول گئے ہیں کہ آپ کی تین بیویاں اور بھی ہیں۔ جے وتی، مہندرا، روپ وتی جی!''

''مگر انہیں یہاں کیا تکلیف ہے؟''

''عورت..... عورت کی سب سے بڑی تکلیف ہوتی ہے مہاراج! کیا آپ اس بات کو بھول گئے ہیں؟''

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن۔''

''نہیں مہاراج ذرا سا غور کیجیے اس بات پر کہ کیا آپ کی تینوں بیویاں اس بات سے خوش ہوں گی؟''

''نہیں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''میں یہ نہیں کہہ رہا کہ ان میں سے کسی نے سانپ آپ تک پہنچایا ہوگا۔ اصل بات یہ ہوئی ہے مہاراج! کہ ایک بار کسی سے کہو۔ تھوڑے سے پیسے اسے دکھا دو۔ وہ وفاداری میں اس حد سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ مگر آپ یہ بھی دیکھیے کہ بھگوان کی کتنی دیا ہے آپ پر کہ اس نے آپ کا جیون بچالیا۔''

''ہاں..... یہی تو میں سوچتا ہوں۔ سمبولا مہاراج تو بڑے گیانی ہیں۔ انہیں ہمارے ہاتھ سے نہیں نکلنا چاہیے۔''

''جی مہاراج! اس کے لیے آپ مجھے جو بھی حکم دیں۔ ویسے ایک بات میں آپ کو بتا دوں مہاراج! ضرور غور کیجیے گا میری بات پر اور آپ نے مجھے اس بات کی اجازت دی ہے تو میرا جو جی چاہتا ہے وہ کہہ ڈالوں اور کہنے میں کسر نہ چھوڑوں۔''

''ہاں..... ہاں..... بالکل۔''

''نظر تو ہمیں سمبولا مہاراج پر رکھنا ہوگی۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ وہ آخر اچانک کیسے پہنچ گئے یہاں؟''

''ارے ارے کیسی باتیں کرتے ہو گیانی دھیانی تو بڑے مہان ہوتے ہیں سب کچھ پتہ چل جاتا ہے انہیں۔''

''وہ تو ٹھیک ہے مہاراج لیکن جب تک اس بات کی پوری پوری تصدیق نہ ہو جائے آپ کسی کے اوپر بھی بھروسہ نہ کیجیے میرے اوپر بھی نہیں آپ کو معلوم نہیں مہاراج! جب سے یہ سانپ والا واقعہ پیش آیا ہے۔ میری راتوں کی نیندیں حرام ہوگئی ہیں اور میں نے ایک کام بھی شروع کر دیا ہے۔''

''کیا بھلا؟''

''میں آپ کی بیویوں کے پاس جاتا ہوں اور انہیں ٹٹولتا ہوں کہ ان کے من میں کیا ہے۔ جے وتی جی، مہندرا جی اور روپ متی جی میں تو سبھی کا داس ہوں ناں۔ ایک داس کی حیثیت سے میں ان کے چرنوں میں جاتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ میرے لیے کوئی خدمت ہو تو بتایئے۔''

''میں پوری کوشش کرتا ہوں۔ جیسے ہی کوئی پتہ چلے گا۔ میں آپ کو اس بارے میں اطلاع دوں گا۔''

''بس ایک بات کہنا چاہتا ہوں میں تم سے گردھاری لعل۔''

''حکم دیں مہاراج۔''

''ذرا آنکھیں کھلی رکھنا۔''

''میں تو راتوں کو جاگ رہا ہوں مہاراج! آپ صرف آنکھ کھلی رکھنے کی بات کر رہے ہیں۔''

''مجھے تم پر بھروسہ ہے۔''

گردھاری وہاں سے بہت خوش خوش نکلا تھا۔ یہ سوچ کر کہ چلو اگر جے وتی کا اور اس کا معاملہ کبھی سامنے آ بھی جاتا ہے یا کبھی مشکوک انداز میں اسے دیکھ بھی لیا جاتا ہے تو اس کی بچت ہو جائے گی لیکن دھرم راج کو ابھی سکون نہیں ملا تھا۔ وہ ابھی تک اس سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ وہ سانپ آخر کہاں سے آیا؟ کون سے دشمن نے کی ہے؟

بہرحال! سازش کسی نے بھی کی ہو۔ اسے بچانے والا سادھو سمبولا اس وقت بھی آسن جمائے بیٹھا ہوا تھا۔ دھرم راج اس کے سامنے جا کر بیٹھ گیا تو سمبولا نے نگاہیں اٹھائیں۔ دھرم راج کو دیکھتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

''تیرے ماتھے پر ستاروں کا پہرا ہے۔ دھرم راج! لیکن ایک کالا دھبہ ہے۔ یہ کالا دھبہ کون سا ہے؟ اس کے بارے میں تُو کیوں نہیں جانتا۔''

''مہاراج آپ گیانی ہیں۔ آپ نے جس طرح میرا جیون بچایا ہے۔ میں اس کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ مگر میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ وہ سانپ میرے پاس کیسے آیا؟''

سمبولا نے ایک لمحے کی خاموشی اختیار کی پھر بولا۔ ''تُو چنتا مت کر دھرم راج اب تُو نے ہمیں یہاں روک لیا ہے تو پھر ہم بھی تیرے لیے بہت کچھ کرنے پر مجبور ہیں۔ تیرے دشمن تیرے آس پاس ہی ہیں۔ وہ تیرے اوپر اور بھی بہت سے وار کریں گے مگر کامیاب نہیں ہوں گے۔ یہ ہم تجھے بتائے دے رہے ہیں کہ وہ تیرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے اور ہو سکتا ہے کہ ہم تجھے بہت جلد تیرے دشمنوں کی صورت بھی دکھا دیں گے۔''

''مہاراج! آپ بہت گیانی انسان ہیں۔ میں زندگی بھر آپ کا احسان مند رہوں گا۔ ایک کام اور کر دیجیے میرا اگر ہو سکے۔''

''ہاں..... بول..... بول۔''

''مہاراج میں اولاد چاہتا ہوں۔ تین بیویاں پہلے سے ہیں۔ ایک کے ہاں بھی اولاد نہ ہوئی۔ ایک بیٹا بس ایک بیٹا مل جائے۔ آپ کچھ کیجیے کہ میرا جیون بن جائے گا۔''

''اس کے لیے ہمیں بہت سے کٹھن جاپ کرنا ہوں گے۔ ہو جائے گا، جو کچھ بھی چاہتا

ہے۔ وہ ہو جائے گا۔ تُو چنتا منت کر۔'' دھرم راج گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔

حویلی کا انوکھا کھیل جاری تھا۔ پتہ نہیں کون کیا چاہتا تھا۔ سمبو لا اپنے مسئلے میں مصروف تھا۔ گردھاری اپنا کھیل کھیل رہا تھا اور باقی تمام لوگ بھی۔ جے وردھی ان لوگوں سے اپنا انتقام لینے کے لیے مصروف عمل تھی۔ پتہ نہیں کون کہاں تک کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

☆=======☆=======☆

سنیتا کو اب یہاں بڑا الجھن کا شکار ہونا پڑا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اسے لگ رہا تھا جیسے تمام لوگ شدید ہنگامہ آرائی میں مصروف ہوں۔ ادھر اور معاملات بھی تھے۔ جو اس کی سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ جہاں تک دھرم راج کا معاملہ تھا تو بے شک دھرم راج اسے بے حد چاہتا تھا۔ ہر طرح سے اس کا دل رکھنے کی کوشش کرتا تھا لیکن بات وہیں آ جاتی ہے۔ دھرم راج نہ تو اس کی عمر کا تھا اور نہ ہی اس سے اس کا دل لگتا تھا۔ بڑی عجیب سی صورتِ حال تھی۔ ادھر جے وردھی اس کا پیچھا چھوڑنے کو تیار نہیں تھی۔

وقت اسی طرح گزرتا رہا۔ گردھاری، جے وتی کو دھوکے دیتا رہا۔ مدھو، جے وردھی کے کہنے پر ایک ایک کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی۔ سمبو لا جو گندے علوم کا ماہر تھا اپنا رنگ جماتا رہا اور تھوڑے ہی عرصے میں اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ اس کے لیے بہترین شکارگاہ ہے۔ حُسن ہی حُسن بکھرا ہوا ہے۔ اس نے سنیتا کو بھی دیکھ لیا تھا اور اس کے منہ میں پانی آ گیا تھا۔ بالی سی عمر کی یہ رس بھری اس کی آنکھوں کی ہوس بن گئی تھی۔ روپ متی، جے وتی، مہندرا سچ مچ کچھ بھی نہیں تھیں اس کے آگے۔

مہندرا سے اس نے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ اسے اس کا مقام دلائے گا۔ لیکن اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس کا اصل شکار تو سنیتا ہے۔ کیونکہ وہ دھرم راج کی منہ چڑھی بھی ہے اور وہ کسی طرح اس کے قابو آ جائے تو یہ سب سے اچھا ہو۔ ویسے اس نے جتنا یہاں اپنا مقام بنا لیا تھا۔ اس کے تحت اگر وہ سنیتا کے پاس چلا بھی جاتا تو بھی دھرم راج اس بات کا ذرا بھی بُرا نہ مناتا اور اسے کوئی دقت نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ تاک میں لگا رہا۔

پھر اس دن سنیتا باغ میں نکلی تھی۔ دو چار داسیاں اس کے ساتھ تھیں۔ سمبو لا اس کے سامنے پہنچ گیا۔ سنیتا خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ سمبو لا نے داسیوں کو وہاں سے چلے جانے کو کہا اور پھر سنیتا کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

''دیوی تم نے ہمیں پرنام نہیں کیا؟''

''پرنام مہاراج۔'' سنیتا نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے سے لگا لیے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''سر سے پاؤں تک سندرتا کی صورت لیکن تمہارے من میں یہ جلن کیسی ہے۔ اگر تم چاہو تو میں تمہاری کنڈلی بنا سکتا ہوں۔''

''مہاراج جو گزر چکی ہے۔ وہ تو میں بھی جانتی ہوں۔ آگے جیون کیسا گزرے گا اس کے بارے میں کچھ بتاؤ تو مانوں۔''

''اتنا بتاؤں گا اس کے بارے میں دیوی جی! کہ تم سوچ بھی نہ سکو گی۔ مجھے جانتی ہو؟''

''ہاں..... کیوں نہیں۔''

''کون ہوں میں؟''

''آپ سمبو لا مہاراج ہیں میں نے آپ کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے لیکن درشن نہیں ہوئے تھے کبھی۔''

''چلو آج درشن بھی ہو گئے۔''

''کرپا ہے آپ کی۔''

''چلو ٹھیک ہے۔ تو پھر تین دن بعد ملیں گے اور میں تمہیں تمہارے بارے میں سب کچھ بتاؤں گا۔'' سمبو لا نے کہا اور وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ شکار کو قابو میں لانے کے لیے اس کے سامنے لیٹ جانا ممکن نہیں ہوتا۔ بلکہ انسے اپنے طور پر پہلے جال میں لانا پڑتا ہے۔

سمبو لا نے پہلی بار سنیتا کو اتنے قریب سے دیکھا تھا اور درحقیقت وہ دل و جان سے اس پر عاشق ہو گیا تھا۔ اب اگر سنیتا نہ ملی تو پھر سارا جیون اس گندے علم میں گزارنے کا فائدہ ہی کیا؟

اپنے ٹھکانے پر واپس آ جانے کے بعد رات کو اس نے اپنے گندے علوم کو آواز دی جس کی وجہ سے وہ اژدھا اس کی گردن میں آ پڑا تھا اور اس نے سانپ والا ڈرامہ کیا تھا۔ جس کی وجہ سے دھرم راج آج تک اس کے پاؤں دھو دھو کر پی رہا تھا۔ سب سے پہلے سمبو لا نے اپنی رہائش کے سارے دروازے بند کیے۔ اس کے بعد اس نے اپنے سامان میں سے کسی جانور کی ایک خاص ہڈی نکالی۔ اس ہڈی سے اس نے زمین پر ایک چوکور نشان بنایا اور پھر چھوٹی چھوٹی دو کھوپڑیاں نکال کر سامنے رکھ لیں۔ یہ کھوپڑیاں اس نے ایک اونچی جگہ رکھی تھیں اور اس کے بعد وہیں بیٹھ گیا اور کالے منتر پڑھنے لگا۔ اس کی بھیانک آواز چاروں طرف گونج رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد کھوپڑیوں کی آنکھیں روشن ہونے لگیں۔ دو انسانی ہڈیوں سے سمبو لا کما چوکور پر آوازیں پیدا کر رہا تھا۔ چوکور روشن ہونا شروع ہو گیا اور اس کے بعد اس سے ہلکے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہلکے آگ کے شعلے ابلتے رہے۔ پھر ایک بھیانک چہرہ نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ سے یہ خوفناک انسانی چہرہ آگ سے بلند ہوتا گیا۔ پھر ایک پورا انسانی جسم اس آگ میں نمودار ہو گیا اور سمبولا کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔

''جے ہو میرے گرو جی۔''

''بیرو..... جو کچھ پوچھ رہا ہوں وہ بتا؟''

''پوچھو مہاراج۔''

''یہ دیکھ! میرے ہاتھ پر کس کی تصویر ہے؟''

''لڑکی کی۔''

''کیسی ہے یہ؟''

''بڑی سندر ہے۔''

''مجھے اس کا ماضی بتا۔''

بیر نے آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ لمحوں کے بعد آنکھیں کھول کر بولا۔

''یہ پاگ ہے۔''

''کیا ہے؟''

''پاگ ہے۔''

''پاگ تو بڑے کام کی چیز ہوتی ہے۔''

''ہاں مہاراج! یہ پاگ ہے۔ بچپن میں اس کے پتا مر گئے تھے۔ اس کی ماں نے اسے خون پلا کر نیا جیون دیا اور پھر یہ اپنی ماتا کو کھا گئی۔ اب اس کے من میں پاگ پلتا ہے۔ وہ تو اسے کسی نے استعمال نہیں کیا ورنہ مہاراج یہ تو سنسار کی سب سے بڑی جادوگرنی بن سکتی ہے۔ اور یہ انسانی کلیجے بڑے شوق سے کھاتی ہے۔ لیکن اپنے آپ سے ناواقف ہے۔ عام حالات میں بڑی معصوم ہے مگر مہاراج ایک بہت بڑی خرابی ہے اس کے ساتھ۔''

''وہ کیا؟''

''ایک چڑیل اس سے چمٹی ہوئی ہے اور اس چڑیل نے اسے قابو میں کیا ہوا ہے۔ مہاراج اگر آپ اس چڑیل کو قبضے میں کر لیں تو پھر اس پاگ کا سہارا لے کر سنسار کو اپنے چرنوں میں سمیٹ سکتے ہیں۔''

''وہ چڑیل کہاں ہے؟''

''کبھی کبھی تو وہ اس کے شریر میں اُتر جاتی ہے۔ کبھی کبھی مکھی بن کر فضا میں پرواز کرتی

رہتی ہے۔ مہاراج! آپ کو جو کام کرنا ہے بڑی چالاکی سے کرنا ہے۔''

''میرے پیارے بیرو! یہ تو بڑے کام کی بات بتا دی ہے۔ مجھے بتا کہ میں ان ساری چیزوں کو کیسے اپنے قبضے میں کر سکتا ہوں۔''

''مہاراج اگر آپ اس پاگ کو اپنے قبضے میں کر لیں تو یہ سمجھ لیں کہ سنسار کے سب سے بڑے جادوگر بن سکتے ہیں۔ پاگ بڑی مشکل سے ملتی ہے اور اگر مل جائے تو آپ بڑے سے بڑے جادوگروں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ دوسری چیز جے ورد تھی ہے۔ آپ جب اسے اپنے قابو میں کر لیں گے تو آپ یہ سمجھ لیجیے کہ سنسار کے سب سے بڑے راجہ بن سکتے ہیں۔''

''مگر یہ بتا اس کے لیے ہم کیا کریں؟''

''سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ سنیتا سب کچھ ہونے کے باوجود معصوم ہے۔ وہ اپنے آپ کو نہیں جانتی۔ اس کے دل پر پہلا گھاؤ لگا ہے اور یہ گھاؤ ست پرکاش کا ہے۔''

''کس کا ہے۔''

''ست پرکاش کا۔''

''ست پرکاش! گجن سنگھ کا بیٹا ہے اور سنیتا گجن سنگھ کے ہاں رہی ہے۔ مہاراج آپ مجھے چھوٹا کر کے اپنے ساتھ رکھ لیجیے۔ میں آپ کو ساری باتیں بتاتا رہوں گا۔ ایک مہینے کا وقت لے لیجیے۔ آپ کے لیے کافی ہوگا۔''

''یہ تو تُو نے بہت اچھی بات بتائی۔ میں تجھے ایک مہینے کی تکلیف دے رہا ہوں۔''

''بس مہاراج میری خوراک مجھے دیتے رہیے باقی سب ٹھیک ہے۔''

''وہ میں تجھے دیتا رہوں گا۔ اس کی تُو چنتا نہ کر۔''

''تو پھر اسی وقت یہ کھیل ختم کیجیے اور مجھے اپنے ساتھ لے چلیے۔'' بھیانک شکل کا بیر مسلسل باتیں کر رہا تھا اور سمبولا کے چہرے پر روشنی کے چراغ جلتے جا رہے تھے۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ ایک چھوٹے سے کام کے لیے اس نے جو عمل کیا ہے۔ اس کا نتیجہ اتنا شاندار نکلے گا۔ بیر اسے ترکیبیں بتاتا رہا اور سمبولا اس کے مطابق عمل کرتا رہا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر بیر کو آگ سے باہر نکال لیا اور اس کے بعد دونوں کھوپڑیوں کو ہاتھ میں پکڑ کر اس کے گرد گھومتا رہا کھوپڑیوں کی آنکھوں سے روشنی نکل رہی تھی اور بیر کے جسم کو چھوٹا ہونے میں مدد دے رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ ایک چھوٹی سی گڑیا کے برابر رہ گیا۔ بھیانک شکل کا آتشی پتلا اب چھوٹی سی گڑیا کی شکل میں سمبولا کے پاس موجود تھا۔ سمبولا نے اسے احتیاط سے اٹھا کر اپنے لباس میں رکھا اور اس کے بعد اس نے اسی ہڈی سے عمل شروع کر دیا۔ جس سے اس نے اپنے جادو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

منتر کا آغاز کیا تھا۔

بیر نے کہا۔ ''میری خوراک کہاں ہے مہابلی؟''

سمبو لا نے گردن ہلا دی اور اس کے بعد سمبو لا اپنی جگہ سے ہٹا اور ایک جگہ آ کر بیٹھ گیا اس نے یہاں بھی ایک منتر پڑھنا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنی دونوں مٹھیاں زمین پر کھولیں تو لمبے لمبے کیڑے پیدا ہو گئے اور بُری طرح کلبلانے لگے۔ سمبو لا نے بیر کو نکال کر ان کیڑوں پر چھوڑ دیا اور یہ گڑیا کی شکل کا بیر کیڑوں کو اٹھا اٹھا کر اپنے منہ میں رکھنے لگا۔ یہ اس کی خوراک تھی۔ جب اس نے سارے کیڑے کھا لیے تو ایک ڈکار لی اور آنکھیں بند کر کے مسکرانے لگا۔

''بس اب مجھے نیند آ رہی ہے۔''

سمبو لا نے اسے پھر اٹھا کر اپنے لباس میں رکھا اور اس کے بعد خود بھی بستر پر جا لیٹا۔ وہ بہت خوش تھا۔ بس یہ کہنا چاہیے کہ ایک بہت بڑا انعام مل گیا تھا۔ اس نے تو بس تھوڑی سی معلومات حاصل کرنے کے لیے جادو کا یہ عمل کیا تھا لیکن اس عمل کے نتیجے میں اسے اتنی بڑی قوت مل گئی تھی یہ بیر ویسے تو اسی کا بیر تھا لیکن اس مشکل میں اسے پہلی بار ملا تھا۔ پتہ نہیں کون سی شکتی تھی۔

بستر پر لیٹ کر سمبو لا ایک بار پھر بیر کی بتائی ہوئی ساری باتوں پر غور کرنے لگا اسے اندازہ ہوا کہ حالات کس طرح ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ ساری کہانیاں ہی اس کے ہاتھ آ گئی تھیں۔ جے ورد تھی سب سے خطرناک چیز تھی اور اب دو طاقتور ہستیوں کا آپس میں ٹکراؤ تھا۔ ایک طرف جے ورد تھی تھی جو یہ طے کر چکی تھی کہ سات گھرانوں کو تباہ کر دے گی۔ دوسرا سمبو لا سنگھ جسے اب اقتدار کا نشہ ہو گیا تھا اور بیر نے اس کو یہ بتا کر اس کی دنیا ہی بدل دی تھی کہ وہ سنسار کا سب سے بڑا جادوگر بن سکتا ہے اگر ایسا ہو جائے تو پھر بات ہی کیا ہے۔ زندگی کا مزہ ہی آ جائے گا سمبو لا نے سوچا۔

دوسرے دن اس نے فیصلہ کیا کہ پہلے یہاں کے حالات کے بارے میں معلومات حاصل کرے گا۔ چنانچہ اس نے بیر کو اپنے لباس سے نکالا اور ہتھیلی پر رکھ لیا۔

''کہو..... بیر..... کیسے حال ہیں تمہارے؟''

''ٹھیک ہوں مہاراج! کہیے کیا چاہیے؟''

''بیر اب مجھے یہ بتاؤ کہ میں کیا کروں؟''

''مہاراج سب سے پہلے آپ سنیتا سے ملیں اور اسے اس کے ماضی کے بارے میں

بتائیں۔ وہ آپ سے متاثر ہو جائے گی۔ مہاراج ابھی آپ اسے آگے کے بارے میں نہ بتائیں کہ آگے آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ بس وہ ساری باتیں بتا دیں اسے۔''

''چلو ٹھیک ہے۔ ویسے پاگ کو اپنے قبضے میں کرنے کا طریقہ بتاؤ۔''

''آپ کو صرف اتنا کرنا پڑے گا مہاراج! کہ ابھی سے اسے اپنا دوست بنائیں اور ایسا کر دیں اسے کہ وہ آپ سے مدد مانگے۔ اگر اس کا دل جے ورد تھی سے کھٹا ہو گیا اور اسے یہ پتا چل جائے کہ آپ جے ورد تھی کے خلاف اس کی مدد کر سکتے ہیں تو آپ سمجھ لیجیے کہ سارا کام بن جائے گا۔ جے ورد تھی کو اس ناکامی کا احساس ہوا تو وہ بپھر جائے گی اور پھر جو مزہ آئے گا۔ وہ دیکھنے کے قابل ہو گا۔''

''ٹھیک ہے۔''

سمبو لا کے لیے یہ کام مشکل نہیں تھا کہ وہ سنیتا کے پاس پہنچ جائے۔ باغ میں سنیتا سے ملاقات کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ چنانچہ وہ سنیتا کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ اتفاق سے پہلی ملاقات دھرم راج سے ہوئی۔ جو سنیتا کے کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔ سمبو لا کو دیکھ کر دھرم راج خوش ہو گیا اور بولا۔

''مہاراج کئی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ آپ سے درخواست کروں کہ ذرا سنیتا سے مل لیجیے۔ پتہ نہیں کیوں یہ اداس رہتی ہے حالانکہ میں نے اسے سنسار کی ہر چیز دے دی ہے۔ لیکن پھر بھی یہ اپنے من کا بھید نہیں کھولتی۔ یہ نہیں بتاتی کہ اس کے من میں کیا ہے۔ مہاراج! آپ اس سلسلے میں میری مدد کریں۔''

''دیکھو دھرم راج! اس وقت جب تمہارے دشمنوں نے ایک سانپ تمہارے لباس میں چھپا دیا تھا اور جیسے ہی تم تنہائی میں جاتے وہ سانپ اندر ہی اندر تمہیں ڈس لیتا اور غائب ہو جاتا اور تم مر جاتے لیکن ہم صحیح وقت پر پہنچ گئے اور ہم نے تمہیں اس موت سے بچا لیا۔ اس طرح ہم آج سنیتا کے پاس بغیر کسی سے پوچھے ہوئے آئے ہیں۔ جاؤ تم اپنا کام کرو۔ ہم دیکھیں گے کہ اس کے من کی شانتی کہاں ہے۔ اسے شانتی ملے گی۔ تم جاؤ اپنا کام کرو۔''

دھرم راج ادب سے گردن جھکا کر آگے بڑھ گیا اور سمبو لا سنیتا کے کمرے میں داخل ہو گیا تھا سنیتا مسہری پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دھرم راج نے دروازہ بند کیا تو سنیتا چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ لیکن پھر سمبو لا کو پہچان کر اس نے گردن ہلائی اور مسہری سے نیچے اُتر آئی۔

''جے ہو مہاراج کی ابھی آپ ہی کا خیال تھا من میں اور آپ آ گئے۔''

''سنیتا..... ہمارا خیال تھا تو ہم کیوں نہ آتے من سے کوئی ہمیں پکارتا ہے تو ہم اسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مایوس نہیں کرتے۔ کہو کیسے یاد کیا ہمیں؟"

"مہاراج! کل جب سے آپ سے ملاقات ہوئی ہے۔ میں آپ ہی کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔"

"کیا؟"

"یہی کہ آپ بہت بڑے گیانی ہیں اور ہوسکتا ہے کہ آپ کے پاس میرے من کی شانتی ہو۔"

"ہوسکتا نہیں بلکہ ہے۔ سنسار میں ہم نے بہت سوں کے من شانت کیے ہیں لیکن یہ کوئی بات نہ ہوئی کہ تُو ہمیں اپنے بارے میں بتائے اور ہم یہ ظاہر کریں کہ ہم مہان ہیں۔ اری پگلی! مزہ تو جب ہے کہ ہم تجھے تیرے بارے میں بتائیں۔"

"آپ مہاراج؟"

"ہاں۔"

"تو بتایئے۔" سنیتا بچوں جیسی معصومیت کے ساتھ بولی۔

"بُرا ہوا ہے۔ تیرے ساتھ تجھ سے پہلے تیرے ماتا پتا کے ساتھ۔ وہ کمین چمار تیری ماں کے حُسن کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ تیرے پتا کو اس نے اپنے ہاتھوں سے مارا اور ماں پتھروں کے غار میں مرگئی۔ اس کے بعد تُو سنسار میں دربدر ہوگئی۔ بول یہی ہے ناں تیری کہانی؟"

سنیتا کی آنکھیں پھیل گئیں اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے سمبولا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مہاراج آپ تو بڑے گیانی ہیں۔"

"سنیتا ایک بات کہیں تجھ سے بُرا تو نہیں مانے گی؟"

"نہیں مہاراج آپ کی کسی بات کا بُرا کیسے مانوں گی میں؟"

"تیرا حُسن دھرم راج کو قبول نہیں کرتا ناں؟" سنیتا نے گردن جھکا لی کچھ لمحے سوچتی رہی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"وہ میرے پتا کی عمر کے ہیں۔ میں انہیں کیسے من سے قبول کرسکتی ہوں؟"

"ہاں.....اور ست پرکاش؟" سمبولا نے وار کیا۔

سنیتا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ "ہائے رام آپ تو ست پرکاش کو بھی جانتے ہیں۔"

"سنسار میں کوئی چیز بھی ہم سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ سنیتا ہم تو جے ورد تھی کو بھی جانتے ہیں۔ جس نے تمہیں اپنے جال میں جکڑا ہوا ہے۔"

سنیتا نے آنکھیں بند کر کے زور سے گردن ہلائی اور بولی۔ "تب تو آپ سنسار میں سب سے مہان ہیں مہاراج۔"

"لیکن جے ورد تھی تیری دشمن نہیں ہے۔ وہ تو تجھے مہان بنانا چاہتی ہے اور دیکھ لے اس نے تجھے کس طرح زمین سے اٹھا کر آسمان پر بٹھا دیا ہے۔"

"یہ تو آپ ٹھیک کہتے ہیں مہاراج۔"

"دیوی! اس سنسار میں کوئی بلاوجہ کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔"

"کیا مطلب؟"

"جے ورد تھی کی بات کر رہا ہوں۔"

"مگر میں سمجھی نہیں۔"

"ویسے میں نے تجھے سمجھا دیا ہے۔" سمبولا نے کہا اور سنیتا اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ سمبولا کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "میں تجھ سے کہہ رہا ہوں کہ سنسار میں کوئی بھی اپنی غرض سے خالی نہیں ہوتا۔ ہر شخص اپنی کوئی نہ کوئی غرض رکھتا ہے۔ اگر جے ورد تھی بھی سات گھروں کو تباہ کرنا چاہتی ہے تو تجھے کیا معلوم کہ اس کے من میں کیا ہے اور کون سی چتا جل رہی ہے۔ وہ بھی تو کسی نہ کسی وجہ سے ہی ان لوگوں سے بدلہ لینے پر آمادہ ہوگئی۔ اب اگر اس نے تجھے اپنے بدلہ لینے کا ذریعہ بنا لیا ہے تو یہ بھی دیکھ لے کہ اس نے تیرے لیے کیا نہیں کیا ہے۔ دیکھ سنیتا اس سنسار میں ہر شخص اپنا کام نکالنا چاہتا ہے اور کسی کے لیے کچھ نہیں کرنا چاہتا۔ اگر کوئی کسی کے لیے کچھ کر دیتا ہے اور اس کا کام بھی نکل جاتا ہے تو لینے اور دینے کا کھیل جاری رہنا چاہیے میں تجھے یہی سمجھانا چاہتا تھا جے ورد تھی نے تجھے مہان بنا دیا ہے اور اب تجھ پر فرض ہے کہ تُو جے ورد تھی کے کام آ۔"

"مہاراج میں کام آ ہی تو رہی ہوں لیکن میں آپ کو کیا بتاؤں؟"

"کچھ نہیں جو تیرے من میں ہے۔ اس کو اپنے من ہی میں رکھ۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن سے آنکھیں چرانا پڑتی ہیں۔ یہ نصیحت تیری سمجھ میں آئے تو مان لینا۔ نہ سمجھنے والے ہمیشہ نقصان میں رہتے ہیں۔"

"جی مہاراج۔"

"اب میں چلتا ہوں۔"

سمبولا چلا گیا تو سنیتا سوچ میں ڈوب گئی۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جے ورد تھی نے اسے بہت بڑا مان دے دیا تھا۔ مگر سنیتا کے اندر کی عورت جب بیدار ہوتی تھی تو وہ سوچتی تھی

کہ کیا میرا جیون اسی بوڑھے دھرم راج کے ساتھ گزرے گا۔ یہ تو مناسب نہیں ہے۔

بہت دیر تک وہ سوچتی رہی اور پھر اسے فضا میں ایک بھنبھناہٹ سی محسوس ہوئی۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ وہ اس آواز کو اچھی طرح پہچاننے لگی تھی کہ جے وردھی جب بھی اس کے پاس آتی ہے۔ اسے مکھی کی بھنبھناہٹ سنائی دیتی ہے۔ پھر اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر مکھی زمین پر بیٹھی اور اس کے بعد سیدھی کھڑی ہوتی چلی گئی۔ یہ جے وردھی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کیا۔ جے وردھی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

سنیتا اسے دیکھنے لگی۔ جے وردھی اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ ''آپ کہیں دور سے آ رہی ہیں جے وردھی جی!'' سنیتا نے کہا۔ جے وردھی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''نہیں دور سے تو نہیں آ رہی لیکن میں بڑی پریشان ہوگئی ہوں ایک دم۔''

''آپ.....اور پریشان ہوگئی ہیں۔''

''ہاں۔''

''بھلا وہ کیوں؟''

''اس سمبو لا نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔''

''سمبو لا سادھو نے۔''

''ہاں۔''

''وہ کیوں جے وردھی جی۔''

''بس.....میں تجھے کیا بتاؤں۔''

''کیوں جے وردھی جی ابھی تھوڑی دیر پہلے سمبو لا مہاراج یہاں سے گئے ہیں لیکن انہوں نے تو آپ کے بارے میں جو کچھ مجھ سے کہا وہ بہت اچھا ہے۔''

''کیا کہا ہے؟''

''بس کہوں گی تو آپ یقین نہیں کریں گی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ آپ میری بہت بڑی دوست ہیں اور آپ نے سنسار میں جو کچھ مجھے دیا ہے۔ وہ آسان نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ۔''

''ہاں..... میں جانتی ہوں۔ اصل میں بس تھوڑی سی الجھن مجھے ایک بات پر ہوگئی ہے؟''

''بھلا وہ کیا؟'' سنیتا نے پوچھا۔

''میں نے تجھے بتایا تھا کہ اس وقت دھرم راج کی تینوں بیویاں تیرے خلاف ہیں اور تیرے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ وہ تجھے نیچا دکھانے کے لیے طرح طرح کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انتظامات کر رہی ہیں۔ انہوں نے بہت سے ایسے کام کیے ہیں۔ جو تجھے اور مجھے نقصان پہنچا دیں۔ اب یہ بات میں تجھے بتا چکی ہوں کہ روپ متی ان میں سب سے زیادہ بے وقوف ہے۔ جس نے اپنے ایک پرانے دوست سے کام لینے کی کوشش کی لیکن وہ بالکل نکما نکلا۔ جے وتی سمبو لا کو اپنا شریر دے کر یہاں لے آئی۔ میں نے تو یہ سمجھا تھا کہ سمبو لا، مہندرا کے لیے تیرے خلاف کام کرے گا لیکن میں اس بوڑھے اور چالاک سادھو پر غور کرنے کی کوشش کر رہی ہوں یا تو وہ تیرے پریم کے جال میں پھنس گیا ہے اور اب تیری طرف بڑھنا چاہتا ہے یا پھر ہو سکتا ہے کہ پاپی سچ ہی کہہ رہا ہو۔''

سنیتا عجیب سے انداز میں جے وردھی کو دیکھ رہی تھی۔ جب جے وردھی اس کے وجود میں اُتر رہی ہوتی تھی تو اس کو یہ بات سوچتے ہوئے بھی ڈر لگتا تھا کہ جو کچھ بھی وہ سوچے گی جے وردھی اس سے واقف ہو جائے گی لیکن جب جے وردھی اس کے وجود سے باہر ہوتی تو کوئی بات سوچنے میں دقت محسوس نہیں ہوتی تھی اور سنیتا اس وقت یہ سوچ رہی تھی کہ یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ وہ خود کیا ہے۔ اسے کہیں جے وردھی نے بانٹ لیا ہے۔ تو کہیں سمبو لا اس پر قبضہ جمانے کے چکر میں ہے۔ آخر وہ دوسروں کے لیے اتنی مصیبتوں میں کیوں گرفتار ہے۔ ایک طرف دھرم راج جی اسے اپنی ملکیت سمجھتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں اس سے اظہار عشق کر ڈالتے ہیں۔ حالانکہ اس کے دل میں دھرم راج کے لیے ذرہ برابر جگہ نہیں تھی۔ وہ تو بس جے وردھی اسے مجبور کیے ہوئے تھی۔ جہاں تک ست پرکاش کا تعلق تھا۔ تو سچی بات یہ ہے کہ ست پرکاش بھی ایک بے کار شخصیت تھی اس کے لیے اور اسے ست پرکاش سے بھی کوئی رغبت نہیں تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔

جے وردھی خاموشی سے اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ ''بات کرنی پڑے گی۔ اس سمبو لا سنگھ سے اگر یہ واقعی جو کچھ کہہ رہا ہے۔ وہ سچ ہے تو ہم دونوں مل کر بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ میں ایک اور بات بھی سوچ رہی ہوں۔ سنیتا! کیا تُو یہ بات پسند کرے گی؟''

''کیا؟''

''وہ یہ کہ دھرم راج کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے۔''

''ہاں۔''

''تُو نے بھی بہت عرصے سے کسی انسان کا خون نہیں پیا ہے۔ دھرم راج اگر تیرا شکار بن جائے تو کیا حرج ہے؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''مگر۔''

''اور ست پرکاش کو دھرم راج کی ساری جائیداد دے دیں۔ وہ تیرا بن جائے کیسا رہے گا؟'' جے وردھی نے مکارانہ انداز میں کہا۔

''مگر دھرم راج۔''

''کیوں پریم ہو گیا ہے اس سے؟'' سنیتا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

☆=======☆=======☆

ادھر سمبو لا سنگھ اپنی رہائش گاہ میں آ گیا تھا اور اس کا جادوئی مشیر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔ ''بیر تجھے اتنا تو پتہ ہی ہے کہ اس سنسار میں ہر چالاک آدمی کو دھوکہ دیئے بغیر کام نہیں بنتا۔ جے وردھی کے بارے میں تو تُو ہمیں بتا چکا ہے اور ہم بھی اندازہ لگا چکے ہیں کہ وہ ایک خوفناک چڑیل ہے اور یہ خوفناک چڑیل مکھی کی صورت میں ہر جگہ چکراتی ہوتی ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے تو نہیں دیکھا لیکن اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ سنیتا نے ہم جو باتیں کر رہے ہیں۔ وہ یقینی طور پر جے وردھی کہیں نہ کہیں ضرور سن رہی ہو گی۔ چنانچہ ہم نے ایسی باتیں کیں۔ جس سے اندازہ ہو کہ ہم جے وردھی کے مخالف نہیں بلکہ اس سے دوستی اور دلچسپی رکھتے ہیں اور سنیتا کو مجبور کر رہے ہیں۔ کہ وہ جے وردھی کے لیے کام کرتی رہے۔ اصل میں ہم جے وردھی کو قابو کرنا چاہتے ہیں۔ بیر! اور تجھے ہم نے اسی لیے بلایا ہے کہ جے وردھی کو قابو کرنے کے لیے ہمیں کوئی مشورہ دے بول کیا کہتا ہے؟''

''میں اس بارے میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں مہاراج۔''

''کر سکتا ہے ناں؟''

''ہاں۔''

''تو پھر بتا۔ کیا کر سکتا ہے؟''

''آپ تھوڑا سا انتظار کریں۔'' بیر نے کہا اور سمبو لا کی آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو گیا۔ پھر اس نے تھوڑی دیر بعد نمودار ہو کر ایک چھوٹا سا چوکور ڈبہ سمبو لا کو دیتے ہوئے کہا۔

''اس کو دیکھئے مہاراج! یہ شیشے کا بنا ہوا ہے اور جتنا یہ خوب صورت ہے۔ آپ بتایئے کہ اس کو دیکھ کر آپ کے من میں کیا خیال پیدا ہوتا ہے۔''

سمبو لا نے اسے دیکھا اور مسکرایا۔ پھر بولا۔ ''یہ ایک گھر کی شکل کا ہے اور اسے دیکھ کر یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ اگر انسان ایسا گھر بنوا لے تو اس میں رہ کر کتنا اچھا لگے گا۔''

''آپ اس میں نہیں رہ سکتے مہاراج!''

''کیونکہ یہ بہت چھوٹا ہے۔''

''ہاں..... یہ تو میں بھی کہہ رہا تھا کہ اگر یہ بڑا ہوتا تو اسے گھر میں لایا جا سکتا ہے۔''

''اور اگر کوئی اتنا چھوٹا جاندار ہو جو اس گھر میں رہ سکے تو؟''

''کیا مطلب؟''

''جیسے مکھی۔''

''ہاں..... مکھی تو اس میں جا سکتی ہے۔''

''جیسے جے وردھی؟'' بیر نے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''یہ گھر آپ اس جگہ رکھ دیں اور جے وردھی یہاں مکھی بن کر آئے اور یہ سوچے کہ کیسا خوب صورت گھر ہے۔ تو وہ ضرور اس گھر میں آئے گی مہاراج! اور یہ اس گھر کی خوبی ہے کہ جیسے ہی وہ اس گھر میں داخل ہو گی اس کا دروازہ بند ہو جائے گا اور پھر جے وردھی اسے کھول نہیں سکے گی۔''

سمبو لا کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھی تھیں۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''کیا واقعی ایسا ہو سکتا ہے؟''

''مہاراج یہ آپ کا داس آپ کے لیے لایا ہے ایسا ضرور ہو سکتا ہے۔''

بیر کے مشورے پر یہ گھر ایک طرف رکھ دیا گیا اور بیر نے بالکل ہی سچ کہا تھا واقعی یہ بڑی عجیب و غریب چیز تھی۔

جے وردھی جو سمبو لا کے سلسلے میں اس سوچ میں ڈوب گئی تھی کہ اگر یہ کالے جادو کا ماہر شخص جے وردھی کا دوست بن جائے اور اس کے قابو میں آ جائے تو جے وردھی جو اپنے دل میں نہ جانے کیا کیا خیال رکھتی تھی۔ اپنے مقصد میں آسانی سے کامیاب ہو جائے گی۔ یہ بہت بڑی کہانی تھی۔ جس کا ایک بڑا پس منظر بھی تھا لیکن اس وقت تو سمبو لا نے اس کے لیے ایک جال لگایا تھا اور جے وردھی اسی جال کی طرف بڑھ رہی تھی۔

وہ مکھی بن کر سمبو لا کے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اصل میں وہ سمبو لا کی حقیقت سے مکمل طور پر واقف ہونا چاہتی تھی اور بار بار یہ سوچ رہی تھی کہ اگر سمبو لا اس کا دوست بن گیا تو پھر اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے وہ اس سادھو کی خدمات بھی حاصل کر سکتی ہے۔ جو اپنے کالے علم کا ماہر تھا اور اسے اپنے کالے علم کے ذریعے بہت سے مشورے بھی دے سکتا تھا اور یہ بھی جانتی تھی کہ سمبو لا کتنا چالاک آدمی ہے اور اس کے لیے کیا کیا منصوبے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بنا چکا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ سمبولا کے کمرے میں موجود تھی۔ سمبولا زمین پر آنکھیں بند کیے منتر پڑھ رہا تھا۔ جے وردتھی نے اِدھر اُدھر اپنے بیٹھنے کے لیے جگہ تلاش کی۔ اس کی نظر اس خوب صورت ڈیکوریشن پیس پر پڑی۔ دور ہی سے اسے دیکھ کر جے وردتھی کی آنکھوں میں پسندیدگی کے آثار ابھر آئے۔ کتنی خوب صورت جگہ ہے۔ وہ اس کے قریب پہنچی اور اس نے اس کی بناوٹ دیکھی اور دل میں سوچا کہ پورا گھر کا گھر لگتا ہے۔ ایسا گھر رہنے کے لیے بنا لیا جائے تو کتنا حسین لگے گا۔ آہستہ آہستہ وہ اس کے قریب پہنچی اور پھر شیشے کے اس حسین گھر میں داخل ہوگئی۔

سامنے کی سمت سے ہلکا سا دھواں بلند ہوا۔ ایک لطیف اور خوشگوار دھویں کا جے وردتھی کو احساس بھی نہ ہوا لیکن اس دھویں سے اندر داخل ہونے کا وہ راستہ بند ہوگیا اور وہ گھر سامنے کی سمت سے بھی بند ہو کر صرف ایک ڈیکوریشن پیس رہ گیا۔ ایک ایسا ڈیکوریشن پیس جس میں ایک مکھی بند تھی۔ سوئی کے ناک کے برابر چند سوراخ اوپر کی سمت موجود تھے۔ جس سے ہوا اندر جا کر کسی بھی جاندار چیز کو دم گھٹنے سے محفوظ رکھ سکتی تھی۔ جے وردتھی نے اس گھر کو دیکھا۔ ابھی تک اسے یہ احساس نہیں ہوا تھا۔ کہ اس کے ساتھ کیا ہوگیا ہے۔

بہر حال اپنی پسند کی چیز کا جائزہ لینے کے بعد وہ واپس پلٹی اور پھر باہر نکلنے کے لیے اس نے پر تولے لیکن یہ کیا؟ وہ شیشے کی دیوار سے ٹکرائی اور گھبرا کر رُک گئی۔ غالباً راستہ ادھر نہیں ہے۔ دائیں، بائیں آگے پیچھے ہر طرف اس نے ٹکریں ماریں لیکن شیشے کا یہ خول تو کہیں سے بھی ایسا نہ تھا کہ کھل جائے اور وہ اس سے باہر نکل جائے۔ جے وردتھی کے پورے وجود میں سنسناہٹ دوڑ گئی تھی۔ یہ کیا ہوا؟ اس نے دل میں سوچا اور دہشت زدہ نگاہوں سے سامنے بیٹھے ہوئے سمبولا کو دیکھنے لگی۔ سمبولا آنکھیں ضرور بند کیے ہوئے تھا لیکن اس کے ہونٹوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

اس نے چند لمحات کے بعد آنکھیں کھولیں اور شیشے کے خول میں بند مکھی کو دیکھنے لگا۔ پھر بے اختیار اس کے حلق سے ایک بھیانک قہقہہ نکل گیا۔ جے وردتھی کو یونہی محسوس ہو رہا تھا کہ سمبولا اس پر ہنس رہا ہے۔ وہ ساری جان سے کانپ گئی۔ ایک دم اسے یہ احساس ہوا تھا کہ سمبولا کی ہنسی میں ایک ایسا انداز چھپا ہوا تھا کہ جس سے یہ پتہ چلے کہ وہ جے وردتھی کی یہاں موجودگی سے واقف ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیا جان بوجھ کر اس کے لیے یہ مکان یہاں رکھا گیا ہے۔

سمبولا اپنی جگہ سے اٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا کارنس کے پاس آ گیا۔ جہاں یہ ڈیکوریشن پیس رکھا ہوا تھا۔ اس کی خوفناک بڑی بڑی آنکھیں جے وردتھی کو بہت بھیانک لگ رہی تھیں۔ شیشے کی بناوٹ ایسی تھی کہ اس کے دانت بھی جے وردتھی کو کئی کئی فٹ کے معلوم ہو رہے تھے۔ اس وقت ایک انتہائی بھیانک شکل اس کے سامنے موجود تھی۔ پھر سمبولا کی آواز اُبھری۔

''ہاں..... جے وردتھی میں تجھ سے واقف تھا اور میں نے ہی تیرے لیے یہ جال بچھایا تھا۔ دیکھ کتنی آسانی سے تُو میرے جال میں پھنس گئی۔ باؤلی..... مرد..... مرد ہوتا ہے۔ تُو اپنے آپ کو کتنا ہی چالاک سمجھ لیتی۔ بہت خطرناک سمجھتی تھی ناں تُو اپنے آپ کو۔ چڑیل بن کر تُو نے جو کچھ سوچا تھا وہ اتنا آسان نہیں تھا۔ تھوڑی سی دقت تو تجھے ضرور ہونی چاہیے تھی۔ اپنے اس کام میں لیکن تُو نے یہ سمجھا کہ تُو نے ایک لڑکی پر قابو پا لیا ہے اور اس کے ذریعے تُو اپنے سارے کام کرے گی۔

جے وردتھی اصل میں بات یہ ہے کہ اس سنسار میں سب اپنا اپنا مقصد پورا کرنا چاہتے ہیں۔ کچھ کام میرے بھی ہیں اس سنسار میں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے اپنے کام خود کرنے چاہئیں۔ وہ سات گھر..... جن میں ایک گھر یہ بھی ہے جو میری دلچسپی کا باعث ہیں۔ مجھ سے ایک سودا کر سکتی ہے تُو؟''

''وہ کیا؟'' جے وردتھی نے پوچھا۔ اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ سمبولا اس کی آواز سن رہا ہوگا۔ ویسے بھی جے وردتھی کا جسم مکھی کا ہوا کرتا تھا لیکن اگر کوئی بہت ہی گہری نگاہ سے دیکھتا تو اس مکھی کا چہرہ جے وردتھی کا ہی ہوا کرتا تھا۔ سمبولا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''مجھے ان سات گھروں کی کہانی سنا یہ بتا تیرا ان سے کیا جھگڑا ہے؟''

جے وردتھی کے چہرے پر غصے کے آثار پھیل گئے۔ اس نے نفرت بھری آواز میں کہا۔

''سمبولا! میری اور ان سات گھروں کی کہانی ایسی ہے جسے مرتے وقت بھی میں نے اپنے سینے میں رکھا تھا اور اتنی بات تجھے ضرور بتاؤں کہ میں بھی ایک شریف زادی تھی۔ میرے ساتھ جو ظلم ہوا۔ اس ظلم نے مجھے بدلہ لینے پر آمادہ کر دیا۔ مجھے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا لیکن میں نے اسی وقت ایک قسم کھائی تھی کہ اگر میں مر بھی گئی تو چڑیل بن جاؤں گی اور میری آتما اس سنسار میں بھٹکتی رہے گی اور اگر میں ان پاپیوں سے بدلہ نہ لے سکی تو چڑیل بن کر ان کا جیون ختم کر دوں گی لیکن جب میں نے اپنی آتما کو آزاد چھوڑ دیا تو مجھے پتہ چلا کہ جیون میں انسان کا شریر، اس کا بدن، جس طرح کام کرتا ہے۔ موت کے بعد یہ ممکن نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوتا۔ وہ صرف ایک ہوا بن کر رہ جاتا ہے۔ یہ ہوا دوسروں سے اپنا کام تو لے سکتی ہے۔ خود وہ سب کچھ نہیں کر سکتی جو وہ کرنا چاہتی ہے اور اس شکل میں مجھے مجبوری محسوس ہوئی۔ میرے دشمنوں نے مجھے زمین میں گڑھا کھود کر بند کر دیا تھا۔ اس لڑکی نے مجھے اس گڑھے میں سے نکالا اور پھر میں نے اسے ایک آلہ بنا لیا۔ وہ پاگ ہے اور ایک پاگ سارے کام کر سکتی ہے۔ اسے انسانوں کا خون پینے کا شوق ہے اور اس کے اندر کسی نہ کسی شکل میں ایک شیطان چھپا ہوا ہے۔ مجھے اس شیطان سے دلچسپی تھی اور وہ میرا کام کر رہی تھی لیکن سمبولا! تُو بیچ میں کیوں آ مرا؟"

جواب میں سمبولا نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا۔ "یہ سب کچھ تیرا ہی کیا دھرا ہے۔ جے وردھی چل تُو نے یہاں تک تو بتایا۔ جل اب یہ بتا کہ اس کے آگے کی کیا کہانی ہے؟"

"بس کہانی سے تیرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔" جے وردھی نے کہا۔

"اری پگلی یہی تو تیری بے وقوفی ہے۔ اب میں ان سات گھروں سے رابطہ کروں کہ جینا چاہتے ہیں کہ مرنا۔ تُو تو اب میرے قبضے میں آ چکی ہے۔ جے وردھی اب آگے کا تماشہ دیکھنا۔ میں کیا کرتا ہوں۔" سمبولا قہقہے لگانے لگا اور جے وردھی اسے خونی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

درحقیقت جو کچھ ہوا تھا۔ وہ اس کی توقع کے خلاف تھا۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ایسی کوئی بپتا اس پر پڑ سکتی ہے۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہی۔ پھر اس نے کہا۔

"سمبولا! ان سات گھروں سے بدلہ لینا میرے جیون کا سب سے بڑا کام ہے تُو مجھے آزاد کر دے۔ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ جہاں تک سنیتا کا تعلق ہے۔ اگر تُو سنیتا سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو میں تجھے اس سے نہیں روکوں گی۔ اپنے اور میرے بیچ ایک معاہدہ کر لے۔"

سمبولا پھر زور سے ہنسا تھا۔ اس نے کہا۔ "جے وردھی میرا داؤ مجھ پر ہی آزما رہی ہے۔ اس وقت جب میں سنیتا سے باتیں کر رہا تھا تُو وہاں موجود تھی۔ میرے بیر نے یہی بتایا تھا اور میں نے اسی لیے یہ باتیں کیں تھیں۔ جن سے تُو میرے چنگل میں آ جائے اور فوراً ہی میرے بارے میں بُرے انداز میں نہ سوچے۔ یہ ساری باتیں بے کار ہیں جے وردھی ہاں..... اگر کہیں تیری ضرورت پیش آئی تو میں تجھے باہر نکال لوں گا۔ اس بات کی تُو چنتا مت کر۔"

جے وردھی خاموش ہو گئی۔ پھر سمبولا نے کہا۔ "تُو اب یہ سمجھ لے کہ میں اپنے کام کو شروع کرنے جا رہا ہوں اور کم از کم تجھ سے مجھے نجات مل گئی ہے۔" اس کے بعد سمبولا نے

وردھی کے قید خانے یعنی اسے چھوٹے سے شیشے کے جال کو اپنے لباس میں چھپا کر وہاں سے باہر نکل آیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ سنیتا کے پاس پہنچ گیا۔

سنیتا خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ سمبولا نے کہا۔ "ہاں سنیتا! کیا سوچا تُو نے آگے کے بارے میں۔"

"میں سمجھی نہیں مہاراج۔"

"فرض کر اگر میں تجھے جے وردھی سے نجات دلا دوں تو تُو میرے لیے کیا کر سکے گی۔"

"مہاراج میں نے کبھی سوچا ہی نہیں۔"

"سوچنا بڑا ضروری ہوتا ہے۔ ویسے کیا تُو جے وردھی سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہے۔"

"ہاں مہاراج میں خوشی سے تو اس کے چنگل میں نہیں پھنسی تھی۔" سنیتا نے کہا۔

"مگر تُو نے اس کے کہنے پر سب کچھ کیا تو سہی ناں۔"

"مجبوری بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔ اگر میں ایسا نہ کرتی تو کیا کرتی؟ آپ خود بتایئے مجھے مہاراج۔"

"اچھا خیر اس بات کو چھوڑ اب یہ بتا کہ دھرم راج کے بارے میں تیرے دل میں کیا خیال ہے؟ فرض کر اگر میں تجھے اس بات کا موقع دوں کہ تُو دھرم راج کو راستے سے ہٹا دے اور مجھے اس حویلی کا اور ان زمینوں کا مالک بنا دے۔ تو کیا تُو یہ بات پسند کرے گی۔"

"یہ تو میں نہیں جانتی۔ کیونکہ ست پرکاش سے کبھی میری بات ہوئی بھی نہیں۔"

"تو بات کر اس سے ہمارا نام بالکل مت لینا تُو اس سے یہ بات کر کہ اگر وہ تجھ سے پریم کرتا ہے تو آخر چاہتا کیا ہے۔"

"مگر مہاراج آپ مجھے یہ بات تو بتایئے اگر میں ایسا کروں اور وہ جے وردھی کی مرضی کے خلاف ہو تو میں کیا کر سکوں گی۔"

"جے وردھی کو قتل کر دینا اسے واپس اسی قبر میں بند کر دینا جہاں سے تُو نے اسے نکالا تھا۔"

"لو..... ایسا میں کیسے کر سکتی ہوں؟"

"کیوں..... تُو نے کوشش کی تو تھی۔"

"میں نے ایسی کوشش کب کی تھی مہاراج؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''پر نام لعل جی کا کیا قصہ تھا۔''

''وہ تو مہاراج پر نام لعل خود ہی کچھ کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے اور پھر جے وردھی کو پتہ چل گیا تھا۔ مہاراج! میں آپ سے ایک بات کہوں آپ بھگوان کے لیے ایسی باتیں نہ کیا کریں۔ اگر جے وردھی کو پتہ چل گیا تو مجھ پر مصیبت آ جائے گی اور پھر.....''

''اری باؤلی..... جے وردھی میرے سامنے کیا چیز ہے۔ جب چاہوں گا اسے راستے سے ہٹا دوں گا۔ کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گی وہ میرا اگر تُو کہے تو میں اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قبر میں دفن کر دوں؟''

''اگر آپ ایسا کر دیں مہاراج تو اس سے زیادہ خوشی کی بات کوئی اور نہیں ہو گی میرے لیے۔''

سمبو لا ہنسنے لگا پھر بولا۔ ''اچھا خیر چل یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ میں تجھے بتاؤں کہ اب میں کوئی ایسی چال چلتا ہوں کہ دھرم راج کچھ دن کے لیے یہاں سے باہر چلا جائے۔ اس دوران تُو ست پرکاش سے بات کرنا اور اسے آمادہ کرنا کہ وہ تیرا ساتھی بن جائے۔ یہ زمینیں یہ حویلی ہم سب کچھ اسے دے دیں گے اور اس سے کام یہ لینا ہو گا ہمیں کہ ہم جو کچھ کہیں گے اسے وہ آنکھیں بند کر کے کرنا ہو گا۔ کبھی اس سے گردن نہیں ہٹائے گا۔ اگر وہ یہ بات منظور کرتا ہے تو دھرم راج واپس نہیں آئے گا۔ یا آیا بھی تو اپنا سب کچھ ست پرکاش کے حوالے کر کے کہیں روپوش ہو جائے گا اور یہ کام میں کروں گا۔''

''مگر ایک بات بتایئے مہاراج۔''

''ہاں۔''

''میں ست پرکاش سے یہ بات کہوں گی کیسے؟''

''سیدھی سیدھی بات کرنا۔ اس سے اپنا پریم ظاہر کرنا۔''

''اور جے وردھی۔''

''تُو جے وردھی سے بہت ڈرتی ہے ناں؟''

''لو ڈروں گی نہیں تو اور کیا کروں گی۔ وہ تو ڈائن ہے۔ چڑیل ہے مجھ پر قابو پائے ہوئے ہے۔''

''لے تو پھر تھوڑی دیر اس سے بھی باتیں کر لے۔ مجھے اچھا لگے گا۔'' سمبو لا نے اپنے لباس سے وہ خوب صورت بکس نکالا جو شیشے کا تھا اور بکس کے بالکل آخری حصے میں جے وردھی اب انسانی روپ میں نظر آ رہی تھی۔ لیکن ایک ننھے سے کیڑے کی مانند جسے غور سے

دیکھا جاتا تو پتہ چلتا کہ کوئی جاندار کیڑا اس بکس میں موجود ہے۔ سمبو لا نے کہا۔

''اسے احتیاط سے رکھنا تھوڑی دیر بعد میں اسے تجھ سے واپس لے لوں گا اور خبردار یہ کچھ بھی کہے اس کے جال میں مت آنا ورنہ نتیجے کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔''

سنیتا حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر شیشے کے خول میں بند جے وردھی کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ کیا قصہ ہے لیکن تھوڑی دیر سوچنے کے بعد اسے اندازہ ہوا کہ دو گیانی ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہیں اور یہ سارا کھیل ہو رہا ہے۔

سمبو لا باہر چلا گیا۔ جے وردھی شیشے کے خول کے اندر سے اپنا ننھا سا ہاتھ ہلا کر اسے اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔ سنیتا خول کو چہرے کے قریب کر کے دیکھنے لگی۔ تو اسے جے وردھی کی آواز سنائی دی۔

''سنیتا مجھے تجھ سے یہ امید نہیں تھی۔''

''جے وردھی! کیا واقعی یہ آپ ہی ہیں؟''

''ہاں..... میں ہی ہوں۔''

''لیکن جے وردھی جی آپ.....''

''میں اس جادوگر کے جال میں پھنس گئی۔''

''سمبو لا کے؟''

''ہاں۔''

''مگر آپ۔''

''آپ آپ کیے جا رہی ہے میں مصیبت میں گرفتار ہوں۔''

''تو میں کیا کروں؟''

''اس مصیبت سے نکالنے کی کوئی ترکیب کر۔''

''یہی کرتی رہوں میں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں تو اس چکر میں پڑنا بھی نہیں چاہتی ہوں۔''

''میں تیری باتیں سن چکی ہوں کمینی۔''

''تو میں کیا کروں؟'' سنیتا بھی سنبھل گئی تھی۔

''کیا نہیں کیا میں نے تیرے لیے۔''

''جو کچھ تم نے کیا وہ سب کچھ جہنم میں جائے۔ مجھے نہ تو راج محل سے کوئی دلچسپی ہے نہ حویلیوں سے، تھوکتی ہوں میں ایسی جگہوں پر جہاں میرے من کا کوئی میت ہی نہ ہو۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''کمینی غدار تیرے من کے میت تو ہزاروں مل جاتے تجھے۔ میرے ساتھ تعاون تو کرتی تُو پہلے تُو نے پرنام لعل کے ساتھ مل کر میرے خلاف سازش کرنے کی کوشش کی اور اس کے بعد تُو نے سمبولا سے ان ساری باتوں کا اظہار کیا۔ تیرا ستیاناس! تُو کیا سمجھتی ہے میں جیون بھر اس جادوگر کے قبضے میں رہوں گی موت تو مجھے آ ہی چکی ہے۔ انسان جیون میں ایک بار ہی مرتا ہے سو میں تو مر چکی ہوں۔ یہ تو میری آتما ہے جسے اس نے شیشے میں بند کر لیا ہے۔ کوئی نہ کوئی ترکیب نکال ہی لوں گی۔ مگر تجھے جیتا نہیں چھوڑوں گی۔ تجھے وہی کرنا پڑے گا جو میں چاہوں گی۔''

''جے وردھی یہ بات نہ کر میں بھی اتنی مجبور نہیں ہوں۔ جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے تجھے اس کا اندازہ نہیں۔ جان بوجھ کر تُو نے یہ سب کچھ نہیں کیا ہے۔ یہ تو میری تقدیر کی خرابی تھی کہ یہ سب کچھ ہوا۔''

''تیری تقدیر تو میں بناؤں گی تُو دیکھنا تو سہی۔''

''چھوڑ..... جے وردھی! چھوڑ میں بھی اتنی ضدی ہوں کہ اگر اس بات پر تل جاؤں کہ جو کام تُو کہہ رہی ہے وہ کبھی نہ کروں۔ تو پھر مجھے اس سنسار کا کوئی بھی انسان مجبور نہیں کر سکے گا۔''

''یہ بات ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ تُو دیکھ کہ میں کیا کرتی ہوں تیرے ساتھ۔''

''ارے چھوڑ چھوڑ۔ تُو کیا کرے گی میرے ساتھ؟ تُو تو خود قیدی بنی ہوئی ہے۔''

جے وردھی شدید غصے سے خاموش ہو گئی۔ تو سمبولا ہنستا ہوا اندر آ گیا۔ اس نے کہا۔ ''ستیا میں نے تیری اور جے وردھی کی باتیں سنی ہیں۔ بالکل ٹھیک کیا تُو نے اس چڑیل کے ساتھ۔ یہ اسی قابل ہے اپنے مطلب کے لیے اس نے تجھے استعمال کیا۔ تُو اس کے جال میں پھنس گئی تھی۔ مگر میں نے تجھے اس کے جال سے نکال دیا ہے۔'' یہ کہہ کر سمبولا نے شیشے کا وہ گھر اٹھایا اور اپنے لباس میں رکھا اور پھر وہاں سے باہر نکل گیا۔

ستیا خاموشی سے ساری صورتِ حال کا جائزہ لے رہی تھی۔ ایک بار پھر اس کے ذہن میں عجیب سے سناٹے ابھر آئے تھے۔ ''کیا ہے یہ سب کچھ بھگوان کیا ہے۔ یہ سب کچھ۔ ہر شخص کیسی کیسی چال چل رہا ہے۔ ہر شخص اپنے اپنے من کی کر رہا ہے۔ یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ کیا کرنا چاہیے مجھے کیا کروں اور کیا نہ کروں۔'' بہت دیر تک وہ اسی طرح بیٹھی سوچتی رہی۔ کہ وہ بھی تو سنسار کی ایک فرد ہے۔ جب یہاں سارے کے سارے ایسے ہی جال پھیلاتے رہتے ہیں۔ تو میں خود بھی ناں کیوں ایک جال پھیلاؤں اور اس میں ان سب

لوگوں کو جکڑ لوں۔ اچھا رہے گا یہ..... مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے۔

وہ بہت دیر تک خاموش بیٹھی رہی۔ اب اسے انتظار تھا کہ آگے کیا ہونا ہے۔

بظاہر تو یوں لگ رہا تھا جیسے سمبولا جے وردھی پر قابو پا چکا تھا۔ دھرم راج اس کے پاس آیا۔ معمول کے مطابق اس سے محبت کی باتیں کیں پھر چلا گیا۔

دوسرے دن سمبولا ستیا کے پاس پہنچا اور اس نے کہا۔ ''کہو ستیا! ٹھیک ہو کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟''

''نہیں مہاراج۔''

''کیا سوچا جو میں نے کہا تھا؟''

''میں نے اس وقت بھی آپ کو منع نہیں کیا تھا۔ میں ہوں کیا مہاراج لوگوں کے اشاروں پر چلنے والی لوگوں کے ہاتھوں میں کھیلنے والی۔ بس کیا بتاؤں آپ کو خیر چھوڑیئے ان باتوں کو۔ آپ جو کچھ کہیں گے وہی تو کروں گی میں۔ میری بھلا اتنی کہاں مجال کہ میں آپ سے انکار کروں۔''

''ہم بھی تیرا جیون تیری پسند کے مطابق بنا دیں گے۔ کسی کو تجھ سے کھیلنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ دھرم راج کو کام سے لگا دیتے ہیں۔ وہ مصروف ہو جائے گا اور تم ست پرکاش سے بات کر لینا۔''

''ٹھیک ہے مہاراج۔'' ستیا نے جواب دیا۔

دھرم راج کو اس کے ایک دوست نے آ کر بتایا کہ اس کی زمینوں پر کوئی قبضہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور اسے وہاں جا کر صورتِ حال کا جائزہ لینا چاہیے۔ دھرم راج نے فوراً گردھاری کو بلایا اور کہا۔

''گردھاری جی! آپ نے آنکھیں بند کر لی ہیں کیا؟'' دھرم راج غصے میں بولا۔

گردھاری لعل نے سہم کر کہا۔ ''میں سمجھا نہیں مہاراج۔''

''ہماری زمینوں پر کوئی دوسرا قبضہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور ہم خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔''

''کون سی زمینوں پر؟''

''جمنا پور والی زمینوں پر۔''

''آپ کو کیسے پتہ چلا مہاراج۔''

''ہم تو آنکھیں بند نہیں رکھ سکتے ناں گردھاری لعل جی!''

''وہ تو میں جانتا ہوں مہاراج لیکن۔''

''ہاں..... کہو۔''

''اطلاع غلط بھی ہو سکتی ہے۔''

''کیوں یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟''

''اس لیے مہاراج کہ ہمارے آدمی وہاں بڑی مضبوطی سے اپنا کام کر رہے ہیں۔''

''خاک کر رہے ہیں۔''

''تو مہاراج چلتے ہیں وہاں۔''

''تیاری کرو ہمارا وہاں جانا بہت ضروری ہے۔''

سمبولا نے اپنا کام پورا کر دکھایا تھا۔ دھرم راج ایک لمبے سفر کے لیے روانہ ہو گیا تھا اور یہ بات سمبولا اچھی طرح جانتا تھا۔ چنانچہ اس نے یہ خبر سنیتا کو دی۔ سنیتا کو ویسے بھی مدھو نے تفصیل بتا دی تھی۔ سمبولا نے سنیتا سے کہا۔

''جے وردھی کا کھیل ختم ہو گیا ہے اور اب اس کی کہی ہوئی بات پر میرا مطلب ہے۔ وہ باتیں جو ماضی میں وہ کر چکی ہے۔ تجھے عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ رول تیرے لیے نقصان کا باعث بنے گا۔ ایسا بالکل نہ کرنا۔ بلکہ میں تجھ سے جو کہہ رہا ہوں وہ تیرے لیے ہر حال میں بہتر رہے گا۔ میری بات تیری سمجھ میں آ رہی ہے ناں؟''

''کیوں نہیں مہاراج۔''

''تو اب تُو ایسا کر کہ ست پرکاش کو بلا لے اور اس سے بات کر۔ وہ بات جو میں تجھ سے کہہ رہا ہوں۔'' اس کے بعد سمبولا نے ساری تفصیل اسے بتائی جو وہ چاہتا تھا۔ پھر اس کے بعد اس نے کہا۔ ''ست پرکاش کو یہ پیغام پہنچانا میرا کام ہے۔ میں کسی کو اس کام پر لگا دیتا ہوں۔''

اس کے بعد نہ جانے کب تک وہ سوچتی رہی اس نے درد بھرے انداز میں سوچا۔

''بھگوان میں نے تو اس سنسار میں نہ کسی کو دھوکہ دینے کے بارے میں سوچا اور نہ ہی مجھے یہ اچھا لگا کہ میں کسی کو دھوکہ دوں۔ کوئی نقصان پہنچاؤں لیکن کیا کروں۔ ایک کے بعد ایک مجھ پر حاوی ہوتا جاتا ہے اور مجھ سے وہ کچھ کرواتا ہے جو میں نہیں کرنا چاہتی۔ میں کیا کروں بھگوان میں کیا کروں؟'' جے وردھی کے بارے میں سوچتی تھی تو اسے ایک عجیب سا احساس ہوتا تھا۔

بہر حال وہ اتنا ضرور جانتی تھی کہ جے وردھی جو کچھ کر رہی ہے۔ وہ اچھا نہیں ہے اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کبھی بھی اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔ جے وردھی ایک بدروح ہے۔ وہ تو بچ جائے گی اور پھنسے گی وہ خود اور اس کام میں شاید زیادہ وقت نہ لگے۔ وہ بہت کچھ سوچتی رہی۔

ست پرکاش کے ہاں سے اسے معلوم ہوا کہ وہ ذہنی معذور ہو گیا ہے۔ کہیں کسی باغ میں بیٹھا رہتا ہے یا جنگل میں بیٹھا رہتا ہے اور اپنے آپ سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ بہر حال اس کے بارے میں بھی سمبولا نے کہا۔

''یہ پتہ لگ جائے گا کہ وہ کہاں ہے اور تُو یہ جانتی ہے کہ اس پر یہ دیوانگی تیری جدائی ہی سے طاری ہوئی ہے۔ میں اسے تیرے پاس بلا لیتا ہوں۔ یہ میری ذمے داری ہے کہ میں اسے تجھ تک پہنچا دوں۔ اس کے بعد باقی کام تیرا۔'' سنیتا نے گردن ہلا دی۔

پھر ست پرکاش سنیتا کے پاس پہنچ گیا۔ بُری طرح شیو بڑھا ہوا تھا بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہرے سے دیوانگی ظاہر تھی۔ اس نے سنیتا کو دیکھا تو دوڑ کر اس سے لپٹ گیا۔ سنیتا گھبرا گئی تھی۔ ست پرکاش نے کہا۔

''میری سنیتا! میرا جیون کہاں چلی گئی تھی تُو؟ دیکھ تیرے بنا میرا کیا حشر ہو گیا ہے۔ سنیتا میں تیرے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔''

سنیتا خوفزدہ ہو گئی لیکن شکر تھا کہ کوئی آس پاس نہیں تھا۔ ست پرکاش کی کیفیت سے وہ بھی متاثر ہوئی تھی۔ بمشکل تمام اس نے ست پرکاش سے پیچھا چھڑایا اور پھر بولی۔

''ست پرکاش! تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں میں۔''

''بول سنیتا بول۔ سنسار لٹا دوں گا تیرے لیے۔ مجھے بتا تُو کیا چاہتی ہے۔ سنیتا مجھے چھوڑنا نہیں۔ اب میں تیرے بنا ایک پل بھی جینا نہیں چاہتا۔''

''ایک بات تو سنو۔ دیوانگی کی باتیں نہ کرو۔ ہوش میں آؤ۔''

''دیوانہ تو تیرے لیے ہی تھا۔ اب تو ہوش ہی ہوش ہے۔''

''تم نہیں جانتے اس وقت میں کس حال میں ہوں لیکن تمہارے لیے میں یہ خطرہ مول لے رہی ہوں۔ ہو سکتا ہے۔ سمبولا کسی طریقے سے ہماری باتیں سن رہا ہو۔ مگر کب تک چھپاؤں اور کوئی ترکیب بھی تو نہیں ہے میرے پاس۔ کیا کروں؟''

''تُو بول تو سہی۔ سارے سنسار کو اجاڑ دوں گا تیرے لیے۔ تُو نے تو خود مجھے چھوڑ دیا تھا۔ ارے! مجھ سے کہتی تو سہی بغاوت کر دیتا۔ مار دیتا۔ دھرم راج کو میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ تیرے پریم میں یہ سب کچھ کرنا۔ سنیتا! میرے جیون..... مجھے مت چھوڑنا اب۔''

''میری بات تو سن لو ست پرکاش اس کے بعد اپنی بات کرنا۔ کیا تمہیں یہ معلوم ہے کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گجن سنگھ جی نے کس طرح دھرم راج کے کہنے پر مجھے اپنی بھتیجی بنا کر رکھا اور اس کے بعد دھرم راج کے حوالے کر دیا۔ میں اپنی پسند اپنی مرضی سے یہاں نہیں آئی۔ ست پرکاش زبردستی یہ لوگ مجھے یہاں لائے ہیں اور اب بھی میں ایسی پھنسی ہوئی ہوں کہ اگر کسی نے میری مدد نہ کی تو نہ جانے میرا کیا حشر ہوگا۔'' ست پرکاش نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''بھگوان کی سوگندھ ایک بار کہہ دو سر کاٹ کر تمہارے سامنے رکھ دوں گا۔''

''ست پرکاش تم میرے لیے کچھ چھوڑ سکتے ہو؟''

''سنسار چھوڑنے کو تیار ہوں۔''

''تو تمہیں بھگوان کا واسطہ مجھے یہاں سے نکال لے جاؤ۔ میں ایسے ایسے چکروں میں پھنسی ہوئی ہوں کہ تمہیں بتا نہیں سکتی۔ مجھے نہ یہ حویلی چاہیے اور نہ اقتدار اور نہ میں کسی کا جیون لینا چاہتی ہوں۔ وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں کہہ رہے ہیں اس میں کہیں بھی میرا ہاتھ تو نہیں رہا۔ میں تو نردوش ہوں۔ لیکن کیا کروں مصیبت میں پھنسی ہوئی ہوں ست پرکاش میری مدد کرو۔ مجھے یہاں سے نکال کر لے جاؤ۔ میں نہیں جانتی کہ سمبولا اس وقت ہماری باتیں سن رہا ہے یا نہیں لیکن میں..... میں ست پرکاش.....'' سنیتا رونے لگی۔

ست پرکاش نے ایک بار پھر اسے سینے سے لگا لیا۔ ''نہیں سنیتا! میں تمہیں رونے نہیں دوں گا۔ کون ہے یہ سمبولا۔ مجھے بتاؤ۔''

سنیتا نے پرکاش کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ ''اب کچھ نہ کہو۔ دیکھو! جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اسے غور سے سنو۔ میں اگر چاہوں تو تمہیں دھرم راج کی جگہ دے سکتی ہوں۔ دولت جائیداد زمینیں، یہ سب کچھ تمہیں مل جائے گا۔ بولو کیا چاہتے ہو۔''

''کچھ نہیں..... کچھ نہیں..... بس مجھے تم مل جاؤ۔''

''تو پھر ٹھیک ہے۔ کل رات مجھے یہاں سے نکال لے جاؤ۔ بولو کہاں پہنچ جاؤں؟''

''ٹھیک ہے۔ وہ کنویں والا باغ دیکھا ہے؟''

''نہیں۔ مجھے بتا دو۔''

''حویلی سے نکل کر پیچھے کی طرف سیدھی چلی جاؤ گی تو کنویں والا باغ نظر آ جائے گا۔ باغ میں ایک بڑا سا کنواں ہے۔ جو پتھر سے بنا ہوا ہے۔ کل رات میں تمہیں وہاں ملوں گا نکل چلنا میرے ساتھ۔ کوئی چیز لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سارے انتظام میں خود کر لوں گا۔''

''تو ٹھیک ہے۔ اب سنو۔ جو باتیں میں تم سے کر رہی ہوں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ بس کسی کو اطمینان دلانے والی بات ہے۔ اگر کوئی تم سے بھی سوال کرے

میرا مطلب ہے سمبولا تو تم اسے یہی اطمینان دلانا کہ تمہاری اور میری بات چیت ہو چکی ہے اور تم میرے ساتھ ہر تعاون کرنے پر آمادہ ہو گئے ہو۔'' اس کے بعد مختصر الفاظ میں سنیتا ست پرکاش کو سمبولا کے اور جے وردھی کے بارے میں بتاتی رہی۔

ست پرکاش کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''سنیتا! اگر یہ بات ہے تو کیا یہ دونوں ہمارے لیے خطرناک ثابت نہیں ہوں گے؟''

''ڈر گئے۔ ست پرکاش! مجھے دیکھو میں کتنی ہمت کر رہی ہوں۔ میں بھی تو آخر ان سے ٹکر لے رہی ہوں۔''

''نہیں میں بالکل نہیں ڈرتا ہوں۔ اس کی تم چنتا نہ کرو۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔''

معاملہ طے ہو گیا۔ سنیتا نے بھی سوچا تھا کہ کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جو بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔ جس زندگی کو گزارنا پڑ رہا ہے۔ اس سے تو نجات مل جائے گی۔ جے وردھی، سمبولا کے قبضے میں جا چکی تھی۔ فی الحال کم از کم اس کا خطرہ تو نہیں تھا۔ باقی ساری باتیں بعد کی ہیں۔

بہرحال مقررہ وقت پر وہ اس جگہ پہنچ گئی۔ جہاں ست پرکاش اس سے پہلے پہنچا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی میں دونوں نے وہ جگہ چھوڑ دی اور کسی نامعلوم منزل کی طرف چل پڑے۔

سمبولا پُرسکون تھا۔ اس نے اپنے طور پر تمام کام مکمل کر لیا تھا۔ دھرم راج کو باہر بھیجنے کے بعد اس نے سوچا تھا کہ بس اطمینان سے باقی سارے کام بھی ہو جائیں گے۔ سنیتا اس کے قبضے میں آ جائے گی۔ سب سے پہلے تو وہ سنیتا کے حسین سپنوں میں کھو گیا تھا۔ وہ اپنی فطرت میں ذرا الگ قسم کا آدمی تھا۔ زندگی میں اونچ نیچ تو ہوتی ہی رہتی ہے۔ ایک حسین لڑکی کی قربت حاصل کرنا اس کے نزدیک سنسار کی سب سے بڑی خوشی تھی۔ سادھو کے بھیس میں شیطان کی ایک عمر ہوتی ہے۔ وہ بھی اپنی عمر پوری کر رہا تھا۔ اور یہ دیکھنا تھا کہ اسے کب اپنی زندگی میں کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں۔ اپنے طور پر اسے اطمینان تھا کہ اب وہ پاگ لڑکی اس کے قبضے سے نہیں نکل سکتی۔

دوسرے دن وہ اسی اطمینان کے ساتھ سنیتا کی رہائش گاہ پر پہنچا تھا کہ آج اسے روشن راستوں کے بارے میں بتا کر اس سے اس کی قربت مانگے گا۔ اس نے بہت سے فیصلے کیے تھے۔ ست پرکاش کی سنیتا سے ملاقات ہو چکی تھی اور یہ بات اس کے علم میں تھی۔ کیونکہ ست پرکاش کو اسی نے سنیتا تک پہنچایا تھا۔ اب وہ سنیتا سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ست پرکاش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے اس کی کیا بات ہوئی اور اس نے کس حد تک اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ یہ اچھا عمل تھا۔ دھرم راج کو راستے سے ہٹانے کے بعد وہ بڑے آرام سے ست پرکاش کو یہ تمام چیزیں دے سکتا تھا۔ ست پرکاش اور سنیتا اس کے غلام ہی ہوتے۔ سنیتا کو ست پرکاش تک پہنچنے کے لیے سمبو لا کی آغوش سے گزرنا ہوتا اور بہرحال اس کے بعد پوری حویلی پڑی ہوئی تھی۔ جس میں بہت سے حسین چہروں نے سمبو لا کو متاثر کیا تھا۔

جب وہ سنیتا کی رہائش گاہ پر پہنچا تو سب سے پہلے اس کی ملاقات مدھو سے ہوئی۔ مدھو حیران و پریشان سنیتا کے کمرے سے نکل رہی تھی۔ سمبو لا کو دیکھ کر اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے اور سمبو لا نے ذرا غور سے مدھو کو دیکھا اور بولا۔

''کون ہے تُو؟''

''مدھو ہے میرا نام، مہاراج۔''

''یہیں حویلی میں رہتی ہے؟''

''جی ہاں..... داسی ہوں سنیتا دیوی کی۔''

''اچھا اچھا..... میرا مطلب ہے۔ سنیتا دیوی کہاں ہیں اندر ہیں کیا؟''

''نہیں مہاراج پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہیں۔ رات کو میں نے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کے بعد جب میں دودھ لے کر آئی تھی تو تب وہ موجود نہیں تھیں اور اس کے بعد سے اب تک ان کا کوئی پتہ نہیں ہے۔''

''ایسا پہلے کبھی ہوا ہے؟''

''نہیں۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔''

''رات کو تُو نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا؟''

''ہاں..... دھرم راج تو گئے ہوئے ہیں باہر سنیتا دیوی رات کو حویلی کے پچھلے دروازے سے باہر نکلی تو میں نے اتفاق سے دیکھ لیا تھا۔ پچھلے دروازے پر چوکیدار موجود نہیں تھا۔ سنیتا دیوی دروازے سے باہر نکلیں اور اس کے بعد میں بہت دیر تک دروازے سے آنکھیں لگائے بیٹھی رہی۔ لیکن وہ واپس نہیں آئیں۔ میرے من میں شبہ تو جاگا تھا کہ آخر پچھلے دروازے سے وہ کہاں گئی ہیں۔ مگر ہمت نہیں پڑی۔ کیونکہ جب تک وہ مجھے بلاتی نہیں ہیں میں ان کے پاس نہیں جاتی۔ پتہ نہیں کہاں چلی گئیں۔''

سمبو لا کی چھٹی حس نے اسے بتایا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ تیزی سے پلٹا اور اپنے کمرے میں پہنچ کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ پھر اس نے اپنے بیر کو

طلب کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد بیر اس کے سامنے پہنچ گیا۔

''بیر..... سنیتا کہاں گئی؟'' بیر نے اس کی صورت دیکھی۔

''یہ تو پتہ لگانا پڑے گا مہاراج! کیا وہ موجود نہیں ہے؟''

''نہیں..... ہو سکتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے کہیں چلی گئی ہو لیکن اس کے باوجود ذرا معلوم تو کر کہ آخر وہ گئی کہاں ہے۔ اتنی دیر تک اس کا غائب رہنا پریشانی کی بات ہے ہمیں پتہ چلنا چاہیے کہ وہ کہاں گئی ہے۔''

''میں معلوم کرتا ہوں مہاراج۔''

''بیر پہلے اسے حویلی میں دیکھ بعد میں دیکھ کہ کہاں نکل گئی ہے۔ نہ جانے کیوں ہمارے من میں ایک پریشانی سی پیدا ہو گئی ہے۔ ہمیں یوں لگ رہا ہے۔ جیسے کوئی گڑبڑ ہے۔''

بیر چلا گیا اور سمبو لا پریشانی سے رخسار کھجاتا رہا۔ اس وقت بہت سی ایسی باتیں تھیں۔ جو اس کے ذہن میں آ رہی تھیں۔ سنیتا اگر کہیں نکل گئی ہے۔ تب بھی سمبو لا کو تو کوئی نقصان نہیں تھا۔ مہندرا تو ہے۔ وہ مہندرا سے کہے گا کہ دیکھ میں نے سنیتا کو تیرے راستے سے ہٹا دیا ہے اور اب مجھے دھرماتما مان لے۔ وہ کام جو سنیتا کے ذریعے لینا تھا۔ وہ مہندرا سے بھی ہو سکتا تھا لیکن بات سنیتا کے پاگ ہونے کی تھی۔ اگر سنیتا اس کے قبضے میں آ جاتی تو وہ جادو منتر پڑھ کر ایسی قوت حاصل کر لیتا جو بڑی اہمیت کی حامل ہوتی اور یہ قوت حاصل کرنے کے بعد ایسی سینکڑوں حویلیاں اس کے قدموں تلے ہوتیں۔

☆=======☆=======☆

بہرطور جادو منتر کا یہ کھیل چلتا رہا۔ بیر خاصی دیر کے بعد واپس آیا تھا اس دوران سمبو لا انگاروں پر لوٹتا رہا تھا۔ بیر کو دیکھ کر بولا۔

''ہاں..... بتا پتہ چلا کچھ؟''

''ہاں..... جی وتی تو اس کے راستے میں تھی نہیں۔ آپ آرام کر رہے تھے۔ ست پرکاش سے اس کی بات ہوئی۔ اور پریم پجارن پریمی کے ساتھ بھاگ گئی۔''

سمبو لا کے چہرے پر پریشانی کے آثار پھیل گئے۔ وہ دیر تک سوچتا رہا اور اس کے بعد اس نے کہا۔

''یہ بہت بُرا ہوا بیر! بہت بُرا ہوا کیا تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ وہ کہاں گئی؟''

''نہیں معلوم مہاراج! لیکن معلوم کیا جا سکتا ہے۔''

''کیا تُو اسے تلاش کر کے واپس لا سکتا ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''لانہیں سکتا مہاراج بس اس کا پتہ لگا سکتا ہوں۔''

''ہوں یہ تو بڑی پریشانی کی بات ہوگئی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا فیصلہ کروں۔ سنیتا کو جہنم میں جھونکوں یا اسے تلاش کروں۔ اصل میں بیر! وہ پاگ ہے۔ اور کسی پاگ کا قبضے مین آ جانا اس بات کی نشانی ہے کہ سنسار کی ہر وہ چیز مل جانا جو من میں ہے۔''

''ٹھیک کہہ رہے ہیں مہاراج! پاگ قابو میں آ جائے تو بڑے اچھے کاموں کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔''

''ہوں! بس پھر ٹھیک ہے۔ ہمارا یہاں سے نکل جانا ہی بہتر ہوگا ویسے بھی اب اس حویلی کے حالات اتنے خطرناک ہو گئے ہیں۔ کہ یہاں رہنے میں کوئی مشکل بھی پیش آ سکتی ہے۔'' بیر نے کہا۔

''جی مہاراج۔''

''آج رات کو ہم یہ جگہ چھوڑ دیں گے لیکن بیر اس دوران تجھے یہ پتہ لگانا پڑے گا کہ ست پرکاش سنیتا کو کس طرف لے گیا ہے۔''

''ٹھیک ہے مہاراج اس بات کا پتہ چل جائے گا۔'' بیر نے جواب دیا۔

ساری باتیں اپنی جگہ..... سمبولا واقعی پریشانی کا شکار ہو گیا تھا وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ کہ اس کو کیا کرنا چاہیے اگر سنیتا پاگ نہ ہوتی تو وہ اس پر لعنت بھیج دیتا۔ یہاں اسے دھرم راج کی وجہ سے بڑی عزت ملی تھی اور دھرم راج پوری طرح اس کے جال میں تھا۔ مہندرا کے نام پر سمبولا یہاں رہ سکتا تھا اور اگر مہندرا کے ہاں اولاد ہو جاتی تو پھر تو دھرم راج سمبولا کو دیوتاؤں کی طرح پوجتا لیکن یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی۔ سمبولا اپنے کالے علم کی بنا پر ایسا مقام حاصل کر سکتا تھا۔ ہاں اگر سنیتا اس کے چنگل میں آ جاتی اور وہ پاگ لڑکی کو اپنے جال میں پھانس لیتا تو آگے چل کر بہت سے بڑے بڑے کام ہو سکتے تھے۔ بہرحال وہ انتظار کرنے لگا۔

ست پرکاش نے ابھی دنیا کے سرد گرم نہیں دیکھے تھے۔ وہ سنیتا کی محبت میں گرفتار ہو گیا تھا اور جب اس کے آگے کوئی سہارا نہ رہا اور اسے پتہ چل گیا کہ سنیتا، دھرم راج کی ملکیت ہے اور اس کے لیے گجن سنگھ کے گھر میں پل رہی ہے۔ تو وہ بے قابو ہو گیا۔ ہو سکتا تھا کہ جنون کی آگ اسے باقی سارے خطروں سے بے نیاز کر دیتی۔ اس وقت سنیتا نے جے ورد تھی کے اثر میں آ کر اسے سمجھایا اور بہرحال ست پرکاش نے صبر کر لیا لیکن یہ صبر عارضی تھا۔ اس کے دل میں دھویں کے بادل اٹھتے رہتے تھے۔ سنیتا یاد آتی تو دنیا بھری محسوس ہوتی تھی۔ وہ بے

چین ہو جاتا تھا۔ کسی کو اندازہ بھی نہیں تھا کہ اس نے کتنی ہی بار دھرم راج کی حویلی میں داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔

ذہن میں یہی بات تھی کہ اگر سنیتا کہیں نظر آ گئی تو اسے لے کر نکل جائے گا۔ لیکن شاید اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکا تھا اگر کامیاب ہو جاتا تو نہ جانے اس کی کیا کیفیت ہوتی۔ ممکن ہے کہ پکڑا جاتا اور پکڑے جانے کے بعد ہو سکتا ہے۔ بچنا مشکل ہو جاتا۔

لیکن اب بات بہت آگے بڑھ گئی تھی۔ وہ سنیتا کو اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اسے لے کر اتنی دور نکل جائے کہ نہ تو گجن سنگھ کو اس کے بارے میں معلومات ہو سکیں نہ ہی دھرم راج کو اس کا پتہ چل سکے۔

چنانچہ رات کی تاریکی میں وہ دونوں ایک سمت بڑھتے جا رہے تھے۔ اس وقت چاروں طرف مکمل سناٹا طاری تھا۔ بہت سا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے دوسرے شہروں کو جانے کے لیے بسیں چلتی تھیں لیکن یہ وقت ایسا تھا کہ بسوں کا اڈہ بھی سنسان پڑا ہوا تھا۔ بہت سی بسیں خاموش کھڑی تھیں۔ کچھ لوگ الاؤ کے آگے بیٹھے آگ تاپ رہے تھے۔ ست پرکاش نے سنیتا سے کہا۔

''سنیتا شروع میں ہمیں تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی۔ لیکن ہماری محبت ان ساری تکلیفوں سے ڈرنے والی نہیں۔ کہیں تمہیں یہ احساس تو نہیں ہوگا کہ تم نے غلطی کی ہے؟''

''اب ایسی باتوں کو چھوڑو ست پرکاش! مجھ سے یہ سوال کر کے تم میری توہین کر رہے ہو۔ تم جانتے ہو کہ میں نے کیا حیثیت چھوڑی ہے۔ کوئی مجبوری تو نہیں تھی میری۔''

''مجھے معاف کرنا سنیتا! اصل میں سارا جیون میں نے بھی آرام و چین سے گزارا ہے۔ سنسار کے دکھ نہیں جانتا۔ اس لیے تم سے یہ سوال کر ڈالا تم یہاں رکو میں ذرا معلومات حاصل کر کے آتا ہوں کہ ہمیں کسی اور شہر جانے کے لیے بس کہاں سے ملے گی۔''

سنیتا کو ایک جگہ تاریکی میں کھڑا کر کے ست پرکاش چلا گیا اور سنیتا خاموشی سے تاریکی میں خلاؤں کو گھورتی رہی۔ ان خلاؤں میں اس کا ماضی چھپا ہوا تھا۔ لیکن اس وقت اس نے ماضی میں جانا پسند نہیں کیا اور ست پرکاش کا انتظار کرنے لگی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ آگے اس کا مستقبل کیا ہے؟ لیکن بہرحال بعد کی باتیں تو بعد ہی میں دیکھی جائیں گی۔

وہ ست پرکاش کا انتظار کرتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد ست پرکاش واپس آ گیا۔ ''سنیتا ہمیں یہاں کافی وقت گزارنا پڑے گا۔ اب تو صبح اجالا پھیلتے ہی ایک بس چلے گی۔ ہم اسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے نکل جائیں گے۔"

"لیکن اس وقت تک ہم کہاں رہیں گے ست پرکاش۔"

"آؤ..... کہیں نہ کہیں بیٹھ جاتے ہیں۔ میں ہوں نا تمہارے ساتھ۔ پریشانی کی کیا بات ہے؟" ست پرکاش نے کہا اور بسوں کے اڈے سے تھوڑے فاصلے پر ایک درخت کے نیچے ان دونوں نے آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ سنیتا درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی ست پرکاش کہنے لگا۔

"تمہیں میرے پریم کی بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑی سنیتا! کہاں تمہارا راج محل اور کہاں اس درخت کا سایہ؟"

"میں نے کہا ناں۔ جو بھی فیصلہ کیا ہے میں نے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے لیکن ایک بات میں بھی تم سے کہوں گی۔ میری اور تمہاری تلاش میں بہت سے لوگ لگ جائیں گے جن سنگھ جی کو تو یہ بات معلوم ہوگی ہی کہ تم غائب ہو گئے ہو۔ ہوسکتا ہے کہ دھرم راج کو بھی اس کا پتہ لگ جائے۔ کہ میرے ساتھ تم بھی غائب ہو اور پھر ایک اور بُرا آدمی وہاں موجود ہے۔"

"کون؟" ست پرکاش نے پوچھا۔

"سمبو لا۔"

"ہاں..... سمبو لا؟ وہ اتنی آسانی سے ہمیں نظر انداز نہیں کرے گا۔ وہ کمبخت کالے جادو کا ماہر بھی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے علم سے پتہ چلا لے کہ میں تمہارے ساتھ فرار ہوئی ہوں اور کہاں ہوں۔ ویسے بھی میں نے ساری کہانی تمہیں بتا دی ہے جو وہ چاہتا تھا۔ وہ کچھ اور تھا اور اس کی وجہ سے وہ تمہیں میرے پاس لایا تھا لیکن ہم نے کچھ اور ہی کر ڈالا۔"

"دیکھو سنیتا! بات صرف ہمارے پریم کی ہے۔ اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ صبح چلنے والی بس جہاں بھی ہمیں پہنچا دے۔ ہم وہاں پہنچ کر اپنا ٹھکانہ بنانے کی کوشش کریں گے اور اس کے بعد جیون کے دوسرے سہارے تلاش کریں گے۔"

وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ رات سوتے جاگتے گزری۔ صبح وہ تیار ہو گئے۔ اڈے پر لوگ آنا شروع ہو گئے تھے۔ ست پرکاش اپنے ساتھ تھوڑا سا سامان لایا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک موٹی سی چادر سنیتا کو اوڑھا دی اور اس سے کہا کہ اپنے آپ کو چھپا لے اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا حلیہ بھی تھوڑا سا تبدیل کر لیا تھا۔ ایک بڑی سی پگڑی باندھ کر وہ کوئی دیہاتی لگنے لگا تھا۔ ساتھ ہی کچھ اور سامان بھی اس کے ساتھ تھا۔

بہرحال دونوں بس میں بیٹھ گئے اور بس سفر کرنے لگی سنیتا نے زندگی کے بہت سے

دگرم دیکھ لیے تھے لیکن اب ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا تھا اور اسے اندازہ نہیں تھا کہ اب حالات اسے کون سے رخ پر لے جا رہے ہیں۔ ست پرکاش کے ساتھ زندگی کیسے گزرے گی۔ بظاہر تو وہ اس کی محبت میں دیوانہ تھا۔ اگر زندگی کے کچھ سال اس کی محبت کے سہارے گزر جائیں تو اچھا ہے کم از کم یہ تو ہوگا کہ اسے عورت بننے کا موقع ملے گا۔ وہ اپنی ذات میں بُری نہیں تھی۔ جو کچھ بھی ہوا تھا۔ ایک حادثہ تھا۔ اس حادثے نے اسے حقیقی زندگی سے دور کر کے نہ جانے کیا بنا دیا تھا۔ مگر اسے وہ سب کچھ بھی خود پسند نہیں تھا۔

سفر جاری رہا۔ کھیتوں کے سلسلے ختم ہو گئے۔ بنجر زمین بس کے ساتھ دوڑ رہی تھی۔ کبھی کوئی چھوٹی سی آبادی نظر آ جاتی۔ اس کے بعد پھر وہی ویران سلسلے دن کے کوئی گیارہ بجے کے قریب بس کا سفر ختم ہو گیا۔ جس بستی میں وہ آ کر اترے تھے۔ اس کا نام پھول نگر تھا۔ اچھا خاصا شہر آباد تھا لیکن اس کے بارے میں نہ ست پرکاش کچھ جانتا تھا اور سنیتا کے تو کچھ جاننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ البتہ راستے میں ست پرکاش اپنے برابر بیٹھے ہوئے ایک دیہاتی سے باتیں کرتا رہا تھا۔ نیچے اتر کر اس نے تانگہ لیا تو سنیتا نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔

"کسی خاص جگہ جا رہے ہو؟"

"ہاں..... ہمیں کہیں نہ کہیں تو قدم جمانے ہی ہیں۔ میرے ساتھ جو دیہاتی بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے اس بستی کے بارے میں پوچھا تھا۔ بستی میں کئی سرائے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسی جگہیں بھی ہیں۔ جہاں قیام کے لیے جگہ مل جاتی ہے مجھے ایسی ہی ایک جگہ کا پتہ چلا ہے۔ وہ دیہاتی جوتھا۔ اس کا نام دھیرج سنگھ تھا۔ اس نے مجھے ایک عورت کا پتہ بتایا ہے۔ اس کا نام بسنتی ہے۔ بسنتی اپنے ہاں تھوڑے بہت عرصے کے لیے قیام کرنے والوں کو پناہ دیتی ہے۔ تھوڑے سے پیسے اسے دینے پڑیں گے۔ ہمارے عارضی قیام کے لیے وہ ایک اچھی جگہ ہوگی لیکن ہم وہاں رکیں گے نہیں اور پھر تھوڑے عرصے کے بعد یہاں سے ایک اور آبادی چلیں گے لیکن اس آبادی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا پڑے گی۔"

"بڑا لمبا سفر ہوگا یہ۔"

"بس میری تم سے بنتی ہے کہ گھبرانا نہیں۔ اگر تم گھبرا گئیں تو سارا کھیل خراب ہو جائے گا۔"

"تم میری چنتا مت کرو۔ میں جیسے بھی ہوگا گزارہ کر لوں گی۔" سنیتا نے کہا۔

تانگہ اپنا سفر ختم کر کے کچے پکے مکانوں کی ایک بستی میں جا کے رُک گیا۔ مکانوں کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چھتوں پر پھونس کے چھپر پڑے ہوئے تھے۔ تانگے والے نے سامنے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''بسنتی کا گھر وہ ہے۔''

ست پرکاش، سنیتا کے ساتھ نیچے اتر آیا اور پھر اس نے تانگے والے کو پیسے دیئے اور بسنتی کے گھر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے دروازہ بجایا تو ایک نوجوان عورت نے دروازہ کھول دیا۔

''تم بسنتی ہو؟'' ست پرکاش نے پوچھا۔

''نہیں ماسی اندر ہے۔'' عورت بولی۔ پیچھے سے آواز آئی۔

''کون ہے۔ لیلا؟''

''ماسی مہمان ہیں۔''

''تو اندر بلا لو آؤ بیٹا..... آؤ..... بھگوان سکھی رکھے نئی نئی شادی ہوئی ہے تم لوگوں کی آؤ۔ اندر آ جاؤ..... رہنے کی جگہ چاہیے کیا؟''

''ہاں ماسی جی! بس تھوڑے دن تمہارے ہاں رہنا چاہتے ہیں۔ دھیرج سنگھ نے تمہارے گھر کا پتہ بتایا تھا۔''

''آؤ..... آؤ..... بھگوان سکھی رکھے۔ وہ سامنے والا کمرہ تم جیسے نئے شادی شدہ جوڑوں کے لیے ہے۔'' بوڑھی نے کہا اور وہ دونوں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گئے۔ چھوٹا سا صحن چھوٹا سا برآمدہ اور چاروں طرف چھوٹے چھوٹے کمرے یہ مکان چھپر سے ڈھکا ہوا تھا۔ ٹھنڈا لیکن پُرسکون۔ برآمدے میں پڑے ہوئے لکڑی کے ایک تخت پر بسنتی نے جلدی سے ایک چادر بچھائی اور ان دونوں کو بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر بولی۔

''دو تین کمرے بنا رکھے ہیں۔ ان میں سے تین کمرے کرائے پر دیتی ہوں تھوڑے بہت پیسے مل جاتے ہیں۔ میرا پوتا پتہ نہیں کہاں چلا گیا ہے۔ اس کی دھرم پتنی اور بیٹا جو سات سال کا ہے۔ یہاں رہتے ہیں۔ بس یہی ہمارا جیون ہے۔ تم لوگوں کے آ جانے سے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ مہمان تھوڑے سے پیسے دے دیتے ہیں۔ جس سے ہمارا خرچ چل جاتا ہے۔ لیکن آنے جانے والوں سے جو ملتا ہے وہ بڑا ضروری ہوتا ہے ہمارے لیے۔''

''یہ لیجیے ماسی جی! آپ پیسے رکھ لیجیے اور ہم لوگوں کے لیے انتظامات کر دیجیے۔''

''تم پرواہ ہی نہ کرو۔ لیلا سارے انتظام کر دے گی تمہارے لیے۔''

تھوڑا سا سکون حاصل ہوا تھا۔ تھوڑی سی من کو شانتی ملی تھی اور یہ دونوں یہاں آنے

کے بعد بڑی عجیب سی کیفیت محسوس کر رہے تھے۔ ایک بڑی سی چارپائی اس کمرے میں بچھا دی گئی تھی اور بوڑھی عورت حسب توفیق ان کی خاطر مدارات کر رہی تھی۔ ست پرکاش نے اسے جو کچھ دیا تھا وہ بھی اچھا خاصا تھا اور بے چاری لیلا جو ایک نوجوان عورت تھی۔ ان دونوں کا بھرپور خیال رکھ رہی تھی۔

ست پرکاش نے سنیتا سے کہا۔ ''جگہ تو ٹھیک ہے لیکن میں بسنتی کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا اگر تمہیں کوئی مشکل پیش نہ آئے تو میں ذرا باہر گھوم آؤں؟''

''ہاں..... کیوں نہیں۔''

''تو پھر میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔'' ست پرکاش بولا اور وہاں سے چل پڑا۔

سنیتا اپنے بارے میں سوچنے لگی۔ زندگی میں یہ تنہائی تو بہت پہلے سے پیدا ہو گئی تھی لیکن باقی ساری باتیں اس سامنے آ رہی تھیں۔ ہلکے سے خوف کا احساس بھی تھا۔ اپنے پیچھے اچھے خاصے دشمن لگے ہوئے تھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دشمن اسے تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں ایسی صورت میں کیا کیا جا سکتا ہے۔ سنیتا اس وقت تنہائی میں اپنے آپ پر غور کر رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ ابھی تو زندگی بڑی بے مقصد اور بے سہارا ہو کر رہ گئی ہے۔ آگے ہو سکتا ہے کہ زندگی کو کوئی سہارا حاصل ہو جائے۔

سچی بات تو یہ تھی کہ ست پرکاش بھی اس کے من کا میت نہیں تھا۔ وہ تو بس ایک مجبوری تھی۔ کوئی سوچتا تو سنیتا کو پاگل ہی سمجھتا۔ ایک بے کار سی زندگی کو اتنے سہارے مل گئے تھے۔ دھرم راج پاؤں دھو دھو کر پیتا تھا لیکن انسان کے دل میں ایک خواہش چھپی ہوتی ہے۔ ایک آرزو ہوتی ہے۔ اس کے باوجود میں جسے وہ کبھی کبھی خود بھی نہیں سمجھ پاتا اور اگر یہ کہا جائے تو غلط بھی نہیں ہوگا کہ برسوں وہ اپنی ہی تلاش میں رہتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو نہیں پا سکتا۔

سنیتا بھی شاید اسی کیفیت کا شکار تھی۔ دھرم راج کی دوسری رانیوں نے اپنے من کے میت تلاش کر رکھے تھے اور ان کے ساتھ زندگی گزارتی تھیں۔ جہاں تک دھرم راج کا تعلق تھا ایک بُرا آدمی اتنی ہمت ہی نہیں رکھتا کہ کسی کی بُرائی کے خلاف ٹھوس اقدام کر سکے۔ دھرم راج نے بھی اپنی تینوں بیویوں کو آزاد چھوڑ رکھا تھا اور کبھی اس طرف توجہ نہیں دیتا تھا کہ کون کیا رنگ رلیاں منا رہی ہے۔ یہ بُرے آدمی کا انداز تھا۔

وقت گزرتا چلا گیا۔ رات ہو گئی۔ ست پرکاش واپس نہیں آیا تھا۔ پتہ نہیں کہاں رُک گیا تھا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اس نے بسنتی ماسی سے بھی تشویش کا اظہار نہیں کیا تھا۔ کیا کہتی۔ کیا نہ کہتی۔ بسنتی بہت سی باتیں سوچتی۔ شاید اسے بھی اس کی پرواہ نہیں تھی کہ مہمان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آئے ہیں تو ان کا کیا ہوگا۔ سب سو گئے تھے۔ سنیتا جاگ رہی تھی۔ بہت سے وسوسے بہت سے خیالات اس کے دل میں تھے۔ کیا ست پرکاش گھبرا کر اسے چھوڑ گیا کیا اب وہ نہیں آئے گا؟ نہیں آتا تو بھاڑ میں جائے۔ میں اس منحوس حویلی سے باہر نکل آئی۔ اپنے لیے جگہ تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ ست پرکاش آخر مر کہاں گیا۔

یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے اس طرح تو اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ غرض یہ کہ بہت وقت گزر گیا۔ رات گہری سے گہری ہوتی چلی گئی تھی۔

اچانک اس کے دل میں ایک عجیب سی خلش جاگ اٹھی۔ اسے ایسا لگا جیسے اندر سے کوئی اس کا کلیجہ نوچ رہا ہو اس کیفیت میں وہ گھبرا گئی۔ ایک نشہ سا طاری ہو گیا تھا اس پر اور وہ بدمست سی ہو گئی تھی۔ یہ خون کی طلب تھی۔ ایک انوکھا سا احساس ہوتا تھا۔ مگر اس وقت جب پورا چاند چمک رہا ہوتا تھا۔ چاند کی چمک اس کے حواس چھین لیتی تھی بے حواسی کے عالم میں وہ باہر نکل آئی۔ اس کی بے چین نگاہیں چاروں طرف کچھ تلاش کر رہی تھیں اور پھر اس کی نگاہیں اس سات سال کے بچے پر پڑیں جو لیلا کا بیٹا تھا۔ وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ سنیتا کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ چاند کی بھیانک روشنی میں وہ آگے بڑھی اور بچے کی پھولی ہوئی رگ پر اس کی نگاہیں جم گئیں۔ رفتہ رفتہ اس کے چہرے پر حیوانی تاثر اُبھرنے لگا۔

وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوئی جا رہی تھی۔ اس کی نگاہیں بس اس معصوم سے بچے کی گردن پر تھیں۔ جس سے سانس کی آمد و رفت اور خون کی روانی جھلک رہی تھی۔ گلابی گلابی بدن اور اس میں متحرک خون..... ہاں..... یہ خون ہی تو سنیتا کی سب سے بڑی خوشی تھی۔ اس کے قدم آہستہ آہستہ بچے کی طرف بڑھے۔ پیار بھری نگاہوں سے اس نے اس معصوم سے کومل بچے کو دیکھا۔ پھر اس طرح جھکی جیسے بہت ہی خوب صورت چیز پر نگاہیں جم جاتی ہیں اور پھر معصوم بچے تو قسمت کے پھول ہوتے ہیں۔

لیکن وہ اس وقت کسی پھول کی محبت میں نیچے نہیں جھکی تھی۔ بلکہ شہد کی مکھی کی طرح اس پھول کا رس چوس رہی تھی۔ اس کے نوکیلے لمبے بھیانک دانت بچے کی گردن تک پہنچ گئے تھے۔ بچے کے حلق سے معصوم سی سسکاری نکلی۔ اس کے ننھے ننھے گلابی ہونٹ بسورنے کے اندر میں جھکے اور اس کے بعد اس نے اپنے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیئے لیکن سنیتا کے طاقتور جسم کے آگے بچے کی کچھ نہ چلی۔ دو چار بار ہاتھ پاؤں مار کر وہ ساکت ہو گیا اور سنیتا اس کی گردن کا خون چوسنے لگی۔

خون تھا ہی کتنا معصوم بچے کے بدن میں چند ہی لمحوں کے بعد وہ سفید کاغذ کی مانند ہو

گیا۔ تب سنیتا نے اپنے بھیانک ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن اس کی گردن کے پاس رکھا اور پوری قوت سے اسے دبا دیا۔ پھر وہ اس ناخن کو نیچے تک کھینچتی چلی گئی۔ بچے کا نازک سا وجود کھل گیا۔ اس کے اندر سے خون کے چند قطرے نمودار ہوئے۔ سنیتا نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اس کی پسلیوں میں پھنسا کر دونوں ہاتھوں کی قوت صرف کی۔ بچے کی پسلیاں ٹوٹ کر اِدھر اُدھر بکھر گئیں اور اس کے اندر کا نظام نمودار ہو گیا۔

سنیتا نے خون آلود ہاتھ اندر ڈالا اور بچے کا ننھا سا کلیجہ کھینچ لیا۔ وہ کسی خونخوار بھیڑیئے کی طرح اس کے سارے وجود کو کھینچ رہی تھی۔ بچے کا کلیجہ نکال کر اس نے چبانا شروع کر دیا۔ اب وہ ایک ایسی بلی کی طرح چپ چپ کر رہی تھی۔ جو بھوکی ہو اور چھیچھڑے کھا رہی ہو۔

اسی وقت لیلا وہاں پہنچ گئی۔ ایک لمحے کو تو وہ یہ سمجھ ہی نہ پائی کہ یہ کیا ہو رہا ہے لیکن باقی کچھ تھا یا نہیں تھا لیکن بچے کا چہرہ اس کے سامنے تھا۔ باقی وجود کہیں بھی نہیں تھا۔ اب وہ زیادہ تر سنیتا کے معدے میں اتر چکا تھا۔ لیلا کی دلخراش چیخ فضا میں گونجی اور اس کے بعد وہ ایک بھیانک ناگن کی طرح سنیتا پر ٹوٹ پڑی اور اس نے سنیتا کے بال پکڑ لیے اور چیخنے لگی۔

''تیرا ستیاناس..... تیرا ستیاناس..... اے بھگوان تُو نے یہ کیا کر ڈالا۔''

سنیتا نے اسے گردن اٹھا کر دیکھا لیکن اس وقت کوئی انسان لیلا کے سامنے نہیں تھا۔ بلکہ ایک بھوکا بھیڑیا اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ جو کہ انسان تھا ہی نہیں۔ اس نے پوری قوت سے لیلا کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کیا اور لیلا چھ فٹ اچھل کر پیچھے جا گری۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگی۔ اس کی چیخوں کی آوازیں دور دور تک گونج رہی تھیں اور چاروں طرف روشنی ہوتی جا رہی تھی۔ پھر یہ آوازیں اُبھرنے لگیں۔

''کون ہے؟ کیا ہے؟''

''ہے بھگوان جلدی آؤ۔'' لیلا نے کہا اور بہت سے لوگ اس طرف دوڑ پڑے سنیتا اس وقت جس کیفیت میں تھی اس صورت میں اس کے اندر خاصی چالاکی پیدا ہو جاتی تھی۔ چنانچہ اس نے اس صورتِ حال کو سمجھا اور پھر دوسرے ہی لمحے اس نے ایک لمبی دوڑ لگا دی۔ لیلا چیخ رہی تھی۔

لوگ صورتِ حال کو سمجھ نہیں پا رہے تھے لیکن کچھ دیر کے بعد کچھ لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ کیا قصہ ہے۔

لیلا مسلسل چیخ رہی تھی۔ ''ہائے رام میرا بچہ..... ہائے رام میرا بچہ..... وہ گئی..... پکڑو اسے..... پکڑو۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہت سے لوگ سنیتا کی جانب دوڑ پڑے لیکن سنیتا اس وقت دوڑنے میں بھی باکمال ہوا کرتی تھی۔ وہ کسی ہرنی کی طرح چھلانگیں لگاتی ہوئی دوڑ رہی تھی۔

لوگ اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے لیکن یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس کی گرد کو بھی نہیں پا سکیں گے۔ بہت دور تک انہوں نے اس کا پیچھا کیا۔

ادھر لیلا تھی جو پچھاڑیں کھا رہی تھی اور سب سے بُری حالت بے چارے ست پرکاش کی تھی۔ جو آنکھیں پھاڑے ہر ایک کو دیکھ رہا تھا۔ لیلا بہرحال ایک مضبوط اعصاب کی عورت معلوم ہوتی تھی۔ اپنے بچے کو ایسی حالت میں دیکھ کر کوئی اور ماں ہوتی تو اس کا کلیجہ پھٹ جاتا اور وہ وہیں چیخ کر گر پڑتی۔ لیکن لیلا نے اپنے آپ کو سنبھالا ہوا تھا۔ پھر اس نے لوگوں کو بتایا کہ کس طرح سنیتا نے اس کے بچے کا جیون لے لیا۔ لوگوں نے حیرت سے بچے کی لاش دیکھی اور جب لاش دیکھی تو کانپ گئے۔

ادھر ست پرکاش حیران پریشان کھڑا ہوا صورتِ حال معلوم کر رہا تھا۔ دفعتاً ہی لیلا کی نگاہ ست پرکاش پر پڑی اور اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔

''نہیں چھوڑوں گی پاپی..... نہیں چھوڑوں گی۔ میرا بچہ..... میرا بچہ.....'' یہ کہہ کر اس نے قریب ہی پڑا ہوا لکڑی کا ایک ڈنڈا اٹھا لیا اور اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر ست پرکاش کے سر پر دے مارا اس نے یہ ڈنڈا اس وقت اس قوت سے مارا تھا کہ ست پرکاش کا بھیجا باہر نکل پڑا اس کے منہ سے چیخ بھی نہیں نکل سکی تھی۔

اتنی دیر میں کہ لوگ لیلا کو روکتے لیلا نے کئی مزید وار ست پرکاش پر کیے لیکن ست پرکاش پر تو پہلا ہی وار کامیاب ہو گیا تھا۔ اس طرح وہ بے چارا زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ ایک عجیب حادثہ رُونما ہوا تھا۔

ست پرکاش بد بخت کی موت اسی طرح لکھی ہوئی تھی لیکن وہ جو اس کی موت کا کارن تھی۔ دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ لوگ اب اس کے پیچھے تھے لیکن اب وہ اس کی گرد کو بھی نہیں پا رہے تھے وہ کسی ایسے گھوڑے کی مانند دوڑ رہی تھی جس کے سوار نے اسے بے لگام چھوڑ دیا ہو۔ اس کی رفتار بے پناہ تیز تھی۔ وہ تھکے بغیر دوڑی چلی جا رہی تھی۔ نہ راستے کا کوئی اندازہ تھا نہ سمت کی کوئی پرواہ، اونچی اونچی چٹانیں آتیں تو وہ ان کو اس طرح پھلانگ جاتی جیسے کوئی گھوڑا چھلانگ لگا رہا ہو۔

کئی گھنٹے اسی طرح گزر گئے۔ کچھ وقت کے بعد اس نے اپنے سامنے ایک انوکھی عمارت دیکھی ٹوٹا پھوٹا کھنڈر ویرانہ سا تھا۔ قرب و جوار کی پتھریلی چٹانوں کے علاوہ اور کچھ نظر

نہیں آتا تھا بلکہ یہ کھنڈر نما عمارت جو تھی وہ بھی انہی پتھر کی چٹانوں سے بنی ہوئی تھی۔ آس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ سنیتا نے سوچا یہاں کچھ دیر آرام کر لیا جائے اس کے بدن میں بے پناہ توانائی تھی اور وہ خوب طاقت محسوس کر رہی تھی۔ اپنی من پسند چیز کھانے کے بعد اس کے اندر جو قوت پیدا ہو جاتی تھی۔ اس وقت اگر کوئی اس قوت سے ٹکرانے کی کوشش کرتا تو اسے اپنی زندگی کا سب سے بھیانک تجربہ ہو سکتا تھا۔

بہرحال یہ ویرانہ سنیتا کے لیے بڑی دلکشی کا باعث تھا۔ یہاں وہ بڑے سکون سے آرام کر سکتی تھی۔ اس کا تعاقب کرنے والوں کا تو اب کوئی نام و نشان نہیں تھا کون مائی کا لال تھا جو اتنا فاصلہ طے کر کے اس کے پیچھے آتا۔ پُرسکون جگہ تھی۔ سنیتا نے اپنے لیے ایک صاف ستھری چٹان منتخب کی جہاں وہ آرام سے لیٹ سکتی تھی اور اس کے بعد وہ گہری نیند سو گئی۔

نہ جانے کب تک سوتی رہی۔ اس وقت جاگی جب بارش کے قطرے اس کے چہرے پر پڑے۔ آسمان اَبر آلود ہو رہا تھا۔ بلکہ کالا ہو رہا تھا اور مدھم مدھم بوندوں کا آغاز ہو گیا تھا۔ سنیتا نے آنکھیں کھول کر قرب و جوار کے ماحول کو دیکھا اور اسے سمجھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن اسے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ ''ست پرکاش کہاں گیا؟ اور..... اور..... وہ..... کہاں ہے۔'' اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس چٹان پر کھڑے ہو کر چاروں طرف کے ویرانے کو دیکھا۔ پھر اس کا ذہن آہستہ آہستہ کام کرنے لگا۔ رات کے گزرے ہوئے واقعات اس کے ذہن میں اُتر رہے تھے۔

وہ ایک ایک لمحہ یاد کر رہی تھی۔ ''ہائے رام..... یہ تو بُرا ہوا۔ ست پرکاش وہاں پھنس گیا ہوگا۔ یہ میں نے کیا کیا۔'' بہت دیر تک وہ ست پرکاش کے بارے میں سوچتی رہی پھر اداس سی ہو کر چٹان پر بیٹھ گئی۔ یہ تو بہت ہی بُرا ہوا۔ ایک ست پرکاش ہی کو تو جیون کا ساتھی چنا تھا۔ وہ بھی جدا ہو گیا۔

بستی والوں نے ظاہر ہے۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا ہوگا لیکن میں کیا کرتی اس بچے کو دیکھ کر پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا۔ آہ..... چاند بھی نکلا ہوا تھا۔ یہ سب کچھ تھا۔ وہ بہت دیر تک سوچتی رہی اس کے بعد ٹھنڈی سانس لے کر اس نے سوچا کہ چلو اور کچھ ہوا نہ ہوا کم از کم اس خوفناک ماحول سے تو نجات ملی۔ جس میں وہ پھنسی ہوئی تھی۔

☆=======☆=======☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دھرم راج کے گھر سے اس محل یا حویلی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بھلا دولت کا مجھے کیا کرنا ہے لیکن میرے جیون میں تو کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ تنہا..... ویران..... اکیلی زندگی۔ یہ ماحول تو ایسا لگتا ہے جیسے میرے جیون کی طرح ہو۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا اور اس کے بعد نگاہیں دوڑانے لگی۔ عجیب سا کھنڈر تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے جگہ جگہ پتھروں نے ہوا کی تراش سے متاثر ہو کر یہ عمارت تخلیق کی ہو۔ انسانی ہاتھوں کا کارنامہ تو لگتا ہی نہیں تھا۔ دیکھوں تو سہی۔ اندر سے کیسا ہے؟ سنیتا نے سوچا اور پھر جو کچھ گزری تھی۔ اسے بھول کر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور اس عمارت کے اندرونی حصے میں داخل ہو گئی۔ بہت بڑی عمارت نہیں تھی۔ بس ایک بڑا سا لان اور ایک بڑا سا کمرہ بنا ہوا تھا۔ کمرے کا ماحول نیم تاریک سا تھا اور جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تو ایک دم چونک پڑی۔ ایک شخص اسے نظر آیا جو کھڑا ہوا اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ یہاں اس ویران ماحول میں اس شخص کو دیکھ کر سنیتا کو حیرت کا احساس ہوا۔ پھر وہ سمجھ گئی۔ تب ہی اس آدمی نے کہا۔ ''کون ہو تم؟ آگے آؤ۔''

سنیتا کچھ لمحے سوچتی رہی۔ پتہ نہیں کون ہے؟ کیا چاہتا ہے؟ لیکن کیا بگاڑ لے گا اس کا؟ اس وقت سنیتا جس کیفیت میں تھی۔ اس میں اس کے دل میں خوف کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ نیا نیا انسانی خون پیا تھا۔ وہ آگے بڑھتی چلی گئی اور اس شخص کے پاس پہنچ گئی۔

وہ ایک جوان آدمی تھا۔ اچھی شکل و صورت کا مالک تھا لیکن وہ پتھر کی ایک چٹان میں آدھا گھسا ہوا تھا۔ ''کون ہو تم؟ یہاں کہاں سے آ گئیں؟'' اس نے سوال کیا۔

''یہی سوال میں تم سے کر سکتی ہوں۔''

''کیا؟''

''یہی کہ تم اس پتھر میں گھسے کیا کر رہے ہو؟''

''میں پتھر میں گھسا ہوا نہیں بلکہ میرا آدھا جسم پتھر کا ہے۔''

''کیا؟'' سنیتا حیرت سے بولی۔

''تم یقین کرو۔ چھو کر دیکھ لو۔ میرا آدھا جسم پتھر کا ہے۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ لیکن تم کون ہو؟''

''سنیتا ہے میرا نام۔''

''یہاں کیسے آ گئیں؟''

''بس! جیسے بھی آ گئی۔ مگر تم جو کچھ کہہ رہے ہو، وہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔''

''ہاں! بہت عرصے کے بعد مجھے کسی انسان سے بات کرنے کا موقع ملا ہے۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ تمہیں واقعی سمجھ نہیں آئے گا۔''

''تم زندہ کیسے ہو؟''

''بس! میں نہیں جانتا، میں کیسے زندہ ہوں۔''

''کتنے عرصے سے اس حالت میں ہو؟''

''بہت زیادہ دن نہیں ہوئے۔''

''کھاتے پیتے کیا ہو؟''

''کچھ نہیں۔''

''یہی تو میں پوچھ رہی ہوں کہ پھر زندہ کیسے ہو؟''

''بس! یہ میں نہیں جانتا۔ تم یہ سمجھ لو کہ میں ایک جادو کے پھیر میں پھنس گیا ہوں جس سے نکلنا اب میرے لیے ممکن نہیں رہا اور شاید یہی وجہ ہے کہ مجھے کھانے پینے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی۔''

''جھوٹ بول رہے ہو؟''

''دیکھو لڑکی! تم جو کوئی بھی ہو۔ مجھے تم سے کوئی غرض نہیں ہے۔ بس انسانیت کے نام پر میں تم سے تھوڑی سی ہمدردی چاہتا ہوں اور کچھ نہیں تو کم از کم مجھ سے تھوڑی سی باتیں ہی کر لو۔''

''سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے تمہاری بات پر یقین ہی نہیں ہے۔''

''تو تم یوں کرو۔ وہ سامنے دیکھو پتھر کا موٹا سا ٹکڑا پڑا ہوا ہے۔ اسے اٹھا کر میرے ننگے بدن پر جتنی قوت سے مار سکتی ہو مارو اگر تم اس پتھر کو توڑ دو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ میرا بدن ہے۔''

''تعجب کی بات ہے۔'' سنیتا نے تعجب سے اسے دیکھا پھر بولی۔ ''کسی جادوگر کے پھیر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں پھنس گئے ہو کیا؟''

''ہاں۔''

''کون ہے وہ؟''

''سامری۔''

''سامری کون؟''

''سامری کی کہانی بڑی عجیب ہے۔''

''اگر بتانا چاہو تو مجھے بتاؤ۔''

''ہاں! میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔ بہت عرصے سے میرے سینے میں یہ ایک کہانی پک رہی ہے اور میں سوچ رہا تھا کہ کاش اسے سننے والا ملے۔''

''بتاؤ تم مجھے بتاؤ۔''

''بہت پرانی بات ہے۔ میں ایک اچھی خاصی زندگی گزار رہا تھا۔ میرا نام راجو ہے ریلوے سٹیشن پر قلی کا کام کرتا تھا۔ اچھے خاصے بدن کا مالک تھا۔ ساری باتیں اپنی جگہ تھیں لیکن میرے دل میں ایک خواہش تھی۔ کہیں سے دولت کماؤ۔ مسافر گاڑیوں سے اترتے تھے۔ تو میں ان کا سامان لے کر باہر جاتا تھا۔ اس وقت بھی میرے دل میں بُرائی ہی رہتی تھی۔ میں سوچتا تھا کہ مجھے کوئی ایسا بوڑھا مسافر ملے جس کے پاس نوٹوں کا بھرا ہوا بیگ ہو۔ وہ بیمار ہو۔ بیگ مجھے دے اور کہے کہ فلاں جگہ پہنچا دو۔ تو پھر راستے میں مر جائے۔ کبھی میں سوچتا کہ ریل کے کسی ڈبے میں سیٹ کے نیچے زیورات سے بھرا ہوا صندوق مل جائے۔ بس یہی میرے دل میں خواہش رہا کرتی تھی۔ ایک دن صبح کا وقت تھا۔ ٹرین آ کر رکی تھی۔ ایک بیگم صاحبہ مجھے ملیں۔ ان کے پاس ایک چھوٹا سا اٹیچی کیس اور معمولی سا سامان تھا۔ مجھے لے کر باہر آئیں اور پھر انہوں نے کہا۔ ''قلی میرے ساتھ چلے گا؟''

''جی..... بیگم صاحبہ! میں سمجھا نہیں۔''

''یہ سامان لے کر میرے ساتھ چلے گا؟''

''کہاں؟''

''جہاں میں لے جاؤں گی۔''

''مگر ہماری تو یہاں ڈیوٹی ہے جی۔''

''یہ ڈیوٹی تو کیوں کر رہا ہے؟''

''ڈیوٹی تو ڈیوٹی ہوتی ہے بیگم صاحبہ۔''

''وہ تو ہوتی ہے۔ مگر پیسوں کے لیے کام کرتا ہے نا تُو؟ پیٹ کے لیے کرتا ہے نا یہ کام؟''

''ہاں جی۔''

''اگر میں تجھے نوٹوں کے اتنے ڈھیر دے دوں کہ تجھے ساری زندگی کچھ کرنے کی ضرورت نہ پیش آئے تو کیا تجھے یہ بات پسند نہیں آئے گی؟''

''کیوں پسند نہیں آئے گی بیگم جی! بھلا کس انسان کی خواہش نہیں ہوتی کہ اسے بڑی سے بڑی رقم مل جائے۔''

''تو پھر چل میرے ساتھ۔''

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ بیگم صاحبہ کوئی سر پھری معلوم ہوتی ہیں۔ دے رہی ہیں تو کیوں نہ لے لیا جائے۔ چنانچہ میں نے ان سے وعدہ کر لیا۔ ہم باہر نکل آئے۔ باہر آ کر بیگم نے ایک کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ بس میں کیا بتاؤں، کیا لگ رہا تھا مجھے کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا میں کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ یہ کار بھی کیا چیز ہوتی ہے۔ بیٹھ کر ہی انسان کو مزہ آتا ہے ہم سفر کرتے رہے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ فاصلہ کتنا طے ہو گیا ہے۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ اگر بیگم صاحبہ جی نے واقعی کوئی بڑی رقم دے دی تو میری آئندہ زندگی کیسی گزرے گی؟ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ کار جن کھنڈرات میں داخل ہو رہی تھی وہ تو بہت ہی پرانے تھے اور میں اس طرف کبھی نہیں آیا تھا لیکن یہ اندازہ مجھے اچھی طرح ہو گیا تھا کہ بستی بہت پیچھے رہ گئی ہے اور یہ کھنڈرات بستی سے بہت دور ہیں لیکن بہر حال بڑے لوگوں کی باتیں بڑی ہی ہوتی ہیں۔ جہاں ان کا دل چاہے رہیں، کون انہیں روک سکتا ہے؟ کار کھنڈرات میں داخل ہو گئی۔ اور یہاں پہنچنے کے بعد میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ سامنے کے حصے بے شک ٹوٹے ہوئے تھے لیکن اندر جو کالی کالی عمارت نظر آ رہی تھی وہ تو بالکل مضبوط تھی۔ میں نے زبان سے تو کچھ نہ کہا لیکن حیرانی سے اس راستے کو دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ کار ایک ایسے دروازے کے سامنے آ کر رُک گئی جہاں لکڑی کا ایک بہت بڑا پھاٹک لگا ہوا تھا اور اس میں پیتل کی کیلیں جڑی ہوئی تھیں۔ پھاٹک کے نیچے ایک کھڑکی سی تھی اور جب بیگم صاحبہ نے مجھے نیچے اُترنے کے لیے کہا تو میں حیران حیران سا نیچے اترا اور سامان اٹھا کر اندر چل پڑا۔ وہاں بڑی ٹھنڈک تھی۔ زمین صاف شفاف۔ راستہ ایسا کہ دیکھیں تو دل خوش ہو جائے لیکن مجھے بہت عجیب سا محسوس ہو رہا تھا اندر کا ماحول واقعی بڑا صاف ستھرا تھا لیکن مجھے یہ حیرت ہو رہی تھی کہ یہ اتنی اچھی بیگم صاحبہ یہاں کیسے رہتی ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہاں تو کوئی اور بھی نظر نہیں آ رہا۔ بالکل خاموش اور سنسان سی کیفیت یہاں پھیلی ہوئی تھی۔

آخر کار بیگم صاحبہ ایک دروازے کے سامنے رکیں اور انہوں نے مجھے کہا۔ ''آؤ! سامان لے کر اندر آ جاؤ۔'' یہ کہہ کر انہوں نے دروازہ کھولا اور آگے بڑھ گئیں۔ اس کے بعد مجھے جو راستہ طے کرنا پڑا وہ ایسی جگہ سے گزرتا تھا جو نیچے ڈھلان میں تھا۔ میں نے حیرت سے بیگم صاحبہ کو دیکھا اور بولا۔ ''کتنی دور اور جانا ہوگا جی؟''

''کیا سامان بہت وزنی ہے؟ چلا آ میرے ساتھ۔'' بیگم صاحبہ نے کسی قدر ناگواری سے کہا اور میں خاموشی سے آگے بڑھتا رہا۔ ڈھلان تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ لیکن نہ جانے کیوں اب میرے حواس خراب ہوتے جا رہے تھے۔ یہ کیسا گھر ہے؟ کیا بڑے لوگ ایسے گھروں میں رہتے ہیں؟ یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ ڈھلان ختم ہوئی اور میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جو بہت بڑی جگہ تھی۔ میں نے کسی ایسے کمرے کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ یہاں عجیب و غریب چیزیں رکھی ہوئی تھیں لیکن ایک دیوار کے ساتھ کچھ نظر آ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر میری روح ہی فنا ہو گئی۔ یہ انسانی ڈھانچے تھے۔ چمکدار انسانی ڈھانچے۔ جو دیوار کے ساتھ اس طرح لگے ہوئے کھڑے تھے جیسے زندہ انسان تھے۔ میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''یہ کیسی جگہ ہے بیگم جی؟''

''بکواس مت کر ادھر آ۔'' اب بیگم صاحبہ کا لہجہ بدل گیا تھا۔

''مجھے ڈر لگ رہا ہے جی۔''

''تو پھر مر جا۔''

''وہ جی مگر..... یہ جگہ ہی عجیب ہے۔''

''سن تجھے اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے۔ دولت چاہیے یا نہیں؟''

''نہیں جی! ایسی دولت نہیں چاہیے جی۔ جو دینا ہے وہ دو جی۔ آگے نہیں جاؤں گا۔''

''بکواس کر رہا ہے۔''

''یہ..... یہ کیا ہے جی! یہ تو انسانی ڈھانچے ہیں۔''

''ہاں ہیں..... تو پھر؟''

''مم..... مگر یہ.....''

''دیکھ میری بات سن! میں تجھے کچھ دینا چاہتی ہوں چل ادھر آ اس پتھر پر آ جا۔ تجھے جو کچھ دینا ہے نکال کر دے رہی ہوں۔''

''بیٹھوں گا نہیں جی! کھڑا ہوا ہوں۔ جو کچھ دینا ہے، دے دو۔'' میں نے خوفزدہ لہجے

میں کہا۔

بیگم صاحبہ مجھے گھورنے لگیں پھر انہوں نے کہا۔ ''نام کیا ہے تیرا؟''

''راجو۔''

''ہونہہ..... راجو! میری بات سن اگر تُو نے میری باتیں مان لیں تو یوں سمجھ لے کہ تجھے زندگی کی ایسی شاندار چیزیں ملیں گی کہ تُو حیران رہ جائے گا۔''

''دیکھو بیگم صاحبہ جی! ہم نہ جانے کیوں آپ کے دھوکے میں آ گئے۔ ہمیں تو بس اتنا چاہیے جی کہ ہماری زندگی آرام سے گزر سکے۔''

''جھوٹ بولتا ہے تُو۔ ساری زندگی تو دوسروں کے مال پر نگاہیں جمائے رہا ہے۔ تُو نے دل میں سوچا ہے کہ کوئی نوٹوں سے بھرا ہوا صندوق بھول کر چلا جائے۔ تُو نے دل میں سوچا ہے کہ مجھے ریل کی سیٹوں کے نیچے سے زیورات سے بھرا ہوا کوئی صندوق مل جائے۔ تُو ہمیشہ امیر بننے کا خواب دیکھتا رہا ہے اور اب میرے سامنے جھوٹ بول رہا ہے۔''

میرا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔ میں نے پھٹی پھٹی آواز میں کہا۔ ''بیگم صاحبہ جی! آپ کو یہ باتیں کیسے معلوم ہیں؟''

''مجھے جو کچھ تیرے بارے میں پتا ہے وہ غلط نہیں ہے اور تُو ایک بات سن بس میں تجھے کچھ دینا چاہتی ہوں کیا تُو یہ نہیں جانتا کہ کچھ حاصل کرنے کے لیے محنت کرنا پڑتی ہے؟''

''وہ تو ساری باتیں ٹھیک ہیں بیگم صاحبہ جی! مگر آپ کون ہو؟ یہ جگہ بڑی عجیب ہے۔ ہمیں بس اس سے ڈر لگ رہا ہے۔''

''اس پتھر پر بیٹھ جا میں ابھی تھوڑی دیر میں واپس آتی ہوں۔'' انہوں نے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گئیں۔ میں تو حیرت سے پریشان کھڑا ہوا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ میرے دل کی بات بیگم صاحبہ کو کیسے معلوم ہوئی؟ بہت بڑا دماغ نہیں تھا میرا بی بی! بہرحال، وہ تو واپس چلی گئیں اور میں پریشانی کے عالم میں اس پتھر پر جا بیٹھا۔ میرے دل میں بہت بُرے بُرے خیالات آ رہے تھے لگ رہا تھا کسی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ بہرحال ایک بار پھر میری نظر ڈھانچوں پر پڑی تو خوف سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ساری ہی باتیں عجیب و غریب تھیں۔ آخر یہ ڈھانچے یہاں کیوں رکھے ہوئے ہیں؟ پتہ نہیں بیگم صاحبہ کوئی جادوگرنی ہے۔

پانچ منٹ..... دس منٹ..... اور پھر ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اب میری حالت بہت بُری ہو رہی تھی۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے کی طرف بھاگا۔ اب کچھ ملے یا نہ ملے یہاں سے نکل بھاگنا بہت ضروری ہے۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ کوئی مصیبت میرے سر پر آن پڑی

ہے۔ میں آگے بڑھ کر اس جگہ پہنچا جہاں سے گزر کر یہاں آیا تھا لیکن شاید غلط جگہ آ گیا تھا۔

یہاں تو صرف ایک دیوار تھی اور اس دیوار میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ مگر بیگم صاحبہ تو یہاں سے ہی گئی ہیں۔ مجھے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی؟ میں نے سوچا اور دیوار کو ٹٹول ٹٹول کر دروازہ تلاش کرنے لگا۔ اب تو میرا دل چاہ رہا تھا کہ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگوں کوئی دروازہ یہاں موجود نہیں تھا۔ میں نے چیخ کر کہا۔ ''بیگم صاحبہ جی! مجھے نکالو یہاں سے۔ میں مر جاؤں گا۔ بیگم صاحبہ جی! مجھے نکالو یہاں سے..... تمہیں اللہ کا واسطہ۔'' اچانک ہی مجھے ہنسی کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز پیچھے سے آئی تھی۔ میں چونک کر پلٹا۔ میں نے سوچا شاید کوئی دروازہ اِدھر ہے لیکن پھر یہ دیکھ کر مجھ پر غشی سی طاری ہونے لگی کہ ہنسنے والا ان ڈھانچوں میں سے ایک تھا۔ وہ منہ کھول کھول کر ہنس رہا تھا۔ کسی ڈھانچے کو میں نے پہلی بار میں نے ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔ میری آنکھیں بند ہونے لگیں اور میں خوف سے دیوار سے لگ گیا۔ ڈھانچہ ہنس رہا تھا۔ پھر دوسرے ڈھانچے نے بھی ہنسنا شروع کر دیا اور اس کے بعد سارے ڈھانچے ہنسنے لگے۔ ان کے ہنسنے کی آوازیں بڑے ہال نما کمرے سے ٹکرا ٹکرا کر اُبھر رہی تھیں اور خوف سے میرا خون خشک ہو رہا تھا۔ میں نے حلق پھاڑتے ہوئے کہا۔

''جانے دو مجھے.....''

ڈھانچے اور زور سے ہنسنے لگے پھر اچانک ہی خاموش ہو گئے۔ میں اپنی جگہ سمٹا کھڑا رہا۔ اچانک ہی مجھے محسوس ہوا جیسے کمرے میں دھند سی ہو رہی ہے۔ سفید سفید دھند..... آہستہ آہستہ یہ دھند پورے کمرے میں پھیل گئی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرا دم گھٹ رہا ہو۔ میں نے اپنے ہاتھ گردن پر رکھ لیے۔ میری آنکھیں حلقوں سے باہر نکلنے لگیں۔ پتہ نہیں کیا ہو رہا تھا۔ آہستہ آہستہ میرے پیروں کی جان نکلنے لگی اور اس کے بعد میں زمین پر بیٹھ گیا۔ مجھے کوئی ہوش نہیں رہا تھا پھر نہ جانے کب ہوش آیا تھا۔ پورا بدن اس طرح اینٹھ رہا تھا جیسے شدید سردی میں پڑا رہا ہو۔ کافی دیر تک میں اسی عالم میں پڑا رہا۔ پھر میں نے اٹھنے کی کوشش کی مگر بدن ایک طرف لڑھک گیا۔ میرا سارا بدن اکڑ گیا تھا۔ رفتہ رفتہ میں نے ہاتھ پاؤں ہلانے شروع کر دیئے اور تھوڑی دیر کے بعد میری کیفیت بحال ہو گئی۔ پھر میں نے اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں۔ اور یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اب میں اس جگہ نہیں تھا جہاں وہ خوفناک ڈھانچے موجود تھے بلکہ یہ کوئی دوسری جگہ ہی تھی۔ بڑا اچھا کمرہ تھا۔ چھت اونچی تھی۔ کمرے کی دیواروں میں اینٹیں لگی ہوئی تھیں۔ سامنے کی سمت ایک دروازہ بھی نظر آ رہا تھا۔ میرے ذہن میں گزرے ہوئے خیالات گھومنے لگے۔ میں دل ہی دل میں اپنے آپ کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لعنت بھیجنے لگا۔ سچی بات یہ ہے کہ دولت کا لالچ انسان کو پاگل بنا دیتا ہے۔ کاش میں صرف ایک قلی رہتا۔ عزت سے جو روٹی ملتی، اسی پر گزارہ کرتا۔ وہ روٹی جو محنت اور عزت سے کمائی جائے، دنیا کی سب سے اچھی اور سب سے بہتر روٹی ہوتی ہے۔ کم از کم انسان اس کے حصول کے لیے کسی مصیبت کا شکار نہیں ہوتا جبکہ دولت کا لالچ اسے ہمیشہ ذلیل و خوار کرتا ہے۔ نہ صرف ذلیل و خوار کرتا ہے بلکہ کبھی کبھی زندگی کی مشکل بھی آن پڑتی ہے۔ بہت دیر تک میں انہی خیالات میں ڈوبا رہا۔ اپنے ساتھی قلی یاد آئے نہ جانے کتنا وقت گزر چکا تھا۔ وہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے۔ ہمارا ٹھیکیدار جو ہمیں تنخواہ دیا کرتا تھا اور جس کے پاس ہمیں حاضری لگانا پڑتی تھی۔ بڑا ہی سخت مزاج تھا۔ کوئی بغیر کہے سنے غائب ہو جاتا تو بس ٹھیکیدار مصیبت ہی ڈال دیتا تھا۔ اتنی بُری طرح ڈانٹ ڈپٹ کرتا کہ بندے کا دم نکل کر رہ جائے۔ اب میں کیا کروں؟

میں نے دل میں سوچا۔ بہرحال اپنی جگہ سے اٹھا اور اس دروازے کی طرف چلا گیا جو مجھے نظر آ رہا تھا۔ یہ کسی اچھے درخت کی لکڑی کا دروازہ تھا جس پر عجیب و غریب نقش و نگار بنے ہوئے تھے لیکن وہ باہر سے بند تھا۔ میں نے اسے خوب ہلایا جلایا لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ دروازہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔ اس دروازے کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں سے باہر نکلا جا سکے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے اس بات کا احساس ہو گیا کہ میں یہاں ایک قیدی کی حیثیت رکھتا ہوں۔ بہرحال یہ سارا معاملہ بڑا ہی سنسنی خیز تھا۔ اچانک ہی میری نگاہیں دیوار پر پڑیں۔ دیواروں پر کچھ تصاویریں آویزیں نظر آ رہی تھیں۔ یہ سب عجیب و غریب تصویریں تھیں اور مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ زندہ ہوں۔ بھیانک تصویریں جو دیوار پر لگی ہوئی تھیں کسی ایسے رنگ سے بنائی گئی تھیں جو چمکتا تھا لیکن حیرانی کی بات یہ تھی کہ جو تصویریں میری نگاہوں کے سامنے تھیں ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور چند لمحوں کے بعد جب میں نے ان پر غور کیا تو مجھے وہ آنکھیں بند محسوس ہوئیں۔ میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان تصویروں کو دیکھا اور دوسرے لمحے میرے سارے جسم میں دہشت کی شدید لہر دوڑ گئی۔ میں نے صاف دیکھا تھا کہ وہ تصویریں ایک دوسرے کو اشارہ کر رہی تھیں اور مسکرا رہی تھیں۔ ان کا انداز بالکل ایسا تھا جیسے زندہ افراد ہوں اور ایک دوسرے سے باقاعدگی کے ساتھ توجہ ہو رہی ہوں۔ دیواروں پر سرسراہٹیں بھی محسوس ہو رہی تھیں۔ میرے خدا! میرا دل خوف و دہشت سے بند ہوتا جا رہا تھا۔

زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ اچانک ہی دروازے پر آہٹ سی ہوئی۔ اس کے بعد دروازہ کھلا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور میں نے دیکھا کہ چار افراد اپنے کندھے پر ایک تابوت اٹھائے اندر آئے۔ میں خوف و دہشت سے ایک طرف کھڑا آنے والوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سیاہ رنگ کے لمبے لبادے اوڑھے ہوئے تھے اور ان کے چہرے ان لبادوں میں ڈھکے ہوئے تھے۔ سارے کا سارا ماحول سنسنی خیز تھا۔ میرے دل میں صرف ایک ہی احساس اُبھر رہا تھا اور وہ یہ تھا کہ کاش میں بھی دوسرے قلیوں کی مانند زندگی گزارتا اور کوشش کرتا کہ جو کچھ مجھے محنت سے مل جائے وہی میری زندگی کا مقصد بن جائے لیکن دولت کے حصول کی کوشش نے آخرکار مجھے زندہ درگور کر دیا تھا۔

تابوت کا ڈھکن کھول دیا گیا۔ میری نگاہیں بے اختیار اس تابوت پر پڑیں اور میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ یہ میری آنکھوں کی خرابی ہے۔ یا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں، وہی حقیقت ہے آہ، میرے خدا! کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ تابوت میں تو میں لیٹا ہوا تھا ہاں..... یہ میں ہی تھا۔ وہ میرا ہی جسم تھا۔ میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتی تھیں۔ یہ میرا اپنا وجود تھا۔ میں نے دہشت زدہ انداز میں اپنے بدن کو ٹٹول کر دیکھا۔ اگر میں اس تابوت میں لیٹا ہوں تو یہ کیا ہے جو میرے وجود میں تھا؟ لیکن میرا اپنا جسم میرا تھا۔ لازمی بات تھی کہ تابوت میں جو انسانی جسم لیٹا ہوا ہے وہ کسی اور کا ہی ہے۔ البتہ مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا کہ وہ زندہ ہے یا مُردہ۔ وہ چاروں جو اس تابوت کو لے کر آئے تھے خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ نہ جانے ان کے ذہنوں میں کیا سوچ تھی؟ ان کے نقوش تو میری آنکھوں کے سامنے تھے نہیں کہ میں ان کے حقیقت کو سمجھتا۔

پھر اچانک ہی اس کمرے کی اندرونی دیوار میں ایک خلا پیدا ہوا۔ اس کی آواز اتنی زوردار تھی کہ مجھے چونک کر اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ پھر میں نے انہی بیگم صاحبہ کو دیکھا جو مجھے یہاں لے کر آئی تھیں۔ وہ اس خلا سے اندر آ رہی تھیں لیکن ان کا چہرہ..... اچانک مجھے احساس ہوا کہ اس چہرے پر کوئی بہت ہی خاص بات ہے۔ ہاں..... خاص بات تو تھی چہرہ بالکل وہی تھا لیکن ان کی آنکھوں کی سیاہ پتلیاں غائب تھیں اور وہ جس طرح چل رہی تھیں وہ بھی حیرت انگیز بات تھی۔ مجھے یوں لگا جیسے اس کے قدم نہ اٹھ رہے ہوں بلکہ وہ کسی مشینی انداز میں آگے بڑھ رہی تھی۔ میرے خدا! کیا ہے یہ سب کچھ؟ میں کس جال میں پھنس گیا ہوں؟ میں نے سوچا۔

بہرحال! وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھیں اور تھوڑی دیر کے بعد اس تابوت کے پاس جا کھڑی ہوئیں۔ چاروں لبادہ پوش بھی اسی طرح کھڑے ہوئے تھے۔ بیگم صاحبہ نے ایک لبادہ پوش کی جانب دیکھا اور پھر اپنا ہاتھ پھیلا دیا۔ اس شخص نے اپنے لمبے لباس سے ایک لمبی سی نوکیلی چھری نکال کر بیگم صاحبہ کو دے دی۔ یہ چھری خنجر نما تھی۔ یعنی عجیب و غریب انداز کی بنی

ہوئی تھی۔ اس پر لگا ہوا دستہ بے حد چمکدار تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس میں ہیرے جڑے ہوں۔ بیگم صاحبہ نے دونوں ہاتھوں سے وہ چھری یا خنجر پکڑا اور تابوت کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔

نہ جانے کیوں مجھے یہ خوف محسوس ہونے لگا کہ کہیں مجھے قتل نہ کر دیا گیا ہو لیکن میں تابوت میں تھا ہی کہاں۔ میں تو اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ تابوت میں تو میرے جیسا ایک بدن لیٹا ہوا تھا۔ خدا کی پناہ کوئی بہت ہی بڑا طلسمی چکر تھا جس میں مَیں پھنسا ہوا تھا۔ بیگم صاحبہ سیدھی کھڑی ہو گئیں۔ وہ بڑے اچھے نقوش کی مالک تھیں۔ پھر اچانک ہی انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے اور پھر پوری قوت صرف کر کے انہوں نے وہ لمبا خنجر تابوت میں لیٹے ہوئے میرے بدن کی گردن میں داخل کر دیا۔ مجھے اچانک ہی اپنی گردن میں شدید تکلیف کا احساس ہوا۔ میرے حلق سے دہشت بھری آواز نکل گئی۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن پکڑ لی لیکن نہ تو ان میں سے کوئی میری دہشت بھری آواز پر متوجہ ہوا اور نہ ہی کسی نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ مجھ پر کیا گزری ہے۔ میری گردن میں شدید تکلیف ہو رہی تھی اور مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ نوکیلا خنجر میری گردن میں ہی پیوست ہوا ہو۔

بیگم صاحبہ نے دوسرے آدمی کی طرف رُخ کر کے اسے دیکھا اور اس شخص نے دوسرا خنجر ان کے حوالے کر دیا۔ بیگم صاحبہ نے دوسرا خنجر میرے عین سینے میں ترازو کر دیا تھا اور پھر اچانک ہی میرا سر چکرانے لگا۔ میری آنکھیں خوف سے بند ہوئی جا رہی تھیں۔ مجھے اپنے سینے میں بھی تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ بہت دیر تک میں نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ پھر اچانک ہی میرے شانوں، پیشانی، دونوں پاؤں کی ہتھیلیوں اور پیروں میں سخت تکلیف ہونے لگی اور میں درد و کرب سے کراہنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں زمین پر لیٹ گیا۔ مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے پورے بدن کا خون زمین پر بہہ رہا ہو۔ حالانکہ تابوت میں لیٹے ہوئے جسم سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔ البتہ میری آنکھیں سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ اسی جگہ خلا دوبارہ نمودار ہوا اور وہ بیگم صاحبہ اسی خلا میں داخل ہو گئیں۔ کچھ دیر کے بعد وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ دیوار بالکل اپنی پہلے جیسی کیفیت میں واپس آ گئی تھی۔ ان چاروں افراد نے وہ تابوت اٹھایا اور کندھے پر رکھ کر باہر نکل گئے۔ دروازہ باہر سے بند ہو گیا۔ جیسے ہی وہ دروازے سے باہر گئے، میرے جسم کی تمام تکلیف ختم ہو گئی۔

پے در پے خوفناک واقعات نے مجھ سے میری دماغی صلاحیتیں چھین لی تھیں۔ میں خوف و ہراس کے عالم میں اپنی جگہ کافی دیر تک اسی طرح لیٹا رہا تھا۔ دل و دماغ کی بڑی عجیب کیفیت ہو رہی تھی۔ کیا سے کیا ہو گیا تھا۔ نہ جانے وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب میں ریلوے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سٹیشن پر اس جادوگر عورت کے جال میں پھنسا تھا۔ کاش! میں اس کا سامان باہر رکھ کر اس سے اپنی مزدوری مانگتا اور اگر وہ کچھ اور کہتی تو میں لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کر لیتا اور کہتا دیکھو یہ جادوگر عورت مجھے اپنے ساتھ کہاں لیے جا رہی ہے۔ صورتِ حال سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

پھر اچانک ہی مجھے آیا کہ میں نہ جانے کب سے بھوکا ہوں۔ بھوک کے احساس نے جیسے میرے دل و دماغ پر عجیب سی نقاہت پیدا کر دی۔ میری آنکھیں بند ہونے لگیں اور میں ایک بے ہوشی کی سی کیفیت کا شکار ہو گیا۔

اچانک ہی کسی نے میرا شانہ جھنجھوڑ کر کہا۔ ''راجو..... اوراجو! اٹھے گا نہیں کیا؟ دیکھ رہا ہے کیا ٹائم ہو گیا ہے اور تُو ابھی تک سو رہا ہے۔ دو گاڑیاں نکل چکی ہیں فیضان چاچا کہہ رہے تھے کہ شاید تیری طبیعت خراب ہے۔''

یہ الفاظ میرے ساتھی قلی اکرام خان کے تھے۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اکرام خان میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ اس کے جسم پر سرخ وردی تھی اور اس پر 62 نمبر کا بیج لگا ہوا تھا۔ میرا دل خوشی سے اُچھل پڑا۔ اکرام خان بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لیکن پھر بڑی زور کا چکر آیا تھا۔ میں نے اس سے کچھ نہ کہا اور اپنی جگہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''آہ..... میرے خدا! اتنی خوشی کی بات ہے کہ میں ہوش و حواس کی دنیا میں واپس آ گیا ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ سب کچھ ایک خواب تھا لیکن خواب..... کیسا خواب.....؟ اور یہ سب کچھ.....؟ البتہ ان تمام باتوں کو سوچنے سے دماغ دکھنے لگا تھا۔

میں نے سوچا کہ پہلے کچھ کھانے پینے کی بات کروں۔ تھوڑے ہی فاصلے پر چائے کا سٹال کھلا ہوا تھا۔ اکرام خان مجھے جگا کر چلا گیا تھا۔ میں نے اپنی جیب میں دیکھا، کچھ نوٹ رکھے ہوئے تھے۔ یہ نوٹ پہلے بھی میری جیب میں موجود تھے۔ میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ میں جن سارے واقعات سے گزرا تھا۔ پھر اس کے بعد اچانک ہی میری جان اس جادوگرنی سے کیسے چھوٹ گئی؟ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح گرتا پڑتا سٹال تک پہنچا اور سٹال والے سے کہا۔ ''لاؤ بھائی! جلدی سے چائے دے دو اور تھوڑے سے بسکٹ نکال دو۔''

اس وقت چونکہ کوئی ٹرین نہیں آئی تھی اور پلیٹ فارم کا ماحول سنسان تھا چائے والے نے جس کا نام جمشید خان تھا چائے کی پیالی میں چائے انڈیلی اور تین چار بسکٹ نکال کر پلیٹ میں رکھ کر میرے سامنے کر دیئے۔ میں نے چائے کی پیالی اٹھا کر چہرے کے قریب کی۔ اس سے ہلکی پھلکی بھاپ اٹھ رہی تھی۔ لیکن اس کا رنگ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے

پھٹ گئیں..... یہ بالکل خون کا رنگ تھا۔ میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس خونی رنگ کی چائے کو دیکھا اور حیرانی سے جمشید خان کو دیکھا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔

''جمشید خان۔''

''ہاں..... کیوں، کیا بات ہے راجو بھیا؟''

''یہ چائے ہے؟''

''کہاں.....''

''یہ پیالی میں؟''

''ہاں..... چائے ہے۔''

''ذرا دیکھو تو اسے.....'' میں نے کہا اور چائے کی پیالی اس کی طرف بڑھا دی۔ اس نے چائے کی پیالی کو دیکھا اور بولا۔ ''کیوں! کیا بات ہے؟''

''یہ سرخ رنگ.....''

''سرخ رنگ؟''

''تو اور کیا؟''

''نہیں بھیا! سرخ رنگ کہاں ہے اس میں؟'' جمشید خان نے کہا۔

''کیا کہہ رہا ہے یار! ذرا اسے سونگھ کر تو دیکھ۔'' میں نے اسے کہا۔

''کیا ہو گیا ہے تجھے؟'' جمشید خان نے حیرانی سے کہا۔

''یار کمال کرتا ہے یا تو تیری آنکھیں خراب ہو گئی ہیں یا میری۔ یہ تو بالکل خون کے رنگ جیسی چائے ہے اور..... اور اس میں سے اٹھنے والی بدبو.....'' میں نے چائے میں سے اٹھنے والی بھاپ کو سونگھتے ہوئے کہا۔

''یار تیری کھوپڑی کچھ اُلٹ گئی ہے۔'' جمشید خان نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔

''تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ذرا اسے چکھ کر دیکھ۔'' میں نے کہا۔

جمشید خان نے چائے کی پیالی اٹھالی اور چائے کا ایک گھونٹ لیا اور پھر بولا۔ ''لے اب تُو بھی چکھ لے۔''

میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس خون کے رنگ والی چائے کو دیکھا۔ جمشید خان اسے دیکھ کر بالکل حیران نہیں تھا میں نے اسے چہرے کے قریب کیا بدبو اٹھ رہی تھی اس کے باوجود میں نے اس بدبو کو برداشت کرتے ہوئے اس کا ایک گھونٹ لیا نمکین اور بدبو دار خون..... خون اور صرف خون..... مجھے ایک دم الٹی سی آنے لگی۔ میں نے چائے کی پیالی رکھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دی اور الٹی کرنے کے لیے وہاں سے دوڑ گیا جمشید خان حیرانی سے میری صورت دیکھ رہا تھا مجھے بڑی سی الٹی آئی اور اس نے مجھے بُری طرح نڈھال کر دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد پلیٹ فارم کے تمام قلیوں کو اس بات کا علم ہو گیا کہ میں بیمار ہوں لیکن میں بیمار نہیں تھا۔ میں تو بھوکا تھا۔ اچانک ہی میری نگاہ سامنے پھل والے پر پڑی اور میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک ساتھی قلی سے کہا۔ ''بھیا! یہ پیسے لو اور میرے لیے چھ کیلے لے آؤ۔ میں سخت بھوکا ہوں کیا بتاؤں تمہیں میرے اوپر اس وقت کیا گزر رہی ہے۔''

''کوئی بات نہیں میں لے کر آتا ہوں۔'' اس نے کہا اور تھوڑی دیر بعد وہ کیلے لے آیا۔

بمشکل تمام میں نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے کیلے کو چھیلا اور پھر اسے منہ کے قریب کرنے ہی والا تھا کہ اچانک کیلے کا سامنے کا حصہ سانپ کے پھن کی طرح لہرانے لگا اس کی ننھی ننھی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور زبان بار بار باہر نکل رہی تھی۔ میں نے دہشت زدہ چیخ مار کر کیلا دور پھینک دیا اور میرے ساتھ بیٹھا ہوا قلی چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

''کیوں کیا ہوا؟''

''سانپ..... سانپ ہے یہ..... کہاں سے اٹھا لایا تُو؟''

''راجو! جمشید خان کہہ رہا تھا کہ تیری طبیعت کچھ خراب ہے۔ کہاں ہے سانپ میرے بھائی؟''

''یہ..... یہ..... یہ..... سب کیا ہے۔'' میں نے کیلوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اگر یہ سانپ ہے تو ہم اسے کھائے جاتے ہیں۔'' اس نے ایک کیلا اٹھایا اور اسے چھیل کر کھا گیا میں نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر میں نے دوسرا کیلا اٹھایا اسے چھیلا تو اس کی بھی زبان لہراتی ہوئی نظر آئی تھی۔ میں چیختا ہوا وہاں سے دوڑ گیا تھا۔ بہت سے قلی افسوس بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور میں ریل کی پٹڑی پر دوڑا چلا جا رہا تھا۔

''میرے خدا کیا کروں..... میں کیا کروں۔''

نہ جانے کتنی دیر تک میں دوڑتا رہا اور اس کے بعد ٹھوکر کھا کر گر پڑا پہلے تو کچھ قلی میرے پیچھے دوڑے تھے لیکن جب میں بہت دور نکل آیا تو انہوں نے بھی میرا پیچھا چھوڑ دیا میں گرا تو ریل کی پٹڑی میرے ماتھے پر لگی اور میں بے ہوش ہو گیا۔

ہوش آیا تو بہت دیر ہو چکی تھی وہ واقعات میرے ذہن میں تھے میری آنکھیں بند ہو رہی تھیں بھوک سے میرا دم نکلا جا رہا تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ میں اپنے بدن کے کسی حصے کو جنبش بھی نہیں دے سکتا۔ ''آہ..... کیا کروں میں اپنی اس حالت کا؟'' میرے ہونٹوں

سے ایک بڑبڑاہٹ سی نکلی اور میں نے آنکھیں کھول کر افسردہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا ہاتھ سے ٹٹول کر ریل کی پٹڑی تلاش کی۔ مگر کیا؟ میرے ہاتھ تو کسی نرم گدے سے ٹکرائے تھے اور ماحول بھی ریلوے سٹیشن کا نہیں تھا دور دور تک نہ تو ریل کی پٹڑی کا پتہ تھا اور نہ ہی کچھ اور ''میرے خدا! کیا ہے یہ سب کچھ؟'' میں نے دیوانہ وار چاروں طرف دیکھا بڑا خوب صورت ماحول تھا بڑی ہی حسین سی کیفیت تھی اس ماحول کی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا بھوک اب بھی اسی شدت کے ساتھ لگ رہی تھی۔

دفعتاً سامنے والے کمرے کے دروازے کا پردہ ہٹا اور اس کے بعد وہی بیگم صاحبہ اندر داخل ہوئیں ان کے پیچھے دو لڑکیاں تھیں جو ہاتھوں میں کھانے پینے کی اشیاء اٹھائے ہوئے تھیں میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور للچائی ہوئی نگاہوں سے ان چیزوں کو دیکھنے لگا بیگم صاحبہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی انہوں نے مدھم آواز میں کہا۔

''میرا نام سامری ہے۔ لوگ مجھے سامری کہتے ہیں۔''

''بیگم صاحبہ جی! یہ سب کیا ہے؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا میں بھوک سے مر جاؤں گا۔''

''نہیں ایسے نہیں..... تم مسلمان ہو نا؟''

''ہاں جی! میرا نام راجو ہے۔''

''راجو چلو! میں تمہارے ساتھ بڑا رحم کا سلوک کر رہی ہوں اس وقت تم اس قدر بھوکے ہو کہ اگر میں چاہوں تو تمہیں کھانے کی شکل میں زہر بھی دے سکتی ہوں۔ تم اسے آسانی سے کھا لو گے لیکن میں وہ نہیں کر رہی جو کرنا چاہتی ہوں۔ ایک بات کہوں تم سے؟''

''جی بیگم صاحبہ!''

''بیگم صاحبہ نہیں، سامری کہو مجھے۔''

''جی سامری!'' میں نے کہا۔

''چلو ٹھیک ہے پہلے اپنا پیٹ بھر لو۔'' اس نے اپنے پیچھے آنے والی داسیوں کو اشارہ کیا اور داسیوں نے کھانے پینے کی چیزیں میرے سامنے رکھ دیں۔ اس کے بعد تم اندازہ لگا سکتی ہو کہ مجھ جیسا بھوکا ان چیزوں پر کیسے ٹوٹ سکتا ہے۔

بہرحال میں خوب کھا پی کر شکم سیر ہو گیا سامری نے ہاتھ سے اشارہ کر کے ان دونوں داسیوں کو جانے کے لیے کہا۔ برتن اٹھا کر چلی گئیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دنیا کی ہر نعمت میرے لیے بے مقصد ہو۔ اس سے اچھی زندگی بھلا اور کون سی ہو سکتی ہے۔

کچھ دیر وہ میری صورت دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔ ''میں تم سے ایک بہت بڑا کام لینا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاہتی ہوں راجو! لیکن اس کے لیے تمہیں بہت کچھ کھونا پڑے گا۔ تم ریلوے سٹیشن پر قلی کا کام کرتے ہو جو کچھ تمہیں حاصل ہوتا ہے تم جانتے ہو۔ پولیس کی ٹھوکریں، جوتے، گالیاں اور اس کے بعد زندگی کا خاتمہ لیکن اگر میں تمہیں مہاراجہ بنادوں تو کیسا رہے گا؟''

میرے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔ ''جی سامری! بات تو بڑی خوب صورت ہے لیکن اس دور میں مہاراجہ ہوتے ہیں؟''

''ہوتے ہیں۔ تمہاری چھوٹی آنکھیں انہیں نہیں دیکھ سکتیں راج کرتے ہیں وہ۔ حکومتیں ان کے نام پر چلتی ہیں اصل حکومت ان کی ہوتی ہے شاندار کاریں، عزت، ہر شخص ان کے سامنے جھکتا ہے کیا تمہیں ایسے لوگ یاد نہیں۔''

''ہاں..... وہ تو آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔''

''دیکھو..... تمہیں دین، دھرم کے چکر سے نکلنا ہوگا۔ نہ ہندو کچھ ہوتا ہے، نہ مسلمان۔ سنسار میں شکتی جس کے پاس ہو وہی مہان ہوتا ہے۔ اگر تم مہان بننا چاہتے ہو تو دین، دھرم کے چکر سے نکلنا ہوگا۔''

''بات اصل میں یہ ہے دیوی سامری جی! کہ میں جانتا ہوں کہ ہم مسلمان چاہے دین، دھرم سے دور ہی کیوں نہ ہو جائیں، اپنا دین کبھی نہیں بیچتے۔ وہ بڑے ہی بدنصیب ہوتے ہیں اور خدا جانے کیا ہوتا ہے ان کے اندر کہ وہ اپنا مذہب بیچ دیتے ہیں ہم ماں، بہن، باپ، بیٹی سب کے لیے سینہ تان کر کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن اگر دین دھرم کا معاملہ ہو تو سینہ تان کر نہیں، ہم اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور زندگی ہمارے لیے بے حقیقت ہوتی ہے۔''

بہر حال سامری کہنے لگی۔ ''اگر تم ان جھگڑوں سے نکل کر میرے کہنے پر عمل کرو تو میں تمہیں اتنی طاقت بخش سکتی ہوں۔''

''مگر کیسے؟''

''جو کچھ میں کہوں گی، تمہیں وہ کرنا ہوگا۔''

''مثلاً.....'' میں نے سوال کیا۔

اس نے اپنے لباس سے ایک چیز نکالی۔ یہ خوب صورت سی چھوٹی سی مورتی تھی جو شاید سونے کی بنی ہوئی تھی۔ اس مورتی کی لمبائی، چوڑائی تین انچ سے زیادہ نہیں تھی۔ لیکن مورتی بہت خوب صورت تھی اس عورت نے کہا۔ ''یہ مورتی تمہیں اپنے قبضے میں کرنے کے لیے ایک جاپ کرنا ہوگا کیا سمجھے؟ اور جب تم یہ جاپ پورا کر لو گے تو اس مورتی میں زندگی دوڑ جائے گی اور اس کے بعد اسے سامنے رکھ کر جو کچھ تم چاہو گے، کر سکو گے۔ یہ مورتی تمہیں

راجہ بنادے گی۔''

میں نے ہامی بھر لی اس بد بخت عورت نے مجھے وہ جاپ بتایا جسے پورا کر کے میں اس مورتی کا مالک بن سکتا تھا اس نے مجھے اس جاپ کے بارے میں بتانا شروع کر دیا۔ یہ ایک منتر تھا لیکن سچی بات یہ ہے کہ مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ جادو منتر پڑھنے سے دین، دھرم پر کیا اثر پڑتا ہے بس یہ سمجھ لو کہ میں نے تو دولت حاصل کرنے کے لیے یہ جاپ قبول کر لیا تھا اس عورت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق میں نے ہر کام کرنے کا فیصلہ کیا اس نے کہا۔

''یہ جاپ کرتے ہوئے تمہیں بہت مشکل ہوگی۔''

''کیوں؟''

''جاپ کے بیر تمہیں ڈرائیں گے لیکن اس عمارت کے ایک بڑے درخت کے سائے میں بیٹھ کر تم یہ جاپ کرنا، تمہیں آسانی رہے گی۔''

میں نے اس سے وعدہ کر لیا اور پھر وہاں جانے کے بعد میں نے اس چھوٹی سی مورتی کو سامنے رکھ کر ایک جگہ کو اچھی طرح صاف کیا اور پھر وہیں آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا اس کے بعد آنکھیں بند کر کے میں نے منتر پڑھنا شروع کر دیا تمام احساسات سے بے نیاز ہو کر نہ جانے کب تک وہ منتر پڑھتا رہا۔ پھر اچانک ہی میں نے آنکھیں کھول دیں اور گردن گھما کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا منتر کے الفاظ اب بھی میرے لبوں پر تھے مگر اپنے اس غیر دانستہ عمل پر مجھے خود تعجب ہوا تھا پھر مجھے ایک جگہ کھانا رکھا ہوا نظر آ گیا..... یہ کھانا یہاں کون لایا؟

مجھے سامری کے الفاظ یاد آئے۔ ''زندگی گزارنے کے لیے ضرورت کی چیزیں خود بخود مل جائیں گی۔'' جو کچھ ہوتا کم تھا۔ بہر حال کھانے کو دیکھ کر بھوک چمک اٹھی تھی جاپ کے پھیر کے آخری الفاظ میرے لبوں پر تھے۔ پھر وہ بھی ختم ہو گئے اور میں اطمینان سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ کھانا انتہائی مزیدار تھا پانی بھی موجود تھا۔ چنانچہ سیر ہو کر کھانا کھایا۔ دو تین گلاس پانی پیا اور پھر اپنی جگہ آ بیٹھا۔ میں نے دوبارہ جاپ شروع کر دیا۔ اس بار آنکھیں کھلی ہی رکھنی تھیں۔ جاپ کرتے کرتے اچانک ہی میں نے گردن اٹھا کر اس جانب دیکھا جہاں کھانے کے برتن رکھے تھے اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ برتن اب وہاں موجود نہیں تھے یہاں تو کوئی بھی نہیں آیا تھا پھر برتن یہاں سے کون لے گیا؟ اس حیرانی کے باوجود میرے منہ سے مسلسل جاپ کے الفاظ نکلتے رہے۔ کیونکہ اس تسلسل کو قائم رکھنا ضروری تھا ورنہ سب کچھ ختم ہو جاتا۔

وقت گزرتا رہا شام ہوئی پھر رات ہو گئی اس مخصوص جگہ پر رات کا کھانا مجھے مل گیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بڑی عجیب بات تھی بیٹھے بیٹھے اس طرح کھانا مل جاتا، دور دور تک کسی آدم زاد کا نام ونشان نہ ہو۔ بہرحال کھانا کھایا، پانی پیا اور اپنی مخصوص جگہ آ کر بیٹھ گیا جاپ کا تسلسل برقرار تھا ہاں کبھی کبھی غنودگی آ جاتی تھی لیکن نیند نہیں آئی تھی ایک خاص بات جو میں نے محسوس کی تھی وہ یہ تھی کہ ساری رات ایک مخصوص روشنی پورے ماحول پر چھائی رہی تھی اور اتنی تھی کہ میں اپنے آپ کو اور آس پاس کی چیزوں کو دیکھ سکتا تھا۔

پھر صبح ہوگئی میں نے جاپ جاری رکھا تھا میرے غیر مرئی دوستوں نے ناشتے کا انتظام کر دیا اس کو اور میں کیا کہتا؟ یا تو کوئی ایسا وجود جو نظر نہ آتا ہو..... یا پھر..... بہرحال! وقت گزرتا رہا۔ دوسرا دن..... تیسرا دن..... اور پھر چوتھا دن بھی سکون سے گزر گیا۔ ہاں البتہ چوتھے دن کے بعد کی رات میرے لیے انتہائی سنسنی خیز تھی رات کے کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد، مجھے ایک بلی کی آواز سنائی دی میں چونک گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ بلی میری جانب بڑھ رہی ہے۔ بڑی ہی عجیب وغریب بلی تھی اس کا حجم بھی عام بلیوں کی طرح نہیں تھا اور مجھ سے کچھ فاصلے پر آ کر رک گئی تھی اس کے بعد دوسری بلی کسی کونے سے نمودار ہوئی اس کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی پھر وہ بلی بھی اس پہلے والی بلی کے برابر آ کر بیٹھ گئی پھر دو اور بلیاں ایک تیسری جگہ سے نمودار ہوئی تھیں اور وہ بھی عین اسی جگہ آ کر بیٹھ گئیں..... اور پھر..... اور پھر ان کی باچھیں کھل گئیں اور ان کے منہ سے آوازیں خارج ہونے لگیں۔ خدا کی پناہ..... یہ ہنسی کی آوازیں تھیں انسانی ہنسی کی آوازیں ان کی کھلی باچھوں سے دانت باہر نکل رہے تھے پھر ان میں سے ایک بلی نے میری جانب چھلانگ لگائی ایک لمحے کے لیے میرے ہاتھ پاؤں لرز گئے تھے اور میں بُری طرح خوفزدہ ہوگیا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے خود کو سنبھال لیا اس منتر کے الفاظ مسلسل میرے لبوں پر تھے بلی اچھلتی ہوئی آئی اور میرے سر پر سے ہوتی ہوئی پیچھے چلی گئی میں نے مڑ کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی اور پھر ایک عجیب کھیل شروع ہوگیا وہ بلیاں میرے دائیں بائیں..... آگے پیچھے چکرانے لگیں میرے سر کے اوپر مخصوص اونچائی تک وہ چھلانگیں لگاتی رہیں لیکن ایک دفعہ بھی ان کا جسم مجھ سے نہیں ٹکرایا اب میں یہ سمجھ چکا تھا کہ وہ بلیاں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں اور اگر میں مسلسل یہ عمل جاری رکھوں گا تو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا یہ اس عمل کا اثر تھا مجھے روکا جا رہا تھا۔ خوفزدہ کیا جا رہا تھا لیکن اگر میں ہمت سے کام لوں اور بجائے ڈرنے کے چالیس دن تک مسلسل یہ عمل کروں تو کامیاب ہو جاؤں گا ایسا ہی تھا۔ یقیناً ایسا ہی تھا۔

چنانچہ میں نے اسے جاری رکھا بلیاں تھک ہار کر اپنی جگہ جا بیٹھی تھیں میں اطمینان سے

منتر پڑھتا رہا پھر ان میں سے ایک نے دوبارہ یہی حرکت کی اور میرے سر پر سے گزرتی ہوئی دوسری جانب چلی گئی میرا دھیان ہٹانے کی بھرپور کوشش ایک بار پھر کی گئی تھی اور پھر یہ بلیاں ایک بار پھر تھک ہار کر بیٹھ گئیں پھر وہ چاروں جھٹکے سے اٹھیں اور ایک سمت بھاگ گئیں اور میری نظروں سے اوجھل ہوگئیں میں نے اپنی جگہ نہیں چھوڑی تھی۔

پھر وہی معمول شروع ہوگیا یعنی صبح کا ناشتہ مقررہ جگہ پر مجھے مل گیا اس کے بعد تین چار دن پُرسکون گزرے تھے۔ اب تو میں اس ماحول کا عادی ہوتا جا رہا تھا وقت پر کھانا مل جاتا تھا کھانے وغیرہ سے فراغت ہوتی تو پھر اپنے عمل میں لگ جاتا..... لیکن ابھی تو شاید مشکلوں کا آغاز ہوا تھا۔ یہ غالباً آٹھویں رات تھی آدھی رات سے زیادہ بیت چکی تھی۔ کہ چیخوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ یہ کسی مرد کے چیخنے کی آوازیں تھیں جو مدد کے لیے پکار رہا تھا پھر میں نے ایک آدمی دیکھا جو شدید زخمی تھا اور خوفزدہ انداز میں بھاگ رہا تھا۔

''بچاؤ..... بچاؤ..... بھگوان کے لیے مجھے بچاؤ۔''

اس کے منہ سے مسلسل آوازیں نکل رہی تھیں اور اس کے پیچھے ایک عورت تھی میں شدید ڈر گیا تھا لیکن خود کو سنبھالے رکھنا ضروری تھا۔ پھر وہ آدمی چونک کر مجھے دیکھنے لگا اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے اس نے پہلے مجھے دیکھا ہو وہ میرے بالکل قریب آ گیا اس کا چہرہ انتہائی مکروہ اور بھیانک تھا گھنگھریالے بال جو گرد میں اٹے ہوئے تھے اس کے شانوں تک جھول رہے تھے چہرے پر زخم کے نشان تھے اوپری ہونٹ کٹا ہوا تھا جس میں سے دانت باہر جھانک رہے تھے۔

''بچالے..... بچالے رے..... مار ڈالے گی..... مار ڈالے گی.....'' اوپری ہونٹ کٹا ہونے کی وجہ سے اس کے منہ سے الفاظ صحیح طرح سے نہیں نکل رہے تھے۔

میں مصروف عمل رہا۔ ''اے لڑکے! سنا نہیں تُو نے میں کیا کہہ رہا ہوں..... وہ مجھے کھانے پر تلی ہے اور تُو..... تُو اپنے ہی کام پر لگا ہے بچائے گا نہیں مجھے؟''

وہ عورت بھی اب میرے قریب آ گئی تھی۔ کالی بھجنگ صورت..... بال بکھرے ہوئے..... آنکھیں پھٹی ہوئیں..... ہندوانہ طرز کی ساڑھی باندھے ہوئے اس کے دانت بھی عجیب سے انداز میں باہر نکلے ہوئے تھے لیکن..... لیکن ایک بڑی عجیب چیز جس نے میرے بدن کی لرزشیں تیز کر دی تھیں۔ اس کے دانتوں پر خون لگا ہوا تھا پھر اس کے منہ سے کراری سی آواز نکلی۔ ''ہی ہی ہی..... مل گیا..... مل گیا..... کہاں تک بھاگے گا..... ارے کہاں جائے گا بچ کر..... چل آ جا..... آ جا.....''

''خبردار جو آگے بڑھی کتیا! کیا مجھے کچا چبا جائے گی؟''

''تو اور کیا۔ تجھے ہی تو کھاؤں گی اور کون ہے یہاں؟''

''یہ بھی تو ہے..... اسے کھا جا.....'' اس شخص نے میری طرف اشارہ کر کے کہا اور میں بُری طرح سہم گیا اس عورت نے میری طرف دیکھا وہ بالکل اس طرح مجھے گھور رہی تھی جیسے کوئی بھوکا شیر اپنے شکار کو دیکھتا ہو پھر بولی۔ ''کیوں؟ اسے کیوں کھاؤں؟ میں تجھے کھاؤں گی آج تُو ہی میرا شکار ہے آج میں تجھے کھاؤں گی آج تیری باری ہے..... میں بھوکی ہوں۔''

''ارے بھوکی ہو تو کسی اور کو کھا..... مجھے کیوں کھاتی ہے؟ پتہ نہیں کون سی منحوس گھڑی تھی جب تجھے لایا تھا۔''

''میں کیا کروں؟ مجبور ہوں۔ منش کا گوشت میری کمزوری ہے میری مجبوری ہے میری بھوک اتنی شدید ہو رہی ہے کہ کیا کہوں تجھ سے..... چل آ جا..... آ جا.....''

''ارے بابو..... بچا لو رے۔''

''یہ کیا بچائے گا؟ یہ تو خود اپنے پھیر میں الجھا ہے تجھے کیا بچائے گا؟''

''بچا لو نا مانو..... چھوڑ دے اپنا پھیر..... میرا جیون بچا لے رے..... کھا جائے گی یہ ڈائن..... یہ ڈائن مجھے کھا جائے گی..... جیون نشٹ کر دیا ہے میرا اب مار ڈالے گی میں مرنا نہیں چاہتا میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔''

''کیا کرے گا جیون کا؟ پھر پاپ کرے گا..... پھر لوگوں کو تنگ کرے گا ارے تجھے تو خوش ہونا چاہیے کہ مکتی مل رہی ہے تجھے پاپوں سے مکتی مل رہی ہے۔''

یہ کہہ کر وہ عورت تیزی سے آگے بڑھی اور پھر اس نے جو عمل کیا وہ میرا خون خشک کر دینے کے لیے کافی تھا۔ اس نے اس آدمی کا دایاں ہاتھ مضبوطی سے پکڑا اور اپنے دانت اس کے شانے پر پیوست کر دیئے وہ آدمی تکلیف سے تڑپنے لگا اور نیچے گر پڑا لیکن اس عورت نے اپنے دانت وہاں سے نہیں ہٹائے تھے پھر وہ بُری طرح شانے کو جھنجھوڑنے لگی اور ساتھ ہی ساتھ اس نے ہاتھ کو مروڑنا شروع کر دیا وہ پوری قوت سے ہاتھ کو جھٹکے دے رہی تھی اور دانتوں سے مسلسل گوشت کاٹنے کی کوشش کر رہی تھی پھر اس نے اس کا بازو الگ کر دیا۔ ہاں..... اب اس آدمی کا بازو اس عورت کے ہاتھ میں تھا اور وہ مزے لے لے کر اسے کھا رہی تھی وہ آدمی شدت کرب سے زمین پر تڑپ رہا تھا میرا یہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہ ملے..... اتنا خوفناک منظر..... اتنی وحشت خیزی..... وہ عورت اتنی تیزی سے بازو کا گوشت صاف کر گئی تھی کہ جیسے مشین ہو اس نے انگلیوں تک کی کھال نوچ لی تھی اور اب ہاتھ کی ہڈیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ اس عورت نے اطمینان سے اس شخص کا بایاں بازو بھی شانے سے جدا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر دیا لیکن اس بار سیدھی میری جانب آئی تھی اور پھر اس نے وہ ہاتھ میری طرف بڑھایا۔

''لے راجو کھا لے تجھے بھوک لگی ہو گی تُو بھی کھا لے۔ بڑا سوادشت ہے یہ۔ بڑا مزہ آ رہا ہے اسے کھانے میں بھگوان کی سوگند! اس سے پہلے کسی منش کو کھانے میں اتنا مزہ نہیں آیا۔ ارے! ڈر کیوں رہا ہے؟ کیوں گھورے جا رہا ہے مجھے؟ نہیں کھانا تو نہ کھا میں کوئی زبردستی تو نہیں کر رہی تیرے ساتھ۔''

پھر وہ ایک جگہ جا کر بیٹھ گئی اور پھر اسی طرح دوسرا ہاتھ بھی صاف کر گئی۔

ادھر اس شخص کا یہ عالم تھا کہ وہ زمین سے تین تین فٹ اونچا اُچھل رہا تھا اس کے حلق سے مسلسل بھیانک چیخیں بلند ہو رہی تھیں ''مر گیا..... مر گیا..... ارے مر گیا..... کھا گئی..... کھا گئی..... کمبخت کھا گئی..... اے مانو! تُو اٹھ..... اٹھ جا! میں کہتا ہوں بھگوان تجھے کبھی معاف نہیں کرے گا تُو نے..... تُو نے..... میرا جیون نہ بچایا تُو کبھی اپنے عمل میں کامیاب نہیں ہو گا یہ میرا شراپ ہے تجھے۔ مانو! یاد رکھنا..... یاد رکھنا..... آہ.....''

میرا رواں رواں کانپ رہا تھا۔ یہ منظر..... یہ منظر کسی انسان کے ہوش اڑا دینے کے لیے کافی تھا لیکن میں نے بڑی مشکل سے خود پر قابو رکھا تھا۔ پھر اس عورت نے اس آدمی کی ٹانگ نوچنا شروع کر دی۔ وہ بڑی مہارت سے ٹانگ کا گوشت صاف کر رہی تھی اس بار اس نے ٹانگ الگ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی پھر وہ دوسری ٹانگ بھی چٹ کر گئی مجھے صبر آتا جا رہا تھا نہ جانے کیوں مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی لیکن میں اس آدمی کو بچا بھی نہیں سکتا تھا میرا جاپ ٹوٹ جائے گا اور پھر..... اور پھر سب کچھ ختم ہو جائے گا میں یہی سب کچھ سوچتا رہا لیکن میری جاپ کرنے کی رفتار وہی تھی اور تسلسل اسی طرح تھا جس پر مجھے حیرانی ہوئی تھی واقعی..... اگر میں دھیان کے ساتھ عمل کرتا رہوں گا تو ضرور کامیاب ہو جاؤں گا اور..... اور یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی..... پھر اس عورت نے بقیہ بچے ہوئے جسم کو بھنبھوڑنا شروع کر دیا۔ وہ آدمی آخری حد تک شدت سے چیخ رہا تھا۔ اس کی چیخیں پورے مندر میں گونج رہی تھیں پھر آہستہ آہستہ اس کی چیخیں مدھم پڑنے لگیں اور پھر اس کی آواز بند ہو گئی وہ عورت اسے چپ چپ کر کے کھاتی رہی اس نے آدمی کا بدن خالی کر دیا تھا پھر وہ اس کی گردن کی طرف بڑھی اور اس نے آدمی کی گردن میں دانت پیوست کر دیئے۔ ''آہ..... بچا لے..... بچا لے..... نہیں بچے گا..... نہیں بچے گا..... تُو بھی نہیں بچے گا..... یہ ڈائن تجھے بھی کھا جائے گی لڑکے! تُو بڑا بہادر بنتا ہے..... اب دیکھ تیری باری ہے تُو گیا..... تُو گیا رے..... اری کم بخت! چھوڑ..... چھوڑ دے مجھے آہ.....''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اتنی بھیانک آواز تھی کہ میرے ہوش وحواس رخصت ہوئے جارہے تھے واقعی یہ ماحول اتنا ہی بھیانک تھا پھر اس عورت نے اس کی گردن کی کھال ادھیڑی مضبوط ناخنوں سے اس کی آنکھیں نوچ کر حلق میں ڈالیں دانتوں سے ناک اور کان کاٹ کر انہیں چباتی رہی۔

''ارے بیرا! بچالے.....ارے بچالے!'' خدا کی پناہ اس شخص کی زبان ابھی تک چل رہی تھی پھر اس کی زبان رُک گئی اس کے حلق سے آواز نکلنا بند ہوگئی تھی۔

پھر اس عورت نے سر اٹھایا اس کے ناک اور منہ پر جابجا خون کے دھبے تھے دانتوں سے بُری طرح خون ٹپک رہا تھا اس نے خونخوار نظروں سے مجھے دیکھا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور میری طرف بڑھنے لگی اس کے حلق سے غراہٹ نکلی۔ ''ارے بیرا..... میں بھوکی ہوں رے.....ارے او بیرا.....میری بھوک ویسی ہی ہے۔ اس کم بخت کی ایک ایک بوٹی نوچ لی میں نے.....لیکن.....لیکن میری بھوک ہی ختم نہ ہوئی لگتا ہے کچھ کھایا ہی نہیں۔ ارے بیرا! اب تجھے کھاؤں گی کھا جاؤں گی تجھے۔'' یہ کہہ کر وہ میری طرف بڑھی اس کے نوکیلے دانتوں اور ناخنوں کو دیکھ کر ہی خوف آتا تھا بہرحال وہ اب میری طرف ہی آرہی تھی اس کی رفتار بہت تیز تھی وہ بالکل میرے قریب آگئی خوف کے مارے میں نے آنکھیں بند کرلی تھیں اور مرنے کے لیے تیار ہوگیا تھا پھر نہ جانے کیا ہوا اس نے ابھی تک مجھے چھوا تک نہیں۔ اپنے دانت کیوں نہیں گاڑھے مجھ پر؟ کیا ہوگیا ہے اسے؟ میں نے آنکھیں کھول دیں اسے دیکھ کر آنکھوں پر یقین نہیں آیا میں یہی سمجھا تھا کہ میری آنکھوں کو کوئی دھوکہ ہوا ہے وہ ہڈیوں کا پنجر اپنی جگہ نہیں تھا نہ ہی فرش پر خون تھا جبکہ کچھ دیر پہلے خون کے بے پناہ دھبے اس فرش پر موجود تھے بات اب میری سمجھ میں آرہی تھی۔ یہ سب میرے اس عمل کو توڑنے کی کوشش تھی یہ لوگ یہی چاہتے تھے کہ میرا جاپ ٹوٹ جائے میں اس خوفناک منظر سے ڈر جاؤں اپنی جگہ سے کھڑا ہو جاؤں بھاگ جاؤں لیکن ایسا نہیں ہوا تھا وہ عورت بھی غائب تھی۔

تھوڑی دیر بعد صبح کی روشنی نمودار ہونے لگی رات بھر کے واقعات دل و دماغ سے چپک کر رہ گئے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ ان منظروں سے صرف مجھے ڈرانا مقصود تھا یہ مجھے کوئی جانی نقصان نہیں پہنچا سکتے پھر میں اپنی جگہ لیٹ گیا میرے ذہن پر غنودگی سی چھانے لگی نیند کا تو خیر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا میں اس نیم غنودگی کی کیفیت میں کافی دیر تک لیٹا رہا پھر جب ذرا دل کی کیفیت بحال ہوئی تو اٹھ کر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ ایک بار پھر خود کو مضبوط کیا اور پوری تن دہی کے ساتھ اس عمل میں مصروف ہوگیا اس ماحول کی عادت پڑتی جارہی تھی شکر تھا کہ ان واقعات کے بعد اور کوئی واقعہ دوبارہ پیش نہیں آیا تھا۔ اب تو بس ایک ہی لگن تھی کہ کب

چالیس دن پورے ہوں اور کب میرا عمل ختم ہو اس انتظار میں پوری لگن کے ساتھ جاپ کرتا رہا اور دن گزرتے رہے لیکن شاید میرے کئی امتحان باقی تھے۔

ٹھیک چوبیس دن بعد سورج ڈھلنے کے بعد ہی عجیب وغریب واقعات کا آغاز ہوگیا تھا میں اپنے جاپ میں مصروف تھا اور بڑے اطمینان سے عمل پڑھ رہا تھا کہ کہیں سے ایک چیز اُڑتی ہوئی آئی اور مجھ سے کچھ فاصلے پر زمین پر گر پڑی اس کے گرنے سے کچھ چھینٹیں میرے اوپر پڑی تھیں میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے یہ بکرے کا کٹا ہوا سر تھا.....خون میں لت پت، خون کی چھینٹیں فرش پر بکھر گئیں اور میرے اوپر بھی پڑی تھیں۔ ابھی میں اس کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ ایک اور سر اُڑتا ہوا آیا اور پھر وقفے وقفے سے بکروں کے سر مجھ سے کچھ فاصلے پر گرتے رہے میں نے دھیان لگانے کے لیے آنکھیں بند کرلیں ان سروں سے اُڑنے والی چھینٹیں میرے کپڑوں پر پڑتی رہی تھیں لیکن میں صبر سے بیٹھا رہا کافی دیر تک دھم دھم کی آوازیں آتی رہیں پھر خاموشی چھا گئی کچھ دیر کے بعد وہ سر خود بخود غائب ہوگئے۔

بہت دیر اسی طرح گزر گئی پھر نہ جانے کہاں سے کسی بچے کے رونے کی آواز آئی پھر یہ رونے کی آواز پھاڑ دینے کی حد تک تیز ہوگئی پھر ایک آواز آئی۔ ''مارو..... مارو اسے..... ارے جلدی کرو۔ یہ مروائے گا ہمیں۔''

''نادان ہے بالک۔''

''ارے کاہے کا نادان! ہماری آزادی ختم کرنے کے لیے جارہا تھا نہیں چھوڑیں گے.....نہیں چھوڑیں گے۔''

میں اب پُرسکون ہوگیا تھا دل میں سوچا تھا کہ اب تمام باتوں سے ڈرنا بے کار ہے صبح تک یہ مشغلہ جاری رہا اس کے بعد ماحول پُرسکون ہوگیا۔ میرے خیر خواہوں نے میری دلچسپی کے لیے بہت سے سامان کر رکھے تھے چنانچہ بتیسویں رات میں جاپ میں مصروف تھا کہ اچانک ہی زمین پھٹنی شروع ہوگئی اس میں ایک بہت بڑا سوراخ ہوگیا تھا پھر اس سوراخ میں سے ایک چیز نے سر ابھارا انتہائی خوفناک شکل تھی یہ.....اوپر کو اٹھے ہوئے کان، بھیڑیوں جیسے جبڑے جن سے دانت باہر جھانک رہے تھے انگاروں جیسی دہکتی ہوئی آنکھیں اس نے دونوں ہاتھ اوپر رکھے تھے اور ہاتھوں پر وزن ڈال کر اوپر آگیا اس کے ہاتھ پیر بالکل انسانوں جیسے تھے لیکن اس کا قد صرف ایک فٹ تھا۔ اتنا ہیبت ناک بونا میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا پھر اس کے پیچھے پیچھے ایک اور بونا نکلا اس کا بدن بھی ویسا ہی تھا البتہ چہرہ شیر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی مانند تھا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا دو اور بونے ان دونوں کے پیچھے باہر نکلے اور ان کی حالت بھی مختلف نہیں تھی پھر سب سے آخر میں ایک اور بونا نکلا اس کا بدن بھی ویسا ہی تھا اس کا چہرہ انتہائی خوفناک تھا اس کا قد بھی ان تینوں سے تھوڑا بڑا تھا اس کے چہرے پر جا بجا بال اُگے ہوئے تھے جبڑوں سے نوکیلے دانت باہر جھانک رہے تھے وہ پانچوں ایک ساتھ چلتے ہوئے میرے قریب آ گئے لمبا بونا سب سے آگے تھا پھر اس کے منہ سے منمناتی ہوئی آواز نکلی۔

''جی مالک!'' ایک دوسرے بونے نے کہا۔

''ارے! یہ کون ہے رے؟''

''یہ بیر! بڑا کٹھور ہے۔''

''ارے میں نے پوچھا یہ کون ہے؟''

''یوں تو مُسلا ہے لیکن سمپوانی کے لیے جاپ کر رہا ہے۔''

''ہونہہ چہ پدی اور چہ پدی کا شوربہ..... یہ کرے گا جاپ؟''

''کرے گا مالک..... کر رہا ہے۔ آپ دیکھ نہیں رہے کیسے پڑھ رہا ہے۔''

''پڑھنے دے..... پڑھنے دے..... لیکن سوچ لے نہ صرف تُو بلکہ ہم سب اس کے نیچے آ جائیں گے دیکھ فرعونا! ایک تو یہ ٹھہرا منش، پھر مُسلا..... نہ بھئی نہ..... میں تو نہ آؤں گا اس کے پھیر میں۔''

''پھر کیا کریں مالک؟''

''تم میں سے ایک اسے مارے گا۔''

''ہم میں سے؟''

''ہاں تم لوگوں میں سے.....''

''پر..... پر مالک.....''

''یہ کیا پر..... پر لگا رکھی ہے طے کر لو کون مارے گا اسے؟''

''میں ماروں گا اسے۔'' وہ بونا جسے فرعونا کہا گیا تھا بولا۔

''نہیں..... اسے میں ماروں گا۔'' ایک دوسرے بونے نے کہا۔

''نہیں! تم دونوں میں سے کوئی اسے ہاتھ نہیں لگائے گا اس کی موت میرے ہاتھوں لکھی ہے۔'' تیسرے بونے نے کہا اور پھر عجیب ہی کھیل شروع ہو گیا یہ سب آپس میں لڑنے لگے تھے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ میری موت اس کے ہاتھوں ہو پھر میں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے اپنے لباسوں میں سے چھوٹی چھوٹی تلواریں نکال لیں وہ تلواریں لہرانے لگے ان

کے انداز اگر عام حالات میں کوئی شخص دیکھتا تو مارے ہنسی کے اس کا بُرا حال ہو جاتا لیکن میں جانتا تھا کہ یہ بونے مجھے اس عمل سے روکنے کے لیے بھیجے گئے ہیں چنانچہ میں خاموش رہا۔

پھر ان بونوں میں جنگ شروع ہو گئی۔ وہ چاروں آپس میں انتہائی ماہرانہ انداز میں لڑتے رہے پھر ان میں سے دو بونے زخمی ہو گئے اور زمین پر گر کر کراہنے لگے پھر اچانک ہی وہ دونوں غائب ہو گئے اس کے بعد باقی دونوں بونوں میں جنگ شروع ہو گئی اس دوران وہ پانچواں بونا اُچھل اُچھل کر دونوں کو جوش دلا رہا تھا۔ ''شاباش فرعونا شاباش.....'' اس بڑے بونے نے کہا اور فرعونا نے ادب سے گردن جھکا دی اس بڑے بونے نے پھرتی سے اپنے لباس سے تلوار نکالی اور فرعونا کی گردن اڑا دی اور پھر میں نے جو منظر دیکھا وہ ناقابلِ یقین حد تک ہیبت ناک تھا۔ بونا آرام سے اس طرف مڑا جہاں اس کی گردن جا پڑی تھی اس نے اطمینان سے تلوار زمین پر رکھی جھک کر گردن اٹھائی اور دوبارہ اپنے شانوں کے درمیان رکھ لی پھر دوبارہ تلوار زمین سے اٹھائی اور جھٹکے سے اس بڑے بونے کی طرف مڑا۔

''مالک..... یہ کیا..... یہ کیا حرکت کی تھی؟''

''فرعونا! میں ماروں گا اسے تُو ہٹ جا۔ میرا ارادہ بدل گیا ہے اب میں خود ہی اسے ماروں گا۔''

''تو مالک آپ مجھے ایسے ہی منع کر دیتے۔''

''بس! میری مرضی۔ یہ بھی تو منع کرنا ہی ہوا نا۔''

''اچھا ٹھیک ہے دیکھتے ہیں کون اسے مارتا ہے۔'' یہ کہہ کر فرعونا اس بڑے بونے کی طرف لپکا اور ان دونوں میں جنگ شروع ہو گئی پھر لڑتے لڑتے دونوں بھی شدید زخمی ہو گئے تھے۔

اس کے بعد ایک اور عجیب منظر دیکھنے میں آیا ان دونوں نے ایک دوسرے کو بیچ میں سے آدھا آدھا کاٹ دیا تھا دونوں کے آدھے حصے زمین پر آ پڑے تھے اور پھر یہ دونوں بھی غائب ہو گئے۔

ابھی میں اس منظر کے سحر میں کھویا ہوا تھا اور سوچ رہا تھا کہ عجیب تماشے دکھائے ہیں میرے میزبانوں نے اپنے ہیبت ناک منظر..... یہ خوفناک چہرے ان کا انداز لیکن میں نے محسوس کر لیا تھا کہ ان سب کے پیچھے مقصد وہی ہے یعنی کسی بھی طرح میرا جاپ ٹوٹ جائے اور اس کے بعد میں بھول جاؤں لیکن اب شاید یہ ممکن نہیں تھا۔

پھر مندر کی زمین لرزنے لگی اور میں چونک پڑا اب کیا ہوا؟ شاید زلزلہ آ رہا ہے میرے حریف شاید ان تمام حربوں سے ناکام ہو کر مجھے زمین میں دفن کرنے پر تل گئے ہیں اور اس

لیے زلزلے کی صورت پیدا ہوگئی تھی لیکن تھوڑی ہی دیر میں زمین کے زلزلے کی وجہ سمجھ میں آ گئی آٹھ دس جنگلی بھینسے میری جانب دوڑتے ہوئے آ رہے تھے اس بار میں بالکل خوفزدہ نہیں نہیں ہوا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول رکھی تھیں کیا ہوگا زیادہ سے زیادہ..... یہ بھینسے مجھے اپنے طاقتور کھروں سے کچل دیں گے..... مجھے اپنے سینگوں پر اچھالیں گے میں مر ہی جاؤں گا لیکن اب میں مرتے دم تک جاپ کے الفاظ دہرانا چاہتا تھا میں چاہتا تھا کہ میرے دل کی حرکت بھی بند ہو جائے تو اپنے مقصد کی تکمیل کرتے ہوئے اپنا مقصد حاصل کرتے ہوئے۔

بہرحال! یہ جنگلی بھینسے میری جانب بڑھے اور پھر بڑی عجیب بات ہوئی ان جنگلی بھینسوں کا فاصلہ مجھ سے کوئی ایک گز رہ گیا تو اچانک ہی وہ کسی چیز سے ٹکرائے وہ کیا چیز تھی؟ کیونکہ میری نظروں کے سامنے تو شفاف منظر نظر آ رہا تھا پھر میں نے دیکھا کہ وہ بھینسے ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں کسی کے سر سے خون بہنے لگا۔ کسی کے سینگ ٹوٹ گئے بہرحال یہ تماشہ کافی دیر تک چلتا رہا یہ بھینسے ٹوٹی پھوٹی حالت میں میری طرف بڑھتے اور کسی چیز سے ٹکرا کر پلٹ جاتے پھر تھک ہار کر وہ بھی غائب ہو جاتے بڑی اذیت ناک رات تھی یہ اس کے بعد کوئی خوفناک واقعہ پیش نہیں آیا تھا اب تو صرف ایک ہی لگن تھی کہ بقیہ دن بھی پورے ہوں اور میں اس مورتی کا مالک بن جاؤں۔

پھر چالیسواں دن بھی آ گیا شکر تھا کہ اس کے بعد کوئی مجھے تنگ کرنے نہیں آیا دل میں ایک خوف کا احساس بھی تھا کہ دیکھو آگے کیا ہوتا ہے لیکن یہ خوشی بھی تھی کہ چلو یہ جاپ تو ختم ہوگیا۔

چالیسواں دن بھی آہستہ آہستہ اپنا وقت پورا کر رہا تھا میں بھی انتہائی توجہ کے ساتھ جاپ میں مصروف تھا اور ساتھ ساتھ آگے پیش آنے والے ایسے واقعات کا منتظر تھا اس دوران مجھے بہت سے اندازے ہوئے تھے جاپ کے ان دنوں میں مجھے ڈرانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی تھی لیکن میری تقدیر نے میرا ساتھ دیا تھا دن اور رات کی تمیز کیے بغیر میں نے اس کا پھیر کیا تھا نہ جانے کتنی بار یہ عمل دہرایا تھا اب تو مجھے یہ الفاظ ایسے ازبر ہو گئے تھے کہ شاید انہیں زندگی بھر نہ بھول پاتا ویسے ایک بہت اچھا تجربہ ہوا تھا عام دنیا میں لوگ کہتے ہیں کہ جو لوگ نئے نئے لوگوں سے ملتے ہیں ان سے خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں ان کے کام آتے ہیں اور ان سے کام لیتے ہیں وہ دنیا میں کامیاب کہلاتے ہیں لیکن میرا تو کسی انسان سے پالا ہی نہیں پڑا تھا۔ ہر لحہ، ہر دن زبردست تحفے میرے منتظر تھے جو میرے خیر خواہوں نے مجھے ڈرانے کے لیے میرا جاپ توڑنے کے لیے بھیجے تھے۔ اپنے ان محسنوں کے تحفوں کو بھی نہیں بھول سکتا تھا وہ مکروہ شکل کی بلیاں جن کی غراہٹ آدمی کے بدن کو لرزا دے وہ انسانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آوازوں میں ہنسی تھیں انہوں نے میرا مذاق اڑایا تھا مجھے روکنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے بعد وہ مرد اور عورت..... آہ! وہ منظر..... وہ منظر تو جیسے دماغ پر نقش ہو گیا تھا وہ عورت جس طرح سے اس آدمی کو کھا رہی تھی، اس کا انداز جانوروں سے بھی بدتر تھا کس طرح اس نے اس شخص کی آنکھیں نوچی تھیں کان چبائے تھے اور وہ شخص..... اس کی زبان بالکل ٹھیک کام کر رہی تھی حالانکہ شروع میں اس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آئے تو میں یہی سمجھا تھا کہ شاید ہونٹ کٹا ہونے کی وجہ سے ایسا ہے لیکن آخری وقت میں..... اس آخری وقت میں وہ صحیح الفاظ ادا کر رہا تھا اس کا مطلب ہے کہ دونوں ہی بدروح تھے پھر وہ بکرے کے کٹے ہوئے سر جو میری توجہ ہٹانے کے لیے پھینکے گئے تھے پھر بچوں کی رونے کی آوازیں اس کے بعد وہ ہیبت ناک بونے جو مجھے مارنے کے لیے بے چین تھے اور اس کے بعد وہ بھینسے جن کی آنکھوں میں خون کی جھلک تھی۔ اس طرح نمودار ہوئے تھے جیسے مجھے ختم ہی کر دیں گے لیکن میں خوفزدہ ہوئے بغیر ان تحفوں کو قبول کرتا رہا تھا۔ انہیں برداشت کرتا رہا تھا انہیں برداشت کرتا رہا تھا اور اب..... اب اس جاپ کے اختتام کا وقت آن پہنچا تھا۔

پھر سورج ڈھل گیا اور یہی وقت تھا جب میرا جاپ مکمل ہوگیا۔ ہاں..... چالیسویں دن سورج ڈھلنے تک کا وقت بتایا گیا تھا مجھے۔ پھر اچانک میں نے کسی کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا اور اپنی جگہ سہم گیا لیکن پھر میں نے سوچا ہو سکتا ہے کہ یہ بھی میرے محسنوں کا کوئی تحفہ ہو چنانچہ میں اس تحفے کے استقبال کے لیے تیار ہو گیا۔

غالباً وہ کوئی عورت ہی تھی اس کے پیروں میں گھنگھرو بندھے تھے اور اس کے قدموں کی دھمک کے ساتھ آوازیں پیدا کر رہے تھے آہستہ آہستہ وہ میرے قریب آ گئی اور میں اسے دیکھتا رہا پھر وہ بالکل قریب آ گئی اور اس کی شکل دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔

آنے والی سامری تھی چہرے پر وہی مسکراہٹ کا انداز لیے آنکھوں میں وہی روشنی تھی لیکن..... لیکن مجھے محتاط رہنا چاہیے ہو سکتا ہے یہ بھی فریب ہو اور اگر میں اپنی جگہ چھوڑ دوں تو سب ختم ہو جائے۔ پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوئی تھی۔ ''راجو!''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

''راجو..... میں ہوں سامری! تمہاری ساتھی..... تمہاری دوست۔

جواب میں میں نے خاموشی ہی اختیار کیے رکھی۔

''راجو تمہارا جاپ ختم ہو گیا ہے اب تم آزاد ہو تم بول سکتے ہو تم اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر جا سکتے ہو باہر کی فضاؤں میں سانس لے سکتے ہو کچھ بولو۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ واقعی میرا جاپ ختم تو ہو گیا ہے اور میں کسی کو کم از کم مخاطب کر سکتا ہوں چنانچہ میں نے کہا۔ ''میں کیسے مان لوں کہ تم سامری ہو؟''

جواب میں سامری کا قہقہہ بلند ہو گیا۔ ''اب میرے پاس کوئی نشانی تو ہے نہیں جو تمہیں دکھاؤں اور یقین دلاؤں۔''

''پھر بھی..... یہ میری نظر کا دھوکہ بھی ہو سکتا ہے۔''

''اور میری آواز.....؟''

''ان چالیس دنوں میں مَیں نے یہاں جو کچھ دیکھا ہے اس کے سامنے تمہاری آواز کا سامری جیسی ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔''

''نہیں راجو! میرا یقین کرو میں سامری ہوں اچھا اچھا یہ دیکھو.....'' یہ کہہ کر وہ میری جانب بڑھی اور اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا میں اس سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتا رہا لیکن اس کی گرفت اور مضبوط ہو رہی تھی مجھے مجبوراً کھڑا ہونا پڑا اس نے پھر کہا۔ ''دیکھو راجو! مجھ سے پہلے تم نے جو کچھ یہاں دیکھا یا جن چیزوں سے تمہارا واسطہ پڑا انہوں نے تمہیں چھوا تک نہیں اور چھو بھی نہیں سکتے تھے جاپ کے دوران تمہارے اردگرد ایک دیوار تھی ایک ایسی دیوار جو نہ تمہیں نظر آ سکتی تھی اور نہ کسی اور کو اور تم تک پہنچنے والی ہر چیز اس دیوار سے رُک جاتی تھی اور جہاں تک اس بکرے کے خون کے چھینٹوں کا تعلق ہے تو اس کے لیے دیوار کی ضرورت نہیں تھی وہ ایک بے ضرر سی چیز تھی لیکن تم دیکھ لو ایک بھی سر تم سے ٹکرا نہ سکا میں تمہیں ہاتھ لگا سکتی ہوں میں نے تمہیں ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیا ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ میں ان میں سے نہیں ہوں میں صرف اور صرف سامری ہوں۔ تمہاری میڈم..... تمہاری دوست..... اور اب تم آزاد ہو۔''

میں سوچ میں پڑ گیا واقعی یہ سب کچھ درست ہی لگ رہا تھا اگر وہ سامری نہ ہوتی تو مجھے چھو نہیں سکتی تھی کیونکہ اس سے پہلے جتنے بھی لوگ یا بدہیت چیزیں میرے پاس مجھے ڈرانے کے لیے آئی تھیں ان سب نے مجھے چھوا نہیں تھا۔

سامری نے پھر کہا۔ ''اب جبکہ تم آزاد ہو تو تم اپنے انعام کے حق دار بھی ہو آؤ میرے ساتھ۔'' سامری نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لیے ہوئے سندھانی کے مجسمے کے قریب پہنچ گئی پھر اس نے سندھانی کے پیروں کو چھوا اور میں نے دیکھا کہ اس کے پیروں کے پاس سے زمین سرکنی شروع ہو گئی غالباً اس کے پیروں میں کوئی بٹن تھا جس کے دبانے سے زمین میں خلا نمودار ہو گیا تھا پھر وہاں اتنی جگہ بن گئی کہ ایک آدمی وہاں سے با آسانی اندر جا سکتا تھا

سامری نے میرا ہاتھ پکڑا اور پھر نیچے قدم رکھ دیا نیچے کئی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ جو غالباً کسی تہہ خانے میں جا کر ختم ہوتی تھیں ہم نے ان سیڑھیوں سے نیچے اترنا شروع کر دیا۔ ابھی ہم نے آٹھ دس سیڑھیاں طے کی ہوں گی کہ ایک جانب سے آواز آئی۔ ''بچالو..... ہمیں بچالو۔''

میں نے چونک کر اس طرف دیکھا وہ ایک سر کٹا شخص تھا ہاں..... میں نے پورے ہوش و حواس کے عالم میں اسے دیکھا تھا وہ سر کٹا ہی تھا لیکن یہ سر کٹا بول رہا تھا میں خوف سے کانپنے لگا۔

''نہیں راجو! ڈرو نہیں یہ ہمیں کچھ نہیں کہے گا۔'' سامری نے کہا۔

''ہم کچھ اور نیچے اُترے تو ایک شخص کو دیکھا اس کے پورے بدن پر کانٹے تھے اور دونوں آنکھیں غائب تھیں۔ ''ارے لڑکے بچالے..... بڑا انیائے ہوا ہے ہمارے ساتھ بلکہ ظلم کیا ہے ہم نے جیون کے ساتھ بھگوان کے لیے بچالے ہمارا جیون۔''

میں بہر حال انسان تھا ڈر تو لگ رہا تھا لیکن اتنا یقین تھا کہ سامری کے ہوتے ہوئے اب مجھے کچھ نہیں ہو گا نیچے اُترنے کے دوران اسی طرح کے لوگ مجھ سے ٹکراتے رہے کسی کا سر نہیں تو کسی کے جسم پر کانٹے تھے۔ کوئی کوڑھ کا مریض تھا تو کوئی ہاتھ سے محروم تھا لیکن سب کی زبان پر ایک ہی پکار تھی کہ انہیں بچالے۔

پھر ہم نیچے تہہ خانے میں پہنچ گئے یہاں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی اور ہر چیز واضح نظر آ رہی تھی بالکل غار جیسی جگہ تھی جیسے کسی غار کا اندرونی حصہ ہو سامری بولی۔ ''جانتے ہو یہ لوگ کون تھے؟''

جواب میں میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''یہ اس مورتی کے حصول کے خواہش مند تھے۔''

''کیا؟''

''ہاں..... تم سے پہلے ان لوگوں نے مجھ سے مورتی کے حصول کی خواہش ظاہر کی اور میں انہیں یہاں لے آئی لیکن یہ سب کمزور دل کے مالک ہیں ان کا دل تمہاری طرح مضبوط نہیں تھا ان کے اندر اعتماد کی کمی تھی۔ یہ سب ان چیزوں سے ڈر گئے تھے جو صرف نظر کا دھوکہ تھیں انہیں ڈرانے کے لیے تمہیں جاپ سے روکنے کے لیے..... اس جاپ کا اصول ہے کہ جب جاپ الٹا ہوتا ہے تو اس کے لیے شرمپالا سزا تجویز کرتا ہے۔ سندھانی کا دلارا اپنی من پسند شراب میں اس بھگت کو ڈال دیتا ہے اور پھر وہ بھگت ساری زندگی یہیں گزارتا ہے۔ آؤ میں تمہیں شرمپالا سے ملواؤں۔'' وہ مجھے پھر ایک جانب لے چلی سامنے دیوار ہی تھی اور میں حیران تھا کہ یہ مجھے کہاں لے جانے کی کوشش کر رہی ہے لیکن جلد ہی بات سمجھ میں آ گئی اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سامنے والی دیوار میں ایک خلا نمودار ہو گیا سامری نے مڑ کر مجھے دیکھا پھر بولی۔ ''آؤ راجو! میرے پیچھے چلو۔''

میں اس کے پیچھے پیچھے اس خلا میں داخل ہو گیا یہاں نسبتاً روشنی پھیلی تھی اس روشنی میں میں نے سامنے ایک مجسمہ دیکھا جو زمین سے قریباً پانچ فٹ اونچا تھا اس کا پھیلاؤ کوئی آٹھ فٹ تھا عجیب سے بے ڈھنگے ہاتھ پاؤں دور تک پھیلے ہوئے تھے چہرہ انتہائی بھیانک بدن پر لبادہ تراشا گیا تھا جس میں سے ہاتھ پاؤں نکل کر پھیلتے چلے گئے تھے۔

سامری نے کہا۔ ''یہ شرمپالا ہے سندھارنی کا چہیتا میرے من کا میت..... ہاں..... میرے من کا میت.....''

میں نے دیکھا کہ سامری کی آنکھوں میں خمار بڑھتا جا رہا تھا اس کی آنکھیں بار بار بند ہو رہی تھیں اور سامری نے تھرکنا شروع کیا کہیں سے طبلے کی آواز آ رہی تھی لیکن اس طبلے کا اس کمرے میں نام و نشان نہیں تھا بس آواز آ رہی تھی وہ کسی ماہر رقاصہ کی طرح رقص کر رہی تھی اور میں حیرانگی سے اس کی کیفیت دیکھ رہا تھا بڑا ہیجان خیز رقص تھا۔ میں نے اس سے پہلے سامری کو اتنے جوش میں نہیں دیکھا تھا سامری ایک اچھے خاصے بدن کی مالک تھی لیکن اس وجود کے باوجود اس کی یہ مہارت دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ کافی دیر تک وہ رقص کرتی رہی طبلے کی آواز کے ساتھ گھنگھرو کی جھنکار ایک عجیب سماں پیدا کر رہی تھی۔ سامری کا چہرہ شدتِ جوش سے سرخ ہو گیا تھا لیکن..... لیکن یہ کیا اس کے چہرے کی کھال پھٹنی شروع ہو گئی پھر اس کے ہاتھوں، پیروں کی کھال پھٹنے لگی اس کا بدن نیلا پڑتا جا رہا تھا پھر اس کی زبان اس کے سینے تک لٹک آئی آنکھیں لال انگارہ ہو گئیں جبڑے کھنچ گئے۔

میں خوفزدہ بھی تھا اور حیران بھی کہ اسے کیا ہو گیا پھر اس کے رقص کرنے کی رفتار کم ہونے لگی ساتھ ہی ساتھ طبلے کی آواز بھی مدھم ہوتی جا رہی تھی پھر وہ بھی ختم ہو گئی اور سامری بھی رُک گئی تھی۔ اس نے میری طرف دیکھا آہ! وہ آنکھیں..... ان آنکھوں میں انگارے روشن تھے۔

پھر طبلے کی تھاپ دوبارہ شروع ہو گئی اور وہ اس کے ساتھ دوبارہ رقص کرنے لگی اس بار میں نے عجیب و غریب منظر دیکھا..... اس کے بدن میں ہاتھوں کی جگہ مزید دو ہاتھ نکلنا شروع ہو گئے پھر اس کی لمبائی اصلی ہاتھوں جتنی ہو گئی پھر اس کے بدن سے اس کی ٹانگیں دو سے چار ہو گئیں پھر مزید نکلنے لگیں اب وہ اپنی اصلی ٹانگوں کے علاوہ اپنی اضافی ٹانگوں پر بھی ناچ رہی تھی جس کی وجہ سے اس کا باقی جسم کبھی دائیں طرف جھک جاتا اور کبھی بائیں طرف بڑا

پُراسرار اور ہولناک منظر تھا سامری خود کسی چڑیل سے کم نہیں تھی بکھرے بال لٹکی ہوئی زبان اس کے سارے ہاتھ پاؤں، پھٹا ہوا گوشت..... پھر رقص کرتے کرتے وہ اچانک رُک گئی اور تیزی سے میری طرف مڑی ''راجو!'' بڑی عجیب سی آواز تھی اس کی۔

''جی..... جی.....''

''راجو! تجھے مورتی چاہیے نا؟''

''جی!'' میں شدید خوفزدہ تھا۔

''آؤ..... میرے پاس آؤ۔''

''کیا؟''

''میرے پاس آؤ راجو!'' اس نے نرم لہجے میں کہا لیکن میں اس کے حلئے سے شدید خوفزدہ تھا۔

''میں آج خوش ہوں راجو! بہت خوش ہوں تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہو تم نے وہ حاصل کر لیا ہے جس کے لیے کئی لوگ اپنا جیون گنوا بیٹھے کیا تم خوش ہو؟''

''جی.....''

''بہت خوش؟''

''جی بالکل۔''

''اچھا تو پہلے یہ مورتی لے لو۔'' اس نے اپنے لباس سے ایک مورتی نکالی۔ یہ وہی مورتی تھی جو اس نے پہلے مجھے دی تھی میں ڈرتے ڈرتے آگے بڑھا اور پھر میں نے وہ مورتی اس کے ہاتھ سے لے لی اس نے پھر کہا۔ ''راجو! تم نے یہ مورتی بے شک حاصل کر لی ہے اور تم اس کے حق دار ہو لیکن یہ کام تم نے صرف اپنے لیے کیا ہے نا؟''

''جی۔''

''اور اس کام کے بدلے میں مورتی کسے ملی؟ تمہیں ہی ملی نا؟''

''جی بالکل۔''

''تو اس میں تو تمہارا ہی فائدہ ہوا اس میں مجھے کیا ملا؟''

''آپ میری جان لے سکتی ہیں۔''

''ارے نہیں ایک اتنی ہمت والا لڑکا! جس نے بڑے بڑوں سے ادھورا رہ جانے والا عمل کر دکھایا اس کی زندگی تو میرے لیے انتہائی قیمتی ہے اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ تم میرے دوست ہو اور اس دوستی کے صلے میں، میں تم سے ایک کام لینا چاہتی ہوں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''مجھے بتایئے۔ کیا کام لینا چاہتی ہیں آپ مجھ سے..... میں وعدہ کرتا ہوں، آپ کا ہر کام کروں گا۔'' میں نے سہمے سہمے انداز میں کہا میری اب بھی وہی کیفیت تھی۔

''نہیں راجو! ڈرنے کی ضرورت نہیں اب سندھارنی کا مجسمہ تمہارے پاس ہے۔ اب تم خود ڈرانے والی چیز ہو ایک طاقت کے مالک ہو اب تم اس طاقت کو استعمال کرتے ہوئے میرا وہ کام کرو گے۔''

''جی.....'' میں نے پھر اسی انداز میں کہا۔

''اس دنیا میں ہر شخص کے کچھ ایسے دوست ہوتے ہیں جیسے تم میرے دوست ہو لیکن زندگی کے ہر موڑ پر اس کے دشمن بھی اس کے منتظر ہوتے ہیں اور ان کا ایک ہی کام ہوتا ہے اپنے حریف کا نقصان یا پھر اس کی موت اس جیون پھیر میں میرے بھی پانچ دشمن ہیں جو میری جان لینے کے خواہش مند ہیں میں چاہتی ہوں کہ میں ہی انہیں ان کے جیون سے آزاد کر دوں انہیں اس تکلیف سے ہمیشہ کے لیے مکتی مل جائے کہ میں ابھی تک زندہ کیوں ہوں تم سمجھ رہے ہو نا میری بات؟''

''جی میڈم!''

''اور اس کام میں تم میرا ساتھ دو گے بلکہ ان پانچوں دشمنوں کو تلاش کر کے تم ہی ان کا خاتمہ کرو گے۔''

''جی میں؟'' میں خوفزدہ لہجے میں بولا۔

''ہاں! تمہیں میرا یہ کام کرنا ہوگا مجھے اپنے پانچوں دشمنوں کا خون چاہیے۔''

''لیکن میں..... کس طرح؟'' میں مسلسل گھبرایا ہوا تھا۔

''سندھارنی کی مورتی ہے تمہارے پاس یہ بہت بڑی شکتی ہے اور اس شکتی کا مظاہرہ تم دیکھ چکے ہو ترتیب واران دشمنوں کا خیال کرنا یہ مورتی ان تک پہنچنے میں تمہاری معاون و مددگار ہوگی اس کے بعد کیا کرنا ہے تمہیں خود بھی سوچنا ہوگا مجھے بس ان کا خون چاہیے اور جب تم ان پانچوں کا خون میرے پاس لے آؤ گے تو پتہ ہے کیا ہوگا؟''

''کیا؟''

''یہ سندھارنی کی شکتی کچھ معاملات میں محدود ہے لیکن ان پانچوں کے خون لانے کے بعد تم امر شکتی کے مالک بن جاؤ گے میں تمہیں وہ شکتی دوں گی کہ پھر شاید تم سے بڑا شکتی مان کوئی نہ ہو۔'' پھر اس نے شرمپالا کے مجسمے کے نیچے رکھا ہوا ایک پیالہ اٹھایا اس پیالے میں ایک عجیب سا سیال تھا اس کا رنگ بالکل سفید تھا یہ بالکل پانی کی طرح تھا لیکن پانی سے گاڑھا

تھا اس نے یہ سیال میرے منہ پر ڈال دیا۔ ''جا بالک! وجے ہو تیری..... تیری وجے ہو..... سندھارنی کی شکتی تیرے ساتھ ہے سامری کا آشیرباد تیرے ساتھ ہے وجے تیرا مقدر ہے..... تیری وجے اوش ہے..... تیری وجے ہوگی۔''

سامری بلند آواز میں کہتی رہی لیکن میں خاموش رہا تھا اور اس خاموشی کی وجہ آنکھوں میں ہونے والی شدید جلن تھی جس نے مجھے بے چین کر دیا تھا میں اپنی بے چینی کا اظہار سامری کے سامنے کرنا چاہتا تھا لیکن پھر یہ جلن شدید تر ہوگئی اور میں نے دونوں ہتھیلیاں آنکھوں پر رکھ لیں مورتی میرے بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں دبی ہوئی تھی کافی دیر تک میں اپنی آنکھیں ملتا رہا یہ شاید اسی پانی کا اثر تھا جو سامری نے میرے چہرے پر ڈالا تھا اس پانی میں مرچیں یا ایسی ہی کوئی چیز شامل تھی کہ کچھ دیر کے لیے میری آنکھیں بالکل بند سی ہوگئی تھیں پھر یہ جلن ختم ہونا شروع ہوگئی لیکن میں اب بھی آنکھیں مل رہا تھا اور پھر آہستہ آہستہ یہ جلن ختم ہو گئی تھی میں نے آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔

لیکن..... لیکن یہ کون سی جگہ تھی؟ سارا منظر ہی تبدیل ہو گیا تھا اب نہ وہ مندر تھا، نہ شرمپالا کا مجسمہ اور نہ سامری میرے سامنے تھی بلکہ میں میدانی ڈھلوان میں کھڑا تھا ایک ایسا میدانی ڈھلان جس میں مختلف قسم کے خودرو پودے اُگے ہوئے تھے کہیں کہیں لمبی گھاس ان پودوں کے درمیان جھانک رہی تھی دور دور تک کھلا میدان نظر آتا تھا کافی دور ایک سڑک نظر آ رہی تھی میں اس سڑک کی طرف چل پڑا۔

دل میں یہی خیال تھا کہ کسی طرح اس سڑک تک پہنچ جاؤں اور کسی ایسے شخص کو تلاش کروں جو مجھے کسی آباد علاقے کا راستہ بتائے یا مجھے وہاں لے جائے چنانچہ میں چلتا رہا اور پھر اوپر پہنچ گیا یہ ایک شفاف سڑک تھی دور دور تک کسی آدم زاد کا نام و نشان نہ تھا سڑک کے دوسری طرف بھی ایسے ہی ڈھلان تھے کافی دیر تک میں اسی طرح کھڑا رہا پھر ایک جانب سے دھول اُڑتی ہوئی نظر آئی غالباً کوئی گاڑی اس طرف آ رہی تھی۔ میرا اندازہ درست نکلا کیونکہ اس دھول میں سے ایک گاڑی برآمد ہوئی دراصل یہ وہ مٹی اور دھول تھی جو اس سڑک کے کناروں پر موجود تھی اور تیزی سے گزرنے والی گاڑیاں اس دھول کو اُڑتی ہوئی گزرتی ہوں گی۔

بہرحال میں اس بات کے لیے تیار ہو گیا کہ اس گاڑی کو ضرور روکوں گا۔ چنانچہ میں سڑک کے درمیان میں آ گیا البتہ اتنی جگہ میں نے ضرور چھوڑ دی تھی کہ اگر گاڑی والا مجھے نہ دیکھ پائے تو میں ایک طرف ہو جاؤں گا تاکہ محفوظ رہوں پھر میں نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے اور زور زور سے اس انداز میں ہلانے شروع کر دیئے جیسے میں مدد چاہتا ہو پھر اس گاڑی والے نے مجھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شاید لیا تھا کیونکہ اس کی گاڑی کی رفتار کم ہونا شروع ہوگئی گاڑی میرے قریب آ کر رُک گئی یہ بالکل نئی چمکتی ہوئی گاڑی تھی پھر اس میں سے ایک آدمی باہر نکلا اچھا خوش شکل آدمی تھا رنگ گورا، خوب صورت لمبے بال جو شانوں تک چلے گئے تھے آنکھوں میں سنہری فریم کی عینک، ہاتھوں میں انگشتریاں، گلے میں چین پڑی تھی، جدید تراش کا لباس پہنے ہوئے تھا دیکھنے دکھانے والی چیز تھی اس نے کہا۔ ''آپ یہاں تنہا اس ویرانے میں کیا کر رہے ہیں؟''

''کچھ نہیں..... ایک مسافر ہوں۔''

''راستہ بھول گئے ہیں کیا؟''

''جی۔''

''لیکن آپ کے پاس کوئی سواری نہیں ہے۔''

''نہیں جی! میں شہر جانے والی بس میں سوار تھا پھر بس ایک جگہ رُکی سب نیچے اُتر کر اِدھر اُدھر گھومنے لگے میں بھی ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور میری آنکھ لگ گئی آنکھ کھلی تو بس جا چکی تھی۔''

''اوہو..... یہ تو بہت بُرا ہوا۔''

''ہاں جی! شہر جانا چاہتا ہوں کیا آپ میری مدد کریں گے؟''

''ہاں! کیوں نہیں؟ میں شہر ہی کی طرف جا رہا ہوں میرے ساتھ چلیں شہر میں آپ جہاں کہیں بھی کہیں گے میں آپ کو اُتار دوں گا۔'' اس نے کہا اور ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والا دروازہ کھول دیا میں اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا پھر اچانک اس نے کہا۔

''آپ کا سامان وغیرہ؟''

''وہ بس میں ہی تھا۔'' سامان کے ذکر سے مجھے مورتی یاد آ گئی جو میں نے اندرونی لباس میں چھپالی تھی۔

''اوہ..... یہ تو بہت بُرا ہوا آپ کا پرس وغیرہ تو ہے آپ کے پاس؟''

''جی نہیں۔''

''تو کیا وہ بھی اس سامان کے ساتھ.....''

''جی ہاں بالکل۔''

''پھر تو اس بس کو تلاش کرنا ہوگا اگر سامان نہ ملا تو اس کی رپورٹ کرنا ہوگی۔''

''چھوڑیں صاحب! اب جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔''

''لیکن پھر بھی کوئی اہم کاغذ، کوئی ایسی دستاویز جو اہم ہو اور جس کے لیے رپورٹ کرنی

پڑے۔''

''نہیں صاحب! اس سامان میں صرف میرے کپڑے اور کچھ پیسے تھے۔''

''چلو یہ بھی غنیمت ہے بہر حال بُرا ہوا ہے بہت بُرا ہوا ہے تم کہو تو اس سامان کے حصول کے لیے میں کوشش کروں گا؟''

''نہیں صاحب! آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں؟ جانے والی چیز تھی چلی گئی اب اس کا غم کیا کرنا؟''

''تمہارا نام نہیں پوچھا میں نے ابھی تک تمہارا نام کیا ہے؟''

''راجو..... راجو ہے جی میرا نام۔''

''مجھے دلاور خان کہتے ہیں۔''

''راجو تم کہاں رہتے ہو؟ کیا اسی شہر میں؟''

''نہیں جی! اس شہر میں تو میں ایک اجنبی کی حیثیت سے جا رہا ہوں میں تو جمال پور کے ایک علاقے شاہ بستی میں رہتا ہوں۔''

''اچھا آپ کے والد کیا کرتے ہیں؟''

''والد نہیں ہیں۔''

''اور والدہ؟''

''وہ بھی نہیں ہیں۔''

''بڑا افسوس ہوا سن کر آئی ایم سوری..... آئی ایم ویری سوری۔'' جواب میں میں خاموش رہا۔

''آپ پڑھتے ہیں؟''

''نہیں جی۔''

''پھر کوئی کام وغیرہ کرتے ہیں؟''

''جی ہاں ایک دکان پر ملازم ہوں۔''

''اچھا اچھا.....'' پھر وہ خاموش ہوگیا کافی دیر تک اسی طرح خاموشی چھائی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ ''اکرم آباد میں کہاں قیام کریں گے؟''

اس کے پوچھنے پر پہلی بار مجھے اس شہر کا نام پتہ چلا جہاں ہم جا رہے تھے میں نے کہا۔

''وہاں میرا کوئی جاننے والا نہیں ہے۔''

''پھر..... آپ کے پاس تو اب پیسے بھی نہیں ہیں۔''

''جی.....'' میں نے افسردہ لہجے میں کہا۔

''آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ میرے ہاں قیام کریں؟ بلکہ یہی اچھا رہے گا۔''

''جی آپ کا یہ احسان ہی بہت ہے کہ آپ مجھے شہر تک لے جا رہے ہیں ورنہ میں تو ان بیابانوں میں ہی سر ٹکراتا پھرتا۔''

''اس میں احسان کی تو کوئی بات نہیں ہے بحیثیت انسان یہ میرا فرض ہے اور اگر کوئی شخص یہ سب نہیں کرتا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ انسانیت سے خارج ہے چنانچہ آپ کے لیے بہتر یہی ہے کہ آپ کچھ روز میرے ہاں قیام کریں جس مقصد کے لیے آپ یہاں آئے ہیں، اسے پورا کیجیے اور پھر اپنے شہر روانہ ہو جائیے۔''

''جی..... میرے خیال میں.....''

''خیال وغیرہ آپ چھوڑیں آپ کو اب میرے گھر رہنا ہوگا اللہ کا دیا میرے پاس بہت کچھ ہے آپ کو وہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور ہاں..... رقم وغیرہ کی پرواہ بھی بالکل نہ کیجیے گا۔''

میں اس کو کیا جواب دیتا؟ خاموش ہی رہا پھر کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد گاڑی شہر میں داخل ہو گئی گاڑی کچھ دیر مختلف سڑکوں پر دوڑتی رہی راستے میں مجھے اندازہ ہوا کہ یہ چھوٹا سا شہر ہے لیکن صاف ستھرا ماحول ہے سڑکیں خوب صورت ہیں چاروں طرف ہریالی ہی ہریالی چھائی ہوئی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بازار ہیں بڑا ہی پُرسکون ماحول ہے اتنی بڑی تبدیلی..... بہرحال اس تبدیلی سے میں اب تک پریشان رہا تھا لیکن اب کچھ سکون محسوس ہو رہا تھا اب مجھے ایک مقصد مل گیا تھا ساتھ ہی ساتھ طاقت بھی دی تھی ایک ایسی طاقت جو بہرحال ایک حیثیت رکھتی تھی اور یہ شخص..... یہ شخص تو میرے لیے فرشتہ ہی ثابت ہوا تھا۔

پھر گاڑی مختلف راستوں سے گزرتی ہوئی ایک کوٹھی کے سامنے جا کر رُک گئی پھر اس آدمی نے ہارن بجایا ایک ملازم نے دروازہ اندر سے کھول دیا اور گل خان گاڑی اندر لیتا چلا گیا اس نے گاڑی ایک جگہ روک دی ''آؤ'' اس نے کہا اور دروازہ کھول کر نیچے اُتر آیا۔

میں بھی نیچے اُتر آیا تھا میں نے گل خان کو دیکھا اچھا خاصا لمبا چوڑا تھا یہ شخص انتہائی شاندار شخصیت تھی اس کی پھر میں نے کوٹھی پر نظر دوڑائی انتہائی خوب صورت کوٹھی تھی ایک طرف وسیع لان تھا جس میں مختلف قسم کے پھول تھے دیوار کے ساتھ ساتھ ناریل کے درخت بھی تھے کوٹھی کی شان و شوکت سے مجھے گل خان کی حیثیت کا اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ شخص انتہائی دولت مند ہے بڑی آن بان ہے اس کی۔

گل خان مجھے لیے ہوئے آگے بڑھا اور سامنے کی سمت جانے کے بجائے دائیں سمت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چلا گیا آگے جا کر میں نے دیکھا کہ دیوار کے ساتھ ساتھ چار پانچ کمرے بنے ہوئے تھے ان کے آگے چھوٹی چھوٹی کیاریاں بنی ہوئی تھیں جن میں پودے لگے ہوئے تھے پھر گل خان ان کمروں میں سے ایک کے دروازے کے پاس آیا اور زور سے کسی کو آواز دی۔ ''گلاب خان اوگلاب خان۔''

جواب میں اندر سے آواز سنائی دی۔ ''او آتا ہے خان! ابی آتا ہے۔''

دو منٹ کے بعد دروازہ کھلا اور اندر سے آدمی برآمد ہوا مضبوط ہاتھوں پیروں والا پٹھان تھا معمولی لباس پہنے ہوئے تھا ہمیں دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ ''سلام صاحب! تم آ گیا صاحب!''

''تو کیا نہیں آتا؟''

''نئیں صاحب! کیا بات کرتا ہے ہم تو انتظار کرتا تھا آپ کا۔''

''چلو انتظار ختم ہو گیا۔ اب خوش ہونا؟''

''جی ہاں بہت خوش ہوں۔''

''اچھا سنو! یہ ہمارے مہمان ہیں یہ کچھ دن یہیں قیام کریں گے۔''

''جی اچھا صاحب!''

''بھئی یہ تمہارے ساتھ قیام کریں گے ان میں سے ایک کمرہ انہیں دے دو کھانے وغیرہ کا خیال رکھنا..... ان کو کوئی پریشانی اور تکلیف نہ ہو۔''

''قاسم آ گیا ہے؟''

''جی صاحب! وہ اندر کوٹھی میں ہے۔''

''اچھا ٹھیک ہے۔'' گل خان نے کہا اور پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ''دیکھو راجو! تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی تم یہاں رہو اپنا کام کرو اور یہ کچھ پیسے ہیں انہیں رکھو۔'' اس نے جیب میں سو سو کے چند نوٹ نکال کر میری جانب بڑھا دیئے۔

''جی۔''

''ارے اس میں جھجکنے کی کیا بات ہے مجھے اپنا بڑا بھائی سمجھو اور کھانے پینے یا دوسری چیزوں میں بھی تکلف نہ کرنا جو چاہیے ہو بلا جھجک کہنا ٹھیک ہے؟''

''جی۔''

''اور یہ.....'' اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیسوں کی جانب اشارہ کر کے کہا۔ ''یہ آپ رکھیں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''نہیں اگر مجھے ضرورت ہوتی تو میں آپ سے مانگ لوں گا۔''

''ارے نہیں رکھو یہ..... رکھ لو۔'' اس نے زبردستی نوٹ میری جیب میں ٹھونس دیئے تھے۔

گلاب خان نے مجھ سے کہا۔ ''آؤ صاحب!'' اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا کمرہ اچھا خاصا تھا۔ صاف ستھرا ایک جانب مسہری رکھی ہوئی تھی درمیان میں ایک میز رکھی ہوئی تھی اس کے علاوہ کمرے میں کوئی سامان نہیں تھا بہرحال سر چھپانے کا بہترین ٹھکانہ مل گیا تھا میں نے سوچا کچھ دن یہاں رہوں گا اور اس کے بعد یہاں سے نکل کر اور کوئی جگہ تلاش کرلوں گا ابھی تو سامری کا کام بھی کرنا تھا۔

''صاحب! یہ آپ کے رہنے کا کمرہ ہے اگر کوئی چیز چاہیے ہو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو آپ بلا جھجک کہو ہم آپ کا خدمت کے لیے تیار ہیں۔''

''جی اچھا.....''

''او صاحب! آپ ہم کو بولتا ہے جی اچھا اب حکم کرو۔''

''مجھے بھوک لگ رہی ہے۔''

''صاحب ہم ابھی آپ کے لیے کھانا بھجواتا ہے آپ منہ ہاتھ وغیرہ دھولو وہ دیکھو..... وہ باتھ روم ہے۔'' اس نے ایک جانب اشارہ کیا کمرے کے ساتھ ہی باتھ روم بنا ہوا تھا۔

''ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا پھر باتھ روم میں داخل ہو گیا اچھی طرح منہ ہاتھ دھویا مجھے مورتی کا خیال آیا اور میں نے اپنے لباس میں سے مورتی نکال لی مورتی بالکل صحیح سلامت تھی میں نے اسے واپس اپنے لباس میں رکھ لیا پھر میں باہر آ گیا کچھ دیر کے لیے مسہری پر لیٹ گیا آرام دہ مسہری تھی اور لیٹنے میں لطف آ رہا تھا کچھ دیر کے لیے مسہری پر لیٹنے کے بعد دروازے پر دستک ہوئی اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''کون ہے؟''

''میں ہوں..... ملازمہ..... آپ کے لیے کھانا لائی ہوں۔''

میں نے دروازہ کھول دیا پندرہ سولہ سال کی ایک پیاری سی لڑکی کھانے کی ٹرے ہاتھ میں لیے کھڑی تھی میں ٹرے اس کے ہاتھ سے لینے لگا تو وہ بولی۔ ''ارے! آپ کیوں تکلیف کر رہے ہیں؟ میں کھانا میز پر لگا دیتی ہوں۔'' اس نے کہا اور آگے بڑھ گئی میں نے اسے راستہ دے دیا پھر اس نے کھانا میز پر لگا دیا ساتھ پانی کا جگ بھی تھا کہنے لگی۔ ''کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیجیے میں ابھی دوبارہ چکر لگاؤں گی۔''

''نہیں..... تم جاؤ..... بس اتنا ہی کافی ہے۔'' میں نے کہا اور وہ چلی گئی میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کے انداز میں عجیب سی بے چینی ہے جیسے کچھ کہنا چاہ رہی ہو لیکن کہہ نہ پا رہی ہو بہرحال وہ بہت اچھی لگی تھی میں نے میز مسہری کے قریب ہی کھسکا لی اور کھانا کھانے میں مصروف ہو گیا انتہائی مزیدار کھانا تھا میں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا اور پھر برتن میز پر ہی سمیٹ دیئے تھے اس کے بعد میں مسہری پر جا لیٹا۔

کچھ دیر کے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ ''آ جاؤ دروازہ کھلا ہے۔'' میں نے کہا اور وہی لڑکی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا اس نے خاموشی سے برتن سمیٹ کر ٹرے میں رکھے پھر مجھ سے مخاطب ہوئی۔ ''کسی اور چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟''

''نہیں شکریہ۔'' میں نے کہا اور وہ واپسی کے لیے مڑ گئی میں اسے دروازے سے باہر جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا پھر میں آرام کرتا رہا میں نے تمام خیالات کو اب ذہن سے جھٹک دیا تھا اور کافی حد تک پُرسکون ہو گیا تھا کافی دیر اسی طرح گزر گئی پھر دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی۔

''کون ہے؟ اندر آ جاؤ۔'' میں نے کہا اور گلاب خان اندر داخل ہو گیا میں ایک بار پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''او لیٹے رہو..... لیٹے رہو صاحب! ہم تو یہ پوچھنے کو آیا کہ تم نے کھانا کھا لیا؟''

''ہاں گلاب خان۔'' میں نے جواب دیا۔

''اور چائے؟''

''نہیں چائے نہیں پی۔''

''او صاحب! تم بہت شرماتا ہے اس بی بی سے چائے کا بول دیتا، دو منٹ میں آ جاتا۔ اچھا..... ہم خود چائے لے کر آتا ہے۔'' گلاب خان نے کہا اور باہر چلا گیا بہت اچھا رویہ تھا ان لوگوں کا میرے ساتھ ایک تو کھانا ہی اتنا شاندار تھا اس کے بعد چائے اور دوسری چیزیں میں بہرحال ان لوگوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد گلاب خان چائے لے کر آ گیا اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں چائے کی کیتلی تھی ساتھ ہی دو پیالیاں بھی تھیں یہ برتن بھی انتہائی خوب صورت تھے گلاب خان بولا۔ ''صاحب! تم کو بُرا نہ لگے تو ہم بھی آپ کے ساتھ.....''

''ہاں گلاب خان..... اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟'' میں نے کہا اور گلاب خان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے دونوں پیالیوں میں چائے انڈیلی پھر ایک کپ میری جانب بڑھایا اور دوسرا کپ لے کر زمین پر بیٹھ گیا۔

میں نے محسوس کیا کہ گلاب خان کے چہرے پر کچھ ہچکچاہٹ کے آثار ہیں میں نے اس سے پوچھ ہی لیا۔ ''کچھ کہنا چاہتے ہو گلاب خان؟''

''ہاں صاحب! ہم جانتے ہیں، جو کچھ ہم کہیں گے اس سے ہماری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی لیکن ہمارا دل چاہتا ہے کہ.....''

''کہو گلاب خان!'' میں نے کہا لیکن اسی وقت ایک عجیب ہی آہٹ ہوئی اور گلاب خان کا چہرہ سفید پڑ گیا ایسا لگا جیسے اس کا دم گھٹ گیا ہو نہ جانے کیوں۔

گلاب خان خوفزدہ نگاہوں سے دروازے کی جانب دیکھتا رہا۔ جیسے کسی کی آمد کا انتظار ہو لیکن تھوڑی دیر کے بعد آہٹیں ختم ہو گئیں اس کا مطلب تھا کہ کوئی دروازے کے پاس سے گزر رہا تھا اور اب وہاں سے چلا گیا تھا پھر بھی احتیاطاً گلاب خان اپنی جگہ سے اٹھا اس نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا دور دور تک دیکھتا رہا۔ میں اس کا جائزہ لے رہا تھا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ گلاب خان کس سے خوفزدہ ہو رہا ہے یا جو کچھ وہ مجھ سے کہنا چاہتا ہے وہ کیا ہے؟ صورتِ حال جو کچھ بھی تھی، میرے علم میں تھی لیکن گل خان وغیرہ کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا تھا گلاب خان پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد واپس پلٹا اور پھر میرے پاس آ گیا اس نے بھاری آواز میں کہا۔

''صاحب! بات کو جلدی ختم کرتا ہوں اصل میں آپ کا شکل میرے چھوٹے بھائی سے بہت ملتا جلتا ہے میرا یہ چھوٹا بھائی میری بستی میں دشمنی میں مارا گیا ہمارے خاندانوں میں دشمنی چلتی رہتی ہے صاحب! بس آپ یہ سمجھ لو آج تک مجھے اپنا بھائی نہیں بھولا میں اپنے بھائی کے قاتلوں میں سے چار کو ختم کر چکا ہوں مگر ابھی تک میرے سینے میں انتقام کی آگ روشن ہے۔ خیر چھوڑو صاحب میں آپ سے یہ کہہ رہا تھا کہ آپ میرے بھائی کے ہم شکل ہو اس لیے میں نہیں چاہتا کہ آپ ان لوگوں کے جال میں پھنسو۔ جب میں نے پہلی بار آپ کو دیکھا تھا تو اسی وقت میں نے دل میں سوچ لیا تھا کہ اگر میرے لیے ممکن ہو سکا تو آپ کی جان بچانے کی کوشش کروں گا صاحب! ادھر سے نکل جاؤ یہ خطرناک لوگوں کا اڈہ ہے ہم لوگ ادھر ہیروئن بیچتے ہیں ڈاکے ڈالتے ہیں سمگلنگ کرتے ہیں سارے کام ادھر ہوتے ہیں صاحب! کسی بھی وقت ہماری زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ آپ کو یہ لوگ ادھر لائے ہیں ابھی آپ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں گے پھر آپ کے ہاتھوں قتل کروا دیں گے اور اس کے بعد آپ کو اپنے

جال میں پھانس لیں گے بس یوں سمجھ لو صاحب! آپ زندگی بھر ان لوگوں کے جال سے نہیں نکل سکتے پھر آپ یہ سارے کام کرنے پر مجبور ہوں گے ابھی آپ آزاد ہو ادھر سے نکل جاؤ۔''

گلاب خان کے منہ سے ابھی اتنی ہی آواز نکلی تھی کہ اچانک باہر سے گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں میرے ساتھ گلاب خان بھی چونک پڑا تھا پھر اس نے کہا۔ ''پناہ خدایا!'' اور اس کے بعد دوڑتا ہوا باہر نکل گیا گولیاں بڑے زور و شور سے چل رہی تھیں۔

اس کے بعد ایک آواز سنائی دی وہ غالباً لاؤڈ سپیکر پر سنائی دے رہی تھی آواز نے کہا۔

''خبردار! پولیس نے تم لوگوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اگر ایک بھی گولی اندر سے چلائی گئی تو ساری عمارت کو بموں سے اڑا دیا جائے گا پولیس کی بہت بڑی تعداد نے تم لوگوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ سامنے کے دروازے سے ایک ایک کر کے ہاتھ اٹھا کر باہر نکل آؤ تمہاری زندگی بچ جائے گی خیال رکھنا اگر پتھر بھی پھینکا گیا تو اس کا جواب گولی سے ملے گا۔''

پولیس بار بار یہ اعلان کرتی رہی اور میں بدحواسی اور پریشانی کے عالم میں سوچتا رہا کہ پولیس نے بھی چھاپہ مارنے کے لیے یہی وقت مقرر کیا تھا گلاب خان کی تفصیل بتانے کے بعد ممکن تھا کہ میں فوری طور پر یہاں سے نکل جاتا گلاب خان ضرور میری مدد کرتا لیکن تقدیر نے اس کا موقع نہیں دیا تھا سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ میں کیا کروں؟ پریشانی کی یہ لہر میرے پورے وجود میں دوڑ رہی تھی اور میرا ذہن کوئی فیصلہ کرنے سے معذور تھا آخر کار یہ فیصلہ کیا کہ خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھا رہوں باقی لوگ کیا کریں گے یہ ان کا معاملہ ہے اگر میں پولیس کے ہاتھ آ گیا تو اس پر اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش کروں گا اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

باہر ہنگامہ آرائی ہوتی رہی لیکن فائرنگ نہیں ہوئی تھی یا تو ان لوگوں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ پولیس نے جو کچھ کہا ہے وہ ایسا کرنے کی پوزیشن میں ہے اور ایسا کر ڈالا جائے چنانچہ جان بچانا ضروری ہے اور میرا یہی خیال درست ثابت ہوا بھاری بوٹوں کی آواز سنائی دے رہی تھی بھاگ دوڑ ہو رہی تھی پھر تھوڑی دیر بعد میرے کمرے کے دروازے پر لات ماری گئی اور اس کے بعد چند طاقتور پولیس والے اندر گھس آئے وہ اس طرح مجھ پر ٹوٹ پڑے جیسے جانور پکڑ رہے ہوں ایک لمحے کے اندر اندر میری کلائیوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں میرے منہ سے ایک مدھم سی آواز نکلی۔ ''سنو تو میری..... میری بات سنو۔''

لیکن میری بات سننے والا کوئی نہیں تھا وہ مجھے دھکیلتے ہوئے عمارت سے باہر لے آئے اور پھر ایک ٹرک میں اٹھا کر پھینک دیا بند ٹرک میں بہت سے لوگ تھے ان میں گلاب خان بھی تھا جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں عمارت کی صفائی کی جا رہی تھی تیرہ افراد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پکڑے گئے تھے گل خان ان میں نہیں تھا ابھی اندر تلاشی ہو رہی تھی لڑکیاں بھی تھیں ان میں وہ لڑکی بھی تھی جو مجھے کھانا دینے آئی تھی سب سہمے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

بہت دیر تک ہنگامہ آرائی ہوتی رہی اور اس کے بعد پولیس کا یہ ٹرک سٹارٹ ہو کر چل پڑا اس کی منزل پولیس ہیڈ کوارٹر تھی جس کا بورڈ مجھے نظر آ گیا تھا پولیس کی ایک جیپ بھی ہمارے پیچھے آ رہی تھی اور میں دل میں سوچ رہا تھا کہ منشیات کے اڈے سے پکڑا گیا ہوں دیکھو آگے کیا ہوتا ہے پولیس ہیڈ کوارٹر میں ہمیں بہت بڑے ہال میں پہنچا دیا گیا ہال خوب روشن تھا ہتھکڑیاں پڑے ہوئے لوگ زمین پر بیٹھ گئے پولیس والے ان میں سے بعض کو ٹھوکریں بھی مار رہے تھے لیکن شکر تھا کہ میری جانب کوئی متوجہ نہیں ہوا تھا رات آدھی کے قریب گزر گئی اندر کے ماحول سے اندازہ ہی نہیں ہوتا تھا کہ اتنی رات ہو گئی ہے۔

پھر ایک ایس پی تین انسپکٹروں اور کچھ سب انسپکٹروں کے ساتھ اندر آیا وہ ایک ایک کر کے ان لوگوں کا جائزہ لیتا رہا ان میں سے کچھ کو اس نے نام لے کر آواز دی تھی اور بڑے طنزیہ الفاظ استعمال کیے تھے پھر وہ میرے پاس پہنچا اور اچانک ہی اس کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں اس نے ایڑیاں بجا کر مجھے سیلوٹ کیا اور بدحواسی سے بولا۔

''ارے سر..... آپ..... آپ کو..... آپ کو..... سر او..... سوری سر..... بے وقوفو جلدی کرو چائے منگوا کر ہتھکڑی کھولو تمہیں معلوم نہیں یہ کون ہیں؟'' ایس پی کے چہرے پر ایسے بد حواسی کے آثار نظر آ رہے تھے جیسے اس نے بہت بڑی اور معزز شخصیت کو دیکھ لیا ہو۔ انسپکٹر بھاگ دوڑ کرنے لگے ایس پی نہایت معذرت آمیز لہجے میں بولا۔ ''سر آپ یقین کریں ان گدھوں سے غلطی ہوئی ہے سر..... سر اصل میں اس آپریشن کا انچارج میں ہی ہوں سر..... پلیز سر آپ مجھے معاف کر دیں کانسٹیبل احمق ہوتے ہیں اور پھر سر آپ۔''

میرے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی میں یہی سوچ رہا تھا کہ پولیس آفیسر کسی شدید غلط فہمی کا شکار ہے لیکن یہ میری خوش قسمتی تھی اور میری آرزو بھی تھی کہ یہ غلط فہمی کسی حد تک ایسے رہے تا کہ میری جان بچ جائے ویسے بھی میں اس پورے کھیل میں کوئی کردار نہیں رکھتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہتھکڑیوں کی چابی آ گئی۔ میری ہتھکڑیاں کھول دی گئیں اور اس کے بعد ایس پی نے گرج کر ایک انسپکٹر سے کہا۔ ''صاحب کو اپنے ساتھ لے جا کر میرے گھر پہنچا دو میں گھر ٹیلی فون کیے دیتا ہوں۔''

☆=======☆=======☆

''جاؤ سر پلیز..... اس وقت مجھ سے کچھ مت پوچھیں۔ بس آپ چلے جائیں۔ سر پلیز

جس طرح سے بھی آپ کہیں میں آپ سے معذرت کے لیے تیار ہوں۔''

میں نے دل میں سوچا بھائی تیری غلط فہمی قائم رہے اور میری زندگی بچ جائے۔ ورنہ نہ جانے کیا سلوک ہو میرے ساتھ۔

بہرحال میں وہاں سے چل پڑا۔ انسپکٹر بڑے پُراحترام انداز میں میرے ساتھ باہر آیا۔ باہر پولیس کی جیپ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے جیپ میں بیٹھنے کی پیشکش کی اور جب میں بیٹھ گیا۔ تو وہ خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ راستے بھر اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ ایس پی کے گھر والے نہ جانے میرے ساتھ کس طرح پیش آئیں گے۔

بہرحال ابھی تو وہ عالم بدحواسی میں تھا۔ یقینی طور پر ایس پی نے اپنے گھر والوں کو میرے بارے میں ہدایت کر دی ہو گی ورنہ اتنی رات گئے کوئی خوب صورت کوٹھی اس طرح روشن نہیں ہو سکتی تھی۔ جتنی ایس پی کی کوٹھی روشن تھی۔

برآمدے ہی میں ایک عورت ساڑھی باندھے کھڑی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک نوجوان لڑکی اور ایک نوجوان لڑکا بھی موجود تھے۔ ان کے پاس دو ملازم بھی موجود تھے۔ عورت نے آگے بڑھ کر میرا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

''سر! میرا نام پدماوتی ہے اور میں ایس پی گوپال کمار کی بیوی ہوں۔ ہمارے دو بچے ہیں بیٹی کا نام راگنی اور بیٹے کا نام موہن ہے۔ سر! گوپال نے ہمیں آپ کے بارے میں بتا دیا ہے۔ آیئے پلیز یہ گھر آپ کے قابل تو نہیں ہے لیکن ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ یہاں تشریف لائے۔''

میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہی میری خوش قسمتی ہے کہ میں تھانے کے لاک اَپ کی بجائے یا پھر کانسٹیبلوں کے ہاتھوں مار کھانے کی بجائے یہاں تک آیا ہوں۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ خوش قسمتی کب تک قائم رہتی ہے۔ بہرحال وہ لوگ مجھے اندر لے گئے۔ پدماوتی نے کہا۔

''سر! آپ لباس تبدیل کر لیجیے۔ ہو سکتا ہے وہ آپ کے جسم پر فٹ آ جائے گوپال کمار کا جسم آپ کے جسم سے بہت ملتا جلتا ہے۔ سر! کوئی ایسی ویسی بات ہو تو معاف کر دیجیے گا۔ ہم لوگ دراصل نیند سے جاگے ہیں۔ گوپال کمار تو اپنی ڈیوٹی پر چوبیس گھنٹے مصروف رہتے ہیں ہم ان کا انتظار کرتے کرتے سو جاتے ہیں آیئے پلیز۔''

میں نے بھی دل میں یہی سوچا تھا کہ جتنی آسانیاں مجھے یہاں حاصل ہو سکتی ہیں انہیں حاصل کرنے سے گریز نہ کروں۔ کیونکہ اس کے بعد جو ہونا ہے۔ اس کا مجھے اچھے طریقے سے اندازہ تھا۔ بہرحال غسل خانے میں گیا۔ جو لباس مجھے دیا گیا تھا۔ وہ پہنا۔ گوپال کمار پر تو میں

نے غور نہیں کیا تھا لیکن اس کا لباس میرے بدن پر پوری طرح فٹ تھا۔ میں اسے پہن کر باہر آیا تو ایک نوجوان لڑکی میرا انتظار کر رہی تھی کہنے لگی۔

''آیئے سر! اب ایک کپ کافی تو ہمارے ساتھ ہو ہی جائے۔ نیند تو آپ کی خراب ہو ہی گئی ہے۔''

کافی کا نام سن کر میرے منہ میں پانی بھر آیا تھا۔ چنانچہ میں راگنی کے ساتھ اس بڑے سے ہال میں پہنچ گیا۔ جہاں ایک ڈائننگ ٹیبل لگی ہوئی تھی۔ یہاں موہن بھی تھا اور پدماوتی بھی تھی۔ راگنی مجھے لیے ہوئے ڈائننگ ٹیبل پر پہنچی۔ میرے لیے کرسی گھسیٹی اور میرے سامنے مسکراتی ہوئی بیٹھ گیا۔ میز پر بہت سی چیزیں سجی ہوئی تھیں۔ یہ وقت کا کھیل تھا لیکن بات وہی تھی۔ میں اس کھیل کو عارضی سمجھ رہا تھا۔ ظاہر ہے اس کے بعد میری جو حجامت ہوگی۔ وہ دیکھنے کے قابل ہوگی۔

میں کھانے پینے سے فراغت حاصل کر چکا تھا۔ تو پدماوتی نے کہا۔ ''سر اب آپ کچھ دیر آرام کرنا پسند کریں گے۔ آیئے میں آپ کو بیڈ روم تک پہنچا دوں۔''

''ہاں ضرور.....'' میں نے کہا اور روپ وتی مجھے ایک خوب صورت بیڈ روم تک لے آئی۔ سنگل بیڈ بچھا ہوا تھا۔ بہت ہی کشادہ کمرہ تھا۔ ایئر کنڈیشنر چل رہا تھا۔ کمرے کا ماحول بڑا رومانی تھا۔ میں نے پدماوتی کا شکریہ ادا کیا اور وہ مجھے گڈ نائٹ کہہ کر چلی گئی۔ میں نے ہنستے ہوئے دل میں سوچا بی بی! تھوڑی دیر تو نائٹ گڈ ہے۔ اس کے بعد کیا ہوگا۔ اس کا مجھے علم نہیں ہے۔

میں ایئر کنڈیشنر کی خوشگوار ہواؤں میں مستانہ چال چلتا ہوا بیڈ پر جا بیٹھا۔ سندھارنی کی مورتی میں نے اپنے لباس سے نکال کر سرہانے رکھ لی تھی۔ بہرحال ابھی تک اس کے نفع نقصان کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔ میں تو جن حالات میں سے گزر رہا تھا وہ میرے لیے انتہائی دلچسپی کا باعث تھے۔ میں بیڈ پر لیٹ گیا نیلا مدھم بلب جل رہا تھا۔

لیٹنے کے بعد میں نے اس کمرے کے خوشگوار ماحول پر نظر ڈالی اور اچانک ہی اُچھل کر بیٹھ گیا۔ دیوار پر ایک خوب صورت فریم آویزاں تھا اور اس میں ایک عورت کی تصویر آویزاں تھی لیکن یہ عورت..... میرے خدا اس عورت کو میں لاکھوں کروڑوں میں پہچان سکتا تھا۔ یہ سامری تھی۔ جو گہری آنکھوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں مسہری پر پاؤں لٹکا کر بیٹھا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سامری کا جائزہ لیتا رہا۔ ایس پی گوپال کمار کی غلط فہمی کا راز مجھے ابھی تک سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ مجھے سر سر کیوں کہہ رہا تھا۔ ایک بار بھی اس نے مجھے نام لے کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں پکارا تھا۔ اگر وہ ایسا کرتا تو کم از کم مجھے یہ تو پتہ چلتا کہ اس کی غلط فہمی کی وجہ کیا ہے؟ لیکن ایس پی کا تعلق کسی طور سامری سے ہوگا یہ بات میرے علم میں نہیں تھی۔

اوہ..... میرے خدا یہ تو بڑی خطرناک بات ہے۔ ایس پی میرے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کرے گا۔ مگر یہ سامری..... کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اب تو میں بہت زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔

اسی وقت باہر سے آوازیں سنائی دیں اور میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا باہر پولیس کی گاڑی آ کر رُکی تھی۔ میں نے ایک کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اور میرے اندازے کی تصدیق ہوگئی۔ ایس پی غالباً اپنی ڈیوٹی سے واپس آ گیا تھا۔ ملازم اس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے آ رہے تھے۔ پھر وہ اندر چلا گیا۔ میرے لیے اس کے پاس جانے یا ملنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ میں وہاں سے ہٹا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا سامری کی تصویر کے پاس آ گیا۔ اس وقت سامری کی آواز سنائی دی۔

''کہو..... لطف آ رہا ہے ناں زندگی کا؟'' میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا۔ کوئی موجود نہیں تھا۔ ایک بار پھر میری نگاہیں اس نیم تاریک ماحول میں تصویر کا جائزہ لینے لگیں تو میں نے سامری کی تصویر کو مسکراتے ہوئے دیکھا اور میرا دل دھک سے رہ گیا۔

''تو کیا یہ تصویر بولی ہے؟''

''بتایا نہیں تم نے؟'' اس بار سامری کی تصویر کے ہونٹ ہلے اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

''سامری تم؟''

''تم نے مجھے بہت پیار سے مخاطب کیا میں خوش ہوئی۔ ہاں..... یہ میں ہی ہوں۔''

''سندھارنی کے کمالات نہیں دیکھ رہے تم؟''

''سندھارنی؟''

''تو اور کیا..... گلاب خان یا اس سے بھی پہلے چلے جاؤ تمہیں جس محبت سے وہ لوگ شہر تک لے کر آئے۔ اس کے بارے میں تم کیا سمجھتے ہو۔ پھر گلاب خان نے تمہیں اپنے بھائی کا ہم شکل پایا۔ یہ بھی سندھارنی کا کمال تھا۔ اس کے بعد اتفاقیہ طور پر پولیس نے اسی وقت ریڈ کر دیا۔ تم پکڑے گئے لیکن ایس پی گوپال کمار نے تمہیں دیکھا اور تمہیں کوئی بہت بڑا آفیسر سمجھ لیا۔ یقینی طور پر وہ یہ سوچ رہا ہے کہ تم اس گروہ کا سراغ لگانے کے لیے اس میں داخل ہوئے تھے۔ ان ساری باتوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''میں نہیں جانتا۔''

''سب میری کوششوں کا نتیجہ ہے۔ سندھارنی کے حصول کے بعد تم جتنے بڑے انسان بن گئے ہو۔ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے لیکن جو وعدہ تم نے مجھ سے کیا ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد تم مکمل ہو سکو گے۔''

''وعدہ۔''

''ہاں..... پانچ شکار..... میرے پانچ شکار..... یاد نہیں ہے وہ وعدہ تمہیں؟''

''یاد ہے۔''

''اور جانتے ہو کہ پہلا شکار کون ہے؟''

''کون؟'' میں نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔

''ایس پی گوپال کمار!'' وہ بولی اور میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے تصویر کو تکتا رہا تھا۔

میرے دل میں اچانک ہی ایک بغاوت کا احساس ابھرا تھا۔ ایس پی گوپال کمار نے غلط فہمی ہی کی بنیاد پر سہی لیکن اب تک میرے ساتھ جو سلوک کیا تھا۔ اس سے میرا رواں رواں اس کا احسان مند ہو گیا تھا اور یہ عورت کہہ رہی تھی کہ ایس پی گوپال کمار اس کا شکار ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ اس نے یہ بات کہی تھی۔ مجھ سے کہ اسے پانچ آدمیوں کا خون درکار ہے اگر ان پانچوں میں گوپال کمار بھی شامل تھا۔ تو کیا مجھ سے زیادہ کمینہ انسان رُوئے زمین پر دوسرا بھی ہوگا۔ وہ میرا محسن ہے اور میں اسے نقصان پہنچاؤں۔

اچانک ہی سامری کی آواز اُبھری۔

''کس سوچ میں پڑ گئے۔ خاموش کیوں ہو گئے؟''

''گوپال کا کیا قصور ہے؟''

''میرا دشمن ہے اس کی دشمنی کی وجہ تمہیں نہیں بتاؤں گی۔ لیکن مجھے اس کا خون درکار ہے جانتے ہو وہ پائل ہے۔''

''پائل۔''

''ہاں۔''

''پائل کیا ہوتا ہے؟''

''جو شکم مادر سے پیروں کے بل عالم وجود میں آیا ہو۔ وہ پائل کہلاتا ہے اور اس میں ایسی خصوصیات ہوتی ہیں۔ کہ ہم کالے جادو والے ایسے لوگوں کی تلاش میں رہتے ہیں ایسے پانچ افراد کا خون جب میں اپنے بدن پر ڈال کر پورن ماشی کی رات کو اس سے نہاؤں گی تو

مجھے امر شکتی حاصل ہو جائے گی۔ میں اپنے جیون کو ہزاروں سال لمبا کر سکتی ہوں۔ سن رہے ہو اب؟''

''ہاں.....''

''وہ تمہاری مسہری ہے ناں؟''

''جی۔''

''اس کے پیچھے ایک خنجر اور ایک برتن رکھا ہوا ہے۔ وہ تھکا ہوا آیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد سو جائے گا۔ تم جاؤ گے اس کی شہ رگ کاٹو گے اور خون پیالے میں بھر کر لے آؤ گے اور پھر میں اس کے بعد تمہیں بتاؤں گی کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔ اس عمارت سے باہر نکل جانا۔ کوئی تمہارا راستہ نہیں روکے گا۔ یہ میرا پہلا کام ہے اور مجھے امید ہے کہ تم اپنا وعدہ پورا کرو گے سندھارنی تمہیں دے کر میں نے تمہیں بھی امر شکتی دے دی ہے۔ سندھارنی تمہارے لیے وہ کچھ کرے گی کہ آگے آگے دیکھنا تم کیا سے کیا بن جاتے ہو۔ لیکن پانچ آدمیوں کا خون مجھے دینے کے بعد۔''

میرے ہاتھ میں لرزش شروع ہو گئی تھی۔ ساری زندگی امن و امان سے گزاری تھی کسی کا خون بھی نہیں کیا تھا۔ میں تو کسی جانور کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ میرے ہوش و حواس رخصت ہوئے جا رہے تھے۔ میں نے ایک بار پھر تصویر کی طرف دیکھا۔ سامری کی تصویر نے آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے پھر کہا۔ ''اب میں خاموش ہو رہی ہوں جاؤ اپنا کام کرو۔''

میں آہستہ آہستہ مسہری کی جانب بڑھ گیا۔ میرے ہاتھ لرز رہے تھے۔ مسہری کے سرہانے سندھارنی کی مورتی رکھی ہوئی تھی۔ کیا اسے اٹھا کر باہر پھینک دوں اور ان ساری مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کروں..... یا پھر..... یا پھر.....

اچانک ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے ہاتھ پاؤں میں کھچاوٹ ہو رہی ہے۔ میں مسہری کے عقبی حصے میں جھکا۔ یہاں مجھے ایک چمکدار خنجر رکھا ہوا نظر آ گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک پیالہ بھی۔ جو پلاسٹک سے بنا ہوا تھا۔ آہ مجھے وہی کرنا ہے۔ جو اس نے کہا تھا۔ میں جادو کے جال میں پھنسا ہوا ہوں۔ اس جادو سے نکلنا میرے لیے کسی طور ممکن نہیں ہے۔ جو کچھ بھی کرنا ہے۔ مجھے اسی کے احکامات کے تحت کرنا ہے۔ میرے لرزتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھے۔ میں نے خنجر اپنی مٹھی میں دبایا اور اس کے بعد پلاسٹک کا پیالہ بھی اٹھا لیا۔ اب میں اپنی جگہ کھڑا ہوا کانپ رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔

پھر آہستہ آہستہ حواس قابو میں آنے لگے ایک بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے سامری کی ہدایت پر عمل نہیں کیا تو پھر ایسے طلسمی جال میں پھنس جاؤں گا۔ جس سے نکلنا میرے لیے ممکن نہیں ہوگا۔ یہ بات تو طے تھی کہ وہ شیطان زادی میری ایک ایک حرکت پر نظر رکھے ہوئے ہوتی ہے اور..... اور کچھ بھی ہو جائے مجھے اس کے احکامات پر عمل کرنا پڑے گا۔ دل کو سمجھانے لگا..... مسہری پر بیٹھ کر اپنے ہوش وحواس پر قابو پانے لگا۔

میں نے دل میں سوچا جو کچھ اس نے کہا ہے۔ میرے لیے وہ کرنا ضروری ہے اور اسی میں نجات کا راستہ ملتا ہے۔ ورنہ میں اس کے چنگل سے باہر نہیں نکل سکوں گا اور وہ جادوگر عورت مجھے نہ جانے کیا نقصان پہنچا دے گی۔

''تم میری باتیں سن کر پریشان تو نہیں ہو رہی ہو دیوی جی! میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور یہاں اس کھنڈر میں کیسے آ گئی ہو۔ پتھر کے اس آدھے انسان سے باتیں کر کے تم جس بھلائی کا ثبوت دے رہی ہو۔ میں تمہارا یہ احسان جیون بھر نہیں بھول سکوں گا۔ سمجھ رہی ہو ناں؟'' اس نے کہا اور سنیتا چونک پڑی۔

اسے احساس ہی نہیں رہا تھا کہ وہ ایک کھنڈر میں کھڑی کسی ایسے شخص کی باتیں سن رہی تھی۔ جس کا بدن آدھا پتھر کا ہے۔ ایک لمحے کے لیے وہ خاموش کھڑی رہی پھر اس نے کہا۔

''نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ تم مجھے باقی کہانی سناؤ۔ میں دیکھوں گی کہ میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں؟''

وہ تھوڑی دیر تک سنیتا کی صورت دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر غم کے تاثرات تھے۔ پھر اس نے کہانی کا سلسلہ وہیں سے جوڑا۔ جہاں سے ختم کیا تھا۔ وہ کہنے لگا۔ ''ایس پی گوپال کمار بہت اچھا انسان تھا۔ میرے دل میں اس کے اخلاق اس کی شرافت کے گہرے تاثرات تھے اور پھر نہ جانے کس چکر میں اس نے مجھے اتنا احترام دیا تھا۔ اگر اس خیال میں ڈوب جاتا کہ اس عزت واحترام کا مقصد کیا ہے تو پھر تو انسان کسی کے لیے اچھے انداز میں سوچ ہی نہیں سکتا۔ دیکھنا تو یہ ہوتا ہے کہ کون کس کے ساتھ کیا کر رہا ہے؟

لیکن بس بے بسی اور مجبوری بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ اس کمبخت سامری کے کہنے پر مجھے وہ کام کرنا ہی تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا۔ برتن اور خنجر اب میرے پاس موجود تھا۔ خنجر کو اپنے لباس میں اچھی طرح چھپا کر میں برتن لے کر کمرے سے باہر نکل آیا اور میرے قدم ایس پی کی تلاش میں آگے بڑھنے لگے۔ یہاں کے ماحول کے بارے میں میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا مجھے نہیں معلوم تھا کہ ایس پی کون سے کمرے میں سوتا ہے۔ یہ پتہ چل چکا تھا کہ وہ آ چکا ہے۔ بہر حال میں اسے اس کے گھر میں تلاش کرنے لگا اور پھر ایک کمرے میں میں نے اسے بیٹھے

ہوئے پایا۔ کمرے میں اور کوئی موجود نہیں تھا۔ ایک ٹیبل لیمپ جل رہا تھا اور اس کی محدود روشنی میں ایس پی کچھ کاغذات دیکھ رہا تھا۔

اب کیا کروں؟ میں نے دل میں سوچا یہ صورت حال تو خطرناک ہو گئی ہے۔ کیا میں ہوش وحواس کے عالم میں اس سے جنگ کروں اور اسے قتل کر دوں؟ یہی ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ میں دبے قدموں سے آگے بڑھ کر اس کے دروازے تک پہنچا۔ دروازے کو تھوڑا سا دھکیلا تو وہ بند نہیں تھا۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب دیا اور اس کے بعد اندر داخل ہو گیا۔ دروازہ کھلنے کی آہٹ اور میرے قدموں کی چاپ۔

بہر حال وہ ایک پولیس والا تھا۔ ایک لمحے میں چونک پڑا تھا اور اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور پھر اچانک اس کے چہرے پر نیاز مندی کے آثار پھیل گئے اور اس نے جلدی سے کھڑے ہو کر کہا۔

''ارے سر! آپ..... خیریت..... اوہو..... معافی چاہتا ہوں۔ سر آپ کے ہاتھ میں یہ برتن بتاتا ہے کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے۔ سر! میں انتہائی شرمندہ ہوں۔ اصل میں مصروفیت کی وجہ سے آپ کے لیے مکمل انتظام نہیں کر سکا سر! بس پہلی اور آخری غلطی کے سمجھئے اسے۔ مجھے بتائیے کیا چیز درکار ہے آپ کو؟'' اس نے جھک کر برتن میرے ہاتھ سے لے لیا اور میں اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''مجھے کچھ نہیں چاہیے۔''

''پلیز۔''

''ہاں..... گوپال کمار مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں آپ سے۔''

''ہاں..... ہاں..... فرمائیے۔ اس کرسی پر بیٹھ جائیے اوہو..... اب میں سمجھا۔ شاید آپ کو نیند نہیں آ رہی تھی لیکن آپ کے ہاتھ میں یہ برتن کیسا ہے؟''

''ایس پی گوپال کمار! آپ کے کمرے میں ایک تصویر ہے۔''

''میرے کمرے میں؟''

''میں اس کمرے کی بات کر رہا ہوں جہاں نے میرے لیے آرام کی جگہ بنائی ہے۔''

''جی جی..... کوئی خاص بات ہو گئی کیا؟''

''ہاں۔''

''کیا خاص بات میں سمجھا نہیں سر!'' اس نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ایس پی صاحب! آپ ایک بات بتایئے مجھے۔ کیا ماضی میں کسی سے آپ کی دشمنی رہ چکی ہے کہ وہ آپ کے خلاف جادوٹونے کروا کر آپ کو کسی کے ہاتھوں قتل کرانے کی کوشش کرے؟'' میرا دماغ بالکل ہی بھر گیا تھا۔ میں سامری کے بارے میں تو کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا لیکن ایس پی گوپال کو قتل کرنے کا ارادہ بالکل ترک کر چکا تھا۔ فیصلہ کر لیا تھا کہ سامری کی بات بالکل نہیں مانوں گا۔

ایس پی کے چہرے پر حیرت کے نقوش پھیل گئے۔ پھر اس نے کہا۔ ''سر پلیز! آپ براہ کرم مجھے ذہنی الجھن میں مبتلا نہ کریں۔ آپ مجھے بتایئے تو سہی کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ کیا ہو گیا تھا اور آپ؟''

''وہی میں تمہیں بتانے جا رہا ہوں۔ گوپال کمار تمہارے کمرے میں ایک تصویر لگی ہوئی ہے۔ ایک خوب صورت عورت کی تصویر اس خوب صورت عورت نے مجھے سوتے سے جگایا اور مجھ سے کہا کہ مسہری کے عقبی حصے میں ایک خنجر اور ایک برتن رکھا ہوا ہے۔ میں اسے لے کر گوپال کمار کے کمرے میں جاؤں اس کی گردن کاٹوں اور اس کا خون اس برتن میں جمع کر کے اپنے کمرے میں لے آؤں۔''

''کیا؟'' گوپال کمار حیرت سے اُچھل پڑا۔

''یہ برتن اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی اور یہ وہ خنجر ہے جو مجھے مسہری کے عقب سے ملا ہے۔'' میں نے اپنے لباس سے وہ خنجر نکال کر ایس پی کے سامنے کر دیا۔

ایس پی کو شاید چکر آ گیا تھا۔ اس نے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ ''سر! آپ جیسی عظیم شخصیت سے میں کسی بھی جھوٹ کی توقع نہیں کرتا لیکن یہ سب کچھ میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔''

''میری سمجھ میں بھی نہیں آیا ہے گوپال کمار! میں آیا تو اسی تصویر کے حکم کے سبب تھا لیکن یہاں آنے کے بعد میرا ارادہ بدل گیا اور اب میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا۔''

''سر ایسا تو نہیں کہ کہیں آپ نے خواب دیکھا ہو؟''

''نہیں..... ایسا نہیں ہے اور اگر خواب میں دیکھا بھی ہے تو اس خنجر اور برتن کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ یہ بات تو تم جانتے ہو ایس پی مجھے اس ڈیرے سے گرفتار کیا گیا تھا کیا گرفتاری کے بعد میرے لباس میں یہ خنجر چھوڑ دیا جاتا اور کیا تم اس برتن کو پہچانتے ہو۔ اس سے میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں جو کچھ میرے علم میں آیا۔ وہ خواب نہیں بلکہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔''

''سر یہ میری زندگی کا سب سے حیرت ناک واقعہ ہے اور پھر آپ..... سر ایک عرض

کروں؟''

''ہاں..... بولو۔''

''میں وہ تصویر دیکھنا چاہتا ہوں۔ جس نے آپ کو یہ ہدایت کی ہے۔''

''دیکھ سکتے ہو۔'' میں نے کہا۔ اب میں سامری کے حکم سے آزاد تھا۔ ایک انسانی زندگی لینا کوئی آسان کام تو نہیں ہوتا اور میں یہ نہیں کر سکتا تھا سامری! مجھے کوئی اور حکم دیتی تو شاید میں اس حکم کی تعمیل کر لیتا لیکن کسی انسان کی زندگی لینا بہر حال کوئی مشکل کام نہیں تھا۔

میں ایس پی کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا۔

کچھ لمحوں کے بعد اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے کوئی سایہ سا وہاں سے ہٹ گیا ہو لیکن بہر حال ساری باتیں اپنی جگہ میں ایس پی کو لے کر اپنی جگہ پہنچ گیا لیکن ایک بار پھر میرے ہوش و حواس رخصت ہونے لگے۔ تصویر میں اب سامری نظر نہیں آ رہی تھی۔ بلکہ ایک خوب صورت منظر پھیلا ہوا تھا۔ آہ..... یہی تصویر تھی۔ سو فیصدی یہی تصویر تھی اور اس میں سامری کے نقوش تھے۔ لیکن اب تصویر بدل گئی تھی۔ میں شدتِ حیرت سے دیوانہ ہوا جا رہا تھا۔ میں نے کہا۔

''ایس پی صاحب! یہی تصویر تھی۔''

''لیکن سر! یہ تو سینری ہے۔''

''میں کچھ نہیں جانتا۔''

''اگر یہ خنجر اور برتن آپ کے پاس نہ ہوتا سر! تو میں سو فیصدی یہی بات کہتا کہ آپ نے صرف خواب دیکھا ہے۔ میری کسی سے ایسی کوئی دشمنی نہیں ہے۔''

''یقین کرو..... ایس پی۔''

''سر! پلیز میں آپ کا بے حد احترام کرتا ہوں اگر آپ مجھے حکم دیں کہ میں آپ کی بات پر یقین کر لوں تو سر میں انکار نہیں کروں گا اور خاموش ہو جاؤں گا لیکن جو حقیقت نگاہوں کے سامنے آئی ہے سر! آپ فکر نہ کریں۔ میں آپ کے لیے دوسرے کمرے کا بندوبست کیے دیتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ اس کمرے میں آپ کو پسند کے مطابق ماحول نہ ملا ہو۔ سر پلیز! آپ میرے ساتھ آ جایئے۔'' اور اس کے بعد ایس پی مجھے لے کر ایک اور کمرے میں پہنچ گیا۔ یہ بھی ایک بیڈ روم تھا۔ اس نے کہا۔ ''آپ آرام سے یہاں سو جائیں۔ اب آپ کی میری ملاقات صبح ہی ہو گی۔''

''کیا کہتا..... کیا کرتا..... یہ شریف آدمی مجھے کوئی شریف آدمی ہی سمجھ رہا تھا۔ حالانکہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کی بنیاد ہی غلط فہمی سے ہوئی تھی۔ جب حقیقتوں کا پتہ چلے گا تو میری ساری شرافت داغ دار ہو جائے گی اور یہی ایس پی میری مرمت کرے گا۔ ایسی مرمت جس میں احساسِ شرمندگی بھی شامل ہو گا۔ چنانچہ مزہ آ جائے گا۔ اب کیا کرنا چاہیے۔ میں نے دل میں سوچا ایس پی جس کمرے میں مجھے لے کر آیا تھا۔ وہ بھی بڑی اچھی حیثیت کا مالک تھا۔ خوش بختی یہ تھی کہ یہاں کوئی تصویر نہیں لگی ہوئی تھی۔ میں بستر پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ آہ..... ابھی تقدیر کے سامنے گردش سے نہیں نکلے تھے۔ دیکھو کیا ہوتا ہے اور جو ہونا تھا۔ اس کا اندازہ تو تھوڑا بہت پہلے ہی سے تھا۔ ابھی پوری طرح صبح نہیں ہوئی تھی کہ دروازے پر آہٹیں سنائی دیں۔

دروازہ جس قوت سے کھلا تھا اس سے ہی میری آنکھ کھلی تھی۔ میں نے ہڑبڑا کر دروازہ کھولنے والے کو دیکھا۔ وہ ایس پی گوپال کمار تھا۔ جس کے ہاتھ میں ریوالور دبا ہوا اور عقب میں کچھ پولیس کے کچھ افراد تھے۔ ایس پی گوپال کمار نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ''کون ہو تم؟''

میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ گوپال نے ٹھوکر مار کر مجھے اٹھایا اور بولا۔ ''کیا تم جگجیت سنگھ ہو؟''

''نہیں جناب میرا نام تو راجو ہے اور میں ریلوے اسٹیشن کا قلی ہوں۔''

''اور بے وقوف بنا رہے تھے ہم سب کو تمہیں اگر پھانسی نہ دلوائی تو میرا نام بھی گوپال کمار نہیں۔ چلو اسے باہر نکالو۔'' اس نے آنے والے سپاہیوں سے کہا۔

''میں جانتا تھا کہ مصیبت تو آنی ہی ہے اور میرے اندازے کے مطابق یہ مصیبت بڑی خوب صورتی سے آ گئی تھی۔ چنانچہ اب سوال یہ تھا کہ اس مصیبت سے بچنے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ جان بچانے کی کوشش یا خاموشی سے تقدیر کے فیصلے کا انتظار؟ اور پھر یہی فیصلہ کیا گیا کہ جس طرح بھی بن پڑے۔ یہاں سے نکل بھاگوں۔ ڈھیلے ڈھالے انداز میں باہر آیا تھا اور جب میں نے دیکھا کہ ایس پی میری طرف سے کسی حد تک غافل ہوا ہے تو میں نے برابر کے کھلے راستے پر چھلانگ لگا دی اور دوڑتا ہوا اس جیپ کی جانب بڑھا جو سامنے تھوڑے فاصلے پر آ رہی تھی۔ اس کے برابر ایک کانسٹیبل کھڑا تھا۔ یہ جیپ کا ڈرائیور تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ میں چابی دبی ہوئی دیکھ لی تھی۔

ایک زوردار گھونسہ اس کانسٹیبل کی گردن پر رسید کر کے میں نے اس سے چابی چھینی اور لات مار کر دور پھینک دیا اور پھر دوسرے لمحے وہ جیپ سٹارٹ کر کے وہاں سے چل پڑا پیچھے شور ہنگامہ ہو رہا تھا لیکن خوش قسمتی کی بات یہ تھی کہ کوئی اور گاڑی اس وقت وہاں موجود نہیں

تھی۔ پتہ نہیں پھر ایس پی کی گاڑی بھی کہاں چلی گئی تھی۔ مجھے موقع مل گیا تھا اور میں اندھا دھند جیپ دوڑاتا ہوا وہاں سے نکل بھاگا۔ اتنی عقل تھی کہ شہری آبادی میں رہ کر اپنی گرفتاری کا موقع نہیں دے سکتا تھا اور اس کوشش میں تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے دور سے دور نکل جاؤں تاکہ مجھے دوبارہ گرفتار نہ کیا جا سکے۔ گوپال کمار بُری طرح چڑ گیا تھا۔ چنانچہ وہ مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا۔ پتہ نہیں یہ جگجیت سنگھ کون تھا۔ جو میرا ہم شکل تھا۔ بہرحال یہ ساری باتیں اپنی جگہ میں جیپ دوڑائے جا رہا تھا اور شہری آبادی بہت پیچھے رہ گئی تھی۔

پھر مجھے اچانک ہی احساس ہوا کہ اس طرح میں کہاں جا رہا ہوں۔ آخر کار وہ جیپ کو تلاش کر ہی لیں گے۔ کیا کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں نے جیپ کو چھوڑ دینا مناسب سمجھا۔ میں نے اس سمت کا رُخ کیا جہاں قد آدم پودے کھڑے لہرا رہے تھے۔ اب اگر وہ جیپ کو تلاش بھی کریں گے تو انہیں کافی دقت ہو گی۔ میں یہاں سے پیدل ہی کا راستہ اختیار کروں گا۔ بہت فاصلے پر جا کر میں نے جیپ کھڑی کی اور نیچے اُتر آیا۔

میں نے ایک کھنڈر نما عمارت دیکھی میرا اندازہ تھا کہ یہ بوسیدہ عمارت میرے لیے ایک اچھی پناہ گاہ ثابت ہو سکتی ہے اور عارضی طور پر میں اس میں پناہ لے سکتا ہوں۔ چنانچہ میں وہاں چل پڑا۔ پیدل راستہ بہت طویل ثابت ہوا۔ جب میں عمارت میں داخل ہوا تو سورج چڑھ آیا تھا۔ باہر شدید گرمی تھی لیکن عمارت اندر سے ٹھنڈی تھی۔ مجھے یہاں آ کر بہت سکون محسوس ہوا۔ میں چلتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد اس کمرے میں آ گیا۔ یہاں میں تھکے ہارے انسان کی مانند زمین پر بیٹھ گیا اور سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے۔ بہت دیر تک اسی سوچ میں ڈوبا رہا اور پھر میں نے سوچا کہ اب کم از کم قرب و جوار میں گھوم کر یہاں کے ماحول کا جائزہ لوں چنانچہ اس فیصلے کے تحت میں نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن لیکن..... '' راجو خاموش ہو گیا اور سنیتا اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگی۔ پھر جب وہ کچھ نہ بولا تو سنیتا نے کہا۔

''ہاں آگے بتاؤ پھر کیا ہوا؟''

''میں اٹھ نہیں سکا۔ میرے نیچے کا بدن پتھر کا ہو گیا۔''

''ارے وہ کیسے؟'' سنیتا تعجب سے بولی اور راجو ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد سامری مجھے وہاں نظر آئی۔ وہ خونی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

''غدار، ذلیل کمینے انسان، تم اس قدر قابلِ نفرت ہو کہ تم سے جتنی نفرت کی جائے وہ کم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ کیا ہو تم؟ غور کیا ہے تم نے اپنے آپ پر گندی نالی کے کیڑے، ریلوے اسٹیشن پر کام کرنے والے قلی۔ میں نے تمہیں عزت کا وہ مقام دیا۔ بے شک جس کے تم قابل نہیں تھے۔ تم تو ایک ناپاک وجود ہو۔ تم نے نہیں سوچا کہ سامری ایک طاقت ہے۔ ایک شکتی ہے۔ اور اس سے فریب کر کے تم کچھ نہیں پا سکو گے۔ میں نے تمہیں کیا سے کیا بنا دیا اور تم..... تم پہلے ہی مرحلے پر میرے غدار بنے۔ میرے دشمن ایس پی گوپال کمار کو تم نے میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ کیا سمجھتے ہو تم اپنے آپ کو؟

میں نے تمہیں کیا سے کیا بنا دیا لیکن اب تم کچھ بھی نہیں ہو۔ جاؤ پتھر بن کر زندگی گزارو۔'' وہ واپسی کے لیے پلٹی اور میں درد بھری آواز میں اسے پکارتا رہا۔ میں نے اسے دہائیاں دیں۔ میں نے اس سے کہا کہ میں آئندہ اس کی ہر بات مانوں گا۔ لیکن وہ چلی گئی۔ اور میں آج تک پتھر بنا ہوا ہوں۔''

وہ رونے لگا۔ پھر روتے روتے بولا۔ ''قصور میرا ہی ہے۔ اللہ نے انسان کو ہاتھ پاؤں دیئے ہیں عقل دی ہے۔ محنت کرنے کا حکم دیا ہے اسے اور وہ آسان راستے تلاش کرتا ہے۔ ایک لمحے میں اللہ کی ذات سے بھٹک جاتا ہے۔ سوچتا ہے کہ شیطان کے راستوں کو اپنا کر زندگی کے ہر عیش و آرام حاصل کر لے۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ بھٹکنے کا ایک لمحہ زندگی بھر کا روگ بن جاتا ہے۔ آہ! کاش مجھے کوئی میری اصل زندگی واپس دے دے۔ اس کے بدلے مجھ سے وہ سب کچھ مانگ لے جو میں دے سکتا ہوں۔''

اچانک ہی سنیتا کے دل میں ایک خیال آیا اس نے کہا۔ ''سنو..... تم نے سندھارنی کے لیے جاپ کیا تھا۔''

''ہاں..... اس شیطان عورت کے جال میں گرفتار ہو کر میں نے یہ گندہ کام بھی کیا تھا۔ جو میرے دین دھرم کے خلاف ہے۔''

''اور سندھارنی تمہارے قبضے میں آ گئی تھی؟''

''ہاں! وہ مورتی میرے ہی پاس تھی بلکہ ہے۔''

''تو کیا وہ سندھارنی کی قوت سے زیادہ تھی۔''

''میں سمجھا نہیں۔''

''اب تک جو کہانی تم نے مجھے سنائی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سندھارنی کا جاپ کر کے اسے اپنے قبضے میں کرنے کے باوجود تم نے کبھی اس سے کوئی کام نہیں لیا۔''

سنیتا کے ان الفاظ پر وہ سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر کسی قدر حیرت بھرے انداز میں بولا۔

''ہاں..... یہ تو ہے۔ ایسا میں نے کبھی نہیں کیا۔''

''شاید تم نے یہ غلطی کی ہے۔ یا پھر اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ تم اس دھرم کے نہیں ہو اور گندے علوم کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے۔ جو بیر جس کا ہوتا ہے اسی کا ہوتا ہے دوسرا چاہے کتنا ہی شکتی مان کیوں نہ ہو۔ لیکن بیر صرف اسی کا حکم مانتا ہے۔ جس نے اس کے لیے جاپ کیا ہو۔ تم اگر سندھارنی سے مدد مانگتے تو وہ ضرور تمہاری مدد کرتی۔''

''میں تو لعنت بھیجتا ہوں ان تمام چیزوں پر۔ یہ دیکھو سندھارنی کی مورتی میرے پاس ہے۔ میں تھوکتا ہوں اس پر جو میرا ایمان خراب کر دے۔ تھوکتا ہوں میں۔'' یہ کہہ کر اس نے مجسمہ نکالا اور اس کی طرف اچھال دیا۔

سنیتا نے جلدی سے اسے پکڑ لیا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک عجیب عمل ہوا۔ اچانک ہی قلی راجو کا نچلا بدن متحرک ہو گیا اور وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ ''ٹھیک ہو گیا..... میں ٹھیک ہو گیا۔ آہ..... میں ٹھیک ہو گیا۔'' وہ خوشی سے چھلانگیں لگانے لگا اور پھر اسی طرح خوشی سے اُچھلتا ہوا کھنڈر سے باہر نکل گیا۔ اس کے قہقہے دیر تک سنیتا کو سنائی دیئے اور سنیتا مسکراتی نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے ان قہقہوں کو سنتی رہی۔ سنیتا کو آنے والے وقت کا کوئی احساس نہیں تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ پھر اس کی نگاہ اپنے ہاتھوں پر گئی جہاں وہ خوب صورت مورتی موجود تھی۔ اچانک ہی اس ننھے سے وجود نے انگڑائی لی اور پھر ایک مدھم سی باریک مگر مدھم آواز اُبھری۔

''اب تُو میری نئی دوست ہے۔ مجھے تُو نے اپنا دوست بنایا ہے تو دیکھنا میں تیرے کس طرح کام آتی ہوں۔'' ماحول ایک دم بدل سا گیا اور بدری ناتھ چونک پڑا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے کوئی فلم چل رہی ہو۔ وہ سنیتا کو دیکھ رہا تھا اور اس کے دل میں ایک عجیب سا احساس اُبھر رہا تھا۔ کتنی سندر کتنی معصوم ہے وہ۔ وقت اسے بے شک بدل دیتا ہے۔ لیکن جب اس کی اصل شکل نظر آتی ہے۔ تو ایک معصوم سی حسین گڑیا محسوس ہوتی ہے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ انسانی زندگی کے لیے وہ ایک بھیانک چڑیل ہے۔ اس نے سنالیہ کو دیکھا اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ پھر اس نے سنالیہ سے کہا۔

''مگر مجھے مسلسل اس لڑکی کو کیوں دکھایا جا رہا ہے۔''

''کیسی ہے وہ؟''

''سندرتا کے آخری منچ پر پہنچی ہوئی۔''

''اور جب تم اس کا پریم حاصل کرو گے تو تمہیں کیا ملے گا؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''آہ..... مجھے کسی کا پریم نہیں چاہیے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے اب خود اپنے آپ سے شرم آنے لگی ہے۔''

''کیوں؟'' سنالیہ بے اختیار ہنس کر بولی۔

''اس لیے کہ مجھے اپنی عمر اپنے ماضی کا پورا پورا احساس ہے۔ میں جو کچھ ہوں اسے ہمیشہ یاد رکھتا ہوں لیکن مجھ سے جو کام لیے جا رہے ہیں وہ بالکل الگ ہیں۔''

''بدری ناتھ..... تم ناشکرے ہو۔ دومندری میں تم ایک بوڑھے اور قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے شخص کی حیثیت سے پہنچے تھے۔ مہا سانولی نے تمہیں نیا جیون نئی جوانی، نئی سوچ، نیا سنسار دیا۔ جسے یہ سب کچھ مل جائے۔ اسے جیون میں کسی اور چیز کی ضرورت ہوتی ہے کیا؟ مہا سانولی تم پر مہربان ہے اور اس نے تمہیں اپنے اہم کام کے لیے مخصوص کیا ہے۔ تو تم ان باتوں کو سوچتے ہو۔ میں تمہیں بتا دوں کہ یہ بھی مہا سانولی کی نئی مانگ ہے تمہیں اس لڑکی کے قریب جانا ہے۔ اتنی تفصیل سے اس کے بارے میں اس لیے بتایا گیا ہے کہ تم اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ یہ ایک حسین ناگن ہے۔ تمہارے پاس ہوگی تو تمہارا من چاہے گا کہ اس کی گود میں جیون بتا دیا جائے لیکن جب اس کے لمبے اور نوکیلے دانت تمہاری گردن کی رگوں تک پہنچیں گے تب تم سوچو گے کہ ایک حسین چہرے کے اندر کتنی خوفناک چیز چھپی ہوئی ہے۔''

''تم مجھے اس سے ڈرا بھی رہی ہو سنالیہ! اور یہ بھی کہہ رہی ہو کہ مجھے مہا سانولی کے لیے اس سے دوستی کرنا ہوگی۔''

''صرف دوستی ہی نہیں تم اسے اپنے ساتھ لے کر دومندری جاؤ گے اور وہاں مہا سانولی کا آشیر باد حاصل کرو گے اور وہاں اپنے ہاتھوں سے اسے ان کی بھینٹ چڑھا دو گے۔''

بدری ناتھ کا دل خون ہو گیا۔ اس سے پہلے ہی کیا کم ہوا تھا۔ وہ لڑکی جو لاکھوں میں ایک تھی جسے دیکھ کر جینے کو دل چاہتا تھا۔ اسے کس طرح شیطان کی بھینٹ چڑھایا گیا۔ بدری ناتھ کا دل ہی جانتا تھا۔ کبھی کبھی تو وہ سوچنے لگتا تھا کہ اس نے دومندری جا کر بڑی بے وقوفی کی۔ بھاڑ میں جاتا جیون رہ ہی کتنا گیا تھا۔ ٹھیک ہے۔ انسان کی تقدیر میں جو کچھ بھی لکھا ہوتا ہے اسے اس سے سمجھوتہ کرنا چاہیے۔ شیطان تو ہوتا ہی انسان کو بہکانے کے لیے ہے دو دن کی زندگی کی خواہش کیسے کیسے گناہ کرا لیتی ہے۔ یہ سوچنے والی بات ہے مگر اب کیا کرتا۔ اب تو وہ گردن گردن تک دلدل میں پھنس چکا تھا۔

اس دلدل سے نکلنا اب اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ شیطان کی گرفت معمولی تو نہیں ہوتی۔ سنالیہ ایک دم بول پڑی۔

''کس سوچ میں پڑے ہو؟''

''بس سنالیہ! میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس خوب صورت لڑکی کو کس طرح اپنے جال میں پھانسوں۔ مگر مجھے ایک بات کا جواب دو۔ اب تک کی جو داستان میرے سامنے آئی ہے اور اس طرح آئی ہے جیسے میں کوئی فلم دیکھ رہا ہوں۔ اس میں اس لڑکی کے معصوم ہونے کے باوجود اس نے بڑی بڑی وحشت خیزیاں کی ہیں۔ کیسے کیسوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ کس کس طرح اس نے انسانی خون پیا ہے۔ پھر تو وہ مہا سانولی کی ہرکارہ ہوئی۔ کیونکہ مہا سانولی بھی تو یہی چاہتے ہیں۔ چاند کی چودہ تاریخ کو جب میں ایک درندہ بن کر انسانوں کی چیر پھاڑ کرتا ہوں تو کیا میری یہ چیر پھاڑ کسی بھی شکل میں اس لڑکی کی چیر پھاڑ سے کم ہوتی ہے۔ میں بھی تو انسانوں کو چٹ کر جاتا ہوں۔ صرف مہا سانولی کے حکم سے یہ مہا سانولی ہی کی ہدایت ہے کہ چاند کی چودہ تاریخ میں ایک خونخوار درندہ بن جاتا ہوں۔ وہ عورت بھی ایسی ہی ہے۔ جو چاند کی چودہ تاریخ کو متاثر ہوتی ہے کیا وہ مہا سانولی کی پیروکار نہیں ہے۔''

''ہے..... مگر تم نہیں جانتے کہ آنے والے سمے میں کیا ہونے والا ہے۔''

''مطلب؟''

''اسے ایک بڑے دھرماتما نے تاک لیا ہے۔ وہ اس کی تاک میں ہے اور اسے ایک اچھی لڑکی بنانا چاہتا ہے۔ جب وہ اچھی لڑکی بن جائے گی تو وہ سنسار میں انسانوں کے لیے بہت کام کرے گی اور یہی بات مہا سانولی کی مرضی کے خلاف ہے۔ چنانچہ وہ وقت سے پہلے اسے اپنے چرنوں میں لے آنا چاہتے ہیں۔''

''اوہ..... یہ بات ہے۔ پر ایک بات بتاؤ سنالیہ! میں نے مہا سانولی کی ساری باتیں مان لیں۔ ان کے حکم سے میں نے سارہ فیضی کو ان کے چرنوں میں بھینٹ چڑھا دیا۔ ان کے حکم سے میں چاند کی چودہ تاریخ کو درندہ بن کر بہت سے لوگوں کو زندگی سے محروم کر چکا ہوں۔ مگر ان تمام باتوں سے مجھے کیا فائدہ۔ میرا دل ایک انسان کا دل ہے اور کسی کے لیے بھی دھڑک سکتا ہے۔ اب اس لڑکی سنیتا کو میں اس کے ماضی کے ساتھ دیکھ کر اپنے من میں اس کی پیاس پانے لگا ہوں۔ اگر وہ مجھے ملی تو میرے من میں اس کا پیار جاگ اٹھے گا۔''

''جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟''

''موت ناں۔''

''ایسی باتیں مت کرو۔ مہا سانولی موت نہیں دیتے اور نہ دے سکتے ہیں لیکن جیون کو وہ اتنا دردناک بنا دیتے ہیں کہ تم اپنے ماضی کو بھول جاؤ گے۔ مجھے تمہارے اندر بغاوت کی بُو

لگ رہی ہے۔"

"نہیں سنالیہ! میں باغی کیسے ہوسکتا ہوں۔ میں مہاسانولی کے حکم کے خلاف کیسے کرسکتا ہوں۔ اگر میں ایسا کرنے کی کوشش بھی کروں گا تو مہاسانولی مجھے کہاں چھوڑیں گے۔"

"ایسی ہی بات ہے۔" سنالیہ نے کہا۔

بدری ناتھ کافی نڈھال ہوگیا تھا۔ سنیتا کی ایک ایک ادا اسے دل سے بھا رہی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ ایسی سندر، ایسی معصوم لڑکی جسے شیطان نے اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے۔ اس کے پاس آئے گی تو اسے کیسا لگے گا۔ سنالیہ نے کہا۔

"اب تم جتنا سوچتے رہو گے۔ اتنا ہی پریشان ہوتے رہو گے۔ جو کچھ تم سے کہا جارہا ہے وہ کرو اور جلدی کرو۔"

"وہ ہے کہاں؟" بدری ناتھ نے نڈھال لہجے میں پوچھا۔

"میں بتاتی ہوں ادھر دیکھو۔" سنالیہ نے ایک دیوار کی طرف اشارہ کیا اور بدری ناتھ کی نگاہیں اس دیوار پر جم گئیں۔

☆=======☆=======☆

سندھارنی دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے حیرانی سے کہا۔ "تو تم سنیتا ہو۔ وہی سنیتا؟"

"ہاں۔"

"اور تم انسانی خون پیتی ہو؟"

"ہاں..... یہ روگ میرے من کو لگا ہے۔ جب چاند پورا ہوجاتا ہے تو میں دیوانی ہو جاتی ہوں اور خون پیئے بغیر جی نہیں سکتی۔"

سندھارنی کا ننھا سا قہقہہ بلند ہوا اور اس نے کہا۔ "اور یہی میں بھی کرتی ہوں۔ انسانی خون پینا میرے لیے بھی زندگی کا ضامن ہے۔ اگر مجھے انسانی خون نہ ملے تو سمجھ لو کہ میں بھی نہیں جی سکتی۔ اس طرح ہم دونوں کی منزل ایک ہی ہوجاتی ہے مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے میرا اور تمہارا ملاپ بڑا کارآمد ہوگا۔ اچھا یہ بتاؤ آگے کے جیون کے بارے میں تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"سندھارنی! میں نے سنسار بہت کم دیکھا ہے۔ تم شاید اس بات پر یقین نہ کرو کہ مجھے جینا نہیں آتا۔ میں نہیں جانتی کہ سنسار میں لوگ کیسے جیون بتاتے ہیں۔ ست پرکاش سے مجھے کوئی پریم نہیں تھا۔ میرے من میں یہ خواہش اُبھرتی ہے کہ میں کسی کو پسند کروں اور کوئی مجھے..... لیکن وہ ہر لالچ سے پاک ہو۔ میرے سوا سنسار میں وہ اور کچھ نہ چاہے۔ بس یہ خیال

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے من میں آتا ہے۔ ایسا کوئی پریمی مل گیا تو شاید جیون میں کوئی رنگ آجائے ورنہ بے رنگ زندگی گزاروں گی۔"

سندھارنی ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔ "سنسار کے بارے میں اتنا بھی نہیں جانتی کہ دولت جینے میں بڑا سہارا دیتی ہے۔ ایک دولت مند مرد یا عورت دنیا کی آنکھوں کا تارہ ہوتا ہے۔ اگر دولت نہ ہو تو انسان سڑکوں پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے۔"

"بھگوان کی سوگند! مجھے ایسی باتیں نہیں معلوم۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ میں تمہیں بتاؤں گی۔ کیا سمجھیں؟ میں تمہارے ساتھ رہوں گی مگر یہ تو بتاؤ کہ کیا تم بھی مجھے اپنے ساتھ رکھنا پسند کرو گی؟"

"تم جتنی سندر اور جتنی پیاری ہو، تمہیں تو میں اپنے دل میں رکھنا چاہوں گی، اگر تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو مگر ہم کریں گے کیا؟"

"فکر مت کرو۔ یہاں سے نکلتے ہی ہم کسی شہری آبادی میں چلتے ہیں۔ سنسار بہت بڑا ہے۔ تم بالکل بے فکر رہو۔ میں تمہاری مدد کروں گی۔ ایک نام تم نے لیا ہے جے ورد تھی دوسرا مجھ سے منسلک ہے یعنی سامری۔ دونوں کی فکر مت کرو۔ میں دونوں کو دیکھ لوں گی۔ ہم اپنا ایک الگ جیون بتائیں گی اور اس کے تحت اپنا الگ سنسار بسالیں گی۔ انسانی خون میری بھی ضرورت ہے اور تمہاری بھی۔ بس سمجھ لو، ہم دونوں کی بڑی اچھی گزرے گی۔ میں تمہارے لیے ہر چیز مہیا کردوں گی۔ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

سنیتا گہری سانس لے کر خاموش ہوگئی۔ بہت دیر تک سندھارنی اس سے باتیں کرتی رہی پھر بولی۔ "اب یوں کرو۔ مجھے اٹھا کر اپنے لباس میں چھپالو۔ مجھے اپنے سینے کے پاس رکھو یہ اچھا ہوگا اگر تم مجھے دنیا کی نگاہوں سے بچا کر رکھو گی۔"

سنیتا نے آگے بڑھ کر پیار سے سندھارنی کی مورتی کو اٹھایا لیکن اب وہ مورتی کہاں تھی ایک ننھا سا لچک دار وجود جو سو فیصدی انسانی جسم ہی تھا۔ عورت کے بدن کی رعنائیوں سے بھرپور اتنا حسین..... اتنا خوب صورت کہ دیکھنے والا دیکھے تو دیکھتا ہی رہ جائے۔ سنیتا نے مسکرا کر کہا۔ "میری ننھی سی سکھی! تم تو بڑی سندر ہو۔"

"تو ٹھیک ہے۔ مجھے اپنے دل میں چھپالو۔" سندھارنی نے کہا اور سنیتا نے اسے اپنے سینے سے سجالیا۔

سندھارنی بولی۔ "اب چلو یہاں سے۔ سنسار ہمارا ہے۔ مجال ہے کسی کی جو ہمارا کچھ بگاڑ دے۔"

سنیتا بے خوفی سے اس عمارت سے باہر نکل آئی اور آگے کا سفر کرنے لگی۔ اب اس کے دل میں کوئی خوف نہ تھا لیکن جے وردتھی اور سندھارنی کا معاملہ بالکل الگ الگ تھا۔ جے وردتھی کے ساتھ اسے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی بڑی چیل کے پنجے میں پھنسی ہوئی ہو اور سندھارنی کے ساتھ اتنا نرم اتنا پیار کہ دل کو خوشی ہو۔

سندھارنی اس سے باتیں بھی کرتی رہی۔ اس کی باریک، مدھم اور مترنم آواز سنیتا کو صرف سنائی دیتی تھی اور یہ آواز اس کے کانوں میں رس گھولتی رہتی تھی۔ سندھارنی راستوں کے بارے میں بھی جانتی تھی۔ چنانچہ گھاس کا ایک بڑا سا میدان طے کرنے کے بعد کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ان کھیتوں سے گزرنے کے بعد سنیتا ایک آبادی میں داخل ہو گئی۔ اس آبادی میں پہنچ کر سنیتا نے ایک ریل دیکھی جو ایک بستی کے کنارے سے گزر رہی تھی۔ سندھارنی مسکرا کر بولی۔ ''وہ سامنے ریلوے سٹیشن نظر آ رہا ہے۔ وہاں سے تم ریل میں بیٹھو گی اور ہم اپنی نئی منزل کی جانب چل پڑیں گے۔''

سنیتا نے کہا۔ ''سندھارنی! جیسا کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ مجھے سنسار کے بارے میں بہت کم معلوم ہے۔''

''تم فکر مت کرو۔ میں تمہارے کان میں سب کچھ بتاتی رہوں گی۔ ہم اس سنسار میں اپنے من کی ساری باتیں کر لیں گے اور سنو سنیتا..... منش کا من پریم کا رسیا ہوتا ہے تمہیں یقینی طور پر کسی پریمی کی تلاش ہو گی۔ میں تمہیں بتاؤں گی، سنسار میں کسی پر بھروسہ کرنا بڑی بے وقوفی کی بات ہے۔ کوئی کسی کا پریم نہیں مانتا۔ سب لالچی ہیں۔ اپنا کومل شریر انہیں دے دو، پریم مانگو تو آنکھیں چراتے ہیں پاپی کہیں کے۔ بہتر یہی ہے کہ اپنے حُسن سے کام لے کر انسانوں سے کھیلو..... کسی کو من میں نہ بٹھاؤ کہ من روگی ہو جائے۔ کیا سمجھیں؟''

''میں نے تم سے کہا نا کہ میں سنسار کو زیادہ نہیں جانتی۔ تم سنسار کے بارے میں مجھے سمجھا دو۔''

''سمجھا دوں گی۔ اچھی طرح سمجھا دوں گی۔ چنتا ہی مت کرو تم۔'' سندھارنی نے کہا۔

''اچھا تو ایک بات بتاؤ۔ میرے پاس تو کپڑے وغیرہ بھی نہیں ہیں۔''

''ارے فکر کیوں کرتی ہو؟ چلو تو سہی۔''

تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد دونوں ریلوے سٹیشن پہنچ گئیں تو سندھارنی نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ دیکھو..... وہ سامنے ایک سوٹ کیس رکھا ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمہارے لیے ہے۔''

''ارے دیا رے دیا..... کس کا ہے وہ سوٹ کیس؟ میں اسے ہاتھ لگاؤں گی تو کوئی چورنی سمجھ کر میری مرمت شروع کر دے گا۔''

جواب میں سندھارنی کی کھنکتی ہوئی ہنسی سنائی دی۔ پھر اس نے کہا۔ ''پاگل! میں تیری دوست ہوں نا میں تیرے لیے جو کچھ کروں گی، وہ سمجھ لے کہ تجھے کسی قسم کی تکلیف میں مبتلا نہیں ہونے دے گا۔ وہ سوٹ کیس تیرا ہی ہے۔ تیرے لیے اور سن اس میں بہت سے روپے بھی رکھے ہوئے ہیں ہمارے کام آئیں گے۔ اب میں اور تُو الگ کہاں ہیں؟ مگر ایک بات اور بھی سن لے۔''

''کیا؟''

''میں یہ نہیں کہتی کہ تُو میری غلام ہے۔ بلکہ غلام تو تیری میں ہوں سنیتا! مگر جو میں کہوں گی وہ کرتی رہنا۔ کچھ سوچنا نہیں اس بارے میں۔''

جواب میں سنیتا گہرا سانس لے کر خاموش ہو گئی تھی۔ سندھارنی کے اشارے پر اس نے سوٹ کیس اٹھایا۔ سوٹ کیس کی پہلی دراز میں ریل کا ٹکٹ بھی رکھا ہوا تھا اور نوٹوں کی گڈیاں بھی۔ سنیتا سوٹ کیس اٹھا کر ایک جگہ آ گئی۔ ریلوے سٹیشن پر بہت سے مسافر موجود تھے۔ سنیتا نے ٹرین کے آ جانے کے بعد سندھارنی سے سوال کیا تو وہ کہنے لگی۔ ''8 نمبر بوگی میں چل کر بیٹھ جاؤ۔ میں بتاتی ہوں چلو چلتی رہو۔''

8 نمبر بوگی ایئر کنڈیشنڈ تھی۔ ٹکٹ کے مطابق سنیتا وہاں موجود تھی چنانچہ ان سارے ہنگاموں سے نکل کر سنیتا کی زندگی میں ایک نئے سفر کا آغاز ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ریل آگے بڑھ گئی اور سنیتا مسرور نگاہوں سے شیشے سے باہر کا منظر دیکھتی رہی۔ اچانک ہی اسے اپنے کندھے پر ہلکی سی کلبلاہٹ کا احساس ہوا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو سندھارنی اس کے کندھے پر سوار اس کے کپڑوں سے اپنے آپ کو ڈھکے ہوئے شیشے سے باہر کا منظر دیکھ رہی تھی۔ سنیتا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سندھارنی کے ذہن کے تار جیسے سنیتا کے ذہن کے تاروں سے جڑے ہوئے تھے۔ اس کی باریک آواز اُبھری۔

''ریل میں بیٹھ کر باہر دوڑتے ہوئے سنسار کو دیکھنا مجھے بے حد پسند ہے۔''

''مجھے بھی بہت اچھا لگ رہا ہے۔ واقعی! ایسا تو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔''

''میرے ساتھ رہ کر تجھے خوشی ہی ہو گی سنیتا! بس ایک بات بار بار تجھ سے کہہ رہی ہوں کبھی کسی بھی وقت مجھ سے جھگڑا مت کرنا میرے ساتھ مل کر رہنا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''میری بھلا کیا ہمت ہوسکتی ہے سندھارنی کہ تجھ سے جھگڑا کروں؟'' سنیتا نے جواب دیا۔ بہت دیر تک وہ دونوں باتیں کرتی رہیں۔

پھر اچانک ہی سندھارنی نے کہا۔ ''ارے! وہ دیکھ ذرا اس کمپارٹمنٹ کے اس کونے میں وہ جو ایک گورا چٹا آدمی بیٹھا ہوا ہے۔''

سنیتا کی نگاہیں اس طرف اُٹھ گئیں۔ اس شخص کی عمر کوئی پچاس سال کے قریب تھی۔ وہ گورا چٹا اور اچھی صحت کا مالک تھا۔ وہ سنیتا کو عجیب سی نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ سنیتا کی نگاہیں اس سے ملیں تو وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔ سنیتا نے تعجب سے سندھارنی کو دیکھا اور بولی۔ ''کیا مقصد ہے یہ؟''

''یہ نواب جی تجھے دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔''

''یعنی ایک مرد کی نگاہ سے۔''

''تو اور کیا۔'' سندھارنی ہنس پڑی۔

''بھگوان ستیاناس کرے ان کا۔ سارے بوڑھے میری ہی تقدیر میں لکھے گئے ہیں۔''

سندھارنی بہت ہنسی۔ پھر بولی۔ ''تجھے دھرم راج یاد آ گئے ہوں گے۔''

''تمہیں کیسے معلوم؟''

''تُو نے ہی تو بتایا تھا۔''

''ہاں اور یہ بھی دھرم راج سے کم نہیں ہے۔ اتنی ہی عمر کا ہوگا کمبخت۔''

''ایک بات سن ان سے دوستی کر حیثیت کے بڑے معلوم ہوتے ہیں۔ تیرے کام آئیں گے۔''

''مگر.....''

''وعدہ کیا تھا تُو نے کہ جیسا میں کہوں گی، ویسا ہی کرے گی اور میں تجھے یہ بتا دوں کہ جو کچھ میں کہوں گی وہ تیرے لیے اچھا ہی ہوگا۔ تُو دیکھ تو سہی۔ اصل میں ایک بات تجھے بتاؤں سنیتا! اس سنسار میں انسان، انسان کا محتاج ہے۔ کسی نہ کسی سے تو قدم بڑھا کر راستہ بنانا ہی ہوگا۔ ایسے ہی بات سے بات چلتی ہے کیا سمجھی؟''

''ہاں..... کہہ تو ٹھیک رہی ہو سندھارنی! مگر میں کروں کیا؟''

''نہ نہ..... کچھ نہ کر بس دیکھتی رہ کہ وہ نواب جی کیا کرتے ہیں۔''

سنیتا خاموش ہوگئی۔ اب سندھارنی کی باتوں سے اسے دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ نواب جی اپنی جگہ سے اٹھے اور واش روم کی طرف جانے لگے۔ حالانکہ واش روم

دوسری طرف بھی تھا لیکن انہوں نے ادھر سے گزرنا ضروری سمجھا اور چند لمحات کے بعد وہ سنیتا کے پاس پہنچے اور جان بوجھ کر نیچے رکھے ہوئے سنیتا کے اٹیچی کیس کو ٹھوکر ماری پھر جلدی سے معذرت کر کے وہیں بیٹھ گئے اور اٹیچی کو سنبھال کر رکھنے لگے۔ اس کے بعد وہ سنیتا سے بولے۔

''معاف کیجیے گا دیوی جی! غلطی سے ٹھوکر لگ گئی۔ میں نے جان بوجھ کر ٹھوکر نہیں ماری تھی۔''

سنیتا جواب کے لیے تیار تھی۔ کہنے لگی۔ ''ارے..... ارے..... تو اس میں معافی مانگنے کی کیا بات ہے؟ آپ تو بلاوجہ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔''

''آپ مہان ہیں دیوی جی ورنہ لوگ تو ذرا ذرا سی باتوں پر مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں۔''

''میں بھلا آپ سے کیسے لڑ سکتی ہوں۔''

''ارے کیوں؟'' وہ بولے۔

''آپ تو شاید ادھر جا رہے تھے کسی کام سے۔''

''ہاں بس بیٹھے بیٹھے من اُکتا گیا تھا۔ سوچا باہر جا کر دروازے پر کھڑا رہوں گا۔''

''تو بیٹھ جائیں۔ جب من اُکتا جاتا ہے تو منش کو کسی سے بات کر لینی چاہیے۔ میں بھی تو اکیلی ہی ہوں۔''

نواب جی کو اور کیا چاہیے تھا۔ خوشی سے دانت نکال کر ایک دم بیٹھ گئے۔ جگہ کافی تھی۔ بہت کم مسافر تھے اس ڈبے میں۔ بڑے لوگوں کے سفر کی جگہ تھی۔ چنانچہ چند بڑے لوگ اس میں موجود تھے۔ نواب جی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''آپ بڑی خوش اخلاق معلوم ہوتی ہیں ورنہ عام طور سے لڑکیاں یہ سمجھتی ہیں کہ مردوں سے بات ہی نہیں کرنی چاہیے۔''

''نہیں..... اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔'' سنیتا، سندھارنی کے اشارے پر بول رہی تھی۔

''میں نے کہا نا یہ تو من کی بڑائی ہے۔ آپ کا نام کیا ہے دیوی جی؟''

''سنیتا!''

''بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ میرا نام اجے دیو ہے۔ میں دہلی میں رہتا ہوں اور وہیں جا رہا ہوں۔ کاروبار کرتا ہوں آپ کہاں جا رہی ہیں دیوی جی؟''

''دہلی!'' سنیتا مسکرا کر بولی اور خود اپنے آپ پر حیران رہ گئی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی زبان سے سندھارنی بول رہی ہو۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ دہلی میں آپ کہاں رہتی ہیں؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''کہیں نہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''پہلی بار وہاں جا رہی ہوں۔''

''اوہو.....کوئی رشتے ناتے دار ہے وہاں؟''

''نہیں کوئی نہیں.....بس یوں سمجھ لیجیے کہ اپنی نگری، اپنی بستی چھوڑ کر جا رہی ہوں دہلی میں ہی آباد ہوں گی۔''

''چلیے! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ دیکھیں تقدیر کیسی چیز ہے۔ میں دہلی میں ہی رہتا ہوں اور اپنا کاروبار کرتا ہوں اگر آپ وہاں رہنا چاہتی ہیں تو مجھ سے زیادہ آپ کی مدد اور کوئی نہیں کر سکتا۔''

''کیوں اجے دیو جی.....؟'' سنیتا نے پوچھا۔

''بس اگر آپ چاہیں تو میری مدد لے سکتی ہیں۔ ویسے آپ وہاں کہاں ٹھہریں گی؟''

''کسی ہوٹل میں۔''

''اچھا اچھا.....ٹھیک ہے۔ ہوٹل کا انتخاب بھی میں ہی کروں گا آپ بالکل بے فکر رہیں۔ ویسے آپ کے ماتا یا کوئی اور.....؟''

''نہیں.....بس کیا بتاؤں اجے دیو جی! آپ مجھے اس کے لیے معاف ہی کر دیجیے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ تقدیر نے بڑی جلدی ہی بے سہارا کر دیا اور اب سہاروں کی تلاش میں ہوں۔ ماتا، پتا نے اچھی خاصی دولت چھوڑی ہے۔ روپے پیسے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے میرے لیے لیکن بس یوں سمجھ لیں کہ سنسار میں سہارا دینے والا کوئی نہیں ملا۔''

اجے دیو نے اپنے چہرے پر افسردگی کے تاثرات پیدا کیے۔ پھر بولے۔ ''بات اصل میں یہ ہے سنیتا جی! بھگوان سب کے لیے راستے پیدا کر دیتا ہے۔ شاید اسی لیے آج میں اس ریل سے سفر کر رہا تھا کہ آپ کے کسی کام آؤں۔ بس میں نے آپ سے کہہ دیا کہ چنتا نہ کریں۔''

کافی دیر تک اجے دیو سنیتا کے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ وہ سنیتا کے سامنے بچھے جا رہے تھے۔ پھر جب انہیں یہ احساس ہوا کہ وقت بہت ہو گیا ہے اور اب سنیتا کی جان چھوڑ دینی چاہیے تو اٹھتے ہوئے بولے۔ ''سفر ابھی کافی ہے دیوی جی! لیکن آپ آرام کر لیں تھوڑی دیر۔''

''جی بہت شکریہ!''

''ویسے کھانا آپ میرے ساتھ ہی کھائیے گا۔ گھر کا کھانا ہے۔ ریل کا کھانا بالکل اچھا نہیں ہوتا۔''

''ارے آپ کہاں تکلیف کریں گے؟''

''مجھے خوشی ہوگی۔'' اجے دیو نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد اُٹھ کر چلے گئے۔

سندھارنی کی ہنسی سنیتا کے کانوں میں اُبھری تھی۔ ''دیکھا سنیتا! اپنے اجے دیو جی کو؟ عمر دیکھو اور حرکتیں دیکھو لیکن کام کی چیز ہیں تیرے کام آئیں گے۔''

''ایک کام بتاؤ سندھارنی! میں جو ان سے باتیں کر رہی تھی نا وہ خود بخود میرے منہ سے نکل رہی تھیں۔ ایسے کیسے ہو رہا تھا؟''

''میں نے کہا نا جب کام کی باتیں ہوں گی تو میں تمہاری زبان سے بول پڑوں گی۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں تم پر حاوی ہونے کی کوشش کر رہی ہوں بلکہ یہی سمجھنا کہ وہ ضروری ہوگا اس وقت۔''

سنیتا ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی تھی بہرحال اجے دیو جی کو موقع مل گیا تھا۔ کھانے کا وقت ہوا تو وہ خود اٹھ کر آئے اور بڑی عاجزی سے بولے۔ ''آیئے سنیتا جی! کھانا کھا لیجیے میرے ساتھ۔ مجھے بڑی خوشی ہوگی۔''

سنیتا اُٹھ گئی۔ بڑا اچھا کھانا لائے تھے اجے دیو جی، سنیتا ان کے ساتھ کھانے لگی تو اجے دیو بولے۔ ''میں نے بہت دیر تک سوچا ہے آپ کے بارے میں سنیتا جی! کسی کی مدد کرنا بڑی اچھی بات ہے۔ آپ کو وہاں ہوٹل میں قیام نہیں کرنا پڑے گا۔ ہوٹلوں کا قیام اچھا نہیں ہوتا۔ خاص طور سے کسی اکیلی عورت کے لیے لوگ نہ جانے کیا کیا سوچتے ہیں اس بارے میں۔ ساحل سمندر پر میرا ایک بہت خوب صورت فلیٹ ہے۔ آپ یہاں سے سیدھی اس فلیٹ پر جایئے۔ میں نے اس کی ڈیکوریشن کر کے رکھی ہے۔ کبھی کبھار وہاں چلا جاتا ہوں۔ آپ کو وہ جگہ بہت پسند آئے گی۔

''آپ اتنے احسانات مجھ پر کر رہے ہیں اجے دیو جی! ان احسانوں کا کیا صلہ دوں گی آپ کو؟''

''آپ اس کی چنتا مت کریں۔ صلہ بھی میں آپ سے لے لوں گا لیکن ابھی میں آپ سے جیسا کہہ رہا ہوں، آپ ویسا ہی کریں۔''

''جو آپ کی مرضی۔'' سنیتا نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا کر کہا لیکن صورت حال وہی تھی۔ سنیتا خود فیصلے نہیں کر پا رہی تھی بلکہ اس کے اندر سندھارنی بول رہی تھی۔ حالانکہ بعض اوقات سنیتا، سندھارنی کی باتوں سے اتفاق نہیں کرتی تھی لیکن بہرحال وہ پوری طرح سندھارنی کی احسان مند تھی اور پھر یہ پُراسرار مورتی ویسے بھی اپنا ایک حیرت ناک وجود رکھتی تھی اور اس نے چند ہی لمحوں میں سنیتا کو یہ احساس دلا دیا تھا کہ وہ جے ورد تھی سے کہیں زیادہ

قابل اعتماد ہے۔ جے ورد تھی تو ایک ایسی بدروح تھی جس کے بارے میں کوئی بات اسے معلوم نہیں تھی جبکہ سندھارنی نے سنیتا کو اپنی پوری کہانی سنا دی تھی اور سنیتا اس کے بارے میں سب کچھ جان چکی تھی وہ کم از کم بے ضرر تھی۔ باقی جو اس کا اپنا مشغلہ تھا تو سنیتا جیسی لڑکی اس سے بھلا کیوں خوفزدہ ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وہ بھی ایک ڈائن تھی اور خون اس کی زندگی کی ضمانت تھا۔ سندھارنی کے بارے میں البتہ اسے علم تھا کہ سندھارنی کو کتنے عرصے بعد خون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اجے دیو جی پھنس رہے تھے تو اب یہ ان کا ذاتی معاملہ تھا۔ سندھارنی نے سنیتا کے کان میں کہا۔ ''اصل میں ایک اور بات بھی ہے سنیتا! وہ یہ کہ اس آدمی کو سزا ملنی چاہیے۔ خوب صورت، نوجوان اور بھولی بھالی لڑکیوں کو اپنے شیطانی جال میں پھانس کر یہ لوگ زندگی سے محروم کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ہم جیسی بلا کا سامنا بھی کرنا چاہیے تاکہ انہیں بھی اس بات کا پتہ چلے کہ زندگی میں بُرائی کا کیا انجام ہوتا ہے۔'' سنیتا خاموش ہو گئی۔ سندھارنی کا مؤقف اسے مناسب ہی لگا تھا۔

بہرحال..... سفر جاری رہا۔ اجے دیو جی، سنیتا پر اپنی عنایتوں کی بارش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دہلی آ گیا۔ ایک عظیم الشان شہر..... جہاں زندگی بڑی تیز رفتار تھی۔ بندرگاہ ہونے کی وجہ سے صنعتیں بھی بہت زبردست تھیں اعلیٰ درجے کے ہوٹل بکھرے ہوئے تھے۔

اجے دیو، سنیتا کو پوری طرح اپنے جال میں پھانسنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ چنانچہ سٹیشن سے براہِ راست ٹیکسی لے کر وہ ساحل سمندر پر جا نکلے اور پھر سمندر سے تھوڑے فاصلے پر ایک انتہائی خوب صورت عمارت میں داخل ہو گئے۔ عمارت کی چوتھی منزل پر یہ فلیٹ تھا۔ تیز رفتار لفٹیں لگی ہوئی تھیں۔ جدید ترین علاقہ تھا۔ بڑے لوگوں کی رہائش گاہ بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا کہ بڑے لوگوں کی اعلیٰ عیش گاہ۔ فلیٹ بھی بے حد شاندار تھا۔ ہر طرح سے آسائشوں سے بھرا ہوا تھا۔

یہاں پہنچ کر اجے دیو جی نے کہا۔ ''ویسے تو میں آپ کے لیے یہاں دس ملازم بھیج سکتا ہوں سنیتا جی، جو آپ کی ہر طرح کی آسائش کا خیال رکھیں گے لیکن ملازموں کے آ جانے پر دو باتیں ہوتی ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ جن چیزوں کو ہم نے یہاں اتنی عمدگی سے لا کر رکھا ہے، ملازم ان کی قدر نہیں جانتے اور ان کا ستیاناس کر دیتے ہیں اور دوسری بات یہ کہ پھر تنہائی نہیں رہتی۔ وہ کسی نہ کسی طرح سر پر مسلط رہتے ہیں اور اگر ہم انہیں یہاں چار گھنٹے کے لیے لے آئیں تو ہماری ساری کہانی ہمارے گھر پہنچ جاتی ہے۔'' اجے دیو جی عجیب سے انداز میں ہنسنے لگے پھر بولے۔ ''مطلب یہ ہے کہ آپ کو کھانا خود ہی پکانا پڑے گا۔ رسوئی بھری پڑی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہر چیز موجود ہے اور جو نہیں ہے، وہ آ جائے گی اور پھر سنیتا جی! کبھی کبھی باہر بھی کھانا کھا لیا کریں گے۔ ہمارا، آپ کا ساتھ تو رہے گا نا۔''

سنیتا بے چاری ہر بات پر گردن ہلاتی رہی تھی۔ اس کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اپنی کوئی رائے پیش کرتی۔

اجے دیو جی نے کہا۔ ''اب میں چلتا ہوں۔ آپ یہاں بالکل آرام سے رہیں۔ میں ذرا اپنے معاملات جا کر دیکھ لوں۔ دوبارہ بہت جلد آپ سے ملاقات کروں گا۔ آپ کسی بات کی چنتا نہ کریں۔ سب کچھ بھگوان کا دیا یہاں موجود ہے۔ ٹھیک ہے؟''

''جی!'' سنیتا نے کہا اور اجے دیو مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے۔ جیسے ہی وہ باہر نکلے۔ سندھارنی کے قہقہے سنیتا کے کانوں میں اُبھرنے لگے اور پھر سندھارنی ظاہر ہو گئی۔ ننھی سی حسین مورتی..... لیکن اس کے اندر جو قوتیں پوشیدہ تھیں وہ بے مثال تھیں۔

اس نے کہا۔ ''سنیتا! سچ مچ تمہیں تنہائی تو محسوس ہو گی۔ میں تمہاری تنہائی دور کیے دیتی ہوں۔'' یہ کہہ کر سندھارنی نے اپنا قد بڑھانا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد سنیتا کے سامنے جو حسین شکل آئی وہ دیکھنے کے قابل تھی۔ سندھارنی نے ایک خوب صورت ساڑھی باندھی ہوئی تھی۔ اس کا رنگ چمپا کے پھول کی مانند تھا اور اس کے چہرے کے نقوش اتنے حسین تھے کہ کوئی ایک بار دیکھ لے تو زندگی بھر کے لیے تڑپتا رہ جائے۔ سنیتا اسے دیکھتی رہ گئی۔ پھر اس نے کہا۔ ''ننھی سی مورت کی شکل میں تو تم ٹھیک سے محسوس بھی نہیں ہوئی تھی۔ تم تو بڑی سندر ہو سندھارنی۔''

''یہ سندرتا ہی میرے لیے وبالِ جان بن گئی ہے۔''

''ایک بات پوچھوں؟''

''ہاں۔''

''تمہیں جو شکتی حاصل ہوئی ہے تم اپنے اس رنگ و روپ اور حُسن کے بعد اس شکتی کے ذریعے سارے سنسار کو اپنے چرنوں میں لا سکتی ہو۔''

سندھارنی کے چہرے پر اداسی پھیل گئی۔ اس نے کہا۔ ''نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔''

''کیوں؟''

''بس..... جو طلسم مجھ پر طاری ہوتا ہے، اس کے تحت میں اپنے طور پر سنسار میں کچھ نہیں کر سکتی ہاں دوسروں کو اتنی شکتی دے سکتی ہوں کہ وہ جو من چاہے کریں۔''

''سندھارنی! ویسے تمہارے من میں اور بھی ایسی کوئی بات ہے؟''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ انسان کے جیون میں بہت ساری خواہشیں ہوتی ہیں۔ وہ بہت کچھ چاہتا ہے۔ تم نے اپنے من میں ایسی کسی چاہت کا تصور کیا ہے؟''

''دیکھو..... میں تمہیں بتاؤں آؤ آرام سے بیٹھتے ہیں۔ یہ جگہ تو واقعی بڑی خوب صورت ہے۔ اس کی بالکونی میں چلتے ہیں۔ وہاں سے سمندر کا نظارہ بھی ہوگا۔''

''ہاں یہ تو ہے آؤ چلیں۔''

اور پھر سنیتا اور سندھارنی بالکونی میں پہنچیں۔ حقیقتاً دور دور تک کے مناظر بے حد حسین تھے۔ دیکھ کر ہی لطف آ رہا تھا۔ سندھارنی نے کہا۔ ''سنسار بہت خوب صورت ہے۔ دیکھو یہ لوگ جو پانی سے کھیل رہے ہیں اگر تم سمجھتی ہو کہ یہ سب بے فکر ہیں تو یہ ہماری غلطی ہوگی۔ سنسار میں سارے کے سارے بڑے عجیب ہیں۔ ان کے رہنے سہنے کا انداز جیسا بھی ہے لیکن اندر سے یہ بھی دکھی ہوں گے۔''

''ہم اپنی بات کر رہے تھے۔''

''ہاں..... واقعی ہم اپنی بات کر رہے تھے۔ میں تم سے یہ کہہ رہی تھی کہ میں براہِ راست کچھ نہیں کر سکتی لیکن تمہیں ہر طرح کی مدد دے سکتی ہوں۔''

''سندھارنی! ہم کچھ سوچیں گے۔ بہت سوچیں گے میں تمہیں اپنے بارے میں بتا چکی ہوں۔ میرے ماتا پتا بھی بے چارے ظلم کا شکار ہوئے اور ایک شیطان نے انہیں زندگی سے محروم کر دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پردیوتا تھ کو میں نے ایسا سبق دیا ہے کہ وہ جیون بھر تڑپتا رہے گا۔ پہلے مجھے ایسی باتوں کا اندازہ نہیں تھا مگر اب میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ دنیا سے بہت زیادہ واقف ہو گئی ہوں۔''

''ہاں ہاں..... کیوں نہیں؟ اور ایک بات بتاؤں تمہیں کہ ہم دونوں خونؔ پیتی ہیں۔ ہمارے من میں خون کی سیاہی جمتی جا رہی ہے۔ سنسار میں بہت سی باتیں ہم سوچ تو سکتے ہیں۔ ان پر عمل بھی کر سکتے ہیں مگر من کی کالک چھٹانا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ ہمیں پریم روگ نہیں لگانا ہوگا۔ باقی دل اگر کسی پر آ ہی جائے تو دوسری بات ہے۔ ویسے میں تمہیں ایک بات بتاؤں۔ میرے من میں تو ایسی کوئی بات کبھی نہیں اُبھرتی۔ میں تو ان احساسات سے دور ہو چکی ہوں۔''

سنیتا ہنسنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔ ''سنسار میں لوگ دیوی، دیوتاؤں کے چکر میں پھنستے ہیں۔ کبھی کوئی کسی بیر کو قبضے میں بھی کر لیتا ہے مگر ایسی کوئی سندھارنی کسی کے قبضے میں نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آئی ہوگی۔ جو ایک اچھی سہیلی ہے۔''

''اور ساتھی بھی۔'' سندھارنی ہنس کر بولی۔

پھر دونوں سہیلیوں کی طرح کھانے پینے کا بندوبست کرنے لگیں۔ سندھارنی ہنس دی۔ اس نے کہا۔ ''اپنے اجے دیو جی جلد ہی نازل ہونے والے ہیں۔ ویسے انہوں نے یہاں سارے بندوبست کر رکھے ہیں کیا خیال ہے؟ ایک بات اور کہوں تم سے کہ میں اصلی شکل میں کسی کے سامنے نہیں آؤں گی۔ اس بات کا خیال رکھنا ہاں اگر کوئی بہت ہی اہم مسئلہ ہو تو دوسری بات ہے۔''

''ٹھیک کہتی ہو۔ میں خیال رکھوں گی۔'' سنیتا نے کہا۔

کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد ان دونوں نے پورا فلیٹ دیکھا۔ سندھارنی نے ہنس کر کہا۔ ''مجھے تو کسی بیڈ روم کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں تو جہاں بھی رہوں گی۔ تمہارے ساتھ ہی رہوں گی۔ ہاں..... اگر تم چاہو تو کبھی مجھے باہر بھی بھگا سکتی ہو۔ مگر محبت سے۔'' سندھارنی نے معنی خیز انداز میں کہا۔

سنیتا ہنس کر بولی۔ ''یقین کرو میرے من میں ایسی کوئی بات کبھی نہیں اُبھرے گی۔ تم اطمینان رکھنا۔''

''ارے نہیں میں تو مذاق کر رہی تھی۔'' سندھارنی نے کہا۔

رات کے کوئی ساڑھے نو بجے ہوں گے کے دروازے کی بیل بجی اور سندھارنی بولی۔ ''لیجیے اپنے اجے دیو جی اپنی محنتوں کا صلہ وصول کرنے کے لیے آ گئے۔ سنو چنتا نہ کرنا۔ بس اشارہ کر دینا مجھے۔ میں انہیں لمبی نیند سلا دوں گی۔ یہ میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔''

سنیتا ہنسنے لگی۔ پھر سندھارنی کو وہیں چھوڑ کر دروازہ کھولنے چلی گئی۔ جب اس نے دروازہ کھولا تو اس نے اجے دیو جی کو نہیں پایا بلکہ ان کی جگہ ایک خوب صورت سا بھولا بھالا سا نوجوان کھڑا تھا جو سنیتا کو دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ سنیتا نے بھی اسے حیرت سے دیکھا اور پھر بولی۔

''جی فرمایئے۔''

''م..... م..... میں..... میں.....''

''ہاں ہاں..... بتایئے کیا بات ہے؟ کس سے ملنا ہے آپ کو؟''

''وہ..... مجھے اندر جانا ہے۔''

''جی؟''

''وہ اصل میں میرا پرس اندر رہ گیا تھا۔ اس میں پیسوں کے علاوہ اور بھی سامان موجود

ہے۔"

"آپ کا پرس اندر رہ گیا ہے۔"

"مگر آپ کون ہیں؟" نوجوان کے انداز میں کسی قدر جھلاہٹ تھی۔

"آپ پتا نہیں کیا کہہ رہے ہیں۔ پہلے مجھ سے اپنا تعارف کرائیے۔"

"باپ رے باپ! کسی غلط فلیٹ میں تو نہیں آ گیا میں نمبر بھی میرے ہی فلیٹ کا ہے۔"

"آپ کا فلیٹ؟"

"جی دیوی جی! یہ میرا فلیٹ ہے اور میں حیران تھا کہ اندر کون ہے۔ پتا جی تو اندر نہیں ہیں نا؟"

"پتا جی؟ کس کے بیٹے ہیں آپ؟"

"جی میرے پتا کا نام اجے دیو ہے اور میرا نام پریم دیو۔"

"اوہو..... تو یہ بات ہے آیئے..... آیئے..... آپ اجے دیو جی کے بیٹے ہیں۔" سنیتا نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا اور پریم اندر آ گیا۔

"جی ہاں دیوی جی! اب آپ اپنا تعارف بھی کرا دیجیے۔"

"آیئے..... آرام سے بیٹھیے یہ بتایئے کہ آپ کے پتا جی سے آپ کی ملاقات ہوئی؟"

"ہاں..... پتا جی آج ہی آئے ہیں اور فوراً ہی چلے گئے ہیں۔ اب وہ کل یا پرسوں آئیں گے۔"

"گڈ! آیئے..... اندر آیئے نا۔ آپ تو بلاوجہ پریشان ہو رہے ہیں پریم جی۔"

سنیتا نے کہا اور پریم کو لیے ہوئے اندر چلی گئی۔ نوجوان لڑکے کی عمر تیئس چوبیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ چہرہ انتہائی دلکش، بدن کھلاڑیوں جیسا، تندرست، توانا، اچھے نقوش کا مالک تھا۔ اندر آ کر وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ "سب کچھ وہی ہے۔ وہ دیکھیے وہ میرا پرس رکھا ہوا ہے۔ وہ دیکھیے ادھر۔"

"اوہو..... وہ آپ کا پرس ہے؟"

"دیوی جی! آپ کو بھگوان کا واسطہ آپ کوئی بُری عورت تو نہیں لگتیں بتا تو دیجیے آپ ہیں کون؟"

"آپ یہ بتایئے کہ آپ اکثر اس فلیٹ پر آتے رہتے ہیں؟"

"بابا! میرے پتا جی کا فلیٹ ہے۔ پرسوں میں یہاں ہی تھا۔ کل یہاں سے چلا گیا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور یہ پرس بھول گیا تھا۔ مصروفیت ایسی تھی کہ لینے نہیں آ سکا۔ اب اس وقت فرصت ملی تو میں یہ پرس لینے آ گیا۔ مگر میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں کوئی اور ہو گا۔"

"اتفاق کی بات ہے۔ آپ کے پتا جی نے آپ کو اس بارے میں بتایا نہیں ہو گا۔"

"ہاں..... مجھے بالکل نہیں معلوم تھا۔ چلیے اب آپ ہی بتا دیں۔" پریم صوفے پر بیٹھ گیا۔ اب وہ کسی قدر مطمئن نظر آ رہا تھا۔

سنیتا نے کہا۔ "کیا بتا دوں میں؟"

"یہی کہ آپ کون ہیں؟ دیکھیے لازمی بات ہے کہ آپ یہاں بلاوجہ نہیں رہ رہی ہوں گی۔ بلکہ میں کسی حد تک کچھ سمجھ رہا ہوں۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے آپ پتا جی کے ساتھ یہاں آئی ہیں۔"

"بالکل ٹھیک لگ رہا ہے آپ کو۔" سنیتا نے کہا۔

"کیا جان پہچان ہے آپ کی پتا جی سے؟ کیا آپ ان کے کسی کاروباری دوست کی بیٹی ہیں؟ اگر ایسا تھا تو پتا جی کو آپ کو گھر لا کر رکھنا چاہیے تھا۔ ہمارا گھر بھی تو چھوٹا نہیں ہے۔"

"اب تو یہ اجے دیو جی ہی جانتے ہیں۔ ویسے میں ان کے کسی کاروباری دوست کی بیٹی بھی نہیں ہوں اور پہلے سے ان کی میری کوئی جان پہچان بھی نہیں ہے۔ ریل کے سفر میں میں انہیں ملی تھی۔ یہاں دہلی آ رہی تھی کہ اجے دیو جی نے مجھے یہاں رہنے کی پیشکش کر دی۔ ورنہ میں کسی ہوٹل میں ٹھہرتی۔"

اچانک ہی پریم کے چہرے کا رنگ کچھ مدھم پڑ گیا۔ اس کے انداز میں افسردگی نظر آنے لگی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے سنیتا کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "دیوی جی! آپ اپنا نام بتانا پسند کریں گی مجھے؟"

"سنیتا ہے میرا نام۔"

"سنیتا جی! آپ دہلی کیسے آئی ہیں؟"

"ریل سے....." سنیتا نے کہا اور ہنس پڑی۔

"نہیں پلیز..... مجھے بتایئے۔ آپ کون ہیں؟ کہاں رہتی ہیں؟ سنیتا دہلی میں آپ کو کیا کام ہے؟ یہ تو آپ بتا چکی ہیں کہ پتا جی سے پہلے آپ کے تعلقات یا جان پہچان نہیں تھی۔ ریل میں ہی آپ سے ان کی ملاقات ہوئی ہے۔"

"بس یوں سمجھ لیجیے پریم جی کہ حالات کی چکی میں پستی ہوئی دہلی آ نکلی تھی۔ کوئی مالی پریشانی نہیں ہے مجھے لیکن یہاں کسی سے جان پہچان نہیں تھی۔ اجے دیو جی نے مجھے مخلصانہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیشکش کی تو میں نے سوچا کہ تھوڑا وقت گزار لوں اور اس کے بعد دہلی میں اپنے لیے کوئی ٹھکانہ تلاش کرلوں گی۔"

"اوہ..... سنیتا دیوی! میں نے سنسار بہت زیادہ نہیں دیکھا لیکن جتنا بھی دیکھا ہے اس سے تھوڑا بہت اندازہ مجھے ضرور ہے کہ بُرے لوگ کیسے ہوتے ہیں اور اچھے لوگ کیسے ہوتے ہیں۔ بھگوان کی سوگند! نہ جانے کیوں آپ مجھے چہرے سے بُری نہیں لگتیں۔ میری کسی بات کا بُرا نہیں مانئے گا۔ جو بات من میں ہے، کہے دے رہا ہوں۔ آپ کے علاوہ کوئی اور ہوتی تو کچھ نہ کہتا اور خاموشی سے یہاں سے چلا جاتا۔"

"پریم جی! جو کہنا چاہتے ہیں، صاف صاف کہہ دیجیے۔"

"میرے پتا جی عیاش فطرت کے مالک ہیں مزاج میں آوارگی ہمیشہ سے ہے۔ ماتا جی اور ان کی اس بات پر کبھی نہیں بنتی۔ انہوں نے نہ جانے کیا کیا چکر چلا رکھے ہیں۔ بس طبیعت ایسی ہے۔ ان کا بیٹا ہونے کی حیثیت سے مجھے یہ بات نہیں کہنی چاہیے لیکن نہ جانے کیوں آپ کو دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ آپ کو اس بات سے آگاہ کردوں۔ اگر آپ کوئی سیدھی سادی خاتون ہیں تو دیوی جی! پتا جی کے چکر میں نہ پھنسیں اور یہاں سے کہیں اور چلی جائیں اور معاف کیجیے اگر آپ اپنی مرضی سے یہاں رہنا پسند کریں تو بھگوان کی سوگند! میں آپ کو نہیں روکوں گا۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور تیزی سے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

"سنیے تو سہی..... پریم جی! سنیے تو سہی....." سنیتا نے اسے پکارا لیکن وہ نہیں رکا اور تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

سنیتا چند قدم آگے بڑھی تو اسے سندھارنی کی آواز سنائی دی۔ "جانے دو..... جانے دو..... آئے گا..... پھر آئے گا۔" سنیتا کے قدم رُک گئے لیکن وہ دیر تک پریم کی باتوں کے تاثر میں ڈوبی رہی تھی۔

"جاؤ..... دروازہ تو بند کردو۔ فلیٹوں کے دروازے کھلے نہیں ہونے چاہئیں پتہ نہیں، کب کون گھستا چلا آئے۔" سندھارنی نے کہا۔

سنیتا بوجھل قدموں سے آگے بڑھی۔ دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ پریم کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ وہ اندر واپس آگئی۔ کمرے میں پہنچی تو سندھارنی اپنے مکمل قد و قامت کے ساتھ صوفے پر بیٹھی ہنس رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "سنیتا! عورتوں کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ کسی کی عمر کا کوئی حساب نہیں رکھتیں۔ یہاں تک کہ اپنی عمر بھی بھول جاتی ہیں۔ اب میں

اپنی اور تمہاری عمر کا تجزیہ تو نہیں کروں گی لیکن اپنے تجربے کی وجہ سے میں تم سے عمر میں بہت بڑی ہوں۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"ایک ایک بات پر اُداس ہوجانا کچی عمر کی نشانی ہے چلو..... عمر کچی ہو تو کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی نوجوان لڑکی تنہا ہو تو اسے کچی عمر کی باتیں نہیں سوچنی چاہئیں اب تم اس لڑکے کی باتوں سے یوں اُداس ہوگئیں۔ دیکھو سنیتا! میرے لیے تمہیں سمجھانا بہت ضروری ہے۔ چونکہ اب تم میری سہیلی ہو۔ سنسار میں نہ جانے کیسے کیسے چہرے بکھرے ہوئے ہیں۔ نہ جانے کیسی کیسی کہانیاں پڑی ہوئی ہیں اگر ہم ہر کہانی سے اس طرح متاثر ہوگئے تو جینا مشکل ہوجائے گا تمہارا بھی اور میرا بھی۔ کہانیاں بے شک سنو، مگر اپنے من میں ان کے لیے جگہ مت رکھو۔ یہ لڑکا تمہارے من کو بھایا ہے نا؟"

"کیا؟" سنیتا چونک پڑی۔

"اچھا لگا ہے نا تمہیں؟"

"اس کی باتیں اچھی لگی ہیں۔"

"غلط..... اس کا بھرا ہوا بدن، دودھ جیسا رنگ، ہلکے ہلکے شیو کے بال، شربتی آنکھیں، مسکراتے ہونٹ، ساری چیزیں تمہیں پسند آئی ہیں۔"

سنیتا ہنس پڑی۔ پھر بولی۔ "مجھ سے زیادہ تو تم اسے غور سے دیکھ رہی تھیں سندھارنی۔"

"ہاں..... میرا تو اور کوئی کام ہی نہیں تھا۔ باتیں تو تم کر رہی تھیں اس سے اور دیکھ میں رہی تھی اسے۔"

"نہیں سندھارنی! میں نے اسے کسی ایسے ویسے انداز سے نہیں دیکھا۔ وہ بے شک ایک سیدھا سادہ معصوم سا لڑکا ہے۔ اچھا تو لگتا ہے مگر اب ایسے بھی نہیں ہے کہ ہر ایرے غیرے کو دیکھ کر انسان کے پاؤں پھسل جائیں۔"

"بس..... یہی میں تم سے کہنا چاہتی تھی۔ اصل میں اب ہمیں ساتھ ساتھ جیون گزارنا ہے پتہ نہیں کتنے عرصے ساتھ رہیں گے۔ پتہ نہیں کیسے کیسے حالات ہمیں پیش آئیں گے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ دونوں ہی مزے کی زندگی گزاریں گے کیا سمجھیں؟"

"ہاں..... ٹھیک کہہ رہی ہو۔ لیکن بات تو بڑے مزے کی نکلی۔ اجے دیو کے بارے میں تو خیر ہمیں یہ اندازہ ہو چکا ہے کہ لالہ جی کس طرح کے آدمی ہیں لیکن یہ لڑکا دل پر ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نقش چھوڑ گیا ہے۔ اب بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔''

''دیوی جی! یہ بات تو ہمیں معلوم تھی کہ اپنے اجے دیو جی رنگین مزاج آدمی ہیں اور آپ کو دیکھ کر پھسل پڑے ہیں۔ مگر ابھی تھوڑا سا وقت گزار لو۔ یہ بات تو میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ تم اپنے بارے میں بالکل چنتا نہ کرو۔ جو بھی ہوگا اسے دیکھ لیا جائے گا کیا سمجھیں؟ پہلے ذرا دہلی کے حالات دیکھیں گے۔ بعد میں دیکھیں گے کیا کرنا ہے۔''

''چلو ٹھیک ہے۔'' سنیتا بھی مسکرا دی۔

پھر وہ کافی دیر تک بالکونی میں کھڑی شور مچاتے سمندر کو دیکھتی رہیں جو چڑھتے چاند کے ساتھ چاند کو چھونے کی کوشش میں مصروف تھا۔

سنیتا نے کہا۔ ''مجھے نیند آ رہی ہے۔''

''چلو پھر سو جاؤ۔'' سندھارنی نے کہا۔

سنیتا بیڈ پر آ کر سو گئی۔ البتہ دوسرے دن وہ اس وقت جاگی جب کوئی اس کا پاؤں پکڑ کر ہلا رہا تھا۔ سنیتا چونک کر اُٹھ گئی۔ ذہن میں سندھارنی ہی آئی تھی لیکن ایک اجنبی کو دیکھ کر وہ سہم گئی۔ کچھ لمحوں میں اس نے ہوش و حواس پر قابو پا کر اس چہرے کو پہچان لیا۔ وہ اجے دیو کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔

وہ جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اجے دیو ہنس کر بولے۔ ''جوانی کی نیند بھی کیسی ہوتی ہے۔ بہت دیر سے بیٹھا ہوا تھا سوچا جگا ہی دوں۔''

''آپ..... آپ اتنی صبح..... اور..... اور..... دروازہ تو میں نے لاک کر دیا تھا۔''

اجے دیو جی ہنسنے لگے پھر بولے۔ ''اس دروازے کی واحد چابی میرے پاس ہے۔ یہ چابی اصل میں ایسی ہے کہ اگر دروازہ اندر سے بند ہو تو باہر سے کھولا جا سکے۔ ایسا تالا میں نے خود لگوایا ہے اور میرے علاوہ کسی کو اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تو میں دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔''

''آپ..... آپ.....''

''گھبراؤ نہیں سنیتا! میں تمہارا دوست ہوں۔ دشمن نہیں اگر چاہو تو جاؤ واش روم میں ہو آؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔'' اجے دیو جی وہاں سے اُٹھے اور ایک صوفے پر جا بیٹھے۔

اس سے زیادہ کمینگی کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ کسی سوتی ہوئی لڑکی کے پاس آ بیٹھیں اور اپنی حرکتوں کا اظہار کرتے رہیں۔ غسل خانے میں منہ ہاتھ دھوتے ہوئے وہ یہی سوچ رہی تھی کہ شیشے میں سندھارنی نظر آئی جو اس کے کندھے پر کھڑی ہوئی تھی اور ہنس رہی تھی۔ سنیتا نے کہا۔ ''تم موجود ہو دیکھا تم نے اس پاپی کو؟''

''پاپ نہ کریں تو پاپی کیسے کہلائیں؟ لیکن اب مجھے غصہ آنے لگا ہے تم پر۔''

''کیوں؟'' سنیتا نے چونک کر کہا۔

''کہا ہے نا تم سے کہ میں تمہارے ساتھ ہر وقت رہتی ہوں۔ تمہیں کوئی فکر نہیں کرنی چاہیے بے فکر ہو کر زندگی گزارو۔''

''غصہ تو آ رہا ہے نا اس پاپی پر۔''

''وہ بعد میں دیکھ لیں گے کیا سمجھیں؟ اب ایسا کرو، اس سے اس کی دلجوئی کی باتیں کرو۔''

''پاپی! بیچارا کہیں کا نہ جانے کیسے اندر آ مرا۔ ذرا دیکھو دروازے کی ایسی چابی بنوا رکھی ہے جو صرف اس کے پاس ہے کسی بھی سے دروازہ کھول کر اندر آ سکتا ہے۔''

''ہاں بُرا آدمی ہے مگر ہر بُرے کو اس کی بُرائی کی سزا ضرور ملتی ہے اور اسے ملے گی۔ ضرور ملے گی۔'' سندھارنی نے کہا۔

سندھارنی کی باتوں سے سنیتا کافی حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر وہ باہر نکلی۔ اجے دیو بھی جیسے دروازے پر آنکھیں لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ بھوکی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگے۔ سنیتا باہر آ گئی تو اجے دیو جی بولے۔ ''سنیتا جی! میرا خیال ہے کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں پیش آئی ہوگی۔ لیکن اگر ایسا ہے تو آپ مجھے بتایئے۔ میں ابھی بھاگ کر لے آتا ہوں۔ آج ناشتہ میں آپ کے ساتھ کروں گا۔''

''میں ناشتہ بناتی ہوں اجے دیو جی! میرا خیال ہے آپ کے کچن میں ساری چیزیں موجود ہیں۔'' سنیتا نے کہا۔

''اسے میرا کچن کیوں کہتی ہو؟ یہ تمہارا کچن ہے۔'' اجے دیو جی بولے۔

سنیتا کچن میں آ گئی تھی۔ سندھارنی نے ہنس کر کہا۔ ''واہ! اجے دیو جی تو تم پر سارا حق جما چکے ہیں۔''

''دل تو چاہتا ہے پاپی کو ناشتے کے بجائے زہر کھلا دوں۔''

''ارے نہیں سنیتا! سنسار میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں اور پھر ایسے لوگ تو بڑے مزے کے ہوا کرتے ہیں۔ ان کی بے وقوفی کی باتوں سے مزا آتا ہے۔ اب تم دیکھو ذرا ان اجے دیو جی کو کیا سمجھ رہے ہیں یہ اپنے آپ کو سوچ رہے ہیں کہ کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ حالانکہ ابھی اتنے جوتے پڑ سکتے ہیں سر پر کہ گنے بھی نہ جا سکیں۔''

سنیتا خاموش ہو گئی۔ اس نے ناشتہ بنایا۔ ابھی وہ ناشتے کی تیاریوں میں مصروف ہی تھی کہ اجے دیو جی کچن میں آ گئے اور ہنس کر بولے۔ ''سنیتا! کبھی کبھی انسان کا بچہ بن جانے کو دل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاہتا ہے۔ یقین کرو تمہیں اس سے کچن میں کام کرتے دیکھ کر نہ جانے میرے من میں کیسے کیسے خیالات اُبھر رہے تھے۔ آؤ! ناشتہ بنانے میں، میں تمہاری مدد کروں۔"

"ناشتہ تو میں بنا چکی ہوں اجے دیو جی! لے کر آ رہی ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ اسی میں تمہارا ساتھ دیتا ہوں۔ اجے دیو نے ناشتہ ٹرے میں لگوایا اور اس کے بعد سنیتا کے ساتھ کمرے میں آ گئے۔ چلو تمہارا کام اب ختم ہو گیا۔ میں اپنا کام شروع کرتا ہوں۔"

"اپنا کام۔" سنیتا نے چونک کر دیکھا۔

"میرا مطلب ہے، میں ناشتہ لگا کر چائے بنا کر تمہیں دیتا ہوں۔"

"نہیں اجے دیو جی! اپنا کام میں خود کروں گی۔" سنیتا بولی۔

"جیسے تمہاری مرضی تمہارا گھر ہے بھئی جو من چاہے کرو۔"

ناشتہ خاموشی سے کیا گیا۔ اس کے بعد اجے دیو بولے۔ "میں آج کے پورے دن کا پروگرام بنا چکا ہوں۔ جیسا کہ تم نے مجھے ریل میں بتایا تھا کہ تم نے پوری طرح دہلی نہیں دیکھا ہے۔ یہ بڑا خوب صورت علاقہ ہے۔ نہ صرف سمندر ہے بلکہ آس پاس میں بہت سی چیزیں ہیں۔ خاص طور پر دہلی کی ایک چیز بڑی مشہور ہے۔ جھیل کے کنارے سبزہ ہے، ایک جھرنا بھی گرتا ہے۔ بلکہ اسی جھرنے سے جھیل بنی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم یہاں سے چلیں گے اور میں تمہیں وہ علاقہ دکھاؤں گا۔ وہاں بھی میرا ایک ہٹ بنا ہوا ہے۔"

سنیتا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاصی مطمئن ہو گئی تھی۔

بہرحال اجے دیو جی کافی دیر تک باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد انہوں نے کہا۔

"چلو سنیتا! تیار ہو جاؤ۔ ایک کام کرتا ہوا آیا ہوں میں اصل میں وہی بات جو میں تم سے کہہ رہا ہوں منش کے من میں بہت سے ایسے خیالات ہوتے ہیں جن کی وہ جیون بھر پرواہ نہیں کر پاتا اور جب ان کے پورا ہونے کی باری آتی ہے تو وقت پتہ نہیں کتنا نکل چکا ہوتا ہے۔ سنیتا جی! میں تمہارے لیے ایک لباس لایا ہوں۔ ذرا دیکھو اور مجھے بتاؤ کیسا ہے؟ ویسے میں نے چشم تصور سے وہ لباس تمہارے بدن پر سجا ہوا دیکھا ہے۔"

"کہاں ہے وہ لباس؟" سنیتا نے پوچھا۔

"میں لے کر آتا ہوں۔" اجے دیو جی بولے اور کمرے سے نکل گئے۔

سندھارنی نے کہا۔ "پکا پاپی ہے، کمینہ کہیں کا۔"

"لیکن سندھارنی!"

"کچھ بھی نہیں..... تفریح کرو اور مجھے بھی کراؤ۔ کیسے تمہیں انسان بناؤں؟ ارے میں کہہ رہی ہوں کہ اس سنسار میں بہت کچھ ہے اداسی چھوڑو۔ جینا سیکھو، ہنسو، بولو۔ سنسار میں کسی کے لیے کچھ کر سکتے ہیں ہو تو ضرور کرو۔ یہ تمہارے من کی بات ہے۔"

"بس مجھے غصہ آتا ہے اس پر۔"

"ہنسو..... بے چارے کی آخری خواہش تو پوری کر دو۔ پتہ نہیں آنے والے سے ہمارے من میں اس کے لیے کیا آ جائے۔" سندھارنی نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد اجے دیو جی لباس لے کر آ گئے۔ واقعی لباس بہت خوب صورت تھا۔ اس نے عاجزی سے کہا۔ "پہن لو۔"

"آپ باہر جایئے اجے دیو جی۔"

"ایں..... ہاں چلا جاتا ہوں۔" وہ باہر چلا گیا تو سنیتا لباس پہننے کی تیاری کرنے لگی۔

سندھارنی ہنس کر بولی۔ "چابی کے سوراخ سے جھانک رہا ہے۔ واش روم میں چلی جاؤ۔"

"ستیاناس ہو اس کا۔" سنیتا نے کہا اور لباس لے کر باتھ روم میں چلی گئی۔ پھر لباس پہن کر باہر آئی تو اس نے زور سے آواز لگائی۔ "اجے دیو جی! آ جایئے۔"

اجے دیو جی اندر آ گئے تھے۔ "بھگوان کی سوگند! اتنی سندر لگ رہی ہیں آپ کہ میں بتا نہیں سکتا۔"

"جی۔"

تھوڑی دیر کے بعد سنیتا، اجے دیو کے ساتھ باہر نکل آئی۔ اجے دیو بڑا خوش نظر آ رہا تھا۔ نیچے ایک قیمتی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ ہنس کر کہنے لگا۔ "گھر والوں کو دھوکہ دے کر نکلا ہوں۔ آپ کے ساتھ سے گزارنے کے لیے یہ کار بھی میری اپنی نہیں ہے، بلکہ ایک جاننے والے سے مانگی ہے۔ حالانکہ میرے پاس تین کاریں ہیں۔ بس اس لیے نہیں لایا کہ کہیں کوئی پہچان نہ لے کہ یہ میں ہوں۔"

سنیتا نے گہری سانس لی اور دل میں سوچا کہ پاپی پورے کا پورا ہے۔

بہرحال..... اجے دیو جی اسے گھماتے پھراتے رہے۔ وہ اس جھیل کی جانب بھی گئے جس کا انہوں نے تذکرہ کیا تھا۔ وہ بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ جھیل پر پہنچ کر انہوں نے کہا۔ "سنیتا جی! سنسار میں انسان کو اس کے من کی کوئی پسندیدہ چیز مل جائے تو میرا خیال ہے اس کا جیون بڑھ جاتا ہے۔"

"ہاں! یہ بات تو ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مگر افسوس یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کو پسند کرے اور دوسرا اسے پسند نہ کرے تو کیا ہوتا ہو گا؟"

"مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"آہ..... کاش آپ کو اس بارے میں معلوم ہوتا۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"فرض کیجیے میں آپ کو پسند کرتا ہوں اور آپ کو پا کر بہت خوش ہوتا ہوں لیکن آپ مجھے پسند نہیں کرتیں۔"

"ہاں..... یہ تو ہے۔"

"یعنی آپ مجھے پسند نہیں کرتیں۔"

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔"

"کرتی ہیں؟"

"آپ ایک اچھے آدمی ہیں۔"

"بس.....؟"

"تو اور کیا کہوں؟"

"سنیتا جی! میں آپ کو جیون کی گہرائیوں تک اتارنا چاہتا ہوں۔"

"ایک بات بتائیے اجے دیو جی! کیا انسان کو کسی پر تھوڑا سا احسان کر کے فوراً ہی اس کا بدلہ لینا چاہیے؟"

"ارے میں فوراً کی بات کب کر رہا ہوں؟ وہ دیکھو وہ سامنے بطخوں کا جوڑا کتنا سندر لگ رہا ہے۔" اجے دیو جی جلدی سے بولے۔

"وہ کون ہے؟" سنیتا نے ایک طرف اشارہ کیا۔

"ناریل پانی والا ہے۔"

"مجھے ناریل پانی پلائیے۔" سنیتا نے کہا اور اجے دیو جی جلدی سے اس طرف دوڑ گئے۔

سنیتا نے دانت پیستے ہوئے سندھارنی کو آواز دی اور سندھارنی بولی۔ "ہاں سنیتا! کیا بات ہے؟"

"میری تو کھوپڑی آؤٹ ہو رہی ہے۔ دل چاہ رہا ہے کہ اس پاپی کو اٹھا کر جھیل میں پھینک دوں۔"

سندھارنی خوب ہنسی اور بولی۔ "ہوا! اچھا نہیں لگ رہا کیا۔ اپنی عمر سے کہیں چھوٹی

باتیں کر رہا ہے۔ دیکھو ناریل پانی لینے کے لیے کتنی تیزی سے دوڑ کر گیا ہے۔ ابھی میں چاہوں تو جب یہ ناریل پانی لے کر آئے تو ایسی ٹھوکر لگاؤں اسے کہ اس کی کھوپڑی ہی پھٹ جائے لیکن چھوڑو ہمارا کیا لے رہا ہے؟ وہ دیکھو اُدھر اصل چیز تو ادھر ہے۔"

"کہاں؟"

"وہ..... اس چٹان کی طرف دیکھو۔"

"کون ہے؟ مجھے تو کوئی نظر نہیں آ رہا۔"

"وہ پریم کپور ہے۔ اپنے پتا کا پیچھا کر رہا ہے۔"

"اوہ!" سنیتا کے منہ سے ایک مدھم سی آواز نکلی۔ وہ بہت دیر تک پریم کپور کو دیکھتی رہی۔ پھر اس نے سندھارنی سے کہا۔ "یہ یہاں کہاں سے آ گیا؟"

"نیلے رنگ کی ایک کار میں مسلسل پیچھا کر رہا ہے۔ اپنے پتا کی نگرانی کر رہا ہو گا۔"

"بے چارہ!" سنیتا نے کہا۔

اتنی دیر میں اجے دیو دو ناریل ہاتھ میں اٹھائے آ گیا اور سنیتا، ناریل کا پانی پینے لگی سارا دن اسی طرح گزر گیا۔ پھر رات کا کھانا کھانے کے بعد دونوں فلیٹ پر واپس آ گئے۔ اجے دیو نے کہا۔ "اصل میں سنیتا جی! میں گھر سے یہ کہہ کر نکلا تھا کہ میں آؤٹ آف سٹی جا رہا ہوں۔ آپ سے ملنا تھا۔ کل کا کہہ کر آیا تھا کہ کل واپس آؤں گا۔ آپ کو اعتراض نہ ہو تو آج رات یہیں رُک جاؤں؟"

سنیتا ایک لمحے کے لیے گھبرائی تو سندھارنی نے اس کے کان میں کہا۔ "رُک جانے دے سنیتا! چنتا کیوں کرتی ہے؟"

سنیتا نے کہا۔ "اجے دیو جی! آپ کا گھر ہے۔ بھلا مجھ سے یہ بات کہنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"بہت بہت شکریہ سنیتا جی!" پھر اجے دیو جی پھیلنے لگے۔ انہوں نے ایک الماری میں سے کچھ برتن نکالے اور سنیتا سے بولے۔ "لوگ اسے بُری چیز کہتے ہیں مگر تھوڑا سا حلق میں اتار لو اور اس کے بعد جیون کے مزے دیکھو۔"

☆=======☆=======☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''مجھے بتاؤ اب میں کیا کروں؟'' بدری ناتھ نے کہا۔

''سنیتا زندہ ہے، مہاسانولی کے مشن پر کام کر رہی ہے۔ ابھی تک اس نے وہی کیا ہے جو سانولی چاہتا ہے لیکن وہ مہان آتما بدستور اس کی طرف بڑھ رہی ہے اور اگر دونوں کا ملاپ ہو گیا تو پھر انرتھ ہو جائے گا۔ مہاسانولی کو بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا۔''

''تو پھر؟''

''تم سنیتا کی تلاش میں نکل جاؤ۔ مہاسانولی نے تمہیں بہت شکتی دی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تم سانولی کے ''پجاری'' ہو۔ اتنا بڑا مان کبھی کبھی کسی کو ملتا ہے۔''

''میں سانولی کا شکر گزار ہوں۔''

''منہ سے لفظ شکر گزاری کافی نہیں ہوتا۔''

''تو پھر.....''

''سانولی کو کوئی تحفہ دینا ہو تو کسی ایک نیک انسان کا ایمان چھین لو۔ کسی صحیح راستے پر جاتے ہوئے شخص کو راستہ بھٹکا دو، سانولی خوش ہو جاتا ہے۔''

''ہوں.....'' بدری ناتھ نے ٹھنڈی سانس بھری۔

''تو تم اپنا کام شروع کرنا چاہتے ہو۔''

''ہاں.....'' بدری ناتھ نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ دو مندری تم اس وقت جاؤ گے جب سنیتا تمہارے ساتھ ہو گی۔ وہ تمہاری محبت میں ڈوبی ہوئی ہو گی۔ تمہارے اوپر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرتی ہو گی۔ اور جب تم اسے مہاسانولی کے چرنوں میں بھینٹ کر رہے ہو گے تو وہ سخت حیران ہو گی۔''

''آہ..... پھر۔''

''سانولی اسی بات سے تو خوش ہو گا؟''

''کس بات سے؟''

''ایمان کا قتل، اعتماد کا قتل، ہر نیک احساس کا قتل۔''

''ہے.....'' بدری ناتھ نے ہے بھگوان۔ کہنا چاہا لیکن سنالیہ نے جلدی سے بڑھ کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کا منہ بند کر دیا۔

''موت آ رہی ہے تمہاری۔'' سنالیہ کی غراہٹ بے حد خوفناک تھی۔

''کیوں؟'' بدری ناتھ حیرت سے بولا۔

''کیا کہنے جا رہے تھے۔''

''میں.....''

''پھر وہی، تمہیں معلوم ہے کہ سانولی کے چیلے وہ بڑا نام نہیں لیتے۔''

''اوہ..... ہاں..... میں بھول گیا تھا۔''

''آئندہ کبھی مت بھولنا ایک بار بھی اگر تم نے وہ نام لے لیا تو سانولی کے دشمنوں میں شامل ہو جاؤ گے۔''

''میں خیال رکھوں گا۔ لیکن میں پوچھ رہا تھا کہ اب میں کیا کروں؟''

''مہاسانولی نے تمہیں نئی جوانی دی ہے اس سنسار میں کون ہے جو جوانی کی واپسی نہیں چاہتا لیکن کسی کو یہ ملتی نہیں ہے سانولی نے تمہیں ایک اور شکتی بھی دی ہے چاند کی چودہ تاریخ کو جب تم درندے بنتے ہو تو کون تمہاری طاقت کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس طرح سانولی اب تمہیں ایک اور شکتی دیتا ہے۔''

''کیا؟''

''تم اپنی مرضی کا کوئی بھی روپ دھار سکتے ہو انسان، جانور، ہندو، مسلمان، عیسائی کسی بھی مذہب کے پیروکار نظر آ سکتے ہو، لیکن اصل میں تم شیطان کے ''پجاری'' ہی رہو گے۔ اسی طرح تمہاری آنکھوں میں وہ شکتی دی جا رہی ہے کہ تم جب بھی کسی دوست دشمن کا خیال کرو گے اسے دیکھ لو گے۔ یہ جان لو گے کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے جانتے ہو یہ شکتی تمہیں کیوں دی گئی ہے۔''

''کیوں؟''

''تاکہ تم خود سنیتا کو تلاش کر لو۔''

''اوہ..... تو یہ بات ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اِدھر شیطان اپنے پجاری کو یہ قوتیں بخش رہا تھا اُدھر سنیتا ہر احساس سے بے نیاز اپنی مظلومیت کے سہارے بہہ رہی تھی۔ اجے جی کی پیشکش کے جواب میں اس نے کہا۔

''آپ لیجیے میں نہیں پیتی۔''

''مزہ ادھورا رہ جائے گا۔''

''کوئی بات نہیں۔''

اجے نے ایک گلاس میں شراب انڈیلی تو سنیتا کو سندھارنی گلاس کے پاس ہی نظر آئی پھر اس نے اپنے ننھے سے ہاتھ سے گلاس میں کوئی چٹکی بھر چیز ڈالی اور سنیتا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سندھارنی اپنا کام کر چکی تھی۔ اس نے جو کہا تھا وہ کر دکھایا۔

اجے محبت بھری نظروں سے سنیتا کو دیکھتا رہا اور پھر اپنی دانست میں ایک ایک گھونٹ کر کے سنیتا کو اپنے وجود میں اتارتے رہے۔ پہلے ہی گلاس میں اس کے حواس درست ہو گئے تھے۔ وہ مدھم لہجے میں بولے۔

''سنیتا! بھگوان کی سوگند اگر من کامیت سامنے ہو تو ایک ہی گلاس کافی ہوتا ہے۔ سنیتا میں تم..... میں.....'' یہ کہہ کر انہوں نے صوفے سے گردن ٹکا دی اور گہری نیند سو گئے۔

سندھارنی نے اپنا اصل روپ دھار لیا وہ بہت خوش مزاجی کے قہقہے لگا رہی تھی۔ کہنے لگی۔

''چلو اپنے اجے جی تو بھگوان کو پیارے ہو گئے۔''

''کیا..... مم..... مر گیا..... یہ۔''

''ارے نہیں..... میرا مطلب ہے اب یہ آرام سے ساری رات سوتے رہیں گے۔''

''کیسے کیسے لوگ ہوتے ہیں سنسار میں۔''

''ارے ابھی تو ہم سنسار کے مزے لیں گے۔ سنیتا تُو بڑی اچھی دوست ہے میری تُو میری بڑی اچھی سہیلی بن گئی ہے۔ سنسار میں رہنے والوں کا جائزہ لیتے رہیں۔ بڑا مزہ آتا ہے۔ بڑے بڑے پاپی ہوتے ہیں۔ اس سنسار میں۔''

''اب ان کا کیا کریں؟'' سنیتا نے اجے جی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''پڑا رہنے دو سرے کو ہمارا کیا لے رہا ہے؟''

کافی دیر گزر گئی۔ سنیتا اور سندھارنی باتیں کر رہی تھیں کہ اچانک دروازے کی بیل بجی اور دونوں اُچھل پڑیں۔

''یہ کون آ گیا اس وقت؟''

''جاؤ دیکھو مگر ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

سنیتا دروازے کی طرف چل پڑی دروازہ کھولا تو پریم گن کھڑا ہوا تھا۔ عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی اس کی۔ آنکھیں سرخ تھیں۔ بال بکھرے ہوئے تھے سنیتا اسے دیکھ کر چونک پڑی پریم گن نے کہا۔

''معافی چاہتا ہوں۔ سنیتا دیوی! میں پاگل ہو گیا ہوں۔ بے شک فلیٹ میرا ہے لیکن من چاہے تو مجھے مار کر نکال دیجیے۔ مجھے پتا ہے کہ پتا جی اندر ہیں میں ان سے ملنا چاہتا ہوں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں سنیتا جی!''

سنیتا نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر بولی۔

''آؤ۔'' پریم دیو اندر آ گیا۔

''کہاں ہیں پتا جی؟ کہاں ہیں پتا جی میں ان سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ ایک جوان بیٹے کے باپ ہیں اپنا یہ رویہ بدل دیں۔''

''آؤ۔'' سنیتا اسے اس کمرے میں لے آئی جہاں اجے جی صوفے پر پڑے ہوئے تھے۔ سنیتا نے کہا۔

''اجے جی! سب کو دھوکہ دے کر یہاں آئے تھے۔ آج سارا دن مجھے پریت نگر کی سیر کراتے رہے ہیں اور بعد میں یہ کہہ کر یہاں رُک گئے کہ آج وہ گھر واپس نہیں جائیں گے۔ کل جانا ہے۔ مجھے اور اس کے بعد انہوں نے شراب کے برتن سجائے لیکن میں نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ اب شراب پی کر وہ نشے میں دھت پڑے ہوئے ہیں اور میں اپنے کمرے میں دروازہ اندر سے بند کر کے سونے کے لیے لیٹ چکی تھی۔''

پریم دیو سنیتا کو دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔

''میں معافی چاہتا ہوں۔ سنیتا دیوی! میں کچھ اور سمجھا تھا۔ آپ مہمان ہیں مگر یہ بتائیے کہ اسے۔''

''نہیں..... پریم دیو میں یہاں ایک آدھ دن میں چلی جاؤں گی۔ تم اگر چاہو تو اپنے باپ کو لے جا سکتے ہو اور ایک بات اور بتا دوں تمہیں میں، نہ مجھے اس کی دولت سے دلچسپی ہے اور نہ ان کی شخصیت سے میرے اپنے پاس بہت کچھ ہے سمجھے؟''

پریم دیو خاموشی سے سنیتا کو دیکھتا رہا۔ پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔

''میں ایک بار پھر آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ میں نے جو سوچا تھا وہ نہیں ہے اچھا ہے میرے اور پتا جی کے درمیان پردہ ہے۔ آپ مجھے معاف کر دیجیے گا۔ بس انہیں راستے سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھٹکنے نہ دیجیے گا۔ آپ کی مہربانی ہوگی۔'' پریم دیو چلا گیا۔

سندھارنی، سنیتا کے پاس آ گئی۔ ''تُو جذباتی کیوں ہو رہی ہے سنیتا باپ بیٹے کا کھیل ہے بھاڑ میں جائیں دو چار دن یہاں رہیں گے ہم لوگ اس کے بعد یہاں سے چلے جائیں گے ویسے بھی تجھے ایک بات بتاؤں یہ پریم دیو جی تیری طرف لڑھک رہے ہیں۔ بچہ اچھا ہے لیکن ہمارے کام کا نہیں۔ یہ میں تجھے ایک اچھی دوست کی حیثیت سے بتا رہی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ مجھے بھی اس سے کوئی خاصی دلچسپی نہیں ہے۔'' پھر سنیتا سو گئی۔

دوسری صبح اجے عجیب و غریب کیفیت کا شکار نظر آ رہے تھے۔ ''بھگوان کی سوگند پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے مجھے دیوانہ ہو گیا ہوں، پاگل ہو گیا ہوں شاید رات کو گہری نیند سو گیا۔ چلو کوئی بات نہیں ہے۔ اچھا سنیتا جی! اب میں چلتا ہوں۔ شام کو آؤں گا۔ رات کا کھانا کہیں باہر ہی کھائیں گے۔'' سنیتا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

دوسرا دن پُرسکون ہی گزرا تھا ابھی یہ طے نہیں کر پائی تھی کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ شام کو سات بجے کے قریب اجے جی آ گئے۔ خوش نظر آ رہے تھے کہنے لگے۔

''آج کی رات بڑی خوب صورت ہوگی۔ جھیل کے کنارے رات گزاریں گے اور میں تمہیں اپنا ہٹ بھی دکھاؤں گا۔ دیکھو گی تو من خوش ہو جائے گا۔ میں نے اس میں بڑا خوب صورت لان بنایا ہے۔ آؤ..... اب چلتے ہیں۔ تھوڑی دیر گھومیں گے پھر رات کا کھانا کھا کر ادھر چلیں گے۔''

سنیتا اب زیادہ انکار نہیں کرتی تھی۔ اسے ماحول پر اپنے آپ پر..... اور اپنی سکھی پر اعتماد ہوتا جا رہا تھا۔ سندھارنی واقعی اس کی بہترین مددگار تھی اور زندگی کی بہت سی داستانوں میں بڑا لطف آ رہا تھا۔ بہرحال وہ چل پڑے۔ اجے جی بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ پتہ نہیں پریم دیو جی نے کس ردِعمل کا اظہار کیا تھا۔

غرضیکہ کافی رات ہو گئی تو اجے جی جھیل جانے والے راستے پر چل پڑے۔ ان کے پاس آج اپنی کار تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ جس ہٹ پر پہنچے وہ واقعی بے حد خوب صورت تھا۔ وہ سنیتا کو سب کچھ دکھاتے رہے۔ پھر باہر لان پر آ گئے۔ موسم بے حد خوشگوار تھا اور آسمان پر پورا چاند نکلا ہوا تھا۔ اجے جی نے یہی بات کہی تھی کہ آج کی رات بہت خوب صورت ہوگی۔

اچانک ہی سندھارنی نے سنیتا کے کان میں سرگوشی کی۔ ''سنیتا یہاں سے ہٹ کر ذرا دور تو چل۔''

سنیتا، اجے جی سے کچھ کہہ کر دور آ گئی تو سندھارنی نے کہا۔ ''سنیتا تجھے بے چینی نہیں ہو

رہی تُو نے آسمان کی طرف نہیں دیکھا۔ پورن ماشی ہے آج میرے من میں خون کی پیاس جاگ رہی ہے۔ تیری کیا کیفیت ہے؟''

اچانک ہی سنیتا کا چہرہ بھی سرخ ہو گیا۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر سندھارنی کو دیکھا۔ پھر بولی۔ ''ہائے رام..... میں تو بھول ہی گئی تھی لیکن..... لیکن اب تو میرا من بھی خون پینے کو چاہ رہا ہے۔''

دونوں کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ پھیل گئی۔ سندھارنی نے ہنس کر کہا ''تو کام دکھا سنیتا! دونوں مزے کریں گے۔ بلکہ میری ایک بات سن۔'' سندھارنی نے کہا اور سنیتا دلچسپی سے اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ تب سندھارنی نے سنیتا کے کان میں کچھ کہنا شروع کر دیا۔ سنیتا بے اختیار ہنس پڑی تھی۔

ادھر اجے جی فلمی ہیرو بننے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہاں ہٹ میں انہوں نے کافی بندوبست کر رکھا تھا۔ دور ہی سے بولے۔ ''کیا ہوا سنیتا جی! کیا بات ہے؟ آپ وہاں کیا کر رہی ہیں؟''

''آس پاس کے مناظر دیکھ رہی ہوں۔ بڑی خوب صورت ہٹ ہے آپ کی۔''

''اور ہم؟'' اجے جی مستانہ وار بولے۔ سنیتا کا دل چاہا کہ ہنس پڑے لیکن اپنی ہنسی روکی اور مسکراتی ہوئی بولی۔

''آپ کے بارے میں کیا کہوں؟''

''کہہ دو۔ جو دل چاہے کہہ دو ہم بُرا نہیں مانیں گے۔''

''واقعی ماحول کتنا خوب صورت ہے۔ کیا جھیل کے کنارے اور بھی لوگ ہوں گے؟''

''نہیں..... اس وقت تو شاید کوئی نہ ہو کیوں؟''

''آیئے ادھر چلیں نا۔'' سنیتا نے کہا۔

اجے جی ہنس پڑے پھر بولے۔ ''ایک منٹ کچھ ایسی چیزیں لے لوں جو وہاں کارآمد ہوں۔ مثلاً جھیل کے کنارے گھاس پر بچھانے کے لیے دری وغیرہ۔''

سنیتا نے اجے جی کو گدھا بنا دیا۔ اجے جی نے اپنے کندھے پر تھوڑا سا سامان لادا پانی کی بوتل، گلاس، تکیہ، دری وغیرہ اور اس کے بعد سنیتا کے ساتھ باہر نکل آئے۔ یہ اتفاق نہیں تھا۔ کہ اس دن وہاں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ہٹ تو بہت سے تھے لیکن چونکہ عام دن تھا۔ اس لیے وہاں لوگ موجود نہیں تھے۔ پھر اجے جی پرانے شاطر تھے۔ انہیں ایسی جگہیں معلوم تھیں جہاں ویسے بھی کوئی نہ ہوتا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درختوں سے گھرے ہوئے ایک چھوٹے سے صاف ستھرے حصے میں انہوں نے دری بچھائی تکیہ لگایا پانی وغیرہ رکھا اور سنیتا سے بولے۔

''اگر جھیل میں نہانے کا شوق ہے تو آؤ میرے ساتھ میں بہت اچھا تیرنا جانتا ہوں۔''

''لیکن میں نہیں جانتی۔'' سنیتا بولی۔

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے میں جو ہوں۔''

''آپ میرا بوجھ اٹھا سکیں گے۔''

''جیون بھر۔'' اجے جی نے عاشقانہ لہجے میں کہا۔

''نہ بابا نہ..... میں یہ رسک لینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔'' سنیتا بولی۔

اجے جی بے حیائی سے ہنسنے لگے۔ پھر انہوں نے کہا۔ ''سنیتا آسمان پر کھلے چاند کو دیکھ رہی ہو۔ درختوں کے پتوں سے چھن کر آنے والی چاندنی تمہارے چہرے پر پڑتی ہے تو بھگوان کی سوگندیوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے گنگا جمنا آپس میں مل رہے ہوں۔ بہت سندر ہو تم پتہ ہے۔ میرا دل کیا چاہتا ہے؟''

''کیا چاہتا ہے؟'' سنیتا نے کہا۔

''میں یہاں دری پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلوں۔ تم اپنے ہاتھوں سے میرے بالوں میں کنگھی کرو کیا سرور آئے گا۔''

''تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ آپ لیٹ جایئے۔'' سنیتا نے کہا اور اجے جی خوش ہو کر دری پر لیٹ گئے۔ تکیے پر سر رکھا اور آنکھیں بند کرلیں۔

سندھارنی درخت کے پیچھے تھی۔ اس نے باقاعدہ انسانی شکل اختیار کرلی تھی وہ بے حد حسین تھی اور اس کا حُسن بھی کسی طرح سنیتا سے کم نہیں تھا۔ اس نے سنیتا کو اشارہ کیا سنیتا پھرتی سے اٹھ کر درخت کے پیچھے چلی گئی۔ سندھارنی، اجے جی کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ دونوں پوری طرح تفریح کے موڈ میں تھیں اور یہ تجویز سندھارنی نے ہی پیش کی تھی۔

اس نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے اجے جی کے سر میں کنگھی کرنا شروع کر دی اور اجے جی نے مسرور لہجے میں کہا۔ ''بھگوان کی سوگند! اس وقت اگر موت بھی آ جائے تو سیدھا سورگ میں چلا جاؤں گا۔''

''کبھی کبھی تو سنسار ہی سورگ لگنے لگتا ہے۔'' سندھارنی بولی۔ آواز کا فرق نمایاں تھا۔

اجے جی نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں سندھارنی کو دیکھا۔ ایک نیا چہرہ دیکھ کر بدحواس ہو گئے اور جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئے۔

''تت..... تت..... تم کون ہو؟''

''ارے کیا ہو گیا آپ کو؟ کیا آپ سورگ میں پہنچ گئے۔'' سندھارنی سادگی سے بولی۔

''مم..... مگر دیوی جی! آپ کون ہیں؟''

''لگتا ہے۔ آپ پاگل ہو گئے ہیں دیوی جی! مہاراج آپ کو کیا ہو گیا؟ کیسی بہکی بہکی باتیں کرنے لگے ہیں آپ؟''

''تت..... تم سنیتا ہو؟''

''ہائے رام میں نے کسی کو اس طرح عقل کھوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ کو آخر ہو کیا گیا ہے؟''

''میرا مطلب ہے دیوی جی!''

''لیٹ جایئے..... لیٹ جایئے ابھی تو مجھ سے کہہ رہے تھے کہ تکیے پر سر رکھ کر لیٹ جائیں اور میں بالوں میں کنگھی کروں اور اب پاگلوں کی طرح منہ پھاڑے بیٹھے ہوئے ہیں۔''

''تم میرا مطلب ہے..... ارے باپ رے باپ..... میری آنکھیں اور کان خراب ہو گئے کیا؟''

''آخر ہوا کیا آپ کو آپ لیٹئے اور آنکھیں بند کر لیجیے۔''

''لیٹ جاتا ہوں سنیتا! مگر پتہ نہیں کیوں تمہاری شکل..... تمہاری آواز مجھے بدلی بدلی لگ رہی ہے۔''

''آپ لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں۔'' سندھارنی بولی اور بے چارے اجے جی ایک بار پھر تکیے پر لیٹ گئے۔

''چلئے آنکھیں بند کر لیجیے۔'' سندھارنی نے کہا اور اجے جی نے آنکھیں بند کرلیں۔ سندھارنی نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا اور بولی۔ ''اب جب تک میں نہ کہوں آنکھیں نہیں کھولیں گے آپ۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر ایسا ہوا کیوں ہے؟''

''اس لیے کہ آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

''اجے جی تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہے۔ پھر بولے۔ ''ماحول ہی ایسا ہے کیا کروں کیا نہ کروں؟ دماغ خراب نہ ہو جائے تو کیا ہو؟ تم جیسی سندری..... یہ ماحول.....

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جھیل کے پانی کو چھو کر چلتی ہوئی یہ ہوائیں۔ موسم کی ٹھنڈک سر پر کھلا آسمان۔"

اس دوران سندھارنی خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھی اس نے سنیتا کو اشارہ کیا سنیتا، اجے جی کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ اجے جی جذباتی لہجے میں بولے۔ "یقین کرو سنیتا کبھی کبھی تو میں سوچتا ہوں کہ بھگوان جب دینے پر آتا ہے تو کس طرح انسان کو سب کچھ دے دیتا ہے۔"

"آپ نے کچھ مانگا تھا۔ بھگوان سے؟" سنیتا بولی اور اجے جی ایک بار پھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگے پھر اُٹھ کر بیٹھ گئے۔

"ارے باپ رے باپ..... آخر ہو کیا رہا ہے مجھے؟"

"مجھے تو آپ دیوانے لگ رہے ہیں۔ چلئے واپس چلتے ہیں۔"

"ارے..... مم..... مگر کیوں..... مم..... میری بات تو سنو۔"

"یہ کیا بار بار کہہ رہے ہیں؟"

"بھگوان کی سوگند! آنکھیں پھوٹ جائیں اگر جھوٹ بول رہا ہوں تو۔ آواز بھی بدل جاتی ہے۔ شکل بھی بدل جاتی ہے۔ باپ رے باپ..... کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ چاندنی رات میں ان درختوں کے نیچے میں کسی اثر میں پڑ گیا ہوں۔"

"یہ آپ خود بتایئے۔"

"مجھے تمہاری شکل بدلی بدلی کیوں لگتی ہے؟"

"دماغ خراب ہو گیا ہے آپ کا۔"

"یہی کہے جا رہی ہو۔ مسلسل، جھیل کے پانی میں اپنی شکل تو دیکھو مگر نہیں اس وقت تو تم بالکل اصل ہو۔"

"اجے جی کیسی فضول باتیں کر رہے ہیں آپ؟"

"تم جو کچھ بھی کہو۔ میں کیا کہوں۔" اجے جی نے کہا۔

"بس آپ خاموش ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔"

"ارے چھوڑو۔ اب آنکھیں بند کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ پتہ نہیں کم بخت کیا ہو گیا ہے۔ دماغ خراب ہو گیا ہے میرا۔"

"تو پھر اٹھیے جھیل کے کنارے چلتے ہیں۔"

"نہاؤ گی پانی میں؟"

"جی نہیں..... میرا دماغ خراب نہیں ہے۔ آپ غوطے لگا لیجیے۔"

"اکیلا تو کبھی نہیں جاؤں گا۔"

"چلئے تو سہی۔" سنیتا نے کہا اور اجے جی کو دھکیلتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

موقع ملتے ہی سندھارنی جو ان کا پیچھا کر رہی تھی۔ درختوں کی آڑ لیتی ہوئی ان کے قریب پہنچ گئی اور فوراً ہی سنیتا سے جگہ تبدیل کر لی۔ اب سندھارنی، اجے جی کے ساتھ چل رہی تھی۔ جھیل پر پہنچ کر اجے جی نے کہا۔ "اب ذرا جھیل کے پانی میں اپنی شکل دیکھو اور اگر تبدیل ہوئی تو پھر دوبارہ دکھاؤں گا۔" اجے جی پلٹے اور پھر ان کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ سندھارنی نے کہا۔

"اب کیا ہو گیا؟"

"تت..... تم..... تم....." اجے جی ہکلائے ہوئے لہجے میں بولے اور پھر سر پر ہاتھ مارنے لگے۔

"آپ واقعی پاگل ہو گئے ہیں۔"

"ہاں ایسا ہی لگتا ہے۔"

"پہلے بھی تنہائی میں آپ کا یہ حال ہوا تھا۔ آگے کیا ہو گا؟"

"نہیں کچھ نہیں ہو گا..... میں..... میں میرا مطلب ہے۔ میں....."

"کچھ نہیں کر سکتے آپ میرے لیے۔ بے کار باتیں کر رہے ہیں۔"

"یہ بات نہیں سنیتا، ایک بار بھگوان کی سوگند! کچھ مانگ کر تو دیکھو۔ جیون مانگو گی تو جیون دے دوں گا۔"

"غلط کوئی ماننے کی بات ہے یہ..... کوئی کسی کے لیے جیون نہیں دے سکتا۔"

"سینہ کھول کر دیکھو میرا۔" اجے جی نے اپنا سینہ کھول کر دکھاتے ہوئے کہا۔

"کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں ہے۔ اس سینے پر۔"

"اندر جھانکو۔"

"اس کے لیے آپ کا سینہ کھولنا پڑے گا۔"

"تو کھول دو..... چھری مار دو میرے سینے میں ایک بار میرے دل میں جھانک کر دیکھ لو۔ جان دے سکتا ہوں تمہارے لیے۔"

"یہ بات ہے؟"

"میں نے کہا ناں۔ ایک بار کہہ کر دیکھو۔"

"ٹھیک ہے۔ پھر آپ ایسا کیجیے کہ میرے کہنے پر اپنے سینے میں خنجر گھونپ لیجیے۔"

"لاؤ..... خنجر لاؤ مجھے..... یا واپس ہٹ چلو۔ وہاں چھری وغیرہ مل جائے گی ارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سمجھتی کیا ہو تم مجھے؟ ہزار جانیں دے سکتا ہوں تمہارے لیے۔"

"میں ابھی خنجر دیتی ہوں آپ کو۔" سندھارنی کے لیے بھلا اس جگہ کسی خنجر کا حصول کون سا مشکل کام تھا۔ اس نے اپنے لباس میں ہاتھ ڈالا اور ایک انتہائی تیز دھار خنجر نکال کر اجے جی کی طرف بڑھا دیا۔

خنجر دیکھ کر اجے جی کی ہوا کھسک گئی۔ انہوں نے پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھا اور بولے۔ "ارے..... ارے یہ خطرناک چیز کیوں ساتھ لیے پھرتی ہو؟"

"آپ پکڑیے تو سہی۔" سندھارنی نے کہا۔

اجے جی کے ہاتھ کانپنے لگے۔ بڑی مشکل سے انہوں نے خنجر کا دستہ اپنی مٹھی میں لیا اور پھٹی پھٹی آواز میں بولے۔ "اب کیا کروں؟"

"گھونپ لیجیے اسے اپنے سینے میں۔"

"ایں....." اجے جی نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔ "وہ تو میں گھونپ لوں گا۔ مم..... مگر اس طرح میں مر جاؤں گا۔"

"خنجر گھونپنے سے اور کیا ہوتا ہے۔ آپ کو پتہ نہیں ہے؟"

"بات اصل میں یہ ہے کہ میں سچ مچ گھونپ لوں گا اسے۔"

"میں نے سچ مچ کا خنجر ہی دیا ہے آپ کو۔"

"تو میں گھونپ لوں اسے اپنے سینے میں؟"

"آپ کہہ رہے ہیں ناں؟"

"مذاق کا بھی بُرا مان جاتی ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"میں مذاق کر رہا تھا۔"

"اوہو..... تو یوں کہیے ناں کہ مجھ سے محبت کا اظہار صرف ایک مذاق ہے۔"

"اس کی بات تو نہیں کر رہا ہوں۔" اجے جی بُری طرح چکر کھا گئے تھے۔ ادھر سنیتا اپنی ہنسی روکے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھی۔ سندھارنی غضب کی اداکاری کر رہی تھی۔ اجے جی پھر بولے۔

"دیکھو..... مجھے واقعی حیرت ہوئی ہے۔ مگر میں سمجھ گیا؟"

"کیا سمجھ گئے۔ آپ؟"

"کہ یہ خنجر تم نے اپنی حفاظت کے لیے رکھا تھا۔"

"اب جو کچھ بھی کیا ہو۔ اس سے آپ کو غرض نہیں ہونی چاہیے۔ آپ نے تو کھل کر یہ بات کہہ دی ناں کہ آپ کی محبت صرف ایک مذاق ہے۔"

"محبت کے بارے میں تھوڑا ہی کہا تھا۔"

"تو پھر؟"

"بس یہ کہا تھا کہ ذرا دل کمزور ہے..... اچھا لو یہ خنجر تم خود میرے سینے میں گھونپ دو۔ دیکھنا اُف تک نہیں کروں گا۔"

"وعدہ کر رہے ہیں۔"

"ہاں..... وعدہ ہے۔" اجے جی نے کہا اور آنکھیں بند کر کے سینہ کھول دیا۔

سندھارنی نے سنیتا کو اشارہ کیا اور سنیتا سنبھل گئی۔ دوسرے ہی لمحے سندھارنی کے ہاتھ میں دبا ہوا خنجر اجے جی کے سینے میں اُتر گیا اور اجے جی کی دلخراش چیخ سے ویرانہ گونج اٹھا۔ ان کے سینے سے خون کا فوارہ بلند ہو گیا تھا اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سندھارنی کو دیکھ رہے تھے۔ وار چونکہ سینے کے داہنی طرف کیا گیا تھا۔ اس لیے دل براہِ راست متاثر نہیں ہوا تھا۔ اسی وقت سنیتا بھی درخت کی آڑ سے نکل کر آ گئی تھی۔

سندھارنی نے منہ کھول دیا تھا اور خون کی دھار براہِ راست اس کے منہ میں جا رہی تھی۔ سنیتا نے نیچے جھک کر اجے جی کے دونوں پاؤں پکڑ لیے اور انہیں گھسیٹ لیا۔ اجے جی دھڑام سے نیچے گر پڑے۔ سنیتا ان کی گردن سے چمٹ گئی اور اس کے دانتوں نے ان کی شہ رگ ادھیڑ ڈالی۔

اُدھر سندھارنی کا چہرہ اجے جی کے اُبلتے ہوئے خون سے سرخ ہو گیا تھا اور اِدھر سنیتا، وحشی بلی کی طرح اجے جی کی گردن ادھیڑ رہی تھی۔ دیکھنے والے اگر اس وحشت ناک منظر کو دیکھ لیتے تو شاید اپنا دماغی توازن کھو بیٹھتے۔

دونوں اب ڈائنیں لگ رہی تھیں اور اجے جی اب لمحہ لمحہ زندگی سے محروم ہوتے جا رہے تھے۔ حالانکہ انہوں نے بھی زندگی بچانے کے لیے شدید جدوجہد کی تھی لیکن دو طاقتور عورتیں ان کی ہر جدوجہد کو ناکام بنا چکی تھیں اور آہستہ آہستہ وہ سرد ہوتے جا رہے تھے۔ پھر ان کی زندگی ختم ہو گئی اور ان کی روح نے ان کا بدن چھوڑ دیا اور وہ اس وحشت کی تاب نہ لا سکے۔ خونخوار بلیاں اب ان کے جسم کو ادھیڑ رہی تھیں اور اس کے بعد انہوں نے اس بدن کو پوری طرح نوچ کھسوٹ کر ختم کر دیا۔

زیادہ سے زیادہ گوشت چبا لیا گیا تھا۔ جگہ جگہ سے ہڈیاں جھلک رہی تھیں۔ سنیتا نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

معمول کے مطابق خوراک کی نالی، سانس کی نالی وغیرہ پکڑ کر کھینچ لی تھی اور اجے جی کا دل بڑے شوق سے چبایا تھا۔ ادھر سندھارنی زیادہ سے زیادہ ان کے بدن کا خون چٹ کر گئی تھی۔

پھر دونوں اپنے کام سے فارغ ہو گئیں دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ان کے منہ سے خون ٹپک رہا تھا۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ جگہ جگہ خون کے دھبوں نے ان کا چہرہ بگاڑ دیا تھا۔ دونوں اپنی جگہ سے اٹھیں۔ سندھارنی نے نشہ آلود لہجے میں کہا۔ ''سنیتا جی! چلیں ہٹ میں چلتے ہیں۔ خون پینے کے بعد تو بڑی نیند آ جاتی ہے۔ آؤ..... گہری نیند سو جاتے ہیں۔''

سنیتا نے گردن ہلا دی۔

دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑا اور ہٹ کی جانب چل پڑیں۔

☆=======☆=======☆

پریم دیو ایک شریف نوجوان تھا۔ باپ کی وجہ سے اسے کافی شرمندگی اٹھانا پڑتی تھی۔ اجے جی شروع ہی سے رنگین مزاج تھے۔ وہ بہت سے ایسے معاملات میں پھنس چکے تھے۔ جن سے باہر نکلنا مشکل تھا۔ پریم دیو نے کئی دفعہ انہیں مصیبتوں سے نکالا تھا۔

امرتا دیوی جو پریم دیو کی ماں تھیں۔ ساری جوانی شوہر کی بُری عادتیں بھگتتی رہی تھیں۔ شریف خاندان کی تھیں۔ منہ سے کبھی اُف بھی نہ کیا تھا لیکن جوان بچوں کی موجودگی میں اجے جی کی جو حرکتیں تھیں اور بچے جس انداز میں ان کے بارے میں گفتگو کیا کرتے تھے اور سوچتے تھے۔ اس سے امرتا دیوی کو بہت دُکھ ہوتا تھا۔

پریم دیو مختلف شخصیت کا مالک تھا۔ وہ دوسرے بہن بھائیوں کی طرح باپ پر غلط قسم کے تبصرے نہیں کیا کرتا تھا۔ بلکہ ان کے لیے دُکھی رہا کرتا تھا۔ فلیٹ میں اسے سنیتا ملی تھی۔ سنیتا نے جو باتیں اس سے کی تھیں لیکن سنیتا کے حسین چہرے نے اس کے دل پر ایک عجیب اثر کیا تھا۔ اسے نہ جانے کیوں یہ احساس ہو رہا تھا کہ وہ بُری لڑکی نہیں ہے۔ پتہ نہیں اجے جی نے اسے کیا کہانیاں سنائی ہیں۔ کس طرح اپنے جال میں پھانسا ہے۔ کیا ارادے رکھتے ہیں۔ اسے نکال دیں گے یا مستقل طور پر رکھ لیں گے۔ بہت سی باتیں اس کے دل میں آ رہی تھیں اور وہ رات کی تاریکیوں میں جب بھی سنیتا کے بارے میں سوچتا اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتیں۔ آنکھ کھل جاتی اور باقی رات وہ جاگتا رہتا۔

وہ دوبارہ فلیٹ پر نہیں گیا تھا۔ بہت دیر تک سوچتا رہا۔ امرتا دیوی سب سے زیادہ اسی پر اعتماد کرتی تھیں۔ وہ ان کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ دل کی ہر بات اس سے کہہ دیتی تھیں اور پریم بھی ہر بات کہہ دیتا تھا۔

دو تین دن گزر گئے تھے لیکن اس کی کیفیت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی۔ آخر کار جب دل نہ مانا تو ماں ہی کے پاس پہنچا امرتا دیوی نے محبت بھری نگاہوں سے بیٹے کو دیکھا اور بولیں۔ ''آؤ..... پریم! کیا بات ہے؟''

''ماں جی! آپ سے دل کی کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

''تو اس میں کہنے کی کیا ضرورت ہے بیٹا! ہم دونوں ہی تو ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ میں تو تجھے اپنا راز داں سمجھتی ہوں۔ کیا بات ہے؟''

''ماں جی! ایک بڑی مشکل میں پھنس گیا ہوں۔''

''کیسی مشکل ہے۔ مجھے بتاؤ تو سہی۔''

''کیا کہوں؟ ماں جی! کہتے ہوئے شرم بھی آتی ہے۔''

''نہیں بیٹا ایسی کیا بات ہے۔''

''ماں جی، پتا جی ہمیشہ کی طرح اپنی حرکتوں میں مصروف ہیں وہ جو فلیٹ ہے ہمارا اس میں آج کل ایک بہت خوب صورت لڑکی رہ رہی ہے۔ ماں جی سنیتا ہے اس کا نام۔ اتفاقیہ طور پر میری اس سے ملاقات ہو گئی۔ ماں جی! میں اپنے تجربے کو آپ سے زیادہ نہیں سمجھتا لیکن ایک بات کہتا ہوں۔ وہ لڑکی بُری نہیں ہے۔ پتا جی پتہ نہیں کون سے سبز باغ دکھا کر فلیٹ تک لے آئے ہیں۔ آپ کو تو پتا جی کی عادت معلوم ہے۔ ماں جی! ایک بات پہلی بار آپ سے کہہ رہا ہوں۔ بھگوان کے لیے آپ اسے میری بُرائی نہ سمجھیں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر غور کریں اور فیصلہ کریں کہ کیا کرنا ہے؟''

''بول تو سہی آگے۔'' امرتا دیوی نے کہا۔

''ماں جی میرا دل اس کے لیے دھڑکنے لگا ہے۔ وہ میرے من میں سما گئی ہے ماں جی! آپ اس سے ملیں۔ اگر پتا جی نے اسے داغ نہیں لگا دیا اور دھوکہ دے کر وہاں لائے ہیں اور مستقبل میں کوئی ایسا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ اسے بچائیے ماں جی! میرے لیے۔ زندگی میں پہلی بار ہم پتا جی سے لڑائی لڑیں گے اور ان سے کہیں گے کہ اس معصوم لڑکی کو داغ دار نہ کریں اور اس کو اپنی بہو بنا لیں۔ ماں جی یہ میرے من کی بہت بڑی آرزو ہے۔''

امرتا کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا تھا۔ کبھی ایسی صورتِ حال بھی پیش آ جائے گی انہوں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ اجے جی کی حرکتوں سے وہ واقف تھیں اور جانتی تھیں کہ کس طرح کے آدمی ہیں۔ ایسی صورت میں اگر باپ بیٹوں میں جنگ چھڑ گئی تو پتہ نہیں اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ دیر تک سوچتی رہیں۔ پریم دیو سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ پریم! ایک کام کرتے ہیں۔ ابھی فی الحال ہم اس لڑکی کو سمجھاتے ہیں۔ اجے جی کی حرکتیں اسے بتا دیتے ہیں۔ اس سے کہتے ہیں کہ یہاں سے فوراً نکل جائے۔ اگر وہ تیار ہو جائے تو پھر اسے کہیں کرائے پر گھر لے کر دیں گے اور وہیں رکھیں گے اور دو چار مہینے گزرنے دیں گے۔ تیرے پتا جی جب اسے بھول جائیں گے تو ہم اس کا حلیہ بدل کر اسے سامنے لے آئیں گے۔ کوئی نہ کوئی ترکیب کر کے میں تیری شادی اس سے کر دوں گی لیکن میرے لعل اگر تیرے پتا جی اپنی گندی فطرت سے کام لے کر کامیاب ہو گئے تو پھر تُو کیا کرے گا؟''

''جوتے مار کر اس سسری کو فلیٹ سے باہر نکال کھڑا کروں گا۔ کم از کم اس بار ماں جی! میں پتا جی کی حرکتوں کو معاف نہیں کر سکوں گا۔''

''دل سے بھول جائے گا اسے۔''

''ہاں ماں جی! اگر وہ پتا جی کے پھیر میں آ جاتی ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اچھی عورت نہیں ہے۔ کوئی چکر والی بات ہی ہو گی۔ ایسی عورت سے بھلا پھر میں کیا دل لگاؤں گا؟'' پریم نے کہا۔

امرتا دیوی سوچ میں ڈوب گئیں۔ پھر انہوں نے کہا۔ ''تیرے پتا جی تو شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ ہم ایسا کرتے ہیں آج ہی اس سے مل لیتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے ماں جی! آپ تیار ہو جائیں۔ میں بھی تیا ہو کر آتا ہوں۔'' پریم دیو نے کہا اور ماں کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

امرتا دیوی اس عجیب و غریب مسئلے کے بارے میں سوچنے لگی تھیں۔ شوہر تو تھا ہی اوباش۔ بیٹے کے دل کو لگی تھی زندگی میں پہلی بار پریم نے اپنی کسی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ ماں کا دل مچلنے لگا تھا۔ بیٹے کی زندگی کی خوشیاں حاصل کرنے کی خواہش دل میں بے پناہ تھی۔ بہر حال خود بھی اٹھیں اور تیار ہونے لگیں۔

تھوڑی دیر میں پریم دیو آ گیا اور دونوں ماں بیٹے کار میں بیٹھ کر فلیٹ کی جانب چل پڑے تھوڑی دیر کے بعد پریم اور امرتا دیوی فلیٹ کے دروازے پر پہنچے تو دروازہ بند ملا اور پریم دیو نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

''نہ جانے کہاں گئی۔ کہیں یہاں سے چلی تو نہیں گئی۔ آپ آیئے میرے ساتھ ماتا جی! سامنے کی ایک دکان پر میرا ایک دوست ہوتا ہے۔ حالانکہ میں نے اس بارے میں اسے کچھ

نہیں بتایا لیکن ممکن ہے۔ اسے کچھ پتہ ہو۔ ایک بار پہلے بھی اس نے مجھ سے کچھ کہا تھا۔ میرا مطلب ہے۔ پتا جی کے بارے میں؟''

امرتا جی تو نیچے کار میں آ کر بیٹھ گئیں اور پریم اپنے دوست کے پاس پہنچا اور اس سے پوچھا۔

''سناؤ سنیل کیسے ہو؟''

''میں تو ٹھیک ہوں۔ تم سناؤ کیسے آئے؟''

''وہ سامنے ہمارے فلیٹ کے بارے میں تو جانتے ہو؟''

''ہاں..... کیوں نہیں۔''

''اس میں ایک لڑکی رہتی تھی۔''

''مجھے پتہ ہے کل تمہارے پتا جی کے ساتھ کار میں گئی تھی۔''

''کل کس وقت؟'' پریم حیرانی سے بولا۔

''دن کی بات ہے۔ اس کے بعد وہ واپس نہیں آئے۔''

''اور کار کون سی تھی؟''

''وہی جو اکثر تمہارے پتا جی کے استعمال میں ہی رہتی ہے۔''

پریم دیو کو یہ بات معلوم تھی کہ اجے نے اپنی عیاشیوں کے لیے ایک کار خریدی ہوئی ہے اور اسے کسی اور جگہ رکھتا ہے۔ اس نے سوچا کہ کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہو گئی ہے۔ ہو سکتا ہے اجے جی لڑکی کو بہلا پھسلا کر کہیں اور لے گئے ہوں۔ وہ جگہ کون سی ہو سکتی ہے۔ اس نے سوچا اور پھر اسے وہ ہٹ یاد آیا۔ جو جھیل کے کنارے تھا۔ وہ واپس آیا اور کار میں بیٹھ کر کار سٹارٹ کر دی تو امرتا دیوی نے پوچھا۔

''کیا ہوا پریم! لڑکی کے بارے میں کچھ پتہ چلا؟''

''لڑکی کے بارے میں بھی پتہ چل گیا ماں جی! اور پتا جی کے بارے میں بھی لیکن فیصلہ ہو جانا چاہیے کم از کم اپنے دل سے الٹے سیدھے خیال تو نکال دوں۔''

''پتا جی کے بارے میں کیا پتہ چلا ہے؟''

''دھوکہ دے کر گئے ہیں۔''

''کہاں ہیں؟''

''اسی شہر میں ہیں۔ میرا خیال ہے یا تو وہ اس لڑکی کو دھوکہ دے گئے ہیں یا پھر کوئی اور بات ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''کہاں جا رہے ہو اب؟''

''جھیل پر۔''

''وہاں کیا ہے؟''

''پتا جی کا ایک گھر جہاں وہ رنگ رلیاں منانے جاتے ہیں۔''

''ہے بھگوان کیا ہوگا ہمارا۔'' امرتا جی نے کہا اور آنکھیں بند کر کے سر جھکا لیا۔

لیکن پریم دیو کے ذہن میں ایک ہلچل مچی ہوئی تھی۔ نہ جانے کیوں اس کے دل میں یہی خیال تھا کہ سنیتا بُری لڑکی نہیں ہے۔ ضرور اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے لیکن کہیں یہ دھوکہ ایسا نہ ہو کہ پریم کو اس کا خیال دل سے نکالنا پڑے لیکن اب کچھ نہ کچھ ہونا ضروری ہے۔ پتا جی نے انتہا کر دی ہے۔ اس سے آگے کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ پریم کے ذہن میں بہت بُرے بُرے خیالات آنے لگے۔ بے چاری امرتا دیوی بھی پریشانی سے بار بار بیٹے کی طرف دیکھنے لگتی تھیں۔ انہیں بھی یہ خوف ہو گیا کہ کہیں باپ بیٹے کا ٹکراؤ نہ ہو جائے۔ اس سے زیادہ دُکھ بھری بات بھلا اور کیا ہو سکتی تھی؟

بہر حال خاموش رہیں۔ جب وہ جھیل کے کنارے پہنچے تو انہوں نے پولیس کی گاڑیاں دیکھیں۔ پولیس کی دو گاڑیاں جھیل کے ساتھ ساتھ کھڑی تھیں اور اس کے علاوہ جو خاص بات تھی وہ یہ تھی کہ اجے کی ہٹ کے سامنے بھی پولیس والے پہرہ دے رہے تھے۔ پریم دیو کا دل دھک سے رہ گیا۔ یقیناً کوئی اہم بات ہو گئی ہے۔ اس نے کار روکی تو امرتا دیوی نے پوچھا۔

''کیوں کیا بات ہے؟''

''ماتا جی میرا خیال ہے کہ کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔''

''کیسی گڑبڑ؟'' امرتا دیوی نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

''یہ تو میں نہیں کہہ سکتا۔ وہ جس ہٹ کے سامنے پولیس والے کھڑے ہیں ناں وہ ہٹ پتا جی کا ہے۔''

''اور وہ جو پولیس کی دو گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔'' امرتا جی نے دور اشارہ کیا۔

''آپ بتائیے کیا کروں؟''

''ارے بیٹا! چل کر دیکھ تو سہی۔ کہیں کوئی خطرناک بات نہ ہو گئی ہو۔'' امرتا دیوی بے چاری دہشت زدہ ہو کر بولیں۔

پریم دیو نے ایک لمحے کے اندر فیصلہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ہٹ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ کچھ پولیس والے ہٹ کے اندر بھی موجود تھے۔ کچھ باہر کھڑے ہوئے تھے۔ ایک

نے پریم دیو کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا بات ہے؟ گاڑی یہاں سے آگے لے جاؤ یہاں گاڑی کھڑی کرنا منع ہے۔''

''بھائی بے شک میں چلا جاتا ہوں لیکن تم مجھے یہ بتا دو کہ ہوا کیا ہے؟''

''یہاں ایک ڈائن بند کی گئی ہے۔ جس نے ایک بندے کا خون کر دیا ہے۔''

''ڈائن۔''

''ہاں..... آدم خور..... بندہ کھا گئی پورا شکل دیکھو تو حسین اور جوان ہے لیکن فطری آدم خور ہے۔ اندر بند کر رکھی ہے ہم نے۔''

''کیا اسی ہٹ میں اس نے کسی کو کھایا ہے؟''

''نہیں لاش تو اُدھر پڑی ہے۔ یہاں تو وہ خون میں ڈوبی ہوئی ملی ہے۔''

''ہے بھگوان پریم! میرا دل گھبرا رہا ہے۔ ذرا چل کر دیکھ اُدھر۔'' امرتا دیوی نے کہا اور پریم دیو نے گاڑی فوراً آگے بڑھا دی۔

تھوڑی دیر بعد وہ پولیس والوں کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ وہاں زیادہ رش نہیں تھا۔ اکا دکا افراد کے علاوہ باقی پولیس والے تھے۔ انہوں نے ایک لاش کو گھیر رکھا تھا۔ لاش کا پورا بدن جگہ جگہ سے ادھڑا ہوا تھا۔ قرب و جوار میں خون بکھرا ہوا تھا۔ گردن ٹیڑھی تھی لیکن چہرہ سامنے ہی تھا۔ پریم دیو کار سے اُترا۔ لاش دیکھی اور پتا جی کہہ کر اس کی طرف لپکا۔ تو پولیس والے بھی چونک پڑے ویسے تو شاید وہ پریم دیو کو پکڑ لیتے لیکن پتا جی کے لفظ پر وہ حیران ہوئے تھے۔

پریم لاش کے پاس پہنچا۔ اس نے لاش کی یہ بگڑی ہوئی کیفیت دیکھی تو اس کا دل بھی بُری طرح دُکھ کر رہ گیا۔ اجے جو کچھ بھی تھے بہر حال اس کے پتا تھے۔

پولیس آفیسر اسے گھور رہے تھے۔ جب وہ سیدھا ہوا تو ایک پولیس آفیسر نے اس کا بازو پکڑ کر اسے پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

''ابھی آپ نے اس لاش کو پتا جی کہہ کر پکارا تھا؟''

پریم دیو کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمنڈ پڑا تھا۔ امرتا دیوی بے چاری ہکا بکا بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے ابھی لاش کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ نہ انہیں پریم دیو نظر آیا تھا۔ وہ پولیس والوں کے درمیان کھڑا تھا۔

''یہ میرے پتا ہیں۔'' پریم دیو نے لاش کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اوہو..... آیئے..... ذرا پیچھے آ جایئے۔ براہ کرم پیچھے..... کار میں کون ہے؟''

''میری ماتا جی ہیں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''آپ لوگ ادھر کیسے آئے؟''

''پتا جی کو ڈھونڈتے ہوئے۔''

''کیا نام ہے آپ کے پتا جی کا؟''

''اجے اجے جی۔''

''کیا کرتے تھے وہ؟''

''بزنس مین تھے۔''

''آپ کو یقین ہے کہ لاش آپ کے پتا جی کی ہے؟''

''ہاں..... میں ان کا چہرہ دیکھ چکا ہوں۔''

''آپ کو معلوم ہے کہ اس لاش کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟''

''آپ مجھ سے فضول باتیں نہ کریں۔ یہ بتایئے کہ اب پتا جی کی لاش کا کیا کر رہے ہیں۔ آپ؟'' پریم دیو نے کہا۔

''دیکھئے..... کیا نام ہے آپ کا؟''

''پریم دیو۔''

''ہماری کسی بات کا بُرا نہ مانیے۔ ہم تو آپ سے صرف تفتیش کر رہے ہیں۔ اصل میں اگر آپ کو یہ بات نہیں معلوم کہ ان صاحب کا یہ حال کیسے ہوا ہے۔ تو ہم بتائیں۔ وہ جو سامنے والی ہٹ ہے ناں۔ جس کے گرد پولیس والے کھڑے ہیں۔ اس میں ایک عورت ملی ہے نوجوان لڑکی ہے۔ پورے جسم پر خون کے دھبے پڑے ہوئے ہیں۔ چہرہ بھی خون میں ڈوبا ہوا ہے۔ آرام سے سو رہی تھی وہاں بس خون کے کچھ دھبوں نے ہماری ہٹ تک رہنمائی کی جو غالباً اس عورت کے لباس سے ٹپکتے ہوئے وہاں تک پہنچے تھے۔ ورنہ ہمیں پتہ بھی نہ چلتا کہ اس ہٹ میں کوئی عورت ہے۔ یا کوئی ایسی شخصیت جس کا اس قتل سے تعلق ہے۔''

''وہ ہٹ میرے پتا جی کا ہے۔''

''اور وہ عورت؟''

''میں نے اسے نہیں دیکھا۔''

''آپ براہِ کرم ہمارے ساتھ آئیں اور ان خاتون کو۔ میرا مطلب ہے کہ اپنی ماتا جی کو سمجھایئے۔ یہاں بیٹھے رہنا مناسب نہیں ہے۔ بلکہ ایسا کریں گے کار کو لے جا کر ہٹ کے پاس کھڑا کر دیں۔''

''ایسا ہی کرتا ہوں۔'' پریم دیو واپس کار میں آیا تو امرتا دیوی نے پھٹی پھٹی آنکھوں

سے اسے دیکھا۔ پریم دیو کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر امرتا دیوی نے خود ہی منہ ڈھک لیا تھا۔ پھر لرزتی ہوئی آواز میں بولیں۔

''تو کیا وہ؟''

پریم دیو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کار ہٹ کے سامنے کھڑی کر کے وہ پولیس آفیسر کے ساتھ فلیٹ میں داخل ہو گیا۔ اندر تین ہٹے کٹے پولیس آفیسر موجود تھے۔ ان کے ساتھ ہی دو لیڈی پولیس آفیسر بھی تھیں اور درمیان میں سنیتا بیٹھی ہوئی تھی۔ سنیتا کی آنکھوں میں زندگی کا حُسن ٹپک رہا تھا۔ چہرہ بڑا ہی جاندار لگ رہا تھا۔ ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ ایک عجیب سا حال نظر آ رہا تھا اس کا۔ وہ پولیس والوں سے بالکل خوفزدہ نہیں تھی لیکن اس کے لباس پر خون کے بڑے بڑے دھبے موجود تھے۔ چہرہ بھی ابھی تک دھویا نہیں گیا تھا۔ گالوں پر خون کے دھبے بڑے حسین لگ رہے تھے۔ بالوں میں بھی خون لگا ہوا تھا۔ دانتوں پر بھی خون جما ہوا تھا۔ وہ خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ پریم دیو کو دیکھ کر وہ مسکرا کر بولی۔

''چلو آپ نے مجھے ضرور پہچان لیا ہو گا مسٹر پریم دیو۔''

پریم دیو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پولیس آفیسر نے پریم دیو کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا تم اس لڑکی کو پہچانتے ہو۔''

''ہاں.....'' پریم دیو پھٹی پھٹی آواز میں بولا۔

''کون ہے یہ؟''

''سنیتا دیوی ہے۔ اس کا نام۔'' پریم دیو کے لہجے میں خود بخود نفرت بے دار ہو گئی تھی۔ بہرحال سنیتا کو اس کے باپ کا قاتل ثابت کیا جا رہا تھا۔

پولیس آفیسر نے پوچھا۔ ''کیسے جانتے ہو اسے؟''

''پتہ نہیں..... پتا جی کو کہاں سے ملی تھی؟ پتا جی اسے اپنے فلیٹ میں لے آئے تھے۔ میں پتا جی سے ملنے ان کے فلیٹ پر گیا تھا۔ وہاں مجھے نظر آ گئی۔ میں نے اسے سمجھایا بجھایا کہ جس طرح ممکن ہو یہاں سے نکل جائے۔ میرے.....'' پریم یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔

''آپ کا کیا خیال ہے کیا یہ لڑکی واقعی آپ کے پتا جی کی قاتل ہو سکتی ہے۔''

''کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ پولیس آفیسر صاحب! مجھے اب پتہ چلا ہے کہ میرے پتا جی مر چکے ہیں۔''

''اس لڑکی کے چہرے پر خون کے دھبے اس کا خون آلود لباس، لیبارٹری سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ یہ خون جو اس کے جسم پر لگا ہوا ہے۔ تمہارے پتا جی کا ہے یا نہیں۔ ہم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے اسے گرفتار کرلیا ہے۔تم اس سلسلے میں کچھ کہنا چاہتے ہو؟''

''نہیں۔'' پریم دیو نے جواب دیا۔

''او کے.....تمہیں ہمارے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنا ہوگا۔لاش بھی اٹھائی جارہی ہے۔ پہلے اس کا پوسٹ مارٹم کرایا جائے گا اس کے بعد لاش تمہارے حوالے کردی جائے گی۔''

''ماتا جی کی حالت دیکھ رہے ہیں آپ میں ماتا جی کو گھر چھوڑ کر پولیس اسٹیشن آؤں گا۔''

''بالکل.....بالکل.....ایک پولیس والا تمہارے ساتھ چلا جائے گا۔'' آفیسر نے کہا۔

پریم دیو کا ذہن ہواؤں میں اڑ رہا تھا لیکن بہرحال کسی نہ کسی طرح وہ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا اپنے گھر پہنچا۔امرتا دیوی کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آرہی تھی۔بہرحال پریم دیو نے کہا۔

''ماتا جی! پتا جی قتل ہو گئے ہیں۔آپ دوسرے لوگوں کو اطلاع کر دیجیے میں پولیس اسٹیشن جارہا ہوں۔''

امرتا دیوی کی ہولناک چیخ بلند ہوئی اور وہ سینہ پیٹنے لگیں۔لیکن پریم دیو کار میں بیٹھ کر چل پڑا تھا۔پولیس والا اب بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔وہ تھوڑی دیر کے بعد پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔ساری کارروائیاں ہو رہی تھیں اور سنیتا کو بند کر دیا گیا تھا اور سنیتا لاک اپ میں بالکل مطمئن نظر آرہی تھی۔پریم دیو پولیس آفیسر کے کمرے میں پہنچ گیا۔لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوا دیا گیا تھا اور تمام کاغذی کارروائی ہو رہی تھی۔پولیس آفیسر کا رویہ پریم دیو کے ساتھ خاصا ہمدردانہ اور نرم ہو گیا تھا۔اس نے پریم دیو سے سنیتا کے بارے میں سوالات کیے اور پھر بہت سی باتیں پوچھتا رہا۔چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

پریم دیو نے پولیس آفیسر کو بتایا کہ اس کے پتا جی ایک عیاش طبع انسان تھے۔لڑکیوں سے ان کے تعلقات رہا کرتے تھے۔اس لڑکی کے بارے میں وہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس قسم کی ہے لیکن بہرحال اس کی ملاقات اس سے اجے جی کے فلیٹ پر ہوئی تھی۔جو انہوں نے پرائیویٹ طور پر رکھا ہوا تھا۔ان تمام رسمی کارروائیوں کے بعد آخر کار اجے کی لاش پریم دیو کو مل گئی۔

گھر پہنچا تو پوری کوٹھی میں کہرام مچا ہوا تھا۔سارے رشتے ناطے دار جمع ہو گئے تھے۔ پچھاڑیں کھا رہے تھے۔اجے کے کریا کرم کا بندوبست ہونے لگا۔جتنے منہ اتنی باتیں لیکن لوگ زیادہ تر ایک ہی جملہ کہہ رہے تھے۔

''جیسی کرنی ویسی بھرنی۔''

☆=======☆=======☆

تازہ تازہ خون پینے کے بعد سنیتا پر عام طور پر نشہ طاری رہتا تھا۔اس بار بھی اس کے

ساتھ یہی ہوا تھا۔جاگی تو کچھ عجیب وغریب سا ماحول اس کے اردگرد پھیلا ہوا تھا۔بہرحال وہ موجودہ ماحول سے اس قدر ناواقف بھی نہیں رہی تھی کہ پولیس کو پہچان نہ سکتی۔پولیس والے اس کے اردگرد کھڑے ہوئے تھے اور اس سے سوالات کر رہے تھے یہ سوالات کافی دیر تک اس کی سمجھ ہی میں نہیں آئے تھے۔اس کے ہوش وحواس درست ہوئے تو اسے یاد آیا کہ پچھلی رات اس نے اور سندھارنی نے اجے اجے جی کا کام تمام کر دیا ہے۔اس نے جلدی سے اپنے اردگرد سندھارنی کو تلاش کیا۔

پولیس کے ایک آفیسر نے اس سے سوال کیا۔''کون ہو تم؟''

''مم.....میرا نام سنیتا ہے۔''

''یہاں کیا کر رہی ہو؟''

''پتہ نہیں.....میرا دماغ میرا ساتھ نہیں دے رہا۔'' ایک دوسرے ساتھی نے مداخلت کی اور کہا۔

''اپنے دماغ کو سمجھاؤ لڑکی اور اپنے بارے میں ساری تفصیل بتاؤ۔''

''میرا نام سنیتا ہے۔''

''ٹھیک.....اور.....''

''ایک گاؤں کی رہنے والی ہوں۔ماتا پتا مر گئے ہیں۔گاؤں والے جینا مشکل کیے ہوئے تھے۔اس لیے وہاں سے نکل آئی اور بہت دور تک پیدل چلتی رہی۔پھر ریل میں بیٹھی سفر کر رہی تھی کہ اجے دیو جی مل گئے۔وہ بہت اچھے آدمی ہیں۔انہوں نے میرے ساتھ ہمدردی کا سلوک کیا اور کہا کہ وہ میری ہر طرح سے مدد کریں گے۔پھر انہوں نے ایک چھوٹا سا گھر مجھے رہنے کے لیے دے دیا اور میں وہاں رہنے لگی۔اجے جی اکثر مجھے گھمانے پھرانے لے جاتے تھے۔وہ بہت اچھے انسان ہیں۔آپ ان سے پوچھ لیں میرے بارے میں مَیں نے انہیں کبھی پریشان نہیں کیا۔بس انہی کے ساتھ گھومنے آئی تھی اور نہ جانے کیا ہو گیا بے ہوش سی ہو گئی تھی میں اور اب ہوش میں آیا تو آپ کے سامنے ہوں۔''

سنیتا بے شک معصوم تھی۔زندگی میں بہت سے ایسے مرحلے آئے تھے۔جب اسے الجھنوں کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن اب وہ دنیا کی تمام حقیقتوں سے واقف ہو گئی تھی۔چنانچہ اس نے بڑی خوب صورتی سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے یہ داستان بنائی تھی۔یہ تو اسے یاد آ گیا تھا کہ اجے جی کو وہ اور سندھارنی چٹ کر چکی ہیں اور ظاہر ہے پولیس کا معاملہ ہے۔اسے لاش مل گئی ہے اور اگر ہوشیاری سے کام نہ لیا گیا تو مصیبت آجائے گی۔سندھارنی تو غائب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوگئی تھی۔ حالانکہ اسے سندھارنی پر پورا پورا اعتماد تھا۔ لیکن بُرے وقت میں اچھے اچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ خیال اس کے ذہن میں تھا کہ سندھارنی کہیں غائب ہوگئی ہے اور اب اسے اپنی بچت خود کرنی ہے۔

پولیس آفیسر نے ایک کاغذ دیکھتے ہوئے دوسرے آفیسر سے کہا۔ ''پریم دیو نے کیا بتایا ہے؟''

''لڑکی جو کچھ کہہ رہی ہے وہی سچ ہے۔'' دوسرے آفیسر نے کہا۔

''لڑکی تم پریم دیو کو جانتی ہو؟''

''ہاں..... اجے دیو کا بیٹا ہے۔ اجے نے جوگھر مجھے دیا تھا۔ وہاں ایک بار میرے پاس آیا تھا۔ مجھ سے کہنے لگا کہ اجے جی اچھے آدمی نہیں ہیں۔ اپنی عزت بچا سکتی ہوں تو بچاؤں۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اجے جی نے آج تک مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔ ان کا رویہ میرے ساتھ بہت اچھا تھا۔''

''یاد کر کے بتاؤ۔ پچھلی رات کیا ہوا تھا؟''

''پچھلی رات؟''

''ہاں.....''

''اجے جی جھیل کے کنارے خود کپڑا بچھا کر بیٹھے ہوئے تھے موسم بہت اچھا تھا۔ میری آنکھ لگ گئی اور میں گہری نیند سوگئی۔ بس اس کے بعد میں یہاں جاگی ہوں۔''

''کوئی چیز پی تھی تم لوگوں نے؟''

''اجے جی نے مجھے ایک گلاس میں کوئی چیز دی تھی۔ شربت سا تھا۔ مگر مزے کا اچھا نہیں تھا۔''

''آفیسر..... اس کا میڈیکل بھی کرانا ہوگا۔''

''سر کیا حکم ہے آپ کا کیا اسے متعلقہ تھانے کے سپرد کر دیا جائے۔ انسپکٹر چرن داس باہر موجود ہیں۔''

''ہاں..... کارروائی مناسب طریقے سے ہونی چاہیے۔ انسپکٹر چرن داس کو اس کا چارج دے دو۔ وہ اسے اپنے علاقے کے تھانے میں لے جائے گا اور وہاں اس کی تصدیق کر کے اس کی رپورٹ ہمیں دے گا۔ کیونکہ بہرحال اس کے اپنے علاقے کی بات ہے۔ البتہ رابطہ ضرور رکھیں گے۔''

''ٹھیک ہے سر!'' پولیس آفیسر نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک لمبے چوڑے بدن کا خطرناک سی شکل والا آفیسر آ گیا۔ اس کے ساتھ دو لیڈی کانسٹیبل بھی تھیں۔ اس نے کہا۔ ''اسے ہتھکڑیاں لگاؤ اور لے جا کر گاڑی میں بٹھاؤ۔''

پولیس والوں نے اپنے آفیسر کے کہنے کے مطابق عمل کیا تھا۔

اعلیٰ افسران نے انسپکٹر چرن داس کو ساری تفصیل بتا دی۔ انسپکٹر چرن داس نے کاغذات وغیرہ اپنے قبضے میں لیے اور پھر سنیتا کو لے کر چل پڑا۔

سنیتا دل ہی دل میں پریشان تھی اور خصوصاً اس بات پر اسے شدید حیرت ہو رہی تھی کہ سندھارنی کس طرح غائب ہوگئی۔ وہ تو اس کی بہترین دوست تھی۔ اس طرح چھوڑ کر چلے جانا تعجب کی بات تھی۔ اسے سندھارنی پر مکمل اعتماد تھا۔ لیکن بس پتہ نہیں کیا حالات تھے۔ البتہ اس بات پر اسے پورا پورا اعتماد تھا کہ اس نے پولیس افسران کو جو بیان دیا ہے۔ وہ پوری طرح مناسب ہے اور اس کے اوپر کوئی خاص کیس نہیں بنایا جا سکتا۔ بس خون کا معاملہ ہے یہ لوگ اس کا میڈیکل کروانے کے بارے میں کہہ رہے تھے۔ پتہ نہیں میڈیکل کیا ہوتا ہے۔

بہرحال وہ لوگ اسے لے کر تھانے میں آ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اسے زنانہ لاک اپ میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں تنہا تھی۔

سنیتا ملی جلی کیفیت کا شکار تھی۔ حالانکہ وقت نے اسے بہت سے تجربے دیئے تھے لیکن پھر بھی ابھی بہت سی باتیں ایسی تھیں جن کے بارے میں اسے معلوم نہیں تھا۔ حوالات کی کوٹھری میں وہ زمین پر سوگئی۔ حالانکہ وہ راج محل میں عیش کر چکی تھی لیکن یہ اس کی فطرت کا حصہ تھا کہ کسی بات سے متاثر نہیں ہوتی تھی۔ وقت اور ماحول جیسے بھی حالات پیدا کر دیں۔ اسے گزارنا آتا تھا۔ حوالات کی کوٹھری میں لیٹنا کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ وہ سوچ رہی تھی کہ سندھارنی کہاں گئی؟ اس کا کوئی نام ونشان نہیں مل رہا تھا اور اس وقت سے لے کر اب تک اس کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ جب رات کو ان لوگوں نے اجے جی سے حساب کتاب کیا تھا۔

رات آدھی کے قریب گزر رہی تھی کہ حوالات کے سنتری نے اسے آوازیں دیں۔ وہ تقریباً نیند ہی میں تھی لیکن جاگنا پڑا اسے حوالات سے نکال کر ایک بڑے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں بہت سے اعلیٰ افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے چہرے اتنے خوفناک تھے کہ انہیں دیکھ کر خوف محسوس ہوتا تھا۔ سنیتا بھی ڈرے بغیر نہ رہ سکی۔

انہوں نے اسے درمیان کی ایک میز پر بٹھا دیا اور اس طرح اسے گھیر کر بیٹھ گئے جیسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کا تماشہ دیکھنا چاہتے ہوں۔ کچھ لمحے تک بڑی خاموشی رہی اس کے بعد ان میں سے ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا۔

''کیا نام ہے تیرا؟''

''سنیتا۔''

''کون سی بستی کی رہنے والی ہو؟''

''فریب گڑھی۔''

''کیا؟''

''ہاں۔''

''یہ کہاں ہے؟''

''جہاں بھی ہو یہ معلوم کرنا تمہارا کام ہے۔'' سنیتا نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔

''اچھا.....اچھا.....آ گئی ناں راستے پر بھائیو! تم لوگوں کو فریب گڑھی کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟''

''پتہ نہیں یہ فریبی عورت کیا کہہ رہی ہے ہمیں اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔'' ایک دوسرے آفیسر نے کہا۔

''چلو ٹھیک ہے۔ اب اس کی میڈیکل رپورٹ کب ہو رہی ہے؟''

''کل یہ بات معلوم کرنی پڑے گی۔ یہ آدم خور ہے یا نہیں۔''

''لڑکی کیا تُو خود ہمیں یہ بتانا پسند کرے گی؟''

''کون سی بات؟''

''یہی کہ تُو آدم خور ہے۔''

''آدم خور کیا ہوتا ہے؟''

''تیرے چہرے اور جسم پر خون کے دھبے کیسے تھے؟''

''میں کچھ نہیں جانتی۔''

''تجھے یہ بات معلوم ہے کہ اجے دیو جی کو ہلاک کر دیا گیا ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم۔''

''یہ نہیں معلوم تجھے کہ اس کے جسم کا سارا گوشت نوچ لیا گیا ہے اور کسی نے اس کا خون بھی پی لیا ہے؟''

''کیا بکواس کر رہے ہو۔ مجھے نہیں معلوم۔''

''اے لڑکی! تمیز سے بات کرو۔ ورنہ ڈنڈے مار مار کر تیرے جسم کی کھال اتار لی جائے گی۔ اپنی خوب صورتی پر ناز مت کرنا یہاں کوئی تیرے حُسن کا پرستار نہیں ہے۔''

''میں نہیں جانتی کہ تم لوگوں نے مجھے یہاں کیوں لا کر رکھا ہے۔''

''یہ معلوم کرنے کے لیے کہ تیرے اور کتنے ساتھی ہیں اور اجے جی سے تُو کیا چاہتی تھی؟''

''تمہارا دماغ خراب ہے میں ایک بے سہارا اور مظلوم لڑکی ہوں۔ یہ بات اچھی طرح جانتی ہوں کہ تم واقعی میری کھال اتروا سکتے ہو لیکن میں کیا کروں۔ زندگی نے اتنے دُکھ دیئے ہیں مجھے کہ اب میں خود بھی مرنا چاہتی ہوں اور مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے۔''

''کیا دُکھ ہیں تیری زندگی میں؟''

''میں ہر ایک کو بتانا پسند نہیں کرتی۔''

''خاصی تیز لڑکی ہے۔ چرن داس! اس کا پورا پورا خیال رکھنا ایسی لڑکیاں بہت تیز ہوتی ہیں۔''

''سر! آپ فکر نہ کریں۔'' انسپکٹر چرن داس نے کہا۔ ''کل اسے میڈیکل ٹیسٹ کے لیے لے جایا جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ کام پرسوں ہو کیونکہ کل چھٹی ہے۔ بہرحال لڑکی بہت تیز ہے۔ اس سے معلومات حاصل کرنے کے لیے انگلیاں ٹیڑھی کرنا پڑیں گی۔''

''پہلے میڈیکل ہو جائے اور اصل بات پتا چل جائے اس کے بعد یہ خود بخود زبان کھول دے گی۔'' ایک اور پولیس آفیسر نے کہا۔

سنیتا خاموشی سے انہیں دیکھتی رہی۔ بہت دیر تک وہ اسی طرح کے سوالات کرتے رہے۔ سنیتا ان کے جواب دیتی رہی۔ اس نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ جھکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ لوگ اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔

تھوڑی دیر تک اسی طرح خاموشی رہی۔ پھر انہوں نے اسے اسی طرح لاک اپ میں واپس پہنچا دیا اور سنیتا گہری سوچوں میں ڈوب گئی۔ باقی رات بڑی عجیب سی گزری تھی۔ مگر اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ بدن میں تھکن تھکن سی تھی۔ رات کے آخری پہر وہ سو گئی۔

صبح جب وہ جاگی تو اسے اپنے بائیں شانے پر کلبلاہٹ کا سا احساس ہوا۔ اس احساس نے اسے بُری طرح چونکا دیا اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ دیکھا تو برابر میں سندھارنی موجود تھی۔ ننھا سا وجود جس کی کل لمبائی تین ساڑھے تین انچ ہو گی۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں زندگی کی چمک تھی۔

سنیتا نے اسے شکایت بھری نظروں سے دیکھا اور بولی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''سندھارنی۔''

''ہاں سنیتا..... میری دوست، میری سکھی۔''

''ایسی باتیں نہ کرو مجھے غصہ آ رہا ہے تم پر۔''

''ارے کیوں؟''

''کہاں تھیں تم اب تک؟''

''بس ایسے ہی کھیلتی پھر رہی تھی گھومتی پھر رہی تھی۔''

''اور میرا پتہ تھا تمہیں کہ میں کس حال میں ہوں؟''

''ہاں..... کیوں نہیں۔''

''اس کے بعد بھی تم مجھے میری سکھی کہتی ہو؟''

''وہ تو میں ہوں۔'' سندھارنی نے کہا اور ہنس پڑی۔

''چلو جاؤ میرے پاس سے میں تم سے بات نہیں کرتی۔''

''مگر کیوں..... ناراضگی کی وجہ تو بتاؤ۔''

''ساری باتیں تمہیں معلوم ہیں۔''

''ہاں..... واقعی..... ساری باتیں مجھے معلوم ہیں۔ جس وقت ان لوگوں نے تمہیں گرفتار کیا تھا۔ میں تمہارے ساتھ تھی۔ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ کوئی بُرا سلوک کرتے تو جانتی ہو میں ان کے ساتھ کیا سلوک کرتی؟''

''واہ..... یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ یعنی میرے ساتھ جو کچھ بھی ہوا۔ اس کی تمہیں کوئی پرواہ نہیں اور جو کرنے والے تھے۔ تم ان کو نقصان پہنچاتی۔''

''یہ تمہارا بال بھی ٹیڑھا نہیں کر سکتے تھے۔ سنیتا! میں تو یہ دیکھ رہی تھی کہ زیادہ سے زیادہ یہ لوگ کیا کر سکتے ہیں۔ تم تماشہ نہیں دیکھ رہیں کہ اجے اور اس کے گھر والوں کا کیا حال ہے۔ مگر ہم کیا کرتے یہ تو ہمارا بہترین مشغلہ ہے۔''

''مگر اب کیا ہوگا؟''

''کچھ بھی نہیں۔''

''اور..... یہ..... یہ پتہ نہیں میرا کیا کرنے والے ہیں۔''

''کچھ بھی نہیں کریں گے یہ۔ بس میں ذرا تماشہ دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''جی ہاں..... اب تو آپ تماشہ دکھائیں گی ہی۔ اگر یہ لوگ مجھے مارتے پیٹتے تو؟ تو کیا ہوتا۔''

''جو لوگ تم پر ہاتھ اٹھاتے میں ان کے ہاتھ کندھوں سے الگ کر کے باہر پھینک دیتی کیا سمجھیں۔ میں ہر لحہ تمہارے ساتھ تھی۔''

سندھارنی کے ان الفاظ پر سنیتا کو جے ورد تھی یاد آ گئی لیکن دونوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ جے ورد تھی کا وجود نفرتوں کا حامل تھا۔ اسے دیکھ کر دل میں ایک کراہت ابھرتی تھی اور اس کا ماضی یاد کر کے دل میں نفرت کے طوفان اٹھتے تھے۔ جبکہ یہ ننھا سا وجود اپنی جگہ ایک الگ ہی حیثیت رکھتا تھا سنیتا نے کہا۔

''یہ بتاؤ اب کیا ہوگا؟''

''جو بھی ہوگا تم فکر مت کرو..... بھوک لگ رہی ہے؟''

''اگر لگ بھی رہی ہو تو؟''

''میں تمہارے لیے ناشتہ منگواتی ہوں۔''

''اور یہ لوگ ناشتہ دیکھ کر کیا کہیں گے؟''

''ہاں..... یہ بات تو ہے۔ خیر چھوڑو اب یہ بتاؤ نیند پوری ہوگئی؟''

''رات کو ٹھیک سے سو بھی نہیں سکی۔''

''سونا چاہتی ہو؟''

''نہیں..... اب کیا سوؤں گی۔''

''منہ ہاتھ دھونا چاہتی ہو؟''

''ہاں..... مگر یہ لاک اپ کے اندر جو واش روم ہے۔ اس کی شکل دیکھ کر ہی گھن آتی ہے۔''

''یہ لو پانی۔'' سندھارنی نے کہا اور اپنے ننھے سے دونوں ہاتھ سامنے کر دیئے۔ پانی کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں تھا لیکن اس کے کھلے ہوئے ہاتھوں سے پانی کی ایک موٹی دھار بہہ رہی تھی اور سنیتا حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''ارے چلو..... دیکھ کیا رہی ہو۔ منہ ہاتھ دھوؤ۔''

''یہ پانی کہاں سے آ رہا ہے؟''

''براہِ راست آکاش سے۔'' سندھارنی نے جواب دیا۔

بہر حال سنیتا نے منہ ہاتھ وغیرہ دھویا اور اس کے بعد تر و تازہ ہوگئی۔ سندھارنی بولی۔

''چلو ناشتہ بھی کر لو۔ میں ان سب کی آنکھوں پر پٹی باندھ دیتی ہوں جو باہر ٹہل رہے ہیں۔''

سنیتا ہنسنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد سامنے بہترین بھاجی، پوری، ترکاری وغیرہ رکھی ہوئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی۔ سنیتا نے پیٹ بھر کر ناشتہ کیا۔ پانی پیا اس کے بعد بولی۔ ''سندھارنی تمہاری قوتیں بے مثال ہیں۔''

''اب یہ میری نہیں تمہاری قوتیں ہیں۔ اپنے آپ کو اعتماد دو۔ سنیتا! میں نے کہا ناں چھوٹے چھوٹے واقعات کسی حیثیت کے حامل نہیں ہوتے۔ میں تمہارے لیے سنسار کا ہر وہ کام کر سکتی ہوں۔ جو کرنا میرے بس میں ہو۔''

''بہرحال میں انسان ہوں...... ڈر لگتا ہے۔''

''اب نہ ڈرا کرو۔ یاد رکھا کرو کہ سندھارنی تمہارے ساتھ ہے۔''

''اب کیا کرو گی؟''

''تم تماشہ دیکھو جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہی کرتی جانا۔ اب میں تمہارے پیچھے ہوں جو میں بولوں گی وہ تم سمجھ لو کہ تم نے دوسروں سے کہنا ہے۔ پھر دیکھتی رہنا۔''

''ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے۔'' سنیتا نے جواب دیا۔ سندھارنی کی قوتوں سے وہ اچھی طرح واقف تھی۔ چنانچہ اب اس کے آ جانے کے بعد وہ پوری طرح مطمئن تھی۔ ناشتے وغیرہ سے تو فراغت ہو گئی تھی۔ چنانچہ سندھارنی کی ہدایت پر اس نے اپنے کام کا آغاز کیا اور سلاخوں والے دروازے کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔

باہر جو سپاہی ٹہل رہے تھے۔ اس نے انہیں اشارہ کیا۔ وہ دونوں اس کے پاس آ گئے۔

''کیا بات ہے؟'' ان میں سے ایک نے پوچھا۔

''تمہارا نام...... دھرم سنگھ ہے ناں۔''

''ہاں ہے۔''

''اور تم...... مدھو لال ہو۔'' سنیتا نے دوسرے سپاہی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''لگتا ہے تم ہمارے خاندان کو جانتی ہو۔ تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟'' مدھولعل نے پوچھا۔

''مدھولعل تمہارا بیٹا بیمار ہے ناں۔ تمہاری بیوی اس کے ساتھ ہسپتال میں ہے؟''

''ہیں...... ارے تجھے کیسے معلوم یہ بات؟''

''اور دھرم سنگھ تمہارا سالا گھر سے بھاگ گیا ہے۔ اور تمہاری بیوی میکے گئی ہے ان لوگوں کی حالت خراب ہے؟''

''ارے باپ رے باپ یہ تو گیانی ہے۔'' مدھولعل نے کہا۔

''یہ بتا تو میرے بیٹے کے بارے میں کیسے جانتی ہے۔'' مدھولعل نے پوچھا۔

''میں صرف یہی نہیں جانتی کہ تمہارا بیٹا بیمار ہے اور وہ ہسپتال میں داخل ہے۔ بلکہ یہ بھی جانتی ہوں کہ اس کا علاج کیا ہے۔ ہسپتال میں وہ ٹھیک نہیں ہو سکے گا۔'' سنیتا نے کہا۔ اصل میں اس کے اندر سندھارنی بول رہی تھی اور سندھارنی نے سنیتا کو یہ بات بتا بھی دی تھی۔

سنیتا کی قسمت بھی عجیب تھی۔ کبھی کوئی اس کے اندر بسیرا کر لیتا تھا تو کبھی کوئی بہرحال مدھولعل تو پاگل ہو گیا۔ اس نے کہا۔

''ایسی کوئی چیز ہے؟''

''ہاں...... کالے نمک کا پانی بناؤ۔ لوٹے میں بھرو اور اپنے بیٹے کو زبردستی پلاؤ جتنا پلا سکتے ہو پلا دو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔''

''کک...... کالے نمک کا پانی؟''

''ہاں......''

''مم...... مگر۔''

''اگر...... مگر کی ضرورت نہیں ہے اور تم سنو۔ دھرم سنگھ تمہارا سالا تمہارے گھر کے سامنے جو بابا رہتا ہے۔ اس کے قبضے میں ہے۔ اس نے اسے اپنے گھر کے تہہ خانے میں بند کر رکھا ہے۔ ابھی تھوڑے دن کے بعد وہ اسے وہاں سے نکال کر لے جائے گا۔ تم نے بھی کبھی اس بابا کے بیٹے کو تھانے میں بند کر لیا تھا۔ گھر کے باہر گندگی پھینکنے کی وجہ سے۔''

''ہاں...... ہاں...... کر دیا تھا ایسا۔''

''بس سمجھ لو...... بابا نے اپنا بدلہ لیا ہے۔ ابھی وہ اس گھر کے تہہ خانے میں ہے۔ اگر فوری طور پر کوشش کر کے تم اسے رہا کرا لو تو زیادہ اچھا ہوگا۔''

''میں ابھی جاتا ہوں...... مم...... مگر دیوی جی۔''

''بس بس زیادہ باتیں نہ کرو۔ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ کرو اور سنو تمہارا بیٹا ٹھیک ہو جائے گا تمہیں بھی چھٹی لے کر جانا چاہیے۔''

دونوں سپاہیوں کی جو کیفیت تھی۔ وہ دیکھنے کے قابل تھی۔ سنیتا دل ہی دل میں ہنس رہی تھی۔ جب دونوں سپاہی چلے گئے تو اس نے سندھارنی سے کہا۔

''تم نے ان دونوں سے جو کہا کیا وہ بالکل سچ ہے؟''

''اگر سچ نہیں ہوگا تو کام نہیں بنے گا سنیتا!'' سندھارنی بولی۔

زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ سب انسپکٹر اور انسپکٹر چرن داس وہاں آ گئے۔ انہوں نے حیرانی سے سنیتا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''سنیتا تم نے سپاہی دھرم سنگھ اس کے سالے کے بارے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بتایا تھا؟''

''ہاں بتایا تھا۔''

''اس کا سالا سامنے والے گھر کے قید خانے سے برآمد ہو گیا ہے۔ تجھے اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟''

''مجھے تو تمہارے بارے میں بھی معلوم ہے۔ چرن داس! آج شام کو تم سیٹھ راج کشور سے پچیس ہزار رشوت وصول کر رہے ہو۔''

''کک..... کک..... کیا؟'' اے ایس آئی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''اگر تم نے وعدے کے مطابق اے ایس آئی کو آٹھ ہزار نہ دیئے تو یہ تمہارے محکمہ کے ایس پی صاحب کو اس کی رپورٹ کرنے والا ہے اس نے اس کے لیے تیاریاں کر رکھی ہیں۔''

''ارے جھوٹ بولتی ہے..... بکواس کرتی ہے۔''

''جھوٹ بولتی ہوں۔ اچھا تو پھر دکھا اپنی جیب چرن داس جی کو۔''

''ارے باپ رے باپ مر گیا۔'' اے ایس آئی گھبرا کر بولا۔

چرن داس نے اسے گریبان سے پکڑ لیا اور پھر اسے خونی نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔

''کیا تُو نے یہ کارروائی کر رکھی تھی اور جیب میں کیا ہے؟''

''وہ..... وہ..... مہاراج چرن داس جی مجھے دو ہزار روپے ملے ہیں۔''

''ہاں..... اور تُو کہہ رہا تھا کہ میرے پاس پانچ کا نوٹ بھی نہیں ہے آج..... اور اس سلسلے میں تُو نے مجھ سے دو سو روپے وصول کیے ہیں۔'' چرن داس نے اے ایس آئی سے کہا۔

''وہ صاحب جی! اصل میں.....''

''ارے باپ رے..... مگر اسے یہ ساری باتیں کیسے معلوم؟'' چرن داس کا دماغ پھر گھوم گیا۔ اس نے پلٹ کر سنیتا کو دیکھا اور بولا۔ ''مگر آپ کو یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں دیوی جی؟''

''مجھے تو یہ بھی معلوم ہے چرن داس جی کہ آپ کو اپنی بیوی کے کردار پر شبہ ہے۔''

''خاموش ہو جایئے..... خاموش ہو جایئے بھگوان کے لیے خاموش ہو جایئے۔ چل تُو چل یہاں سے۔'' چرن داس نے اے ایس آئی کو وہاں سے بھگا دیا اے ایس آئی ہنستا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

چرن داس نے سنیتا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''دیوی جی آپ کو یہ سب کیسے.....''

''ارے میں کیا نہیں کر سکتی۔ سب کچھ معلوم ہے مجھے میں اگر چاہوں تو تمہیں ڈی ایس پی کے بجائے براہِ راست ایس پی بنوا سکتی ہوں۔ تمہارے پیپر آگے ہوئے ہیں اور تمہارا

خیال ہے کہ تم ڈی ایس پی بنائے جا سکتے ہو لیکن میں تمہیں بتاؤں کہ تمہارے تین مخالف تمہاری سخت مخالفت کر رہے ہیں۔ یہ میں ہی ہوں جو ان کی مخالفت ختم کرا کے تمہیں ترقی دلوا سکتی ہوں۔ بلکہ جیسا کہ میں نے کہا۔ تمہیں فوراً منسٹر سے کہہ کر ڈی ایس پی کی بجائے ایس پی بنوا سکتی ہوں سمجھتے کیا ہو تم مجھے؟''

''جے ہو..... دیوی جی کی..... جے ہو..... دیوی جی کی۔ اگر آپ میرے لیے ایسا کر سکتی ہیں تو میں.....''

''ہاں..... ہاں میں ایسا کر سکوں گی تمہارے لیے مگر تم کتنا اچھا سلوک کر رہے ہو میرے ساتھ۔ لاک اپ میں بند ہوں زمین پر اٹھنا بیٹھنا پڑ رہا ہے اور اس کے بعد.....''

''ارے شنکر..... اوشنکر..... ادھر آ.....'' انسپکٹر نے فوراً ایک سپاہی کو آواز دی اور جب وہ قریب آیا تو چرن داس بولا۔ ''جا..... چابی لا..... لاک اپ کی..... جلدی لا بے وقوف کہیں کے۔''

تھوڑی دیر کے بعد سنیتا کو لاک اپ سے نکال لیا گیا اور انسپکٹر اسے ساتھ لیے ہوئے اپنے آفس میں پہنچ گیا۔ ''بیٹھ جایئے دیوی جی میں آپ کے لیے کچھ منگواتا ہوں۔''

''نہیں کچھ مت منگواؤ میرے لیے میں تمہارے لیے سب کچھ منگوا سکتی ہوں بولو کیا چاہتے ہو؟''

''آپ..... آپ کیا منگوا سکتی ہیں؟''

''ہاں..... یہ لو۔'' سنیتا نے کہا۔ سندھارنی اپنا کام کر رہی تھی۔ چاندی کا ایک خوب صورت تھال سامنے تھا۔ اس میں مٹھائی اور شربت رکھا ہوا تھا۔ انسپکٹر کی آنکھیں تو شدت حیرت سے پھیل گئیں۔ اس کے منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکلنے لگیں۔ تو سنیتا نے کہا۔ ''اب تو تمہیں یقین آ گیا ہو گا کہ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں وہ سچ ہے اور تمہیں یہ بھی یقین آ جانا چاہیے کہ میں تمہیں کیا سے کیا بنوا سکتی ہوں۔''

''دیوی جی یہ تو بالکل ٹھیک ہے..... مم..... مگر مجھے..... مجھے بتایئے۔ میں آپ کی کیا سیوا کر سکتا ہوں۔''

''تمہیں میری کیا سیوا کرنی چاہیے بتاؤ۔'' سنیتا کی آواز میں سندھارنی بولی۔

''مم..... میں کیا بتاؤں دیوی جی۔''

''کسی اچھے سے ہوٹل میں میرے لیے ایک کمرہ حاصل کرو اور مجھے وہاں پہنچا دو۔ کر سکتے ہو یہ؟''

''دیوی جی! آپ پر قتل کا الزام ہے۔ بڑے بڑے افسران آپ کے لیے کام کر رہے ہیں میری تو موت ہی آ جائے گی۔''

''جب تم جانتے ہو کہ میں تمہیں ایس پی بنوا سکتی ہوں تو تمہارا کیا خیال ہے کہ کیا وہاں سے نکالنے میں تمہیں کوئی پریشانی ہوگی۔ میں سب ٹھیک کر سکتی ہوں اور سنو..... جس طرح یہ تمام چیزیں تمہارے سامنے آئی ہیں۔ کیا اس طرح یہ یہاں سے غائب نہیں ہو سکتیں؟''

''جے مہا دیوی! جو بھگوان کی مرضی ہوگی۔ میں آپ کو آپ کی پسند کے مطابق پہنچانے کے لیے تیار ہوں لیکن بھگوان کے لیے آپ میری مدد کریں۔ میں نے آپ پر مکمل بھروسہ کر لیا ہے۔''

اور اس کے بعد سندھارنی کا کہا بالکل درست ثابت ہوا انسپکٹر بڑے اہتمام سے اسے ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں لے گیا۔ وہاں ایک کمرہ حاصل کر کے اس نے سنیتا کو وہاں ٹھہرا دیا اور بولا۔ ''دیوی جی! صبح شام آپ کے پاس حاضری دیا کروں گا بھگوان چاہے گا تو میں ان مشکل حالات سے بھی نکل جاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے جاؤ کوئی تم سے کچھ نہیں پوچھے گا۔ یہ میں کہہ رہی ہوں۔'' سنیتا نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد انسپکٹر رخصت ہو گیا۔ پھر سندھارنی نمودار ہوئی۔ وہ قہقہے لگا رہی تھی اور سنیتا ان قہقہوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ پھر سندھارنی نے کہا۔ ''سنیتا! دیکھا تم نے میرا کمال یہی کہا تھا ناں میں نے تم سے۔''

''سندھارنی اس میں کوئی شک نہیں کہ تم بے مثال ہو لیکن انسپکٹر بے چارا تو مارا جائے گا۔''

''یہ بے چارے کا لفظ جو ہے ناں سنیتا! یہ تو اب بے کار ہی ہے اگر انسپکٹر کو تم سے اس فائدے کی امید نہ ہوتی تو وہ تمہارے ساتھ وہ سلوک کرتا کہ دیکھنے والے دیکھتے۔ ہر شخص اپنے اپنے بارے میں سوچتا ہے تمہیں وہاں سے نکال کر تو لانا تھا نا مجھے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اب کیا ہوگا؟''

''کچھ نہیں ہوگا۔ چلتے ہیں یہاں سے ہوٹل چھوڑتے ہیں اور کہیں چلتے ہیں اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟''

''چلو ٹھیک ہے۔''

''آؤ اب یہ سوچیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ انسپکٹر کی حالت خراب ہو گئی ہوگی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے اعلیٰ افسران اس سے پوچھیں گے کہ میں کہاں گئی میرا مطلب ہے کہ تم کہاں گئیں پہلے الٹی سیدھی باتیں کرے گا اور پھر آخر کار گھبرا کر انہیں یہاں ہوٹل تک لے آئے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس سے پہلے ہمیں یہ شہر چھوڑ دینا چاہیے۔''

تھوڑی دیر کے بعد سنیتا اور سندھارنی باہر نکل آئیں۔ سندھارنی اس بار پھر انسانی شکل اختیار کیے ہوئے تھی اور سنیتا کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ دونوں نے سادہ سے لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان کا انتخاب بھی سندھارنی نے ہی کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ دوسروں کی نگاہوں میں نہیں آنا چاہتی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ریلوے اسٹیشن پہنچ گئیں۔ ریل گاڑی کے ایک کمپارٹمنٹ میں داخل ہو کر وہ اپنی سیٹ پر پہنچ گئیں۔ اعلیٰ درجے کا کمپارٹمنٹ تھا اور اس میں مختلف قسم کے مسافر بیٹھے ہوئے تھے۔

سندھارنی نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے پورے ماحول کا جائزہ لیا پھر بولی۔ ''سنیتا۔''

''ہاں۔''

''کرنے کو تو بہت کچھ کیا جا سکتا ہے لیکن فی الحال یہاں سے نکلنے کا معاملہ ہے۔ اس لیے کوئی گڑبڑ ابھی نہیں کرنی چاہیے۔ خاموشی سے سفر کرو تمہارے دل میں اور کوئی بات تو نہیں ہے۔''

''میرے دل میں کیا بات ہوگی؟'' سنیتا نے کہا۔

سندھارنی خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد ریل نے اسٹیشن چھوڑ دیا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی۔ ریل کی رفتار تیز سے تیز ہوتی چلی گئی۔ دونوں خاموشی سے سفر کرتی رہیں۔ انہوں نے کسی کی طرف بھی کوئی خاص توجہ نہیں کی تھی۔

سندھارنی اس وقت کسی اور موڈ میں تھی۔ بہت دیر کی خاموشی کے بعد اس نے کہا۔

''سنیتا..... بالکل خاموش کیوں ہو گئی ہو۔ ویسے تو میں یہ بات جانتی ہوں کہ انسان جب خاموش ہوتا ہے اور جاگ رہا ہوتا ہے تو ہمیشہ گزری ہوئی باتوں کے بارے میں سوچا کرتا ہے۔ تمہارے پاس سوچنے کے لیے بہت کچھ ہوگا۔ مگر ایک بات میں دل سے کہوں۔ سنیتا! سوچیں بے معنی ہوتی ہیں۔ ان سے کچھ نہیں ملتا۔ میں اگر اپنے بارے میں سوچوں تو دیکھو میں کیا تھی اور کیا ہو گئی ہوں اور آگے کیا ہو جاؤں گی۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ بس جو شکتی مجھے حاصل ہے اسے میں بہت کام میں لیتی ہوں۔ لیکن اپنا مستقبل نہیں بنا سکتی۔ یہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔''

''ہاں ظاہر ہے۔ ہر قوت محدود ہوتی ہے۔ ویسے ہم کہاں چلیں گے؟'' سنیتا نے کہا۔

''یقین کرو۔ ابھی تک میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ وقت جہاں بھی لے جائے لیکن تم فکر مت کرنا تمہاری زندگی کا اگر کوئی خاص مقصد ہے تو مجھے بتاؤ۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''میری زندگی کا مقصد کیا ہوسکتا ہے۔ سندھارنی! تم خود سوچو۔ کوئی بھی تو نہیں ہے میرا اس سنسار میں۔''

''ارے واہ..... اب بھی ایسی باتیں کر رہی ہو۔ میں نہیں ہوں۔ تمہارے ساتھ؟''

''سندھارنی میں یہ سوچتی ہوں کہ اگر تم نہ ملی ہوتیں تو ظاہر ہے میں ایسے ہی بھٹک رہی ہوتی۔ اپنا مقصد پورا کر رہی ہوتی اور کہیں نہ کہیں پکڑی جاتی۔ اب تک تو بچ کر بھاگتی رہی ہوں لیکن میرے پاس ایسی قوتیں نہیں جن سے میں اپنا بچاؤ کر سکوں۔''

''اب میں تمہاری قوت ہوں تم یہ سمجھ لو کہ میں تمہاری غلام بھی ہوں۔ تمہاری ساتھی بھی ہوں اور تمہاری دوست بھی ہوں۔''

''ہاں۔''

''تو پھر کیسے کہہ دی یہ بات کہ تمہارا اس دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے؟ ہاں..... اگر من کے اندر کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے تو دوسری بات ہے۔''

''ہاں.....''

''میں سمجھی نہیں ایسا کوئی من کا میت جو تمہیں اب تک نہ ملا ہو یا ملا ہو تو بھٹک گیا ہو؟''

''سندھارنی! یقین کرو۔ ایسا کوئی بھی نہیں ہے۔ دھرم راج ملے تھے پہلی بار اور بھگوان جانتا ہے کہ میرے من نے ایک لمحے کے لیے بھی کبھی انہیں قبول نہیں کیا تھا۔ ست پرکاش نوجوان بھی تھا اور بہتر بھی تھا لیکن وہ بھی میرے دل کی گہرائیوں کو نہیں چھو سکا تھا۔ اصل میں مجھے کبھی اس کا موقع ہی نہیں ملا۔ ایک بار ایک شخص ملا تھا۔ جس سے تھوڑی سی دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ مگر میں نے اسے مار دیا۔''

''ہمارے لیے سب سے زیادہ دلچسپ چیز سرخ، گاڑھا، نمکین خون ہے۔ جو اگر ہمیں نہ ملے تو سمجھ لو زندگی کا ہر مزہ ادھورا رہ جائے۔'' سندھارنی نے کہا۔

سنیتا ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔ ''پتہ نہیں ہم انسان سے جانور کتنے دن میں بن جائیں گے؟''

''ارے جانور تو ہم ہیں انسان..... انسانوں کا خون کہاں پیتے ہیں۔ ان کا گوشت کہاں کھاتے ہیں۔''

''کیسی باتیں کر رہی ہو۔ سندھارنی اپنے تمام تجربات کے بعد بھی یہ بات کہہ رہی ہو۔ کہ انسان..... انسانوں کا خون نہیں پیتے یا گوشت نہیں کھاتے۔ ارے وہ تو ایسے کھاتے ہیں کہ اس بے چارے کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس کا خون کب چوسا گیا؟ اس کا گوشت کب کھایا گیا۔ وہ تو ایک ڈھانچے کی شکل میں زندگی بھر چلتا پھرتا رہتا ہے۔ سنسار کے رہنے والے یہی

تو سب کچھ کر رہے ہیں۔''

''میں اتنی گہرائی تک نہیں سوچتی ویسے تم کیا زیادہ گہری باتیں نہیں سوچنے لگی ہو۔'' سندھارنی نے سوال کیا۔

سنیتا ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔ ''اس سنسار میں رہ رہی ہوں اتنے دن سے اس کی تمام حرکتوں کو دیکھ رہی ہوں پرکھ رہی ہوں۔ تو کیا اتنا بھی نہیں سوچ پاؤں گی؟''

''ہاں خیر یہ بات تو ٹھیک ہے۔ عمر سب سے بڑا تجربہ ہوتی ہے اور وہی تجربہ سب سے زیادہ کارآمد ہوتا ہے لیکن ایک بات کہوں سنیتا! اپنے آپ کو ہمیشہ آزاد رکھو۔ اپنے ذہن کو تروتازہ رکھو اگر ذہن پر کوئی بوجھ رکھو گی تو سمجھ لو کہ سنسار میں کوئی کام کرنا تمہارے لیے بڑا مشکل ہوگا۔''

''میں جانتی ہوں۔'' سنیتا نے جواب دیا۔ اس کے بعد خاموشی طاری ہوگئی۔ وقت آہستہ آہستہ گزرتا جا رہا تھا اور باہر کے دوڑتے ہوئے مناظر اب آنکھوں کو بُرے لگنے لگے تھے۔ دونوں نے آنکھیں بند کر لیں اور اس کے بعد وہ سو گئیں۔ نیند بھی آئی تو ایسی کہ ساری رات سوتی رہیں۔ جب جاگیں تو سورج آہستہ آہستہ نکل رہا تھا۔ ٹرین کی رفتار بہت سُست تھی۔ کانوں میں سب سے پہلے پیتل کے بڑے بڑے گھنٹوں کی آواز اُبھری۔ سندھارنی نے کہا۔

''شاید کوئی شہر آیا ہے؟''

''ہاں..... باہر عمارتیں بھاگ رہی ہیں ارے دیکھو وہ کتنا بڑا دریا ہے۔''

''کون سی جگہ ہے یہ؟''

''پتہ نہیں۔''

تھوڑی دیر کے بعد ٹرین دریا کے پل سے گزری اور اس کے بعد ریلوے اسٹیشن جا کر رُک گئی۔ یہ ایک مذہبی شہر تھا۔ جس کی کہانیاں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ دریا اس پورے شہر کے پاس سے گزرتا تھا۔ دریا تھا اور دریا کے کنارے کنارے مندر کھڑے ہوئے تھے۔

سندھارنی نے دلچسپی سے ان مندروں کو دیکھا اور بولی۔

''چلو یہیں اُتر جاتے ہیں۔ ہمیں کون سا کوئی بڑا کام کرنا ہے۔''

سنیتا کو تو بہرحال سندھارنی کا سہارا چاہیے تھا۔ بھلا اس پر وہ کیا اعتراض کرتی چنانچہ خاموشی سے نیچے اُتر گئی یہ کوئی بہت بڑی جگہ تھی۔ جہاں ہندو مذہب کے ماننے والے پوجا پاٹ کے لیے آتے تھے۔

ٹرین سے بے شمار یاتری نیچے اُترے تھے۔ اس کے بعد سندھارنی اور سنیتا بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ریلوے پلیٹ فارم پر آ گئیں۔ دونوں اِدھر اُدھر دیکھتی جا رہی تھیں۔ اچھا خاصا شہر تھا۔ سندھارنی نے ریلوے پلیٹ فارم سے نکلتے ہوئے کہا۔

''کیا خیال ہے سنیتا! کبھی تُو نے اندر سے ان مندروں کی پوجا پاٹ دیکھی ہے؟''

''نہیں..... ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔ بس ایک بار مندر تک پہنچی تھی لیکن وہاں کے حالات بہت عجیب وغریب رہے۔''

''ان کی ایک الگ دنیا ہے۔ میرے دل میں ایک بات آئی ہے۔''

''کیا؟''

''تم ظاہر ہے پولیس کے چنگل سے نکل کر بھاگی ہو۔ تمہاری تلاش میں یہ بھی ممکن ہے کہ تمہاری تصویریں اخبار میں چھپ جائیں۔ اس وقت اگر ہم کسی اچھے ہوٹل میں قیام کرتے ہیں تو ہمارے لیے مشکل پیش آئے گی۔ کیوں ناں..... مندروں میں داسی بن کر چلیں۔''

''کیا مطلب؟''

''ان مندروں میں داسیاں ہوتی ہیں بڑا مان ملتا ہے انہیں۔ لوگ بڑی عزت کرتے ہیں ان کی ہمیں ان کے درمیان ٹھکانہ مل جائے گا۔''

''کوئی مشکل تو نہیں ہوگی۔''

''اب تک ہوئی ہے؟''

''ہوئی تو نہیں ہے۔''

''تب ٹھیک ہے چلو۔'' دونوں آگے بڑھ گئی تھیں۔

☆=======☆=======☆

بدری ناتھ اب پوری طرح شیطان کا چیلا بن چکا تھا۔ اسے پتہ چل چکا تھا کہ شیطان کیا چاہتا ہے۔ اسے سب سے زیادہ خوف نیک لوگوں سے رہتا ہے اور سنیتا کا معاملہ بھی یہی تھا۔ وہ خون آشام تھی لیکن بے قصور بھی تھی بلکہ ایک طرح سے مظلوم بھی تھی اس لیے اس بات کے امکانات تھے کہ کوئی نیک روح اس کی مدد کرے۔

بدری ناتھ کو پتہ چل گیا کہ وہ سندھارنی کے ساتھ مندر جا رہی ہے۔ مہا سانولی نے اسے ہر طرح کی شکتی دی تھی۔ چنانچہ اس نے ایک انتہائی خوب صورت سادھو کا روپ دھارا گہرے کالے بالوں کی جٹائیں، دودھ جیسا سفید رنگ، انتہائی دلکش نقوش، چہرے پر بے پناہ معصومیت، اسی وقت میں وہ مندر میں داخل ہوا تو سارے پجاری اسے دیکھ کر مسحور ہوئے۔

''کہاں سے آ رہے ہیں مہاراج۔''

''سنسار بہت بڑا ہے۔ جگہوں کے نام سے کیا ہوتا ہے؟''

''آپ مہان ہیں۔''

''کون مہان ہے کون جانے۔''

بدری ناتھ کو مندر میں آسانی سے جگہ مل گئی۔ اس کے حُسن و جمال نے بڑا کام دکھایا تھا۔ سب نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ پھر ایک دن اس نے سندھارنی اور سنیتا کو دیکھا۔ اسے ان دونوں کے بارے میں اتنا کچھ بتا دیا گیا تھا کہ اس نے دونوں کو صاف پہچان لیا لیکن سنیتا کو دیکھ کر اس کا کلیجہ خون ہو کر رہ گیا تھا۔ اتنی ہی خوب صورت تھی وہ۔

ایک لمحے کے لیے اس کا دل چاہا کہ سانولی سے بغاوت کر بیٹھے۔ اتنی خوب صورت لڑکی کو اسے مہا سانولی کی بھینٹ چڑھانا پڑے گا۔ اسی وقت اسے اپنی پیٹھ پر ایک کوڑے کی مار کا احساس ہوا اور وہ بل کھا کر رہ گیا۔ سانولی کی طرف سے اسے ہوشیار کیا گیا تھا۔ وہ سنبھل گیا۔

دو تین دن کے بعد اس کا سنیتا سے سامنا ہوا تھا۔ سنیتا بھی اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

''آپ کون ہیں مہاراج؟'' اس نے معصومیت سے پوچھا تھا۔

''تیاگی..... میں نے سنسار تیاگ دیا ہے۔''

''کیوں؟''

''اسی لیے کہ سنسار میں پاپ بہت بڑھ گئے ہیں۔''

''تو اس میں ہمارا کیا دوش ہے۔''

''تجھ جیسی معصوم کنیا کا سچ مچ کوئی دوش نہیں ہے۔''

''آپ نے مجھے معصوم کیسے سمجھ لیا مہاراج؟''

''پتہ نہیں کیسے سمجھ لیا؟'' اس نے جواب دیا۔

اس کے بعد سنیتا اکثر بدری ناتھ کے ساتھ دیکھی جانے لگی۔ دیکھنے والوں کو یہ جوڑی بڑی سندر لگتی تھی۔ سندھارنی البتہ کچھ پریشان رہتی تھی۔ شیطان نے اس کی ساری قوتوں کے دروازے بند کر دیئے تھے۔ اب اس کی الجھن اس پر سوار رہتی تھی۔

''سنیتا.....''

''ہاں..... کیا بات ہے؟''

''میں بہت پریشان ہوں۔''

''کیوں؟''

''تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کہو۔"

"تُو جانتی ہے ہمارا جیون خطرے میں ہے نوجوان سادھو سے تیرا من کچھ زیادہ ہی لگ گیا ہے۔ کہیں ہمارے لیے خطرہ نہ بن جائے۔"

"وہ تو ایک معصوم بچہ ہے بالکل بچوں جیسی باتیں کرتا ہے وہ ہمارے لیے کیسے خطرہ بن سکتا ہے سندھارنی!" سنیتا نے پیار سے کہا۔

"میرا من نہ جانے کیوں ڈر رہا ہے۔ چل چھوڑ مجھے بتا اب کیا ارادہ ہے۔ اس کا خون کب پیے گی۔" سندھارنی نے کہا اور سنیتا جیسے تڑپ گئی۔

"دوبارہ ایسی بات نہ کہنا سندھارنی! وہ میرے من کا میت ہے۔ میں اپنا جیون بدلنے کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔" سندھارنی کچھ نہ بولی البتہ اس نے دل میں کہا۔ کہ تُو اپنا جیون کیا بدلے گی سنیتا یوں سمجھ جب بھی تُو نے اپنا جیون بدلنے کے بارے میں سوچا تیری جون ہی بدل جائے گی اور بات سچ مچ تھی۔ سانولی کی طرف سے اسے ہدایت ملی تھی۔

"بدری ناتھ....."

"جے مہا سانوی۔"

"سوچ لے تیسرے دن نوچندی جمعرات ہے۔"

"جی مہاراج۔"

"اپنا کام پورا کر لے۔"

"جی مہاراج۔" بدری ناتھ نے نمے نمے لہجے میں کہا۔ اس کا دل رو پڑا تھا۔ سنیتا سچ مچ اتنی پیاری تھی کہ وہ اس پر جان دینے لگا تھا۔ سانولی کے کہنے کا مطلب تھا کہ اب سنیتا کا خاتمہ کر دیا جائے۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ اسے وہی کرنا پڑے گا جو سانولی چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے دل مضبوط کیا۔ اس رات مندر کے ایک گوشے میں وہ سنیتا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اس نے سنیتا سے کہا۔

"سنیتا مجھے ایک بات بتاؤ۔"

"پوچھو۔"

"تم نے آگے کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

"میں بھی تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں تم سادھو ہو اور میں دیوداسی، ایک طرح کے ہم سنسار تیاگی ہوئے ہیں کیا ہم جیون بھر ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔"

"رہ سکتے ہیں۔" بدری ناتھ نے مجرمانہ لہجے میں کہا۔

"کیسے؟"

"یہاں سے کہیں دور ایک جگہ دو مندری کہلاتی ہے وہاں جا کر ہم پھیرے کر لیں گے۔"

"تم ایسا کرو گے؟" سنیتا نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں....." بدری ناتھ کے منہ سے گھٹی گھٹی آواز میں نکلا۔ اور پھر تیسرے دن وہ سنیتا کو لے کر دو مندری چل پڑا۔ مندر پر وہی ہولناک سناٹا طاری تھا۔ شیطان کا پُر ہول مجسمہ سامنے موجود تھا۔ سنیتا اسے دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئی۔ بدری ناتھ کا سارا وجود کانپ رہا تھا۔

اچانک شیطان کے مجسمے کی آنکھیں کھل گئیں۔ سرخ روشنی کی شعاعیں سنیتا پر پڑیں تو سنیتا دہشت سے چیخ پڑی۔ لیکن اچانک بدری ناتھ نے اس کی گردن دبوچ لی، اس کے ہاتھوں کی گرفت سنیتا کی گردن پر سخت ہوتی گئی اور سنیتا کی زبان باہر نکل پڑی۔ کچھ دیر کے بعد اس نے دم توڑ دیا تھا، بدری ناتھ نے غمزدہ انداز میں اسے زمین پر لٹا دیا۔

"ہم خوش ہوئے بدری۔" شیطان کی آواز اُبھری۔

"جے مہا سانولی۔" بدری ناتھ نے لرزتی آواز میں کہا۔

"مگر تُو اس کے لیے غمزدہ معلوم ہوتا ہے کیا ہے؟ اس بات کا اندازہ نہیں کہ ہم نے تجھے کیسی کیسی قوتیں دی ہیں تُو اگر چاہے تو اس سے کہیں زیادہ حسین ہزاروں لڑکیاں تیرے گرد بکھر جائیں تجھے اس کی چنتا نہیں کرنی چاہیے۔"

"جی مہا سانولی۔" بدری ناتھ نے کہا۔

"تیرا کام صرف یہ ہے کہ جو نیکیوں کی طرف جائے اسے اس راستے سے ہٹا لے، کیا سمجھا، آ سامنے آ، سندھارے سامنے آ۔" اچانک ہی مہا سانولی کی آواز اُبھری اور ایک انتہائی بدشکل اور بدنما قسم کا شخص کسی گوشے سے نکل کر ان کے سامنے پہنچ گیا۔ تب مہا سانولی نے کہا۔

"یہ سندھارے ہے، ہمارا نائب، ہزاروں لاکھوں پر بھاری، یہ تجھے بتائے گا کہ تجھے آگے چل کر کیا کرنا ہے۔" سندھارے نے گردن خم کی اور بدری ناتھ کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

"آ..... دو مندری سے باہر آ..... دیکھ سنسار باسی کس طرح تیرا انتظار کر رہے ہیں۔"

"جا بدری ناتھ اب ہم تجھے اپنے تیسرے شکار کے درمیان بھیج رہے ہیں، لیکن جو قوتیں تجھے دی جا رہی ہیں، تجھے مل جائیں گی تو تُو بھی کیا یاد کرے گا کہ مہا سانولی نے تجھے کچھ دیا تھا۔" سندھارے اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا اور باہر کی دنیا بالکل ہی بدلی ہوئی تھی۔ بدری ناتھ نے دیکھا کہ دو مندری تو کہیں گم ہو گیا ہے، یہ ایک بڑا میدان تھا اور بہت سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوگ وہاں جمع تھے، بدری ناتھ کو ان کے درمیان لایا گیا تو انہوں نے بدری ناتھ کو سندور سے رنگ دیا، اس کے قدموں میں ناریل توڑے گئے۔ پھر وہیں کھلی فضا میں اسے نیا لباس پہنایا گیا اور ان سب نے اس پر پھولوں کے ہار لاد دیئے۔ اس کے بعد وہ لوگ اسے لیے ہوئے ایک غار میں پہنچے۔ جہاں سندھارے کے اور بھی ساتھی جمع تھے، وہ سب قطار در قطار کھڑے ہوئے تھے۔ سندھارے نے ان سب کو دیکھا اور پھر پُرمسرت لہجے میں ان سے بولا۔

''یہ بدری ناتھ ہے، مہا سانولی کا ایک داس، بدی کے کارناموں میں ایک روشن نام اور اب تم دیکھو گے کہ کس طرح یہ اپنا کام سرانجام دیتا ہے تو پھر بدری ناتھ کو ایک آئینے کے سامنے لایا گیا اور اس آئینے میں بدری ناتھ نے اپنے آپ کو دیکھا اور خود پر قربان ہو گیا، وہ ایک انتہائی خوب صورت نوجوان کی شکل اختیار کر چکا تھا، اس کے بعد سندھارے نے اسے باہر کی دنیا میں چھوڑ دیا، جہاں کچھ اور امتحانات اس کے منتظر تھے اس نے ایک طرف نظر دوڑائی تو اسے کچھ پہاڑیاں نظر آئیں، تھوڑے فاصلے پر ایک چٹانی پلیٹ فارم نظر آ رہا تھا۔ بہرحال وہ وہاں سے آگے بڑھ گیا اور کافی فاصلے پر پہنچ گیا۔ اس پر ایک عجیب سی بے خودی طاری تھی، پھر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ دور دور تک خوب صورت مناظر نظر آ رہے تھے۔ بدری ناتھ کو ایک لڑکی نظر آئی جو اس کے بائیں سمت کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے قدم رک گئے۔ وہ اسے دیکھتا رہا۔ لڑکی مسکراتی ہوئی آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گئی تھی اس نے پُرمسرت لہجے میں کہا۔

''مجھے یوں لگ رہا ہے کہ جیسے تم نے مجھے نہ پہچانا ہو؟''

''کیا میں پہلے تمہیں کبھی دیکھ چکا ہوں۔''

''ہاں..... تم شاید بھول گئے۔ میرا نام سونا ہے۔''

''اوہ..... مجھے تم یاد نہیں ہو۔''

''بس جتنا بھی یاد آ گیا کافی ہے۔ تم نہیں جانتے کہ میں نے تمہیں کس روپ میں دیکھا ہے۔''

''مجھے.....''

''ہاں.....''

''کس روپ میں دیکھا ہے؟''

''جانور تھے تم بالکل جانور چاروں ہاتھ پاؤں سے چلتے تھے۔''

''کیا؟''

''ہاں.....''

''میں..... میں.....'' اچانک ہی بدری ناتھ کو یاد آ گیا کہ چاند کی چودہ تاریخ کو وہ ایک خونخوار کالے چیتے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن یہ لڑکی اسے جس طرح آسانی سے بتا رہی تھی اس سے لگتا تھا جیسے یہ عام لوگوں میں سے نہیں ہو۔

''پھر اب بتاؤ میں کیا کروں؟''

''کچھ نہیں آرام کرو۔'' اس نے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گئی، لیکن دوسرے دن پھر وہ اسے ملی اور بدری ناتھ اسے دیکھ کر خوش ہو گیا وہ یہیں ایک پیڑ کے نیچے رات بتا رہا تھا۔

''سونا..... تم دوبارہ میرے سامنے آئی ہو۔ تم ایک بات بتاؤ کہ کیا تم مہا سانولی کو جانتی ہو؟''

''ہاں..... میرے باغ میں ایک پودا ہے جس میں سرخ پھول کھلتے ہیں۔ جب میرے من میں کوئی آرزو ہوتی ہے تو میں اس پودے سے اس کے پورے ہونے کا سوال کرتی ہوں، پھر جانتے ہو کیا ہوتا ہے؟'' سونا بڑی معصومیت سے بولی۔

''میں نہیں جانتا۔''

''سرخ پھولوں میں ایک سفید پھول نکل آتا ہے اور اگر میری خواہش پوری نہیں ہوتی تو سارے پھول سرخ رہتے ہیں۔ میں نے آرزو کی تھی کہ تم آؤ اور صبح کو میں نے اس پودے میں ایک سفید پھول دیکھا تھا۔''

''پھر کیا ہوا؟''

''پھر یہ ہوا کہ کسی ظالم نے وہ پودا اکھاڑ کر پھینک دیا۔ نہ جانے کس نے لیکن سرخ پودوں میں سفید پھول موجود تھا اور اب وہ پودا میرے پاس نہیں رہا اب میں کیسے جانوں گی کہ میری آرزو پوری ہو گئی یا نہیں۔'' وہ افسردگی سے بولی۔

''میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ وہ پودا کیوں اُکھڑ گیا؟''

''کیوں؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''کیونکہ تمہیں اس کی ضرورت نہیں رہی۔'' بدری ناتھ نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور وہ شرماتی ہوئی اس کے قریب آ گئی مگر بدری ناتھ نے اس کی پتلی سی گردن پکڑ لی تھی یہ کیفیت اس کے اندر اچانک ہی اُبھری تھی اور لڑکی کی گردن پر اس کی گرفت سخت ہو گئی تھی۔ اس نے حیرت سے بدری ناتھ کو دیکھا اور اس حیرت کے عالم میں مر گئی، موت کے بعد بھی اس کی آنکھیں حیرت سے بدری ناتھ کو دیکھ رہی تھیں اور بدری ناتھ کے دل میں غم کا ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سمندر موجزن تھا، ابھی تو کچھ وقت بھی نہیں ہوا تھا کہ اس نے سنیتا کو قتل کیا تھا یہ تیسرا قتل اس کے لیے بڑا دردناک ثابت ہوا لیکن اسی وقت اسے سندھارے نظر آیا جو آہستہ آہستہ اس کے قریب آ رہا تھا۔

''بس یہی جذبہ تیری کامیابی کا راستہ ہے تُو نے بڑی برق رفتاری سے مہا سانولی کا تیسرا شکار اس کے سامنے پیش کر دیا۔ جا وہ دومندری میں تمہارا انتظار کر رہا ہے۔'' بدری ناتھ نے ایک نگاہ معصوم شکل سونا پر ڈالی جو اپنی محبت سے سرشار سرخ پھولوں کے درمیان ایک سفید پھول کا تذکرہ کر رہی تھی لیکن یہ سفید پھول اس کے آرزو کا پھول نہیں ثابت ہوا۔ بلکہ اس کی موت بن گیا اچانک ہی بدری ناتھ کے دل میں ایک عجیب سا جذبہ اُبھرا۔ نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں نے اس کے کہنے سے تین ایسی لڑکیوں کا قتل کر دیا ہے جو اتنی معصوم اور خوب صورت تھیں کہ ان کی موت کا ہمیشہ سوگ منایا جائے۔ میں ایسا نہیں کروں گا۔ سانولی ایسا نہیں کروں گا۔ تُو ہو گا مہان اپنی جگہ لیکن اب مجھے کچھ نہیں چاہیے اب میں تیرا مخالف ہوں، تیرا پیروکار نہیں ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے ایک دم چھلانگ لگا دی اور دوڑنے لگا۔ پیچھے سے سندھارے کے چیخنے کی آوازیں آ رہی تھیں لیکن بدری ناتھ کی رفتار بہت طوفانی تھی، پھر اسے سمندر کی لہریں نظر آئیں لہریں بہت طوفانی تھیں اور اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی، یہ پہلا موقع تھا کہ اتنے طویل عرصے کے بعد اس نے مہا سانولی سے انحراف کیا تھا ورنہ دو مندری میں جانے کے بعد اس نے جو کچھ کیا تھا اس کی سزا وہ بھگت رہا تھا۔ ہر چند کہ زندگی نے اس کے ساتھ کبھی وفا نہیں کی تھی اس کے اپنے اردگرد کے لوگ اس کے مخالف بن گئے تھے۔ اس نے ایسی زندگی گزاری تھی جو دُکھوں سے بھرپور تھی لیکن تین عورتوں کو قتل کرنے کے بعد اسے اچانک یہ احساس ہوا تھا کہ وہ شیطانی چکر میں غلط طریقے سے پھنس گیا ہے اور اس وقت اس لڑکی کی موت نے تو کیفیت ہی تبدیل کر دی تھی۔ وہ سوچے سمجھے بغیر وہاں سے بھاگ آیا تھا، پھر اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا تو کنارہ بہت دور رہ گیا تھا لیکن وہاں بہت سے افراد جمع ہوتے جا رہے تھے وہ سمندر میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ بہت دور جا کر اس نے دیکھا کہ کچھ کشتیاں اس کے تعاقب میں چل پڑی ہیں۔ فطرت اس کی رہنمائی کر رہی تھی۔ وہ زندگی میں کبھی تیرا نہیں تھا لیکن اس وقت تیر رہا تھا خود مہا سانولی نے اس کی جسمانی قوتیں زیادہ کر دی تھیں وہ کشتیاں اس کا پیچھا کرتی رہیں لیکن وہ فاصلہ طے کر کے بہت آگے بڑھ آیا اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ سورج گزر گیا، سمندر پر رات اُتر آئی لیکن بدری ناتھ کو اپنے بدن پر کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ہو رہی تھی البتہ اس نے سوچنے سمجھنے کی تمام قوتوں کو گہری نیند سلا دیا

تھا۔ رات بھی گزر گئی، راستے میں نہ جانے اسے سمندری جانوروں کے کتنے قافلے ملے، بڑی بڑی مچھلیاں اس کی جانب لپکی تھیں لیکن نہ جانے کیوں اس کی کسی پُراسرار قوتوں کی جانب مغلوب ہو گئی تھیں، یہ ساری باتیں وہ نہیں جانتا تھا۔ جب صبح روشن ہوئی اور سورج نے ماحول اُجاگر کیا تو بہت سے فاصلے پر اسے جھاگ اُڑاتی لہروں کے درمیان ایک کالا سا دھبہ نظر آیا۔ وہ یہ سوچ کر اس لہروں کے ساتھ ساتھ چل پڑا کہ پتہ نہیں یہ کون سی جگہ ہے اس نے سمندر کا کبھی سفر نہیں کیا تھا لیکن فطرت اس کی رہنمائی کر رہی تھی اور وہ تیر رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ کالا دھبہ نمایاں ہو گیا اور وہ اس جگہ پہنچ گیا جو اب رنگ بدل چکی تھی یہ ایک بڑی سی چٹان تھی اسے جزیرہ نہیں کہا جا سکتا تھا کیونکہ اس پر سبزے کا نام و نشان بھی نہیں تھا نہ ہی یہ کوئی ایسی پناہ گاہ تھی جس پر اپنا کوئی مسکن بنایا جا سکے۔ البتہ اس کے آخری سروں پر پتھروں کا ایک اونچا ڈھیر موجود تھا وہ اس چٹان پر چڑھ گیا اور اس کے بعد اس نے اس کا جائزہ لیا۔ پہلے یہ چھوٹا جزیرہ معلوم ہوتا تھا لیکن اوپر آنے کے بعد یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ اتنا بڑا بھی نہیں ہے البتہ اتنا تھا کہ اس پر چلا پھرا جا سکتا تھا غرضیکہ یہاں پہنچنے کے بعد اس پتھروں کے ڈھیر کے پاس سیدھا سیدھا لیٹ گیا یہاں سے آسمان نیلے رنگ کے ایک پیالے کی مانند نگاہوں کی آخری حد تک پھیلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ وہ کھلے آسمان کو دیکھ رہا تھا جہاں پرندوں کا نام و نشان بھی نہیں تھا، بہت دیر تک وہ اس جگہ لیٹا رہا اور پھر سورج نے اپنے سفر کا آغاز کر دیا تیز دھوپ نے اس چٹان کو گرم کرنا شروع کر دیا تھا دوپہر تک تو وہ برداشت کرتا رہا لیکن دوپہر کے بعد یوں تھا جیسے سارا جسم آگ میں نہا گیا ہو۔ دماغ کھوپڑی میں پکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ سورج کی بے رحم کرنیں آنکھوں میں گھستی ہوئی لگ رہی تھیں تھوڑی دیر کے بعد آسمان کا رنگ بدلا کبھی گہرے رنگ کی تاریکی چھا جاتی اور نیلے رنگ کے پیالے کی تاریکی سطح پر لاتعداد ستارے چمک اٹھتے، چمکدار روشن اور اس کے بعد کالی رات، رات کو وہ ان ستاروں کے نیچے لیٹ کر اپنی کھوئی ہوئی قوت کو جمع کرتا تاکہ دوسرے دن کی سورج کی روشنی کا مقابلہ کر سکے۔ چاروں طرف نیلا سمندر غصے سے پھنکارتا ہوا جھاگ اُڑتی موجوں کے ساتھ دن رات ان چٹانوں سے ٹکراتا رہتا لیکن چٹان بھی اپنی پامردی نہیں چھوڑتی تھی۔ یوں وقت گزرتا تھا اگر وہ غیر معمولی طور پر طاقتور نہ ہوتا تو شاید لیٹے لیٹے ہی موت کا شکار ہو جاتا لیکن یہ وقت یعنی قوت بھی اسے شیطان نے ہی دی تھی۔ دن اور رات کے بارے میں اس نے ابھی تک سوچا نہیں تھا لیکن دن رات اس کے بارے میں ضرور سوچ رہے تھے وہ گزر رہے تھے اسے چھوتے ہوئے اور وہ ان سے لطف لے رہا تھا لیکن آہستہ آہستہ یہ لطف ختم ہو گیا اور اس کی وحشت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاگنے لگی اس نے سوچا یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی ساری زندگی جس انداز میں گزری اس کے بعد دوشمندری میں اگر وشنو کا پیروکار ہو جاتا تو شاید دیوتاؤں کا درجہ اختیار کر لیتا لیکن پتہ نہیں کیوں تقدیر نے اس کے ساتھ دھوکا کیا تھا اور وہ شیطان کے پاس پہنچ گیا تھا۔

بہرحال سمندر میں اور بھی بہت سے جاندار موجود تھے۔ وہ سمندر کے پانی سے لطف اندوز ہوتے جبکہ بدری ناتھ یہاں ان چٹانوں میں جل رہا تھا اس دن وہ غصے میں اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا اس کی آنکھوں نے رنگ بدلنا شروع کر دیا روشنی میں کچھ کمی ہو گئی تھی اور بدن نقاہت کا شکاری تھا لیکن جنون کی ایسی قوت ہوتی ہے وہ جنون سے کام لے کر ان چٹانوں میں اپنے لیے زندگی تلاش کرنے لگا پتھر سے نکلی کوئی بھی کونپل، سمندر کی لہروں میں لائے ہوئے آبی پودے، کوئی بھی چیز اسے مل جاتی اور جب انسان تلاش کرتا ہے تو نہ جانے کون سی قوت اس کے لیے کچھ بھیج دیتی ہے۔ پتھروں کا وہ ڈھیر جو اس کی پناہ گاہ بنا ہوا تھا اس کے لیے انعام بن گیا اتفاق ہی تھا کہ اس نے اس ڈھیر کے عقب میں دیکھ لیا اور جب اس نے اِدھر دیکھا تو اسے کچھ چیزیں نظر آ گئیں۔ چکور ڈبے جن میں کچھ کاغذ کے بنے ہوئے تھے اور گل سڑ گئے تھے لیکن ان کے ساتھ جو اصل چیز تھی وہ ٹین کے ڈبے تھے جو ابھی تک بندھے ہوئے تھے اور اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے اس نے ان میں سے ایک ڈبے کو اپنے ہاتھوں کی قوت سے مروڑ دیا اور ٹین کی پھٹی ہوئی چادر میں سے ایک سیال سی چیز بہہ نکلی کیا ہے اور کیسی ہے؟ اس کے بارے میں سوچنا تو بعد کی بات ہے بس ٹوٹی ہوئی جگہ سے منہ لگا لیا اور اسے ایک لمحے میں اندازہ ہو گیا کہ وہ ایک انتہائی خوش ذائقہ سیال ہے۔ یہ تو ایک بہت ہی دلچسپ تجربہ تھا اور اسے کرنا اس کے لیے بڑے فائدے کا باعث۔ چنانچہ اس نے ڈبے کو اپنے منہ سے لگائے رکھا اور اس کا سارا سیال اپنے معدے میں اُتار لیا۔ وہ بہت خوش تھا کہ چلو کچھ تو حاصل ہو گیا اسے اندازہ ہو گیا کہ زندگی کیسے بچائی جا سکتی ہے پھر اس نے ڈبے کو توڑا تو اس میں پیلے پیلے رنگ کے کچھ ٹکڑے برآمد ہوئے۔ یہ بہت بعد کی بات ہے جب اسے اس بارے میں معلومات حاصل ہوئی۔ وہ انناس کے ٹکڑے تھے بڑی عجیب سی بات تھی لیکن یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ ایسے بہت سے ٹکڑے یعنی ڈبے قرب و جوار میں بکھرے ہوئے تھے اس نے انہیں بڑی احتیاط سے جمع کرنا شروع کر دیا۔ ان ڈبوں کو چٹان کے ایک حصے میں جمع کرنے کے بعد اس نے پہلی بار جسمانی قوتوں کے ساتھ اس چٹان یا چھوٹے سے جزیرے کا جائزہ لیا یہاں سبزے کا نام و نشان نہیں تھا البتہ ایک بات کا اسے بدستور احساس رہا تھا۔ وہ یہ کہ نگاہوں کی حد سے کچھ فاصلے پر کبھی کبھی کوئی چیز متحرک نظر آ جاتی ہے پھر اسے ایک دن

پلاسٹک کا بڑا سا تھیلا بہتا ہوا نظر آیا اور وہ سمندر میں داخل ہو گیا۔ تھیلے کو پانی میں پکڑا اس میں بسکٹ تھے، ساتھ میں کچھ لکڑیاں بھی بہتی ہوئی آ رہی تھیں جو انتہائی مضبوط تھیں۔ پتہ نہیں یہ سب کہاں سے آتا ہے۔ بہرحال اس نے تمام چیزیں سنبھال سنبھال کر رکھنا شروع کر دیں بہت سے دن بہت سی راتیں گزر گئیں اب اس کے پاس کافی چیزیں موجود ہو گئی تھیں، مضبوط لکڑی جسے وہ ہتھیار کے طور پر بھی استعمال کر سکتا تھا۔

اس طرح اس نے چٹان کے درمیان لکڑیوں کا ایک سائبان سا بنا لیا تھا اس کے نیچے سورج کی تپش کم ہو جاتی تھی دن کچھ اور گزرے اور ایک دن اس نے ایک بہت بڑی کشتی دور سے گزرتی دیکھی اس میں کچھ انسان بھی نظر آئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس سے دور نکل گئے لیکن اس رات کی دوسری صبح اس کے لیے کچھ عجیب سی کیفیات کے حامل تھی، اس نے دیکھا کہ وہی کشتی دور سے ایک لمبا چکر کاٹ کر واپس آ رہی ہے۔ نہ جانے کیوں اسے احساس ہوا کہ اس کا رُخ اسی جزیرے کی جانب ہے۔ بہرحال کشتی جزیرے سے آ لگی ان لوگوں نے اسے مضبوط رسیوں کے ذریعے اس پتھر سے باندھ دیا اور پھر چٹانوں پر اُتر آئے لیکن کچھ ہی لمحوں کے بعد بدری ناتھ کو احساس ہو گیا کہ یہ سندھارے کے ساتھیوں میں ہی سے تھے اس وقت ان کے پاس ہتھیار بھی تھے اور وہ کافی مستعد نظر آ رہے تھے آہستہ آہستہ وہ اس جگہ پر پہنچ گئے جہاں وہ چھپا ہوا تھا ان میں سے ایک نے کہا۔

''کیا وہ یہاں آ سکتا ہے؟''

''کیوں نہیں آ سکتا۔''

''ایک بات بڑی عجیب ہے۔''

''کیا؟''

''سندھارے خود تو اسے سنبھال نہ سکا اس نے ہماری ذمہ داری لگا دی۔''

''پھر کیا کیا جا سکتا ہے؟''

''میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کیا ہم یہ ذمہ داری پوری کر سکیں گے۔''

''پتہ نہیں؟''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''میرا مطلب ہے کہ سندھارے نے اس کے لیے بہت زیادہ جدوجہد نہیں کی ہے۔''

''تو پھر؟''

''جو مقصد ہے وہ بیان کرو تمہاری باتوں سے غداری کی بُو آتی ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''نہیں میں تمہیں ایک بات بتا دوں بہت کم لوگ مہا سانولی سے غداری کی ہمت کر سکتے ہیں۔''

''تو پھر.....اپنی بات کی وضاحت کرو۔''

''میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ کیا سندھارے اسے اتنا اہم سمجھتا ہے کہ اس کے حصول کے لیے اس نے دن رات ایک کر رکھے ہیں۔''

''یہ کام خود سندھارے جانتا ہے۔''

''دیکھو تم ضرورت سے زیادہ اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی کوشش مت کیا کرو کیونکہ میں بھی تم سے کم نہیں ہوں میں بھی مہا سانولی کا پجاری ہوں اور اپنے قبیلے کا وفادار بھی ہوں تم ہم میں سب سے بڑے نہیں ہو۔''

''میں سب سے بڑا بے شک نہیں لیکن تم سے بڑا ہوں۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''مجھے محسوس ہوا ہے کہ تم نے سندھارے کے خلاف غلط باتیں کی ہیں۔''

''تو پھر تم کیا بگاڑ لو گے میرا؟''

''یہی میں کرنا چاہتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے تو پھر آجاؤ۔''

''ارے یہ تم لوگوں نے کیا شروع کر دیا کیا پاگل ہو گئے ہو تم؟ دیکھ رہے ہو یہ جگہ کیسی ہے۔'' دوسرے آدمی نے کہا۔

''خاموش ہو جاؤ ورنہ ہم سب تمہاری مخالفت کریں گے۔'' باقی افراد نے کہا جن دو افراد کے درمیان یہ جھگڑا چلا تھا وہ ایک دوسرے سے فاصلے پر ہو گئے ان میں سے ایک نے کہا۔

''اوہو.....ادھر دیکھو.....ادھر دیکھو۔'' انہوں نے کہا اور ان سب کی نگاہیں بدری ناتھ کی جانب اُٹھ گئیں۔ بدری ناتھ خاموشی سے انہیں دیکھ رہا تھا اور یہ محسوس کر رہا تھا کہ شاید انہیں اس پر شبہ ہو گیا ہے مگر نہ جانے کیوں ان میں سے کسی نے اس کی جانب رُخ نہیں کیا تھا وہ اب مدھم آواز میں باتیں کر رہے تھے۔ وقت گزرتا رہا پتہ نہیں ان لوگوں نے کیا سوچا تھا وہ سب ایک جگہ جمع ہو گئے تھے ان کی تعداد اچھی خاصی تھی، پھر رات ہو گئی اور اچانک ہی بدری ناتھ کی نگاہیں آسمان کی جانب اُٹھ گئیں اس نے دیکھا چودھویں کا چاند بادلوں کی اوٹ سے سر اُبھار رہا تھا اچانک ہی بدری ناتھ کو اپنے بدن کے اعضلات میں پھڑکن کا سا احساس ہوا اور اسے یاد آ گیا کہ ہر چاند کی چودہ تاریخ کو وہ سیاہ رنگ کے ایک چیتے کی شکل اختیار کر

لیتا ہے اس وقت اس پر یہی عمل ہو رہا تھا دیکھتے ہی دیکھتے اس کے ہاتھ پاؤں زمین پر ٹکے اور پھر ایک کالے رنگ کا چیتا وجود میں آ گیا۔ بدری ناتھ آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے باہر نکلا۔ وہ لوگ لکڑیوں کا ڈھیر بنائے اس میں آگ روشن کیے اس کے گرد بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے اچانک ہی انہیں احساس ہوا کہ کوئی چیز ان کے علاوہ بھی یہاں زندگی رکھتی ہے۔ پھر انہوں نے اس طرف دیکھا اور سیاہ رنگ کے اس خوفناک چیتے کو جس کی دونوں آنکھیں انگاروں کی طرح روشن تھیں دیکھ کر ان کے حلق سے دہشت بھری چیخیں نکل گئیں پھر ایک خونخوار دھاڑ کے ساتھ بدری ناتھ نے ان پر چھلانگ لگا دی۔ اس کے پہلے وار نے ان میں سے ایک کا سر اس طرح غائب کر دیا کہ بدری ناتھ خود بھی اسے تلاش کرتا رہ گیا۔ اس کے دوسرے وار نے ان میں سے دوسرے کی کمر اس طرح توڑ دی کہ اس کا چہرہ اس کے پیروں میں لٹک گیا یعنی درمیان سے اس کی کمر ٹوٹی اور وہ آدھا آدھا ہو گیا۔ بدری ناتھ نے اس کی گردن اپنے دانتوں سے پکڑ کر مروڑی اور تھوڑی ہی دیر میں اسے چیر پھاڑ کر پھینک دیا اس کے بعد اس نے باقی لوگوں کا رُخ کیا اس کا پنجا تیسرے کے چہرے پر پڑا اور اس کی ناک، آنکھیں، دانت وغیرہ سب غائب ہو گئے البتہ خون کی سرخی اس طرح چاروں طرف پھیل گئی کہ اسے دیکھ کر لطف آ جائے۔ بدری ناتھ نے ان چٹانوں کو پہلی بار خون کی قربانی دی تھی۔ پھر چوتھا آدمی پلٹ کر بھاگا، تو بدری ناتھ نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور اس کا نشانہ خالی نہیں گیا اسے اپنے بدن کی حیوانی قوتوں کا پوری طرح احساس بھی نہیں تھا بس وہ عمل کرنا جانتا تھا اور اس عمل کا نتیجہ بھی دیکھ رہا تھا۔ پانچ چھ افراد کو اس نے چیر پھاڑ کر کے پھینک دیا اور اس کے بعد اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اب کوئی نظر نہیں آ رہا تھا اس نے ان لاشوں کو سونگھا اور پھر ساحل پر پہنچ گیا۔ ساحل پر پانی کی لہریں سر پٹخ رہی تھیں وہ ان میں داخل ہو گیا اور بہت دیر تک نہاتا رہا جب تک چاند چڑھا رہا اس کی کیفیت وہی رہی۔ اس کے بعد وہ واپس اس جگہ کی طرف پلٹ آیا جہاں اس نے اپنا ٹھکانہ بنا رکھا تھا۔ وہ زمین پر بیٹھ گیا، چاند اپنا سفر طے کرتا رہا اور پھر جب وہ ڈوبا تو وہ خود بھی اپنی شکل میں آنے لگا۔ جب وہ مکمل انسانی شکل اختیار کر گیا تو اچانک ہی ایک دہشت بھری آواز سن کر چونک پڑا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے سامنے ایک آدمی موجود تھا یہ ان ہی میں سے ایک تھا جو کشتی سے یہاں تک آئے تھے وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ بدری ناتھ کی اب یہ کیفیت نہیں تھی۔ وہ اسے دیکھتا رہا لیکن دونوں نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہیں کی تھی البتہ تھوڑی دیر کے بعد سورج نکل آیا تھا۔

ابھی سورج سہانا ہی تھا اور اس کی تپش نے ماحول کو جھلسانا شروع نہیں کیا تھا، پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھوڑی ہی دیر کے بعد سورج کے اوپر بادلوں کے ٹکڑے آنے لگے۔ سامنے بیٹھا ہوا شخص شاید بُری طرح پریشان ہو گیا تھا آخر کار اس نے ہمت کی اور اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اس کا رُخ بدری ناتھ ہی کی طرف تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بدری ناتھ کی طرف پہنچ گیا اور اس کے بعد گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے تھے اور بدری ناتھ کو دیکھ کر تھر تھر کانپ رہا تھا۔ بدری ناتھ نے اسے دیکھا تو اس کی دہشت بھری آواز اُبھری۔

''نہ میں تمہارا دشمن تھا اور نہ میں تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہتا تھا اگر تم مجھے زندگی دے دو تو بہت سی کام کی باتیں ہو سکتی ہیں۔ مجھے موت سے بہت ڈر لگتا ہے میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔'' یہ وہ آواز تھی جو بدری ناتھ کے حق میں بول رہی تھی اور دوسرے لوگوں نے اس سے کافی سخت گیری کا سلوک کیا تھا بدری ناتھ نے کہا۔

''میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا تم آرام سے بیٹھو مجھ سے باتیں کرو۔''

''میں بھوکا ہوں اور مجھے تمہارے سامنے خوراک نظر آ رہی ہے۔ کیا تم میری زندگی کے لیے بھی کچھ کر سکتے ہو۔'' بدری ناتھ نے ایک ڈبہ اٹھا کر اس کی طرف اُچھال دیا اور اس کے چہرے پر نیازمندی کے آثار پھیل گئے۔ پھر اس نے کہا۔

''یہ سب مر چکے ہیں بس میں باقی رہ گیا ہوں میرا خیال ہے کچھ اور کشتیاں بھی تمہاری تلاش میں نکلی ہوئی ہیں اور پھر صرف ہم ہی لوگ آئے ہوئے تھے اور انہوں نے یہ چٹان نما جزیرہ دیکھ لیا تھا۔''

''تمہاری کشتی ساحل پر موجود ہے۔'' بدری ناتھ نے کہا۔

''ہاں اور یہ میرے ہی نہیں تمہارے بھی کام آ سکتی ہے۔'' وہ بولا۔

''ہاں..... سندھارے کے حکم سے بہت کم کبھی ایسا ہوا ہے کہ کوئی مہا سانولی کے چیلے کے ہاتھوں سے بچ کر نکل آیا ہو۔ سندھارے اس قبیلے کا سردار تھا جو شیطانی قبیلہ کہلاتا ہے اور یہاں سارے کے سارے مہا سانولی کے پیروکار ہیں، وہ وہ کچھ ہوتا ہے اس جگہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔''

''مگر میں تو دو مندری پر تھا۔''

''تم یہ بات بھول گئے کہ سانولی وہ سب کچھ کر سکتا ہے جو وہ کرنا چاہتا ہے۔''

''ہاں یہ بات تو ہے مگر اب یہ بتاؤ کہ اب کیا کیا جا سکتا ہے؟'' بدری ناتھ نے سوال کیا۔

''پہلے میں تم سے کچھ باتیں کروں گا کیا تمہیں بھی خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔''

''کیوں نہیں؟''

''تو پھر اپنا پیٹ بھر لو ابھی دور دور تک کسی کا وجود نہیں ہے ہم خاصے آرام سے بات چیت کر سکتے ہیں۔'' اس نے کہا، بدری ناتھ نے پوچھا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''ہاروش۔'' اس نے جواب دیا۔

''ہاروش.....'' بدری ناتھ نے زیر لب کہا اسے یہ نام بہت عجیب لگا تھا۔ ''تمہارا تعلق بھی کسی قبیلے سے ہے۔''

''ہاں.....'' وہ بولا۔

''مجھے بتاؤ ہاروش مجھے اب کیا کرنا چاہیے؟'' بدری ناتھ نے بسکٹ کھاتے ہوئے پوچھا۔

''تھوڑا سا انتظار..... اس کے بعد ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔'' ہاروش نے کہا۔

''ایک بات بتاؤ۔''

''ہاں پوچھو۔''

''کیا تم بھی سانولی سے منحرف ہو چکے ہو۔'' بدری ناتھ کے اس سوال پر ہاروش کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

''ہاں..... ایسا ہی ہوا ہے۔''

''وجہ.....'' بدری ناتھ نے پوچھا اور وہ سوچ میں ڈوب گیا پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

''میرا نام ہاروش ہے۔ میرا باپ اپنے علاقے کا ایک معزز پنڈت تھا۔ لوگ اس کی بے حد عزت کرتے تھے وہ قدیم دیوی دیوتاؤں کے بارے میں تحقیق کرتا تھا اور اس نے اپنے بہت سے نظریات قائم کیے تھے۔ اسے شیطان کے خلاف کام کرنے کا بے حد شوق تھا اور وہ چاہتا تھا کہ دنیا شیطان کے شر سے محفوظ رہے۔ اس تحقیق کے دوران میرے باپ کو اس شیطانی قبیلے کے بارے میں معلوم ہوا جس کی باگ ڈور شیطان کے چیلے کے طور پر سندھارے نے سنبھال رکھی ہے۔ دنیا بھر میں اس قبیلے کے ہرکارے پھیلے ہوئے ہیں اور انسانیت کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ سندھارے شیطان کا صحیح پیروکار ہے۔ وہاں میرا باپ سندھارے کے قریب آ گیا اور اس نے خفیہ طور پر اپنی تخلیق کا کام شروع کر دیا لیکن پھر شیطان نے اس کی نشاندہی کر دی اور سندھارے نے میرے باپ کو ہلاک کر دیا میں اپنے

باپ کے ساتھ شریک تھا لیکن میں نے شیطان کی جھوٹی اطاعت قبول کر لی اور وہاں زندگی گزارتا رہا۔"

"جھوٹی اطاعت کیسے قبول کر لی۔" بدری ناتھ نے پوچھا۔

"بس سندھارے کو دھوکا دیا میں نے۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"بہت عرصے کے بعد کسی نے سانولی سے بغاوت کی اور سندھارے کو ذلیل کر کے نکل بھاگا تو میرے دل میں بھی آس جاگ اٹھی۔"

"کیسی آس؟"

"سندھارے کے قبیلے سے نکل جانے کی آس، میں بھی ان کے ساتھ تمہاری تلاش میں نکلا تھا لیکن میرے دل میں یہ آرزو تھی کہ میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔ مگر پھر یہ کہ تم نے خود ہی سب کچھ کر لیا لیکن میں تمہیں ایک بات اور بتا دوں۔"

"کیا؟"

"سندھارے بہت کینہ پرور ہے۔ وہ آسانی سے تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ تمہیں اپنی زندگی بچانے کے لیے سخت جدوجہد کرنا ہوگی۔"

"ہم کیا جدوجہد کر سکتے ہیں؟" بدری ناتھ نے کہا۔

"میں تمہارے بارے میں نہیں جانتا تم ایک حسین نوجوان ہو لیکن تم کون ہو یہ مجھے نہیں معلوم۔"

"میں حسین نوجوان نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"بتاتا ہوں۔" بدری ناتھ نے کہا اور پھر ہاروش کو اپنی کہانی سنانے لگا ہاروش حیرت سے یہ سب کچھ سن رہا تھا بدری ناتھ خاموش ہوا تو اس نے کہا۔

"تم نے ان تینوں لڑکیوں کو قتل کر دیا؟"

"ہاں۔"

"تمہیں ان تینوں کا افسوس ہوا؟"

"بہت زیادہ۔"

"اس کا مطلب ہے کہ سانولی کی گرفت تم پر بہت ڈھیلی ہے۔"

"کیوں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ جس کے سینے میں اُتر جاتا ہے وہ پھر اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھتا وہ کسی کے نقصان پر کبھی افسوس نہیں کرتا۔"

"مگر مجھے ان تینوں کی موت کا افسوس ہے۔"

"اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مہا سانولی ابھی تم پر قابو نہیں رکھتا۔"

"ہمیں اب کیا کرنا چاہیے؟"

"پہلے ہم یہاں سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے بعد سوچیں گے کہ ہمیں آگے کیا کرنا ہے۔ یہ تو تم جانتے ہو کہ ساری دنیا میں مہا سانولی کے چیلے پھیلے ہوئے ہیں ان کے حکم پر وہ چپے چپے میں ہمیں تلاش کریں گے لیکن کوئی بات نہیں تمام نیک لوگوں نے سانولی کے خلاف جنگ کی ہے چاہے ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو ہم ضرور بچ جائیں گے۔"

"پھر اب کیا کرنا ہے؟"

"تم نے وہ کشتی دیکھی ہے جس پر ہم آئے ہیں۔"

"ہاں۔"

"اس میں بہت کچھ ہے۔ ہم اس میں بیٹھ کر چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" بدری ناتھ تیار ہو گیا۔ اپنے ساتھی کے ساتھ وہ چل پڑا۔ نیلا بے کراں سمندر ان کا محافظ تھا اور وہ چھوٹے چھوٹے حادثات سے ٹکراتے سمندر کا سفر کر رہے تھے۔ دن رات کا تصور ختم ہو گیا تھا لیکن پھر بدری ناتھ کو بہت دور مدھم مدھم روشنیاں نظر آئیں وہ انہیں دیکھتا رہا پھر اس نے سوئے ہوئے ہاروش کو جگا دیا۔

"کیا بات ہے؟" ہاروش نے نیند میں ڈوبی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"شاید کوئی آبادی ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"ہاں ایسا ہی ہے۔ ویسے میں تمہیں بتا دوں کبھی یہ مت سوچنا کہ شیطان کے ہاتھ چھوٹے ہوتے ہیں۔ وہ جس قدر پھیلا ہوا ہے تمہیں اس کا ضرور اندازہ ہوگا یہ تو صدیوں کی روایت ہے ہمیں یہ خیال رکھنا ہوگا کہ شیطان قبیلہ کسی بھی جگہ ہم پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔"

"پتہ نہیں کون سی جگہ ہے؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ ویسے یہ روشنیاں یقیناً کسی آبادی کا نشان ہیں، تمہیں وہ ماضی کے لمحات بھولنا پڑیں گے جن میں تم نے مختلف طریقوں سے زندگی گزاری ہے۔" بہرحال بدری ناتھ اور ہاروش چلتے رہے اور جوں جوں وہ ان روشنیوں کے قریب ہوتے رہے انہیں ساحل نظر آتا رہا وہ روشنیاں خیموں کا ایک شہر تھا۔ جو ریت کے بڑے بڑے ٹیلوں کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درمیان آباد تھا شاید کوئی بہت ہی بڑا قبیلہ جو یقیناً خانہ بدوشوں کا قبیلہ تھا اور پھر صبح کی قربت تھی جب کشتی ساحل تک پہنچی اور ہاروش نے نیچے اُتر کر اسے سمندر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔

''اب کیا کرنا ہے؟''

''چلتے ہیں یہ دیکھیں گے کہ آگے ہمیں کیا کرنا ہے۔'' بہرحال سارا دن کی روشنی کا انتظار کرتے رہے۔ یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ خانہ بدوش قبیلہ کتنا بڑا ہے اسے خانہ بدوش اس لیے کہا جا سکتا تھا کہ وہ خیموں کے شہر میں آباد تھا۔ جن کے اپنے گھر ہوتے ہیں۔ وہ خیموں میں نہیں رہتے۔ دن کی روشنی آہستہ آہستہ فضا کو روشن کرنے لگی تو ہاروش نے کہا۔

''ہمیں سب سے بڑا یہ کام کرنا پڑے گا کہ ہم ان کے سامنے بہت اچھے انسان کی حیثیت سے پہنچیں گے۔ وہ لوگ اگر ہمارے ساتھ بُرا سلوک بھی کریں گے تو ہم اسے برداشت کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ تمام باتیں سمجھا کر میں تمہیں اس قبیلے میں لے جا رہا ہوں ہمیں دیکھنا ہوگا کہ یہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔''

قیام کے لیے ایک جگہ منتخب کر لی گئی۔ جہاں سے ان قبیلے والوں کی تمام کارروائیاں دیکھی جا سکتی تھیں۔ وہاں بالکل سکون تھا اور ان کے درمیان کوئی ہنگامہ خیزی نہیں تھی اور پھر نہ جانے کب تک یہ لوگ بیٹھے رہے۔ خاموشی اور سناٹے نے ذہن پر دوسرا اثر کیا اور یہ لوگ جب جاگے جب انہیں اپنے جسموں میں چبھن کا احساس ہوا۔ انہوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو لمبے لمبے بانسوں والے لوہے کی انیاں لگے بھالے، بہت سے افراد انہیں چبھو چبھو کر یعنی ان کے جسموں پر چبھا کر انہیں جگا رہے تھے۔ یہ دباؤ زیادہ نہیں تھا لیکن چبھن تو تھی ان کے رنگ جیسے بھی تھے لیکن وہ لمبے تڑنگے اور مضبوط جسم والے تھے۔ ان میں سے کوئی کہہ رہا تھا۔

''یقینی طور پر یہ سمندر میں بہہ کر آئے ہیں انہیں جگاؤ اور ان سے پوچھو یہ کون ہیں؟''

''تمہیں اس کا حق نہیں پہنچتا۔'' کسی نے اعتراض کیا۔

''کیوں؟''

''کیا سردار کو تم جواب دو گے؟''

''نہیں۔'' ایک خوفزدہ آواز اُبھری۔

''تو پھر ایسا کام کیوں کر رہے ہو جو ہمارے لیے عذاب بن جائے۔''

''پھر ہم کیا کریں؟''

''کیا یہ بات تمہیں نہیں معلوم کہ تمہیں کیا کرنا ہے؟''

''نہیں۔''

''سیدھی سی بات ہے جو اجنبی صحرا کی ریت پر پڑے پائے گئے ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ وہ کون ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟ انہیں فوری طور پر سردار کے سامنے پیش کیا جائے۔''

''تو ٹھیک ہے انہیں اٹھاؤ۔'' اسی وقت ہاروش نے کہا۔

''ہوشیار بدری ناتھ ہمارے امتحان کا وقت شروع ہو گیا ہے۔'' ان کے اشارے پر بدری ناتھ ایک دم اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ ان میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا۔

''اصول یہ کہتا ہے کہ پہلے میں تم سے تمہارے بارے میں پوچھوں لیکن یہ میرا نہیں سردار کا حق ہے۔ اُٹھو اور سردار کے سامنے چلو۔'' بدری ناتھ اور ہاروش خاموشی سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ ان لوگوں کو لے کر چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد یہ خیموں کے شہر کے پاس پہنچ گئے۔ خیموں کو نہایت ترتیب سے لگایا گیا تھا اور یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ کافی عرصے سے یہاں قیام پذیر ہیں۔ بلکہ شاید یہ ان کا مستقل ٹھکانہ ہے۔ گویا صحراؤں کے پاس صحراؤں میں رہنے والے تھے یہ لوگ لیکن یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ یہ کون لوگ ہیں ہاروش خاموشی سے ان کے ساتھ چل رہا تھا غرضیکہ خیموں کے اس شہر میں وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں خیموں سے ذرا دور ہٹ کر درختوں کی لکڑیوں سے ایک حصار بنایا گیا تھا اس میں بے ترتیبی تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ مہذب لوگ نہیں ہیں۔ ویسے بھی ان کا حلیہ کافی خطرناک معلوم ہوتا تھا ان کے چہرے بھی بڑے خوفناک اور چوڑے چوڑے تھے ان کے چہروں پر لمبی لمبی داڑھیاں اور چوڑی چوڑی مونچھیں تھیں اور ان کی آنکھوں سے وحشت ٹپکتی تھی۔ پھر انہیں جس شخص کے پاس پیش کیا گیا یہ ان لوگوں کی نسبت کسی قدر چھوٹے قد کا مالک اور بھاری جسم والا تھا لیکن اس کے چہرے سے جو وحشت ٹپکتی تھی اسے دیکھ کر دل کو ایک خوف کا سا احساس ہوتا تھا۔ اس شخص نے اپنی لمبی سی داڑھی میں لوہے کے تین کڑے ڈالے ہوئے تھے۔ اس کے سر کے بال بھی لمبے لمبے تھے اور کمر سے نیچے تک آتے تھے۔ اس کی آنکھیں بڑی کینہ پرور تھیں۔ پہلے اس نے بڑے غور سے ان دونوں کو دیکھا اور پھر اس کے بعد انتہائی نرم لہجے میں بولا۔

''کون ہو تم؟ اپنے نام بتاؤ۔''

''میرا نام ہاروش ہے اور یہ بدری ناتھ ہے۔''

''کہاں سے آئے ہو؟''

''ایک جہاز پر سفر کر رہے تھے۔ جہاز تباہ ہو گیا ہم ڈوبنے لگے تو ایک کشتی ہمارے ہاتھ آ گئی جس نے ہمیں یہاں لہروں کے ذریعے پہنچا دیا اور ہم یہاں اُتر گئے۔ کشتی بوسیدہ ہو چکی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی ٹوٹ چکی تھی اور اگر ہم اس پر سوار رہتے تو ڈوب جاتے۔"

"کشتی کہاں ہے؟"

"لہروں پر بہہ گئی۔"

"ہاں..... ایک کشتی کو دور لہروں پر جاتے ہوئے دیکھا گیا ہے اور وہ خالی تھی۔" ان لوگوں میں سے ایک نے تصدیق کی۔

"اب کہاں جاؤ گے؟"

"کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ کہیں بھی چلے جائیں گے اگر سردار ہمیں زندگی عطا کرے۔" ہاروش نے کہا وہ بدری ناتھ سے زیادہ ہوشیار تھا اور ایسی باتیں کرنا جانتا تھا جس سے دوسرے کو موم کیا جائے اور بدری ناتھ نے سردار کو صاف موم ہوتے دیکھا۔

"تم نے اچھی بات کہی۔ زندگی دینا اور لینا میرے ہاتھ میں ہے۔ میری مٹھی میں ہے۔ تم نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو مجھے ناپسند ہو اس لیے میں تم سے خوش ہوا۔ جاؤ ان دونوں کو لے جاؤ اور ہمارے غلاموں میں شامل کر دو۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"جی سردار۔" اور اس کے بعد ان کے لیے ایک نئی زندگی کا آغاز ہو گیا۔ خیموں کے شہر میں انہیں ایک چھوٹا سا خیمہ دے دیا گیا۔ یہ خیمہ سردار کے غلاموں کا تھا لیکن یہاں آ کر انہیں بڑا فائدہ ہوا۔ پہلی بات تو یہ کہ انہیں لباس دیئے گئے اور ان کے وہ لباس جو سمندر میں سفر کرتے ہوئے سمندر کے نمکین پانی سے اکڑ کر رہ گئے تھے اور ان کے جسموں سے چپک گئے تھے ان سے دور ہو گئے۔ یہ نئے لباس ڈھیلے ڈھالے، کالے رنگ کے لبادے کی شکل میں تھے لیکن بڑے نرم اور بہت عمدہ۔ وہ ابھی تک یہ نہیں جان سکے تھے کہ یہ لوگ کون ہیں لیکن بعد میں ظاہر ہے آہستہ آہستہ ان کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی چلی گئیں۔ یہ لوگ اپنا ایک الگ قبیلہ رکھتے تھے اور پانی والے کہلاتے تھے ان کے پاس بھیڑ، بکریوں کے ریوڑ تھے اونٹ اور گھوڑے بھی کافی اچھی تعداد میں تھے ہاروش کہتا تھا۔

"میں نہیں جانتا کہ یہ کون سا علاقہ ہے اور کہاں آباد ہے یہ قبیلہ لیکن یوں سمجھ لو کہ ابھی کوئی جلد بازی کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کی دہشت کے سامنے ہماری کچھ بھی نہیں چلے گی۔ یہ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں خاموشی سے دیکھتے رہو کہیں یوں نہ ہو کہ ہمیں کسی خوفناک مشکل کا سامنا کرنا پڑے۔" ہاروش نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ویسے بھی ہمیں ایک پناہ گاہ کی بھی ضرورت ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ پناہ گاہ بے شک عارضی ہو لیکن ہمارے لیے بہت ہی اچھی ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں ایسا ہی ہے۔" بہر حال بدری ناتھ یہاں خاموشی سے رہنے لگا لیکن وہ یہ سوچ رہا تھا کہ دیکھیں وقت آگے کی کیا کہانی سناتا ہے۔ اس دن دومندری میں اگر وہ وشنو بھگوان کی قربت حاصل کر لیتا تو پتہ نہیں اس کے ساتھ کیا ہوتا اور وہ اس وقت کوئی مہا آتما بنا بیٹھا ہوتا یا پھر در بدر بھٹک رہا ہوتا لیکن سچی بات یہ ہے کہ شیطان کی قربت نے اسے تکلیف ہی تکلیف پہنچائی تھی۔ شاید فطری طور پر وہ شیطانی صفت کا مالک نہیں تھا۔ وہ اپنے ماضی پر نگاہ دوڑاتا تو بڑے عجیب سے احساسات کا سامنا کرنا پڑتا۔ ایک زمانے میں وہ ایک ایسی عورت کا شوہر تھا جو انتہائی بد دماغ تھی۔ اس کے بچے بھی اسے کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے تک پہنچ گیا تھا اور اس کے بعد جب اسے نئی زندگی ملی تو دنیا اس کے لیے بہت ہی تکلیف کی جگہ تھی۔ کسی نے اسے نہیں پوچھا تھا اور اگر وہ اس طرح سے وہاں تک نہ پہنچ جاتا تو شاید اسے خودکشی ہی کرنا پڑتی۔ بے رُخی بھی کیا چیز ہوتی ہے وہ اپنوں ہی کی بے رُخی کا شکار تھا لیکن اب وہ بالکل تبدیل ہو چکا تھا۔ البتہ ایک بات اس کے دل میں بار بار آتی تھی۔ وہ یہ کہ شیطان نے جو اسے قوتیں دی تھیں اور جس طرح اس کی شکل تبدیل ہو کر ایک نوجوان حسین شخص کی شکل میں بدل گئی تھی۔ کیا یہ قائم رہے گی یا شیطان اس سے یہ مراعات چھین لے گا۔ ایسی شکل میں وہ ایک بہت ہی مکروہ قسم کا بوڑھا آدمی بن کر رہ جاتا۔ ایک انوکھی داستان تھی اس کی۔ یا پھر چاند کی چودھویں تاریخ کو جس طرح وہ ایک جانور کا رُخ تبدیل کر لیتا تھا اور اس کی خون آشام فطرت جاگ اٹھتی تھی۔ کیا اب بھی چاند کی چودہ تاریخ کو ایسا ہی ہونے والا ہے اگر ایسا ہوا تو کیا وہ اس قبیلے کے لوگوں کو ہی نقصان پہنچائے گا۔ یا پھر اپنے آپ کو سنبھال سکتا ہے؟ یہ اس کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ بات تھی کہ اسے اپنے بارے میں ہی تفصیلات معلوم نہیں تھیں۔

ہاروش بھی مہذب دنیا کا آدمی تھا اور دنیا کے بارے میں اس کی معلومات بھی اچھی خاصی تھی اور بدری ناتھ نے تو پوری عمر ہی گزاری تھی جو کچھ اس پر بیتی تھی بے شک اس نے عجیب و غریب کیفیت کا حامل بنا دیا تھا لیکن کبھی کبھی اسے اپنی دنیا یاد آتی تھی تو وہ ہاروش سے گفتگو کرنے بیٹھ جاتا تھا۔

"ان لوگوں کا طرزِ زندگی بڑا عجیب ہے۔ کیا تہذیب کی دنیا سے ان لوگوں کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں..... یقیناً ہو گا اب تم یہ دیکھ لو کہ ہمیں کوئی خاص کام نہیں دیا گیا سوائے اس کے کہ خیموں کے درمیان صفائی یا ہوا کی تیزی سے اُکھڑ جانے والے خیموں کو دوبارہ ان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی جگہ نصب کرنا۔ ویسے یہ پتہ نہیں کہ یہ یہاں کتنے عرصے سے آباد ہیں ان کے نظریات کیا ہیں؟ یہ اپنا خیال الگ رکھتے ہیں ویسے جہاں تک میرا خیال ہے یہ لوگ لوٹ مار کرتے ہیں ہاں مجھے یہی لگتا ہے۔''

''تمہیں کیسے اندازہ۔'' بدری ناتھ نے سوال کیا۔

''میں نے راتوں کو انہیں گروہوں کی شکل میں اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہوتے جاتے دیکھا ہے۔ پھر جب یہ دن کی روشنی میں آتے ہیں تو اپنے اونٹوں اور گھوڑوں پر سے سامان اُتارتے ہیں اور یہ سامان خیموں میں پہنچا دیا جاتا ہے۔'' ہاروش نے انکشاف کیا اور بدری ناتھ کو حیرت ہوئی کہ خود اس نے ان کی کبھی یہ کارروائی نہیں دیکھی لیکن ایک دن آخر کار اس کی تصدیق ہوگئی جب دن کی روشنی میں اونٹوں اور گھوڑوں پر آنے والے واپس آئے اور ان کے ساتھ نہ صرف سامان تھا بلکہ کچھ لڑکیاں بھی تھیں، جو رو رہی تھیں، چیخ رہی تھیں، چلا رہی تھیں اور ان کے رونے اور چیخنے کی آوازیں دور دور تک پھیل رہی تھیں۔ ان نوجوان اور خوب صورت لڑکیوں کو بڑی بے دردی سے اونٹوں سے نیچے پھینک دیا گیا اگر نیچے ریت نہ ہوتی تو ان کی یقیناً ہڈیاں پسلیاں ٹوٹ گئی ہوتیں وہ نیچے گر کر سہم گئیں اور پھر یہ وحشی انہیں بالوں سے گھسیٹتے ہوئے ایک بڑے سے خیمے میں لے گئے اور اس کے بعد ان کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلا۔ البتہ ہاروش نے دُکھ بھری نگاہوں سے بدری ناتھ کو دیکھا اور پھر دُکھی انداز میں بولا۔

''تم نے دیکھ لیا؟''

''ہاں۔''

''اب تو تمہیں اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ اس وقت دنیا صرف سانولی کی ہدایتوں کی پیروی کر رہی ہے۔''

''ہاں..... وہ کم بخت کتنی بے دردی سے ان لڑکیوں کو اونٹوں سے نیچے پھینک رہے تھے اور پھر وہ جس طرح بالوں سے پکڑ کر انہیں گھسیٹ کر لے گئے ہیں میرا تو دل خون ہوگیا ہے۔''

''ہاں..... لیکن خود کو قابو میں رکھنا کسی مظلوم عورت کو دیکھ کر انسان کو اپنے آپ پر قابو پانا بے حد مشکل ہو جاتا ہے لیکن یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ان لوگوں کے درمیان ہم ان لڑکیوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے اور تم کوئی ایسی کوشش مت کرنا کہ تم زندگی کھو بیٹھو۔''

بدری ناتھ ایک گہری سانس لے کر خاموش ہوگیا تھا۔

پھر اس دن اس نے پہلی بار سردار کو اپنے ساتھیوں کو سامان تقسیم کرتے ہوئے دیکھا۔ لوٹ مار کے سامان کے انبار میدان میں لگائے گئے تھے اور خیموں میں رہنے والے قطار در قطار

کھڑے ہوگئے تھے سردار کے آدمی ان لوگوں میں تھوڑا تھوڑا سامان تقسیم کر رہے تھے اور وہ خوشی اور ادب کے ساتھ یہ سامان لے کر اپنی جگہ چھوڑ رہے تھے۔ ہاروش نے آہستہ سے کہا۔

''اب اِدھر دیکھو۔'' بدری ناتھ کی نگاہیں اس طرف اُٹھ گئیں اس نے ان لڑکیوں کو دیکھا جو بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ سہمی ہوئی ایک قطار میں کھڑی ہوئی تھیں اور سردار مسکراتی ہوئی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ان کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر انہیں اپنی پسند کے لوگوں کے حوالے کر دیا۔ خود اس نے اپنے لیے کسی لڑکی کو نہیں رکھا تھا۔ یہ لوگ اس درمیان میں یہ بات جان چکے تھے کہ خیموں کا ایک حصہ عورتوں کے لیے مخصوص ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کی تعداد بھی یہاں بہت زیادہ تھی یہ بچے ویسے ہی چھوٹے چھوٹے لبادے پہنے گھومتے پھرتے نظر آتے تھے لیکن ابھی تک ان کی شناسائی کسی بچے سے نہیں ہوئی تھی۔ عورتیں بھی اِدھر سے اُدھر آتی جاتی نظر آجایا کرتی تھیں آپس میں وہ خوب ہنسی مذاق کیا کرتی تھیں اور ان کے نسوانی قہقہے کانوں تک پہنچتے تھے بہر حال وقت گزرتا رہا ابھی تک یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ ان لوگوں کو یہاں پر کب تک رہنا ہوگا۔ انہیں بھی تھوڑا سا سامان دیا گیا جن میں جانوروں کی دو کھالیں، کھانے پینے کی چیزوں کے کچھ پیکٹ جنہیں دیکھ کر یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ ان کا تعلق جدید دنیا سے ہے اور یہ بات صاف سمجھی جا سکتی تھی کہ یہاں اس ریتلی سرزمین سے کچھ فاصلے پر یقیناً ایسی آبادی ہے جہاں اس طرح کے لوگ رہتے ہوں گے جو اپنا سامان اس طرح پیکٹوں میں پیک کر لیتے ہیں۔ پھر ایک دن انہوں نے ایک شخص کو دیکھا بعد میں اس کا نام پتہ چلا کہ وہ ہوبا تھا۔ دُبلے پتلے بدن اور انتہائی دراز قامت شخصیت کا مالک ہوبا وہاں آیا تھا اور شاید کسی چھوٹے سے جہاز یا کشتی سے وہاں پہنچا تھا۔ وہاں کے رہنے والے اسے اس طرح تعظیم پیش کر رہے تھے کہ جیسے وہ ان کے لیے آسمان کے دیوتاؤں کی حیثیت رکھتا ہو۔ یہاں تک کہ سردار بھی اس کے سامنے گردن خم کر کے کھڑا ہوگیا تھا۔

''یہ کون ہو سکتا ہے؟''

''شاید ان کا روحانی پیشوا۔''

''یعنی سانولی کا ہرکارہ۔''

''سو فیصدی وہی ہو سکتا ہے۔''

''تب تو ہمیں اس سے کوئی خطرہ بھی پیش آ سکتا ہے۔'' ہاروش نے سرد نگاہوں سے بدری ناتھ کو دیکھا اور پھر بولا۔

''ہاں..... میں بھی تم سے یہی کہنا چاہتا تھا ویسے میں ذرا سی معلومات حاصل کر سکتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوں کہ یہ لوگ کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں یعنی یہ ہوا کیا کرتا ہے اور کون ہے؟ اس دوران میں تم سے دور رہوں گا۔'' آخر کار اس نے بدری ناتھ سے کہا۔

''یہ بوڑھا بالکل مختلف شخصیت کا مالک ہے؟''

''کیا مطلب؟''

''میرا اندازہ بالکل ٹھیک تھا وہ ان کا روحانی پیشوا ہے اور خود سردار بھی کسی کے سامنے سر خم کرتا ہے تو یہی وہ شخص ہے جیسے میں تم سے کہہ رہا ہوں اس سے ہمیں بہت زیادہ خوف محسوس ہوتا ہے۔ مگر ایک انوکھی بات ہے وہ پانی کی نہیں آگ کی پوجا کرتا ہے۔ میں نے اسے آگ کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے لیکن یہ بات میں فیصلہ کن طریقے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ انتہائی پُراسرار قوتوں کا مالک ہے۔ بہرحال میں اس کے بارے میں جاننے کی کوششوں میں مصروف ہوں کیونکہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے وہ جو پہاڑی ٹیلے نظر آتے ہیں ان کے عقب میں اس کا قیام ہے اور ادھر عام لوگ نہیں جاتے۔ بہرحال میں بہت جلد تمہیں اس کے بارے میں مزید تفصیلات بتاؤں گا۔ ہم یہاں تک اس لیے نہیں پہنچے کہ بقیہ زندگی ان کی غلامی میں گزار دیں۔ ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔''

''اس کے لیے تمہارے ذہن میں کوئی منصوبہ ہے۔'' بدری ناتھ نے سوال کیا۔

''ہاں..... میں ان کے درمیان اس وقت کا انتظار کر رہا ہوں جب یہ ہمیں بھی اپنے ساتھ گھوڑوں پر بٹھا کر لوٹ مار کے لیے جائیں گے اور وہی ہماری رہائی کے دن ہوں گے۔ ہمیں جلد بازی نہیں کرنی ہوگی۔''

''رہائی کے دن کیسے ہوں گے؟''

''یہ لوگ لوٹ مار کرنے کے لیے آبادیوں ہی کا رُخ کرتے ہوں گے اور آبادی والے بھی اتنے کمزور نہیں ہوں گے کہ خاموشی سے انہیں لوٹ مار کا موقع دیتے ہوں ایسے کسی موقع پر ہم خاموشی سے اپنے گھوڑوں کا رُخ تبدیل کر لیں گے اور کسی اور جانب نکل جائیں گے۔''

بدری ناتھ خاموش ہو گیا اور وہاں زندگی کے وہ لمحات گزرنے لگے۔ کئی بار اس کے دل میں خیال آیا تھا کہ اگر یہ خود یہاں سے جانے کی کوشش کریں تو کیا یہ لوگ انہیں آسانی سے جانے دیں گے۔

''کبھی بھی نہیں۔ وہ کسی قیمت پر بھی یہ پسند نہیں کریں گے کہ ان کی کہانی کسی اور جگہ جائے یا کسی کو یہ راستے معلوم ہوں تم نے دیکھا کہ سمندر میں دورانِ سفر یہ راستہ کوئی نہیں اختیار کرتا۔ یہ لوگ یہاں پُرسکون زندگی گزار رہے ہیں۔ پھر وہی ہوا اس رات چاند کی چودہ

تاریخ تھی اور اس کا اندازہ بدری ناتھ کو اس وقت ہوا جب اس کے بدن میں مدھم مدھم سرسراہٹیں جنم لینے لگیں۔ چودھویں رات کا چاند آسمان پر کھلا ہوا تھا یہ لوگ بھی کوئی خاص جشن منا رہے تھے۔ سارے کے سارے ریت کے ٹیلوں کے درمیان ایسی جگہ جمع ہو گئے جسے انہوں نے خاص طور سے سجایا تھا۔ وہ شاید کچھ اور بھی کرنا چاہتے تھے لیکن بدری ناتھ بدن کی پھڑپھڑاہٹیں اسے کچھ اور ہی احساس دلا رہی تھیں اس نے ہاروش سے اس کا تذکرہ کیا۔

''مجھے لگتا ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد میں کالے رنگ کے ایک چیتے کی شکل میں تبدیل ہو جاؤں گا اور میرا دل چاہے گا کہ میں انہیں چیر پھاڑ کھاؤں۔ کیا تم مجھے اس کی اجازت دو گے۔''

''ایک انوکھی بات ہو جائے گی۔ ایک ایسا عمل ہو جائے گا کہ اگر انہیں ہم پر شبہ ہو گیا تو پھر جب تم اپنی اصل حالت میں آؤ گے تو ان کا سب سے بڑا کام ہماری زندگی کو ختم کر دینا ہو گا۔''

''اب میں کیا کروں؟''

''تم یوں کرو یہاں سمندر ہے تم سمندر میں داخل ہو جاؤ اور اپنے آپ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرو۔''

یہ بڑا انوکھا تجربہ تھا بدری ناتھ کے لیے تھوڑی دیر کے بعد اس کا جسم ایک کالے رنگ کے چیتے کی شکل میں تبدیل ہو گیا لیکن وہ ادھر نہیں گیا تھا جہاں وہ لوگ جشن منا رہے تھے، بلکہ پانی میں داخل ہو گیا تھا اور پانی میں داخل ہونے کے بعد اس پر ایک انتہائی ردعمل ہوا۔ اچانک ہی اسے اپنا بدن ایک صحیح کیفیت میں نظر آنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ دوبارہ انسانی شکل اختیار کر گیا۔ اب یہ پتہ نہیں کہ سانولی نے اس کی یہ قوت ختم کر دی تھی یا سمندر کا پانی اس پر اس انداز میں اثر انداز ہوا تھا جبکہ ہاروش سمندر کنارے کھڑا ہوا تھا اور یہ خوفناک منظر دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی بدری ناتھ باہر نکلا ہاروش خوشی سے اس سے لپٹ گیا۔

''میرا اپنا بھی یہی خیال تھا۔''

''کیا مطلب؟''

''شاید تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ بے کراں سمندر شیطان کے زیر اثر نہیں ہوتا اس پر آسمان والے کی رحمتیں ہوتی ہیں۔''

''آہ مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی۔''

''اس سے ہمیں ایک اور تجربہ بھی حاصل ہوا؟''

''وہ کیا؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''وہ یہ کہ جب بھی ہم پر شیطان کا حملہ ہوگا اگر سمندر ہمارے آس پاس ہوا تو ہم اس کی آغوش میں پناہ لے کر شیطان کے حملے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔'' بدری ناتھ کو نہ جانے کیوں اس تصور سے خوشی کا احساس ہوا تھا۔

''آؤ ذرا دیکھیں یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔'' اس وقت اچانک ہی اس جگہ کچھ ہنگامہ سا ہوا۔ یہ لوگ آہستہ آہستہ وہاں قریب پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ہوبا آ رہا ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے سردار بھی چل رہا تھا اس کی شہنشاہت دیکھنے کے قابل تھی اس کے سیاہ لباس میں ہیرے ٹکے ہوئے تھے جو چاند کی روشنی میں اس طرح جگمگا رہے تھے کہ دیکھنے والے کی آنکھیں بند ہو جائیں۔ اسے ایک شاندار چوکی پر بٹھایا گیا اور اس کے بعد سردار بھی اس کے قدموں میں بیٹھ گیا لیکن اچانک ہی پیچھے سے ایک اور چاند طلوع ہوا۔ وہ اتنی حسین لڑکی تھی جسے دیکھ کر انسان ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ چاندنی رات میں وہ کرنوں کی تخلیق ہی معلوم ہو رہی تھی۔ یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کسی تہذیب یافتہ نسل کی لڑکی ہے۔ چہرہ کتابی، جیسا آنکھیں کشادہ، رنگ چمکدار اور جسمانی اعتبار سے ناقابلِ یقین حُسن کی مالک، اس کے بدن پر ایک سرخ رنگ کا لباس تھا اور اس لباس میں وہ ایک متحرک شعلہ معلوم ہو رہی تھی۔ یہاں عورتوں کا ایک گروہ بھی موجود تھا اور یہ اتفاق تھا کہ یہ گروہ ان لوگوں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اچانک ہی ہاروش نے کہا۔

''ذرا دیکھو..... اس حسین لڑکی کو دیکھو مجھے اس کی زندگی خطرے میں نظر آ رہی ہے۔''

''کیوں؟''

''تم سوال کر رہے ہو یہ، تم۔ جس نے مجھے بتایا ہے کہ سانولی سات قربانیاں چاہتا تھا تم سے، سات حسین لڑکیوں کی قربانیاں، جن میں سے تین کو تم نے اس کے نام پر قربان کر دیا اور اس کے بعد اپنی وحشت سے واپس پلٹ پڑے۔ مجھے یوں لگ رہا ہے کہ جیسے اس لڑکی کو بھی قربانی کے لیے لایا گیا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی زندگی بھی ختم ہو جائے گی۔''

بدری ناتھ کا بدن لرز گیا اس کا دل بے اختیار چاہا کہ وہ اس لڑکی کو کسی بھی طرح بچائے لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ ایسا نہیں کر پائے گا۔ دفعتاً ہی اس کے شانے پر کسی نے ہاتھ رکھا اور بدری ناتھ نے بے اختیار پلٹ کر گردن گھمائی۔ وہ ایک دراز قامت عورت تھی۔ بلند و بالا قامت کی مالک۔ اس کی سحر انگیز آنکھیں بدری ناتھ کا جائزہ لے رہی تھیں اور بدری ناتھ کو اس کی آنکھوں میں ایک انوکھی چمک محسوس ہو رہی تھی۔ وہ آہستہ سے بولی۔

''میرا نام سمانہ ہے اور میں سردار کی بیوی ہوں تمہارے بارے میں مجھے پتہ چل چکا

ہے کل کی رات تاریکیوں کی رات ہوگی کیونکہ کل چاند نہیں نکلے گا۔ یہ بات میں اپنے علم کی بنا پر کہہ رہی ہوں۔ ساحل سمندر پر کالی چٹان کے پاس میں تمہارا انتظار کروں گی۔ مجھے تم سے کچھ کام ہے۔'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوئی اور اس نے بدری ناتھ کے کندھے سے ہاتھ ہٹا لیا۔ بدری ناتھ حیرانی سے ہاروش کو دیکھ رہا تھا ہاروش اس کے قریب ہی موجود تھا۔ جب وہ عورت آگے بڑھ گئی تو ہاروش نے کہا۔

''ابھی اس موضوع پر مجھ سے کوئی بات نہ کرنا ہم آگے چل کر بات کریں گے۔'' بدری ناتھ خاموش ہو گیا اور اس کے بعد ان کی نگاہیں اس لڑکی کی جانب اُٹھ گئیں۔ جہاں اسے کھڑا کیا گیا تھا۔ وہاں اس کے دونوں طرف زمین میں ستون گاڑھے جانے لگے۔ ایک تختہ جو کافی وزنی تھا اس کے پیروں کے نیچے رکھ دیا گیا پھر ایک وحشی سی شکل کا آدمی آگے بڑھا اور اس نے تیاریاں مکمل کر دیں ہاروش نے پھر سرگوشی کی۔

''آہ..... وہ بدنصیب، ضرور کسی ظلم کا شکار ہونے والی ہے۔ کاش ہم اس کی مدد کر سکتے۔'' ادھر تمام تیاریاں ہو چکی تھیں۔ وحشی شکل کا آدمی ایک بڑا سا تیشہ لیے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ نہ جانے کیوں بدری ناتھ کے انداز میں ایک بار پھر پھڑ پھڑاہٹ کا احساس ہونے لگا اور وہ اپنے جسم میں تبدیلی محسوس کرنے لگا اس نے ہاروش کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''ہاروش..... میرے جسم میں پھر وہی کیفیت پیدا ہو رہی ہے۔'' ہاروش نے حیرانی سے بدری ناتھ کو دیکھا۔ بدری ناتھ ہاتھوں پیروں کے بل جھکتا چلا جا رہا تھا۔ ہاروش پیچھے ہٹ گیا، وہ کسی خاص واقعے کا منتظر تھا۔ لڑکی کو یقیناً قربانی کے لیے پیش کیا گیا تھا اور اب وہ زندگی کے آخری لمحات سے گزر رہی تھی۔ بدری ناتھ ایک خوفناک کالے چیتے کا روپ اختیار کر چکا تھا پھر اس کے حلق سے ایک خوفناک چنگھاڑ اُبھری اور لوگ چونک چونک کر اِدھر دیکھتے رہے۔ بدری ناتھ نے سب سے پہلے پاس کھڑے دو کو چیر کر پھینک دیا۔ اس کے بعد وہ اس طرف لپکا جہاں لڑکی بندھی ہوئی تھی اور وحشی جلاد جلدا سے ذبح کرنے ہی والا تھا کہ بدری ناتھ نے اس پر چھلانگ لگا دی اور جلاد کو اپنے بھاری جبڑوں میں دبوچ کر دور تک لے گیا پھر اس نے جبڑے دبائے تو جلاد کی گردن اس کے شانوں سے جدا ہو گئی اور اس کا سر بدری ناتھ کے منہ میں دبا رہ گیا۔ ہر طرف ایک خوفناک بھگدڑ مچ گئی تھی۔ کوئی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ سانولی نے لڑکی کی قربانی قبول نہیں کی اور وہ بچ گئی ادھر بدری ناتھ دس بارہ افراد کو ہلاک کر چکا تھا۔ سردار کے آدمی نیزوں سے لیس ہو کر بدری ناتھ کے پیچھے دوڑے۔ اتنا بڑا گروہ تھا کہ اگر وہ بدری ناتھ کو گھیر لیتا تو یقینی طور پر اسے کوئی نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا تھا لیکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہ جانے کس طرح کالے چیتے کے روپ میں بدری ناتھ کو عقل آ گئی۔ اس نے سمندر کا رُخ کیا اور تھوڑی سی دیر کے بعد وہ لہروں کے درمیان پہنچ گیا اور دور تک چلا گیا۔ دوڑنے والے اس کا تعاقب کر رہے تھے اور چیختے چلاتے جا رہے تھے۔ ادھر یہ بات ان لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئی تھی کہ مہا سانولی نے لڑکی کی قربانی قبول نہیں کی اور ہوبا اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ بدری ناتھ لہروں میں گم ہو گیا تھا اور اسے تلاش کرنے والے اسے تلاش نہیں کر پائے تھے۔ دوسری صبح وہ سمندر سے باہر نکل آیا اس نے ایک ویران ساحل تلاش کیا تھا۔ یہاں سے وہ گھومتا پھرتا ہوا آخر کار ہاروش کے پاس پہنچ گیا۔ ہاروش اسے دیکھ کر خوشی سے اُچھل پڑا تھا اس نے کہا۔

''اور مجھے یقین تھا کہ تُو واپس آئے گا۔''

''اُدھر کی سنا؟''

''نہیں ادھر سب ٹھیک ہے تُو نے بروقت عمل کیا اور اس لڑکی کی زندگی بچ گئی۔ جس کا نام وِیناش ہے۔''

''لڑکی کہاں ہے؟''

''ایک ایسے گروہ نے جو قدیم بزرگوں کا گروہ ہے اسے اپنی تحویل میں لے لیا ہے اور لوگوں کے درمیان کافی اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔''

''اختلاف؟''

''ہاں۔''

''کس بات پر؟''

''جیسا کہ تیرے علم میں آ چکا ہے کہ قبیلے کے لوگ پانی والے کہلاتے ہیں اور ہوبا جو کہیں اور سے یہاں آتا ہے غالباً آس پاس کے کسی جزیرے سے، وہ آگ کا پجاری ہے۔ ان دونوں کے درمیان تھوڑا سا اختلاف ہے۔ پانی والوں میں سردار بے شک کسی حد تک ہوبا سے دبا دبا رہتا ہے لیکن بزرگوں کا وہ گروہ جس نے وِیناش کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ اچھی خاصی طاقت رکھتا ہے اور قبیلے کے سینکڑوں افراد ان سے تعاون کرتے ہیں۔ ان بزرگوں نے کہا ہے کہ جس لڑکی کو سانولی نے قبول نہیں کیا اسے کوئی نقصان پہنچانے کا مطلب ہے کہ سانولی کے قہر کو آواز دی جائے اور وہ لوگ اس سے گریز کر رہے ہیں۔ وہ لوگ سانولی کے قہر کو آواز نہیں دینا چاہتے۔ چنانچہ لڑکی ان کی تحویل میں ہے۔''

''ہوبا کیا کہتا ہے؟''

''ہوبا کہتا ہے کہ اس کے لیے زمین پر پناہ نہیں ہے اسے کسی بھی شکل میں رکھا جائے لیکن اگلی رات کی چودھویں کو اسے ضرور قربان کر دیا جائے گا۔ اس وقت تک چاہیں تو بوڑھے پانی والے اپنا شوق پورا کر لیں۔''

''واہ بڑی زبردست چپقلش پیدا ہو گئی ہے۔ اچھا ایک بات بتاؤ ہاروش۔''

''پوچھ میری جان! تُو نے میرا سارا وجود اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔''

''تیرا سارا وجود؟''

''ہاں.....''

''میں سمجھا نہیں۔''

''مجھے وہ وقت بھی یاد ہے جب پہلی بار تُو نے کالے چیتے کا روپ دھارا اور ان سب کو ہلاک کر دیا جو تیرا پیچھا کرتے ہوئے یہاں تک آئے تھے۔ یہ بہت بڑا عمل ہوا۔ میں بچ گیا دیکھ ہر شخص سب سے پہلے اپنی زندگی کا خواہاں ہوتا ہے اور اسی سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے۔ میں بھی انہی میں سے ایک ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تجھے یہ قوت سانولی ہی نے بخشی ہے لیکن یہ قوت جس طرح تُو نے استعمال کی وہ بے مثال ہے۔''

''سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب ہم آگے کیا کریں گے۔''

''یہ تو غور کرنا پڑے گا۔''

''مجھے یہ بتا ہاروش کہ ان لوگوں کو یہ شبہ تو نہیں ہو سکا کہ کالے چیتے کے روپ میں مَیں تھا۔''

''نہیں بھلا کون ایسا سوچ سکتا ہے۔ جب تک کہ کوئی اسے نہ بتائے۔''

''بات تو ٹھیک کہہ رہا ہے تو اب وِیناش کہاں ہے؟''

''بزرگوں کے قبضے میں ہے۔ میں اس جگہ کا پتہ جانتا ہوں۔''

''ہوں..... ٹھیک چل درست ہے۔ ہمیں آرام کرنا ہو گا اور یہاں جزیرے کی ہنگامہ آرائیوں کو دیکھنا ہو گا۔ کیا دلچسپ واقعات پیدا ہو گئے ہیں میں نے اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ مختلف پریشانیوں میں گزارا ہے لیکن اب مجھے لگ رہا ہے کہ زندگی کا صحیح مزا آئے گا۔''

ہاروش کے چہرے پر کسی قدر تشویش کے آثار پھیل گئے تھے۔

''کیوں؟ تُو مجھے کچھ پریشان نظر آ رہا ہے۔'' بدری ناتھ نے کہا۔

''پریشانی کی بات ہے زندگی تو ایک بار جانی ہی ہوتی ہے اور ہماری زندگی بھی آخر کار چلی جائے گی لیکن بعض اوقات زندہ رہنے کو دل چاہتا ہے۔ ہمیں اس جزیرے پر بہت کچھ کرنا ہو گا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''میں ایک بات بتانا تجھے بھول گیا۔'' بدری ناتھ نے کہا۔

''کیا؟''

''سردار کی بیوی سمانہ نے مجھے طلب کیا ہے۔''

''آہ..... یہ ایک دلکش انکشاف ہے۔''

''کالی چٹان نامی ایک جگہ ہے جہاں وہ آج رات مجھ سے ملے گی۔''

''احتیاط شرط ہے ملنا ضرور۔''

''ٹھیک ہے۔ میں پوری احتیاط کے ساتھ اس سے ملوں گا۔'' بدری ناتھ نے جواب دیا۔ اور پھر اس رات وہ کالی چٹان کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد سردار کی بیوی سمانہ سے ملنے چل پڑا۔ ویسے بھی بدری ناتھ کی عمر کا تجربہ بہت کافی تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی شیطان نے اسے جو عقل جو قوت بخشی تھی اور اس کے تحت اس نے جو کچھ کیا تھا وہ بہت سے تجربے کار لوگوں پر حاوی تھا۔ بہرحال اس نے کالی چٹان تلاش کر لی۔ قرب و جوار کا ماحول بے حد خاموش اور ہولناک تھا اور یہ علاقہ جہاں کالی چٹان واقع تھی۔ شاید اس جزیرے کا سب سے خوفناک علاقہ تھا۔ وہ کالی چٹان کے پاس پہنچا ہی تھا کہ اسے عقب سے کچھ آہٹوں کا احساس ہوا اور پھر اس نے سیاح لبادے میں ملبوس اس چمکتی ہوئی عورت کو دیکھا جو بے حد حسین تھی اور سیاہ لبادے میں اس کا پُروقار چہرہ بڑی عجیب و غریب کیفیتوں کا حامل تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بدری ناتھ کے سامنے پہنچ گئی۔

''آؤ یہاں ایک جگہ ایسی ہے جہاں کسی کی نگاہ نہیں پہنچتی۔ ویسے یہاں آتے ہوئے تمہیں کسی نے دیکھا تو نہیں؟''

''کسی نے نہیں۔''

''تمہیں کیا یقین ہے؟''

''ہاں.....'' بدری ناتھ نے جواب دیا اور عورت کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی اس کی مسکراہٹ بے حد حسین تھی۔

''جو لوگ اتنے پُراعتماد لہجے میں بات کرتے ہیں وہ عام لوگ نہیں ہوتے۔ ویسے بھی میرے علم نے تمہارے بارے میں مجھے بہت کچھ بتایا ہے۔ پہلے میرے علم کی تصدیق کر دو۔ آؤ کھڑے کیوں ہو۔'' وہ بولی اور بدری ناتھ اس کے ساتھ چل پڑا وہ اسے ساتھ لے کر کالی چٹان کے عقب میں لے گئی۔ جہاں ایک سائبان نما جگہ نظر آ رہی تھی۔ یہاں واقعی بیٹھنے کے لیے بھی بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے جن کی سطح بالکل سپاٹ تھی۔ اس نے بدری ناتھ کو

بیٹھنے کی پیش کش کی۔

''میں تم پر بالکل یہ اظہار نہیں کروں گی کہ میں بہت بڑے علم کی مالک ہوں لیکن مختصر الفاظ میں میں اپنا تعارف کرائے دیتی ہوں۔ میں جس شخص کی بیٹی تھی یا ہوں وہ صاحب علم تھا لیکن اس کا علم ذرا مختلف تھا اور میں تمہیں اس کے بارے میں بالکل نہیں بتا سکتی بس اتنا بتا سکتی ہوں کہ اس کا علم شیطانی علم نہیں تھا۔ نہ وہ کالے جادو کا ماہر تھا اور نہ سانولی کا پیروکار اس کے نظریات بالکل الگ تھے جن کی تفصیل براہِ کرم مجھ سے نہ پوچھنا۔ خیر میں اب بھی اس علم کا سہارا لیتی رہتی ہوں اور اس کی تم سے بات کر رہی تھی۔''

''مجھے یہ بات معلوم ہے کہ تم اس جزیرے کے حکمران کی بیوی ہو۔''

''ہاں کیوں نہ معلوم ہوتی۔ تمہیں اور تمہارے ساتھی کو یہاں آئے ہوئے کافی دن گزر گئے ہیں۔''

''تم میرے ساتھی کو بھی جانتی ہو۔'' بدری ناتھ نے حیرت سے سوال کیا۔

''میں نے کہا نا..... میں بہت کچھ جانتی ہوں اور خاص طور سے تم پر تو میری پوری پوری توجہ تھی۔''

''وجہ؟''

''ہاں..... مجھے تھوڑی سی وجہ کا علم ہے۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو جو کچھ میں تم سے کہنا چاہتی ہوں وہ بالکل الگ بات ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ تم مجھ پر پورا بھروسہ کر لو یا جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اس پر یقین کر لو لیکن پھر بھی میں تمہیں اپنے بارے میں یقین دلانا چاہتی ہوں کہ اگر تم میری مدد پر آمادہ ہو جاؤ تو میں خود بھی تمہاری ہر وہ مدد کروں گی جس کی تم ضرورت محسوس کر رہے ہو۔''

''تم مجھ سے کیا مدد چاہتی ہو؟''

''اتنی جلدی تمہیں اس بارے میں نہیں بتا سکتی۔ پہلے تمہیں میرے سوالات کے جواب دینا ہوں گے اس کے بعد.....''

''بولو.....'' بدری ناتھ نے کہا۔

''تم کہیں اور سے آئے ہو۔''

''ہاں..... میں اس جزیرے کا باشندہ نہیں ہوں۔''

''یہ بات مجھے معلوم ہے۔''

''ٹھیک.....''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''کہاں سے آئے ہو؟''

''بہت سے مرحلوں سے گزر کر۔''

''میرا علم مجھے بتاتا ہے کہ اس سے پہلے تم شیطان کے پیروکار تھے۔ جبکہ پانی والے بھی اور آگ کا بیٹا بھی۔ خیر..... مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ ہاں میرا علم یہ بتاتا ہے کہ کسی ایسے مسئلے میں جسے تم اپنے طور پر نہیں چاہتے تھے شیطان سے تمہاری کچھ دشمنی ہوگئی ہے۔'' بدری ناتھ ہنس پڑا۔ پھر اس نے کہا۔

''اور تم جانتی ہو سمانہ کہ شیطان سے دشمنی آسان نہیں ہوتی لیکن میں نے یہ جھگڑا مول لے لیا ہے۔''

''اور اس کی وجہ؟''

''ہاں..... میرا ماضی جو کچھ رہا ہے سمانہ! وہ میرے لیے دُکھوں کا انبار ہے لیکن جب ماضی کے دُکھوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے میں نے ایک ایسی جگہ کا رُخ کیا۔ جہاں میرے لیے دو راستے تھے۔ ایک نیکیوں کا راستہ اور دوسرا بدی کا لیکن میرا انتخاب غلط ہوگیا۔ میں شیطان کے قدموں میں پہنچ گیا اور وہاں جا کر میں اپنا ایمان کھو بیٹھا۔''

''کتنے دُکھ کی بات ہے پھر کیا ہوا؟''

''بس سمانہ! یوں سمجھ لو کہ اس کے بعد میں شیطان کے جال میں پھنس گیا۔ شیطان نے مجھے قوتیں دیں اور مجھے ہدایت کی کہ میں اس کے قدموں میں سات کنواریوں کی بھینٹ دوں اس نے مجھے اپنا حلیہ تبدیل کر لینے کا اشارہ کیا اور مجھ میں یہ قوتیں پیدا ہوگئیں۔ پہلی لڑکی کی ہلاکت پر مجھے شدید دُکھ ہوا۔ دوسری لڑکی جو بہت ہی عجیب وغریب حیثیت کی مالک تھی ایک انتہائی معصوم لڑکی جو وقت کے ہاتھوں ٹھوکریں کھاتی ہوئی خون آشام بن گئی اور اس کے بعد ایک ایسی لڑکی جس نے مجھے دیکھ کر اپنے دل میں محبت کا پودا لگایا اور ابھی وہ کونپل ہی میں تھی کہ ہلاک ہوگئی۔ وہیں سے میرا دل سانولی کے خلاف بھر گیا اور میں نے اس سے انحراف کر کے فرار کی راہ اختیار کر لی اور اس فرار کے بعد ہی میں یہاں تک پہنچا ہوں۔'' سمانہ حیرت سے بدری ناتھ کی کہانی سنا رہی تھی پھر اس نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

''اس وقت تو یوں سمجھ لو کہ ہر طرف شیطان ہی کا بول بالا ہے۔ جسے دیکھو اس کے قدموں پر نثار ہو رہا ہے۔ اچھی اچھی جگہ، اچھے اچھے لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں۔ یہ علاقے الگ ہیں یہ جزیرے ہیں، جہاں یہ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن اصل میں شیطان اپنے پاؤں ہر جگہ پھیلائے ہوئے ہے۔ خیر..... میں اپنے علم کے ذریعے یہ بات سوچ رہی تھی کہ

تمہارے پاس بہت سی قوتیں ہیں میں تم سے ایک کام لینا چاہتی ہوں اور یقین کرو کہ اگر میرا وہ کام ہوگیا تو میں نہ جانے تمہیں کیا کیا پیش کش کر دوں۔''

''مجھے کھل کر بتاؤ سمانہ کہ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟'' اس نے دلچسپ نگاہوں سے بدری ناتھ کو دیکھا اور پھر ہنس کر بولی۔

''یہاں میں سردار کی بیوی ہوں۔ ہر شخص میری اتنی عزت کرتا ہے کہ بعض اوقات میں خود اس عزت سے اُکتا جاتی ہوں لیکن تم مجھے کتنی بے تکلفی سے سمانہ سمانہ کہہ کر مخاطب کر رہے ہو۔ مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میں تم سے جو کام لینے کی خواہش مند ہوں اس کے نتیجے میں اگر تم اس جزیرے سے نکلنا چاہو گے تو میں تمہیں یہاں سے باعزت طریقے سے نکال دوں گی۔ اگر تم اس جزیرے میں اپنا اقتدار چاہو گے اور یہیں رہنا چاہو گے تو میں ایسا بھی کر سکتی ہوں تم اگر چاہو گے تو میں اس جزیرے کو شیطان کی بُرائیوں سے پاک بھی کر سکتے ہو حالانکہ یہ بہت مشکل اور بہت بڑا کام ہوگا کیونکہ یہاں سب ہیں ہی شیطان کے پیروکار۔ خیر یہ سب کچھ بھی نہ کرو تو میں تمہیں اتنا مال و دولت دوں گی کہ تم باقی زندگی آرام سے گزار دو گے۔''

''سمانہ مجھے اپنا کام بتاؤ۔''

''تمہیں ایک شخص کو ہلاک کرنا ہوگا۔''

''قتل؟''

''ہاں.....''

''اوہ..... جن چیزوں سے میں بچنا چاہتا ہوں وہی بار بار میرے سامنے آ جاتی ہیں۔ قتل و غارت گری، شیطان کی خوشی کا باعث ہوتی ہے۔ تم مجھے اسی کام میں شامل کرنا چاہتی ہو۔''

''لیکن جس شخص کو میں قتل کرانا چاہتی ہوں وہ خود بھی شیطان کا سب سے بڑا پیروکار ہے اور یوں سمجھ لو تم نے اگر شیطان کے خلاف بغاوت کا بیڑا اٹھایا ہے تو یہ اس سلسلے کی ایک کڑی ہوگی اور تمہیں اس شخص کو قتل کر کے خوشی بھی ہوگی۔ کیونکہ میں تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں گی۔''

''تو بتاؤ کون ہے وہ۔''

''نہیں ایسے نہیں۔''

''تو پھر۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''پہلے تمہیں میرے سامنے قسم کھانی ہوگی۔''

''میری قسم بالکل بے مقصد ہے کیونکہ میں شیطان کے سامنے اپنا ایمان کھو بیٹھا ہوں۔''

''ایک سادہ سی قسم، دنیا میں اور کسی رشتے پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ ماں باپ کا رشتہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان ہر حالت میں اس کی عزت کرنے اور احترام کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور یقیناً تم کسی ماں باپ کی اولاد ضرور ہو گے اگر شیطان نے تمہیں بہکا دیا ہے اور تم بُرائی کے راستے پر جا نکلے ہو تب بھی کم از کم ماں باپ کا مقام اپنی جگہ ہوگا اور میں تمہیں انہی ماں باپ کی قسم دینا چاہتی ہوں کہ مجھے بتاؤ کیا تم میری بات کو اپنے دل میں رکھو گے۔ اگر تم وہ قتل کرنے پر آمادہ نہ بھی ہو تب بھی کم از کم تمہیں یہ وعدہ کرنا پڑے گا کہ تم اس بات کو صیغہ راز میں رکھو گے۔''

''میں یہ وعدہ با خوشی کر سکتا ہوں تمہارے راز کو میں کبھی زبان پر نہیں لاؤں گا تم نے جس شخص کے قتل کے لیے مجھے کہا اگر میرا دل اس بات کو قبول نہ بھی کرے گا۔ تب بھی تم یہ سمجھ لو کہ میں یہ بات کسی کے سامنے نہیں لاؤں گا۔''

''یہی میں چاہتی ہوں۔''

''تو ٹھیک ہے میں اپنے ماں باپ کی قسم کھاتا ہوں کہ جو وعدہ میں تم سے کروں گا اس کی بات پر احترام کروں گا۔''

''ٹھیک ہے تو پھر جس شخص کو تمہیں قتل کرنا ہے اس کا نام ہوبا ہے۔'' سمانہ نے بتایا اور بدری ناتھ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے تعجب بھری نگاہوں سے سمانہ کو دیکھا تو اس نے سمانہ کی آنکھیں بھی بند پائیں وہ ایک عجیب سی جذباتی کیفیت کا شکار ہو گئی تھی۔ وہ حیرت سے اس عورت کو دیکھتا رہا پھر بولا۔

''تم نے ہوبا کا نام لیا ہے؟''

''ہاں.....''

''لیکن سمانہ وہ تو سردار کا بھی پیر ہے۔''

''نہیں..... وہ صرف شیطانی قوتوں کا مالک ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔''

''مگر سردار تو اس کی بہت عزت کرتا ہے؟''

''میں جانتی ہوں لیکن صورتِ حال بالکل مختلف ہے۔''

''کیا؟ ذرا سی اور تفصیل بتاؤ گی۔''

''ہاں..... ہوبا کا حلیہ تم نے دیکھا ہے تم دیکھ رہے تھے کہ وہ کس طرح ویناش کی زندگی

لینا چاہتا تھا؟''

''ہاں.....''

''اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ آسمانی قوتوں نے ویناش کی مدد کی نہ جانے کہاں سے ایک سیاہ چیتا نمودار ہوا اور اس نے بہت سے لوگوں کو چیر پھاڑ کر کے پھینک دیا اور اس طرح ویناش اس بار بچ گئی لیکن میں جانتی ہوں کہ ہوبا اسے جینے نہیں دے گا۔''

''ہوبا اس سے کیا چاہتا ہے؟''

''وہ اسے اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے۔''

''وہ اسے اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے؟''

''ہاں..... اور ویناش کہتی ہے کہ وہ سو بار مرنے کے لیے تیار ہے لیکن ہوبا کی بات بالکل بھی نہیں مانے گی۔''

''اوہ مگر تم؟''

''وہی تمہیں بتانے جا رہی ہوں۔''

''بتاؤ..... اور کیا بات ہے؟''

''ویناش میری بہن ہے۔'' سمانہ نے جواب دیا اور بدری ناتھ پُر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ شیطان نے اسے سات کنواریوں کی بھینٹ چڑھانے کی ہدایت کی تھی لیکن تین لڑکیاں اس کے لیے ہلاک ہوئیں اور تو کچھ نہیں اگر ہوبا کو قتل کر کے ویناش کی زندگی بچائی جا سکے تو اس سے اچھی بات اور کوئی بھی نہیں ہوگی۔ کچھ دیر تک وہ سوچتا رہا اور پھر اس نے کہا۔

''سمانہ میں خلوص دل سے اس کام کے لیے تیار ہوں۔'' سمانہ کے چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ تھوڑی دیر تک بدری ناتھ اور وہ خاموش رہے غالباً دونوں ہی جذباتی طور پر کچھ سوچ رہے تھے پھر بدری ناتھ نے کہا۔

''تم مطمئن رہو میں یہ کام کر لوں گا لیکن اگر اس میں کچھ وقت لگ جائے تو کوئی حرج تو نہیں ہے۔''

''نہیں کوئی حرج نہیں ہے ابھی وہ ویناش کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

بس تو پھر تم یہ سمجھ لو کہ یہ کام مجھے کرنا ہے ویسے ویناش کہاں ہے؟''

''اس وقت بھی وہ ہوبا کی تحویل میں ہے۔ ہوبا اسے اپنی تحویل میں رکھے ہوئے ہے۔ مجھے صحیح صورتِ حال تو معلوم نہیں ہو سکی لیکن اتنا میں جانتی ہوں کہ پُر اسرار قوتوں کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مالک ہو با، شیطان سے رابطہ قائم کر رہا ہوگا اور یہ معلوم کر رہا ہوگا کہ آخر کار کالا چیتا کہاں سے نمودار ہوا تھا۔'' بدری ناتھ نے دل میں سوچا کہ جس طرح بھی بن پڑے گا وہ یہ کام جلد سے جلد کرنے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ یہ بات شیطان سے زیادہ اور کون جانتا تھا کہ کالا چیتا کون ہے؟ آخر کار اس نے کہا۔

''مجھے یہیں سے تھوڑا سا اس جگہ کے بارے میں بتاؤ جہاں ہو با کا قیام ہے اور جہاں وہ لڑکی وینا ش مل سکتی ہے۔'' سمانہ اسے اس بارے میں پوری تفصیل بتانے لگی۔

☆=======☆=======☆

بدری ناتھ بہت دیر تک کالی چٹان کے پاس سمانہ سے باتیں کرتا رہا اور پھر وہاں سے واپس چل پڑا جب وہ اپنی رہائش گاہ پر واپس پہنچا تو ہاروش کو اپنا منتظر پایا اب یہ فیصلہ کرنا تھا کہ سردار کی ملکہ سمانہ سے جو بات چیت ہوئی تھی۔ اس سے ہاروش کو آگاہ کیا جائے یا نہیں لیکن ہاروش آج تک ایک راز دار ساتھی ثابت ہوا تھا۔

چنانچہ بدری ناتھ نے ملکہ سمانہ کی ساری کہانی ہاروش کے گوش گزار کر دی اور ہاروش نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

''تو کیا کہتا ہے ہاروش۔''

''میں کچھ نہیں کر سکتا۔ میں کچھ نہیں کر سکتا۔'' ہاروش نے گردن جھٹک کر کہا اور بدری ناتھ خاموش ہو گیا لیکن دوسری رات جب وہ ماحول سنسان ہونے کے بعد وہ اپنی رہائش گاہ سے باہر نکلا تو صرف ایک شخص جاگ رہا تھا۔ جو اس کے لیے پریشان تھا اور یہ ہاروش ہی تھا اور ہاروش کے سوا اور ہو بھی کون سکتا تھا۔ چنانچہ جب بدری ناتھ آگے بڑھا تو ہاروش نے عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ بدری ناتھ نے کہا۔

''دیکھو ہاروش! بڑی راز داری سے میں نے اس کام کا بیڑا اُٹھایا ہے اور میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کام میں اسی رات کر لوں گا اور سمانہ سے بھی میں نے یہی بات کہی ہے کہ میں کوششوں میں مصروف ہو جاتا ہوں لیکن بوڑھے ہو با کو میں کب قتل کر سکوں گا۔ یہ بات میں دعوے سے نہیں کہہ سکتا ممکن ہے مجھے اس میں کافی وقت لگ جائے اور سنو..... خبردار میرا پیچھا نہ کرنا۔ اگر تم نے میرا پیچھا کیا تو مجھے مشکل پیش آئے گی۔''

''اپنا خیال رکھنا..... تمہاری زندگی اب میری زندگی بن گئی ہے۔'' بدری ناتھ آگے بڑھ گیا اور ان راستوں پر چل پڑا جہاں کوئی نہیں جاتا تھا اور جن راستوں کو انتہائی مخدوش کہا جاتا تھا۔ وہ ان ریت کے ٹیلوں پر سفر کرتا ہوا آخر کار اس نخلستان جیسے حصے میں پہنچ گیا جو بہت

خوب صورت تھا لیکن یہ حسین جگہ خوفناک ہو با نے اپنے لیے منتخب کی ہوئی تھی۔ وہ اگر چاہتا تو اپنے سحر سے کام لے کر درختوں کی یہ چھاؤں پورے قبیلے کے لیے مہیا کر دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ بہر حال جس خیمے میں وہ رہتا تھا۔ وہ اندر سے روشن نظر آ رہا تھا۔

شعلوں کا یہ عکس درختوں کے درمیان بنے ایک چھوٹے سے پانی کے تالاب کو روشن کر رہا تھا اور اس پانی کے تالاب میں چاند اُترا ہوا تھا اور بہت سے ستارے ایک دوسرے سے ہم آغوش ہو کر ایک انسانی وجود کی شکل اختیار کر گئے تھے یا پھر یہ صرف بدری ناتھ کا احساس تھا۔ جس نے اتنی بہت ساری باتیں سوچی تھیں لیکن حقیقت صرف اتنی تھی کہ وہ کوئی لڑکی ہی تھی۔ لمبے سیاہ بالوں والی ایسے ملاحت بھرے نقوش والی کہ دیکھو تو پلکیں جھپکنا بھول جائیں۔ آنکھیں اس طرح کھلیں کہ پھر بند ہونا بھول جائیں۔ اس کی جسمانی موزونیت اس کے لباس سے جھلک رہی تھی اور اس پر سے نگاہ ہٹا لینا ایک مشکل کام تھا۔

بدری ناتھ نے اپنی زندگی جس طرح گزاری تھی وہ اس طرح کے احساسات سے دور کی چیز تھی۔ وہ تو مشکلات ہی میں پلا بڑھا تھا اور مشکلات ہی سے گزرتا چلا آ رہا تھا۔ ایک غلط فیصلے نے اسے شیطان کے چنگل میں پھنسا دیا تھا لیکن اب کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اور جو کچھ کیا جا سکتا تھا وہ اس کے لیے جدوجہد کر رہا تھا۔ لڑکی کو دیکھ کر اسے پہلی بار احساس ہوا کہ رنگ برنگے پھول، خوش نما پرندے جھاگ اُڑاتی لہریں، چٹانوں کا سحر، چلتی ہوئی ہوائیں، چڑھتا ہوا چاند، گرتے ہوئے جھرنے یہ سب اپنا حُسن رکھتے ہیں لیکن یہ ساری چیزیں بے جان نہیں انہیں دیکھ کر دل کو فرحت کا احساس تو ضرور ہوتا ہے لیکن انہیں چھو کر دیکھنے کو دل نہیں چاہتا یہ نہیں سوچا جاتا کہ لپک کر چاند کو ہاتھوں میں لیا جائے اور محسوس کیا جائے کہ وہ کیسا ہے یا ستارہ مٹھی میں لے لیا جائے یا گرتے ہوئے آبشار کے پانی کو بازوؤں کی گرفت میں دبوچ لیا جائے اور اس پر اپنے ہونٹوں کا لمس چسپاں کر دیا جائے وہ تو بس دیکھ کر لطف اندوز ہونے کی چیز ہوتے ہیں اور یہ حُسن ایسا تھا جسے چھونے کو جی چاہے جسے سونگھنے کو جی چاہے۔

پانی کے اس چھوٹے سے تالاب میں پاؤں کس طرح بھیگے یہ بدری ناتھ کو خود علم نہیں ہو سکا۔ اس نے اس حُسن مجسم کو کس طرح چھوا یہ بھی اسے اندازہ نہیں ہو سکا لیکن پتھر میں گداز نہیں ہوتا۔ وہ تو پتھر کی تصویر تھی۔ ایسے معصوم نقوش ایسے حسین نقوش کہ بس آنکھیں اس پر جم کر رہ جائیں بدری ناتھ کے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

''اگر تو مسکرائے تو کیسا لگے؟'' یہ اس کی آرزو نہیں تھی بس ایک احساس تھا جو ایک لمحے کے لیے اس کے دل میں اُترا تھا لیکن شاید انسان کا تصور انسان کو ہر وہ چیز دے دیتا ہے جس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے بارے میں وہ سوچے اس کے ہونٹ مسکرا دیئے اور بدری ناتھ حیرانی سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔

''تُو مسکرا سکتی ہے؟'' وہ تعجب بھرے لہجے میں بولا۔

''ہاں..... کیوں نہیں۔'' اس کے ہونٹوں سے ترنم کا آبشار پھوٹا۔

''تُو بول بھی سکتی ہے۔''

''ہاں..... ہاں بول سکتی ہوں۔''

''مگر کون ہے تُو؟''

''یہ نہیں بتا سکتی۔

''کیوں؟''

''مجھے اجازت نہیں ہے۔''

''کس نے یہ پابندی تجھ پر لگائی ہے۔''

''یہ بھی نہیں بتا سکتی۔''

''کیا ہوا نے؟'' بدری ناتھ نے کہا۔

''ہوا بے وقوف ہے۔'' لڑکی کے منہ سے آواز نکلی اور بدری ناتھ حیران ہو گیا۔

''تُو ایک بات بتا تُو سچ مچ بول رہی ہے یا یہ صرف میرا تصور ہے۔''

''مجھے دوبارہ چھو کر دیکھ۔'' اس نے کہا اور بدری ناتھ نے اسے چھو کر دیکھا کچھ لمحوں پہلے بھی اس نے اسے چھو کر دیکھا تھا لیکن اس لمحے وہ پتھر کی تھی اور اب یوں لگ رہا تھا جیسے پانی بھرے بادل اس کی تشکیل کا باعث بنے ہوں نرم، گداز۔

''آہ..... تُو بالکل انسان لگ رہی ہے۔''

''تو کیا تُو نے مجھے جانور سمجھا تھا؟'' وہ آہستہ سے بولی۔

''لیکن ابھی چند لمحے پہلے تو۔''

''ہاں.....''

''مگر کیوں؟''

''یہ نہ پوچھ..... مگر تُو کون ہے؟''

''میں..... بس یوں سمجھ لے تیرا پرستار ہوں۔''

''کہاں سے آیا ہے؟''

''قیدی ہوں اور ہوا کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیوں؟''

''تیری آزادی کے لیے۔''

''میری آزادی۔''

''ہاں.....''

''مگر کیوں؟''

''پہلے یہ کام صرف تیری بہن چاہتی تھی تیرا نام ویناش ہے ناں لیکن اب میں چاہتا ہوں۔''

''آہ..... تُو اپنی فکر کر اپنی زندگی بچا ورنہ وہ تجھے ناش کر دیں۔''

''مگر تجھے کیسے معلوم؟''

''بس میں سب کچھ جانتی ہوں۔''

''مگر تُو یہاں تالاب میں کیا کر رہی ہے؟''

''اسی نے مجھے یہاں کھڑا کر دیا ہے۔''

''اور تُو کھڑی ہے؟''

''ہاں.....''

''تھکی نہیں۔''

''نہیں۔''

''تُو کہتی ہے کہ تُو انسان ہے۔''

''تو تجھے کیا نظر آتا ہے۔''

''مگر تُو بہت عجیب ہے۔''

''ہاں.....''

''میں جیسی بھی ہوں لیکن تُو بھی کسی سے کم نہیں ہے کیا میں تجھ سے ملتے رہنے کی فرمائش کر سکتی ہوں۔ میرے چہرے کو اپنے دل میں اُتار لے مجھے بھولنا نہیں۔ میں بھی تجھ سے دور نہیں رہوں گی اور اگر تُو مجھے مجبور ہی کرتا ہے کہ میں تیرا نام معلوم کروں اور پھر اس کے بعد اپنے بارے میں تجھے بتاؤں تو تُو خود میرا نام لے چکا ہے۔ میرا نام ویناش ہے۔'' بدری ناتھ سحر زدہ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

دفعتاً ایک گرجدار آواز اُبھری جیسے کوئی گولا پھٹا ہے۔ بدری ناتھ چونکا تو وہ جلدی سے بولی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اب بس فوراً چلا جا یہاں سے۔ جا دیر نہ کر کل کی رات باقی ہے اور ابھی بہت وقت ہے۔ جا میری بات مان لے۔"

"میں دوبارہ تیرے پاس ضرور آؤں گا۔" بدری ناتھ نے کہا اور دوسرے ہی لمحے اس نے وہاں سے دوڑ لگا دی۔ کافی فاصلے پر جا کر اس نے پلٹ کر دیکھا ہوبا اپنے خیمے سے باہر نکل آیا تھا اور چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پتہ نہیں اسے کس طرح بدری ناتھ کے وہاں پہنچنے کی اطلاع مل گئی تھی۔ مگر بدری ناتھ کو اب اس بات کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ دوڑتا ہوا اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ یہاں ہاروش اس کا منتظر تھا۔ اس نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"تُو زندہ سلامت ہے۔ خیریت تو ہے؟ کیا کیا تُو نے ابھی تک؟"

"کچھ نہیں میں بس اس کی رہائش گاہ دیکھ آیا ہوں۔" بدری ناتھ نے جواب دیا۔

"تجھے...... کسی نے تجھے دیکھا تو نہیں۔"

"نہیں...... مجھے ہوبا نے دیکھ لیا ہے۔"

"کیا؟" ہاروش کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور بدری ناتھ کو ہنسی آ گئی۔

"کیسا تھا وہ دھماکہ؟" ہاروش نے پوچھا۔

"اس کے بارے میں مَیں نہیں جانتا۔"

"اچھا وہاں جا کر تم نے کیا کیا؟"

"کچھ نہیں۔" بدری ناتھ آہستہ سے بولا۔ اس کا دل چاہا تھا کہ وہ اس سے جھوٹ بولے۔

ہاروش نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بدری ناتھ اپنے بستر پر آ کر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔

آج کی نیند بڑی عجیب تھی۔ پتہ نہیں کیوں صبح کی روشنی تک اسے ویناش ہی نظر آتی رہی تھی۔ پھر تب وہ جاگا۔ جب ہاروش اسے اٹھا رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟"

"جلدی اُٹھ باہر کی آواز سن۔ کیا کہا جا رہا ہے؟" ہاروش بولا اور بدری ناتھ اس آواز پر غور کرنے لگا لوگ زور زور سے چیخ کر کہہ رہے تھے۔

"ایک ایک فرد اپنے خیمے سے باہر نکل آئے اور بڑے ٹیلوں کے درمیان جمع ہو جائے۔ یہ سردار کا حکم ہے۔ یہ ہوبا کا حکم ہے۔ کوئی شخص اپنے خیمے میں نہ رہے چلو ہر شخص کو باہر نکالو۔ نکل آئے ہر شخص باہر نکل آئے۔"

"یہ سب بلا وجہ نہیں ہے۔"

"ہوگا۔ مجھے آرام کرنے دے۔"

"نہیں...... یہ آرام کا وقت نہیں ہے تُو میرے ساتھ چل اُٹھ میرے ساتھ چل۔"

ہاروش نے اس طرح بدری ناتھ کو مجبور کر دیا کہ وہ اس کے ساتھ اُٹھ کر چل پڑا ان دونوں نے دور ہی سے اس میدان کو دیکھ لیا تھا۔ اس میدان میں اس وقت اتنا بڑا مجمع تھا کہ اس سے پہلے کبھی اتنے سارے لوگ یکجا نہیں ہوئے تھے۔ مرد، بچے، بوڑھے، عورتیں سردار کے کہنے پر ہر شخص باہر نکل آیا تھا۔ بدری ناتھ نے سمانہ کو بھی دیکھا۔ جو دوسری عورتوں کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی اور انہوں نے ایک قطار بنالی تھی۔ ہاروش نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"اور جہاں تک میرا اندازہ ہے رات کی کہانی رنگ لائی ہے۔ ضرور کوئی ایسی ہی بات ہے۔" بدری ناتھ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

بہرحال ایک عجیب سی سنسنی پھیلی ہوئی تھی اور سب کے چہروں پر تجسس نظر آ رہا تھا۔ بدری ناتھ کی نگاہ سمانہ کے چہرے پر پڑی تو وہ انتہائی خوف زدہ دکھائی دی۔ وہ بار بار اپنی آنکھیں بند کر لیتی تھی۔

اچانک ہی ایک عجیب وغریب منظر دیکھنے میں آیا۔ ہوبا تھا جو اپنے خیمے سے دوڑتا چلا آ رہا تھا۔ اس کے گلے میں گھنٹیاں پڑی ہوئی تھیں اور وہ تیزی سے اِدھر اُدھر دوڑ رہا تھا۔ اس کی زبان کتے کی طرح باہر نکلی ہوئی تھی۔ اتنی لمبی زبان کہ اس سے پہلے اتنی لمبی زبان کم ہی انسانوں کی دیکھی گئی ہوگی۔ وہ عجیب سی شکل بنائے ہوئے تھا اور دوڑا چلا آ رہا تھا۔ تمام نگاہیں اس کی جانب اُٹھ گئیں اور ایک عجیب سی سنسنی اور بھنبھناہٹ فضا میں اُبھر آئی۔ ہوبا دوڑتا ہوا ایک قطار کے سامنے پہنچا اور انسانوں کو سونگھنے لگا۔ جیسے کتوں کو سونگھا کرتے ہیں۔ اس کی ناک تیزی سے پھول پچک رہی تھی۔ قطار کے ساتھ ساتھ وہ تیزی سے دوڑتا رہا باقی تمام لوگ خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ قطاروں کے درمیان وہ کتے کی طرح دوڑتا ہوا، سونگھتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر وہ بدری ناتھ کے قریب پہنچ گیا اور پھر اس نے اسے سونگھا۔

سونگھنے کے بعد ہی اچانک وہ اپنے دونوں پیروں پر اُچھلنے لگا۔ خوب اونچا اونچا اُچھلا اور پھر وہاں سے آگے بڑھ آیا۔ پھر اس نے سیدھے ہو کر سرد لہجے میں کہا۔

"اسے آگے لے آؤ۔" بدری ناتھ نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ چند محافظ آگے بڑھے اور انہوں نے بدری ناتھ کو دونوں طرف سے پکڑ لیا۔ ہاروش نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ بہرحال یہ دو افراد جو اسے پکڑے ہوئے تھے۔ اسے لے کر آگے آ گئے۔ بدری ناتھ خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ لوگ اسے اس میدان کے قریب لے آئے۔ صرف دو افراد تھے۔ جن کی حالت کچھ خراب تھی۔ باقی سب معتدل تھے اور بدری ناتھ صرف ایک ہی بات سوچ رہا تھا کہ رات کو

اسے دیکھ لیا گیا ہے اور اب وہ اسے یہی پوچھیں گے کہ کیا وہ رات کو وہاں موجود تھا۔

بدری ناتھ نے کچھ فیصلے کیے اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اس کا اعتراف کرے گا لیکن سامنہ کا نام کبھی نہیں لے گا۔ اسی وقت سردار چلتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ ہوبا بھی اس کے قریب پہنچ گیا۔ تب ہوبا نے سوال کیا۔

''لڑکے! کیا تُو رات کو میری قیام گاہ کی طرف گیا تھا؟''

''ہاں.....'' بدری ناتھ نے بڑے سکون سے جواب دیا اور وہ اُچھل پڑا۔

''کیا کہتا ہے..... کیا کہتا ہے..... کیا تُو اُدھر گیا تھا؟''

''ہاں.....''

''کیوں گیا تھا؟''

''وجہ کچھ بھی نہیں تھی۔ بس نیند نہیں آ رہی تھی مجھے..... میں نہیں جانتا تھا کہ وہ مقدس ہوبا کی رہائش گاہ ہے۔'' بدری ناتھ نے کہا۔

''کیا تجھے یہ بات معلوم تھی کہ میری رہائش کے باہر کوئی نہیں جاتا؟''

''ہاں..... میں جانتا تھا۔''

''تو پھر اُدھر کیوں گیا؟''

''میں نے کہا ناں کہ بس میرے پاؤں اُٹھ گئے اور میں اس طرف چلا گیا۔'' بدری ناتھ نے جواب دیا۔

''مگر تُو نے لڑکی کو جھیل پر دیکھا تھا؟''

''کون سی لڑکی؟'' بدری ناتھ چالاکی سے بولا۔

''وہ جو تالاب میں کھڑی تھی۔''

''پتھر کا وہ مجسمہ؟ ہاں میں نے اسے چھو کر دیکھا تھا لیکن کیا پتھر کے کسی مجسمے کو چھو کر دیکھنا کوئی بُری بات ہے؟''

''وہ پتھر کا مجسمہ نہیں بلکہ ویناش تھی بے بی ویناش جو ہمارے قبیلے کی آبرو ہوتی ہے۔''

''یہ بات میں نہیں جانتا تھا۔ یہ بات میں بالکل نہیں جانتا تھا۔''

''یہ دو تھے ناں دوسرا کہاں ہے؟'' اچانک ہی کم بخت بوڑھے نے ہاروش کو یاد کرتے ہوئے کہا اور ہاروش کی حالت خراب ہو گئی۔

''میں نے ان کے لیے سزا تجویز کر لی ہے۔ آج کا سورج بہت چمکدار ہے۔ اس کے ساتھی کو اونٹوں سے باندھ کر اونٹوں کو آزاد چھوڑ دو۔ جہاں تک وہ جائیں انہیں جانے دو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گرم ریت اس کا فیصلہ کر دے گی اور یہ..... اسے میں خود سزا دوں گا۔'' چاروں طرف شور شرابا ہونے لگا۔ اب پتہ نہیں یہ کم بخت خوشی میں چیخ رہے تھے یا کچھ اور کیفیت تھی لیکن بہر حال ہاروش کو گرفتار کر لیا گیا۔

بدری ناتھ کو دُکھ تھا کہ ہاروش اس کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد بدری ناتھ کو خیموں کی چوبوں سے باندھ دیا گیا۔ مضبوط زنجیریں اس کے پیروں میں ڈال دی گئی تھیں اور یہ زنجیریں اتنی مضبوط تھیں کہ انہیں توڑا نہیں جا سکتا تھا۔ بہر حال دوپہر کو جو بھیانک کھیل کھیلا گیا وہ بدری ناتھ کے لیے بڑا عجیب تھا۔ ہاروش بُری طرح خوفزدہ تھا۔ چار اونٹوں کو لایا گیا۔ ان کے جسموں سے رسیاں باندھی گئیں۔ اور یہ رسیاں ہاروش کی بغل گردن اور چہرے سے منسلک کر دی گئیں۔ دوپہر کا سورج ریت کو جہنم زار بنائے ہوئے تھا۔ ریت پر پڑنے والا ہر قدم آگ پر پڑنے کے مترادف تھا۔

ایسی صورت میں ہاروش کو اونٹوں سے باندھ کر کوڑے مارے گئے اور اونٹ دوڑنے لگے۔ ہاروش کا چہرہ اور جسم اذیت کا شکار تھا اور اس کے حلق سے نکلنے والی چیخیں لمبی لکیروں کے ساتھ نظر کی حدوں سے گزر گئیں۔ ہاروش کی کہانی ختم ہو گئی تھی۔ بہر حال وقت گزرتا رہا۔ بدری ناتھ رات کے کسی وقت سو بھی گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے لیے کیا فیصلہ کیا جائے گا۔

بہر حال بہت سی سوچیں دامن گیر تھیں۔ بدری ناتھ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ سانولی سے غداری نہ کرتا اور اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہتا تو شاید وقت بالکل مختلف ہو جاتا۔ بہر حال دن ہوا اس کے بعد آنے والوں نے بدری ناتھ کو زنجیروں سے آزاد کیا صرف ایک زنجیر گردن میں رہ گئی تھی۔ تمام لوگ جمع ہو گئے تھے جن میں ہوبا بھی تھا۔ بوڑھے ہوبا نے کہا۔

''ویناش ہماری مقدس دیوی کی مانند ہے۔ دیوتاؤں نے اس بار اس کی قربانی قبول نہیں کی لیکن وہ اور دن آئے گا۔ جب اس کی قربانی قبول ہو جائے گی۔ لیکن یہ زمین کا بوجھ ختم ہونا چاہیے اس کا ایک ساتھی زندگی کھو چکا ہے اور اب اسے موت کے سفر پر روانہ ہونا چاہیے۔''

ہوبا نے ایک ہاتھ بلند کیا اور دور کہیں سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں شروع ہو گئیں۔ پھر بدری ناتھ نے ان کتوں کو دیکھا جن کی تعداد سات آٹھ کے قریب تھی بڑے خونخوار قد و قامت کے مالک کتے تھے۔ کانوں تک پھٹے ہوئے جبڑے باہر لٹکی ہوئی زبانیں، خونخوار چہرے، ایک ایک کتے کو کئی کئی آدمی قابو میں کر رہے تھے۔ تب سردار کے اشارے پر بدری ناتھ کی گردن کی زنجیر کھول دی گئی۔ کچھ فاصلے پر سامنہ کھڑی دُکھ بھری نظروں سے بدری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناتھ کو دیکھ رہی تھی۔ ایک بار اس کی نگاہیں ملیں تو اس نے غمزدہ انداز میں گردن جھکالی۔

وہ اپنے دُکھ کا اظہار کر رہی تھی۔ بہرحال سردار نے کہا۔

''بدنصیب تُو نے اپنے لیے موت خود پسند کی ہے۔ تجھے آزاد کر دیا گیا ہے جا یہاں سے بھاگ جا۔ کیونکہ کچھ لمحوں کے بعد ان کتوں کی زنجیریں کھول دی جائیں گی اور یہ تیرے پیچھے لپکیں گے اگر تُو ان سے بچ کر نکل سکتا ہے تو نکل جا۔ تجھے آزادی ہوگی اور اگر تُو ایسا نہ کر پایا تو یہ کتے تیری ہڈیاں تک چبا لیں گے چل بھاگ کیونکہ چند لمحوں کے بعد یہ کتے کھول دیئے جائیں گے۔ آٹھ دس گھوڑے سوار گھوڑوں پر تیار تھے۔ کہ ان کتوں کی کارکردگی کا جائزہ لیں اور جب بدری ناتھ ان کے جبڑوں میں گوشت کی بوٹیوں کی شکل میں پھنسا رہ جائے تو یہ ان کتوں کو واپس لے آئیں۔ بہرحال بدری ناتھ کے دل میں اس وقت ایک عجیب سا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ وہ دوڑ رہا تھا اور اسے وہ لمحات یاد آ رہے تھے۔ جب وہ کالے رنگ کے چیتے کی شکل میں دوڑ کر تباہی پھیلاتا تھا۔

اس وقت وہ ایک صحرا میں بھاگتے ہوئے اپنی اس قوت کو یاد کر رہا تھا اور اچانک ہی اسے اپنے بدن میں اسی پھڑپھڑاہٹ کا احساس ہوا جو چاند کی چودھویں رات کو چاند کو دیکھ کر اس کے بدن میں پیدا ہو جاتی تھی۔ ادھر کتوں نے اس کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ گھوڑے سوار ان کتوں کے تعاقب میں دوڑ رہے تھے اور بدری ناتھ ان سب سے آگے دوڑ رہا تھا۔ خونخوار کتے لمبی لمبی چھلانگیں بھرتے ہوئے اس کی جانب آ رہے تھے۔ ریت کے ٹیلوں میں دوڑنے کی رفتار بے شک تیز نہیں تھی لیکن اچانک ہی بدری ناتھ کے ذہن میں مکمل وحشت آ گئی اور اس کی رفتار بہت تیز ہو گئی۔ پتہ نہیں اس کے بدن کی کیا کیفیت تھی۔ پھر وہ چیتے کی طرح لمبی لمبی چھلانگیں لگانے لگا۔

کتے بھی اس کا تعاقب کر رہے تھے اور اچانک ہی بدری ناتھ ایک دم رُک گیا۔ اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ کتے بھلا اس کے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ تو اس وقت شیر کو بھی ادھیڑ کر رکھ دیتا۔ اچانک ہی وہ رُک گیا اور اس نے خوفناک نگاہوں سے ان کتوں کو دیکھا۔ جن کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔ جبڑے پھولے ہوئے تھے۔ اپنی رفتار کی تیزی میں وہ چھلانگیں مارتے ہوئے بدری ناتھ کے اوپر سے نکل گئے آگے جا کر انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور بدری ناتھ خود ان پر ٹوٹ پڑا۔

اس نے ایک کتے کو اپنے بدن کے نیچے دبوچ لیا۔ اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر کمر پر گھٹنا رکھا اور اس کے بعد اس کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ ریڑھ کی ہڈی، بازو، گردن، دوسرے کتے یہ عمل

دیکھ رہے تھے پھر بدری ناتھ نے ایک اور کتے پر چھلانگ لگائی۔ اس نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی تو اس کی دونوں ٹانگیں بدری ناتھ کے ہاتھوں میں آ گئیں اور پھر اس نے کتے کو الٹا لٹکا لیا اور پھر اس کے گرم خون کا فوارہ بدری ناتھ کے تمام جسم کو بھگو گیا اس نے کتے کو درمیان سے دو ٹکڑے کر دیا تھا۔ دوسرے کتے خوفزدہ ہو کر واپس بھاگے اور ان کتوں کو پکڑنا بدری ناتھ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ اس نے بے پناہ چھلانگیں لگانا شروع کر دیا اور ایک ایک کو کاٹ کر ایک ایک کی تکہ بوٹی کرنے لگا۔ اس طرح اس نے تین چار کتے ہلاک کر دیئے لیکن باقیوں نے مختلف سمتیں اختیار کر لی تھیں۔

ادھر وہ گھوڑے سوار اپنے آپ کو نہ روک پائے تھے یہ حیرت ناک منظر دیکھ کر واپسی کے لیے بھاگے اور بدری ناتھ نے اُچھل کر ایک گھوڑے سوار پر وار کر دیا اور اسے لیے ہوئے زمین پر آ گیا۔ اس نے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی لیکن بدری ناتھ نے اس کے نرخرے کی نالی اپنے دانتوں سے اُدھیڑ کر اس کے سینے پر لٹکا دی اور وہ ایک لمحے کے اندر اندر مر گیا۔ باقی گھوڑے سواروں نے کتوں کی طرح مختلف سمتوں کا عمل کیا تھا۔

بہرحال یہ سب کچھ جو ہوا تھا وہ انتہائی خوفناک تھا۔ بدری ناتھ کو یہ احساس نہیں تھا کہ وہ اس وقت کس شکل میں ہے لیکن وہ خونی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ تبھی اسے ایک پہاڑ کے دامن میں ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آیا اور وہ بغیر سوچے سمجھے اس سوراخ کی طرف بڑھ گیا۔ یہ انوکھا طلسمی سوراخ تھا۔ جس کے دوسری طرف ایک الگ ہی دنیا آباد تھی۔ چنانچہ وہ آگے بڑھتا چلا گیا اور حیرت سے یہ سارے مناظر دیکھنے لگا۔ ایک انتہائی حسین پھلوں سے لدا ہوا باغ تھا۔ جو بہت ہی خوشنما نظر آ رہا تھا۔ اس بھیانک ماحول کے بعد اس باغ کا نظر آنا ناممکن سی بات تھی لیکن اس نے اس شخص کو دیکھا جو ایک خوب صورت جوان تھا اور ایک مخصوص لباس میں مسکراتا ہوا اس کی طرف چلا آ رہا تھا۔ قریب پہنچتے ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے گردن جھکائی اور بولا۔

''میں تجھے ابھی سلام نہیں کرنا چاہتا مگر میں تیرا احترام اسی طرح سے کرتا ہوں کیونکہ تُو نے شیطان سے رُوگردانی کی ہے۔''

''کون ہے تُو؟''

''سلال ہے میرا نام اور میں مسلمان ہوں۔'' بدری ناتھ نے عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا تو سلال نے کہا۔ ''میرے ساتھ آ..... مجھے معلوم ہے کہ تمہیں اس وقت کس چیز کی ضرورت ہے۔'' تب وہ بدری ناتھ کو ایک خوب صورت سے حوض کے پاس لے گیا۔ حوض

کے کنارے کچھ کپڑے رکھے ہوئے تھے۔

''یہ تیرے بدن پر مناسب ہوں گے۔ غسل کر کے لباس تبدیل کر لے۔ میں سامنے بارہ دری میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔'' بدری ناتھ کو یہ سب عجیب تو لگا تھا لیکن تھا بہت غنیمت اور اس کے بعد بارہ دری میں پہنچ گیا۔ وہ عجیب وغریب احساسات کا شکار تھا۔ بہرحال جب وہ بارہ دری میں پہنچا تو سلال عمدہ عمدہ قسم کے کھانے سجائے بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ بدری ناتھ نے کہا۔

''تم کون ہو؟ میں تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت ہے کہ اس جزیرے میں صرف اس پہاڑ کے سوراخ کے دوسری جانب اتنی خوب صورت جگہ موجود ہے۔''

''یہ میری رہائش گاہ ہے اور تم یہ سمجھ لو کہ میں یہاں تمہارا انتظار کر رہا تھا؟''

''مگر تم ہو کون؟''

''جاننا چاہتے ہو میرے بارے میں تو میں تمہیں بتا دوں گا۔ پہلے کچھ کھا پیو۔'' بہرحال سلال نے اس کی خوب خاطر مدارت کی اور پھر اپنے بارے میں بتاتا ہوا بولا۔ ''میں بھی تمہاری طرح شیطان سانولی کا شکار ہو گیا تھا۔ میری زندگی کی کہانی بڑی عجیب ہے شیطان نے مجھے بچپن ہی سے اپنے قبضے میں کر لیا تھا اور مجھے ایک جانور کی طرح ہی تربیت دی گئی تھی لیکن میرے کانوں میں اذان کہی گئی تھی اور مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ بس اسی اذان نے میری حفاظت کی اور آخر کار لاتعداد مسائل سے گزرنے کے بعد میں اپنے آپ کو یاد کرنے میں کامیاب ہو گیا اور میری اس کوشش میں میری شریک کار میری محبوب ہستی جو اب میری بیوی ہے پیش پیش رہی۔ میں نے اسی کی دعاؤں سے دوبارہ اپنی منزل کو پایا۔ میری کہانی اس قدر عجیب ہے کہ سنو گے تو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی اناشیہ جو میری محبوبہ تھی اور جس کے بارے میں تمہیں صرف اتنا بتاؤں کہ وہ اس قاتل قبیلے کی ہی ایک فرد تھی جو مجھے نہ جانے کہاں کہاں بھٹکا رہا تھا لیکن جب وہ مجھے ملی تو ایک عجیب وغریب حیثیت سے ملی۔ جب اس نے مجھ سے بہت ساری باتیں کہیں تو میں نے اس سے کہا کہ اناشیہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ مجھے سوچنے کا موقعہ تو دو اناشیہ کے چہرے پر ایک دم شگفتگی سی پھیل گئی وہ مسرور نظر آنے لگی پھر اس نے کہا۔

''اور اگر تم اپنے دل میں بات سوچ رہے ہو کہ میں تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف مجبور کروں گی تو براہِ کرم یہ خیال دل سے نکال دینا۔ ہاں..... جو مقصد میرے سپرد کیا گیا ہے اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جو کام تم نے مہا سانولی سے اختلاف کر کے شروع کیا ہے میری ذمے داری ہے کہ میں تمہیں اس راستے سے ہٹاؤں۔ اس کے بعد اناشیہ مجھے لے کر چل پڑی۔

ایک شاندار گاڑی میں ہمیں سفر کرنا پڑا تھا۔

یہ سفر شام کو سورج ڈھلنے کے بعد شروع ہوا تھا اور چاند کے ساتھ ساتھ سورج کے اُجالے تک جاری رہا تھا۔ پھر جب سورج نے آنکھ کھولی اور ہم نے باہر جھانکا تو ایک دنیا ہمارے سامنے پھیلی ہوئی تھی۔ یہ اونچی اونچی عمارتوں کا ایک شہر تھا اور جہاں ہم رُکے تھے۔ وہاں ترکاریوں کے کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ سرسبز وشاداب کھیت۔ ان کھیتوں میں کام کیا جا رہا تھا تازہ ترکاریاں اُتار کر ٹرکوں پر بار کی جا رہی تھیں اور یہ سارے مناظر بہت عرصے کے بعد میری نظروں کے سامنے آئے تھے۔

بگھی آہستہ آہستہ آگے بڑھتی رہی اناشیہ میرے ساتھ تھی اور میں اندر سے اپنے آپ کو بہت خوش محسوس کر رہا تھا..... میرے ذہن میں نہ جانے کیسی کیسی ہوائیں الفاظ بن کر دوڑ رہی تھیں اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ اس کھوئی ہوئی دنیا کے حصول پر خوشی سے ناچ اُٹھوں۔ بگھی مختلف راستوں سے گزرتی ہوئی ایک پتلی سی سڑک پر پہنچی جو کسی قدر بلندی پر جاتی تھی اور بلندی پر اس سڑک کا اختتام ایک خوب صورت مکان کے بڑے گیٹ پر ہوتا تھا اور بگھی اس گیٹ سے اندر داخل ہو گئی۔ کیا حسین مکان تھا۔ دیکھنے سے انسان کے دل میں فرحت ہو۔ میں نے اناشیہ سے کہا۔

''یہ مکان۔''

''تمہارا ہے۔''

''میرا؟''

''ہاں.....''

''میرا کیسے ہو گیا؟''

''مہا سانولی کے اشارے کے مطابق اب یہ تمہارا مکان ہے اور تم بہت بڑی شخصیت کے مالک ہو۔ اتنی بڑی شخصیت کے مالک کہ کوئی سوچ بھی نہ سکے۔''

''کیسی شخصیت؟''

''ابھی کچھ نہ پوچھو۔ آگے دیکھتے رہو۔'' بگھی مکان کی خوب صورت عمارت کے سامنے رُکی یہاں بڑی بڑی کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ یہ سب کچھ میرا جانا پہچانا تھا۔ اپنا نہ سہی لیکن دوسروں کو میں نے دیکھا تھا کہ زندگی کتنی حسین گزارتے ہیں۔ پھر میرا باپ ایک جہاز کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کپتان تھا اور ہم لوگ ایک اسلامی ملک کے رہنے والے تھے۔ بے شک میرے باپ کے پاس اتنی وسعت نہیں تھی کہ وہ ایسی شاندار جگہ میرے لیے منتخب کر سکے۔ اس کے باوجود دھر میں میرے پاس جو فلیٹ تھا۔ وہ بھی بہت حسین تھا اور وہاں سے ساحل نظر آتا تھا۔

ہم عمارت میں داخل ہو گئے۔ اِکا دُکا افراد یہاں موجود تھے۔ جو ہمارے سامنے اس قدر مؤدب تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔ جیسے ہمارے غلام ہوں۔ پھر سلال مجھے ایک خوب صورت کمرے میں لے گئی۔ جو آرام گاہ کے طور پر تھا۔ یہاں اتنی عظیم الشان گول مسہری بچھی ہوئی تھی جس پر دس افراد آرام سے سو جائیں لیکن وہ تنہا میرے لیے تھی اس کا گدا اتنا موٹا، اتنا نرم کہ انسان اس پر لیٹ کر جیسے پانی کی گہرائیوں میں اُتر جائے یا بادلوں بھری ہواؤں کی آغوش میں پہنچ جائے۔ میں نے اناشیہ سے کہا۔

''اناشیہ! کیا میں ہوش وحواس میں ہوں۔''

''ہاں..... تم نے پہلی بار ہوش مندی کا فیصلہ کیا ہے اور یہ تمہاری ہوش مندی کا انعام ہے۔ یہ کمرا تمہارے لیے ہے۔ باہر جتنی کاریں کھڑی ہوئی ہیں۔ وہ سب تمہارے استعمال کے لیے ہیں۔ ڈرائیور بھی موجود ہوگا، ملازمائیں اور ملازم ہیں۔ جو تمہاری بھرپور خدمت کریں گے۔ یہ سب تمہارے لیے ہے۔ صرف اور صرف تمہارے لیے۔''

''اور اس کے بدلے میں مجھے کیا کرنا ہوگا؟''

''ابھی کچھ نہیں..... بس یوں سمجھ لو کہ سوما..... کے ذریعے..... تمہیں ہدایات دیں گے اور تم اس کے مطابق عمل کرو گے۔'' میں خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔

''تم تو میرے ساتھ ہی رہو گی نا..... اناشیہ۔'' میرے اس سوال پر اناشیہ کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے اُداسی دوڑ گئی۔ پھر اس نے کہا۔

''نہیں اس کی مجھے اجازت نہیں ہو گی لیکن میرا دل تمہارے ساتھ رہے گا اور وہ لمحہ جس کی تمہیں میرے ساتھ ضرورت ہو گی میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔''

''میں سمجھا نہیں۔''

''تم جب بھی مجھے آواز دو گے یا مہا سانولی کا کوئی پیغام تم تک پہنچانا ہوا تو میں تمہارے پاس آؤں گی۔ براہِ کرم یہ نہ سوچنا کہ تم راتیں میری قربت میں گزار سکو گے۔ یہ نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ اس کی اجازت نہیں ہے لیکن تمہارے ساتھ میں اس خوب صورت دنیا کی سیر کروں گی۔ تمہارے ساتھ وقت گزاروں گی۔''

''یوں نہ سمجھنا اناشیہ کہ تمہاری قربت سے میں کوئی ایسا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں جو غیر

اخلاقی ہو۔ بس یوں سمجھ لو کہ تمہاری قربت میرے لیے زندگی کا پیغام رہے گی۔''

''زندگی کا پیغام میں دیتی رہوں گی۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ بہرحال اس نئی دنیا میں آ کر میں بہت خوش تھا۔ اناشیہ تھوڑی ہی دیر بعد مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھی اور میں اپنی اس آرام گاہ میں آرام کرتا رہا تھا۔ زندگی اس دوران جن مشکلات میں گزری تھی۔ اس کا اندازہ اب مجھ سے زیادہ ہو چکا ہے۔ میں بہرحال اپنی جگہ مطمئن تھا لیکن ماضی کے نقوش میرے ذہن کو بڑا الجھا رہے تھے۔

رات کا کھانا میں نے اور اناشیہ نے ایک ساتھ کھایا لیکن اناشیہ کے چہرے پر اُداسی کے نقوش تھے۔ کھانے کے بعد اس حسین عمارت کا جائزہ لیتے ہوئے میں نے کہا۔

''کیا بات ہے اناشیہ! کچھ اُداس لگ رہی ہو تم؟''

''یہ بات تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم سب مہا سانولی کے احکامات کے تابع ہیں اور صرف وہی کرتے ہیں جو ان کا حکم ہوتا ہے۔ مہا سانولی کی طرف سے ایک حکم ملا ہے مجھے جس نے مجھے اُداس کر دیا ہے۔''

''کیا حکم ہے؟'' میں نے بے چینی سے پوچھا۔

''مجھے واپس جانا ہوگا۔''

''کہاں؟''

''قبیلے میں۔''

''کیوں؟''

''حکم ہے..... سوما کی طرف سے پیغام آیا ہے لیکن ابھی ہمارے پاس دو تین دن کا وقت ہے۔ تاہم میں اس خیال سے ہی افسردہ ہو گئی ہوں لیکن۔''

''میں سمجھتا ہوں اور واقعی یہ تو میرے لیے بھی بڑی دُکھ بھری خبر ہے۔ میں تو اس خبر کو سننے کے بعد سو بھی نہ سکوں گا۔''

''دیکھو۔'' وہ افسردہ انداز میں میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''میں بے شک مہا سانولی کی غلام ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میرے سینے میں بھی دل ہے۔ میں بھی انسان ہوں اور یہ سوچ کر میری جو کیفیت ہو رہی ہے۔ میں تمہیں بتا نہیں سکتی لیکن ایک وعدہ کرتی ہوں تم سے کہ راستے کی رکاوٹیں اگر مجھے زندگی سے محروم بھی کر دیں تو بھی تمہاری محبت کو دل سے نہیں نکال سکوں گی۔ دنیا اگر مجھ سے روٹھ گئی تو جان بھی دوں گی تو تمہاری بانہوں میں آ کر..... یہ میرا وعدہ ہے تم سے..... میری طرف سے دل کبھی خراب نہ کرنا۔'' میں نے آنکھیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بند کر کے گردن ہلا دی تھی اور واقعی اس رات میں واقعی بہت افسردہ رہا۔

دوسری صبح وہ ہوا کے تازہ جھونکے کی مانند میرے پاس آ گئی۔ چہرے پر اُداسی کی لکیریں تھیں۔ آنکھوں میں رات کو جاگنے کی سرخی تھی۔ لباس بہت خوب صورت پہنے ہوئے تھی اور ایک حسین لباس لائی تھی۔ جو ایک ملازم قسم کا آدمی اُٹھائے ہوئے تھا۔ اس نے وہ لباس میرے سامنے رکھ کر کہا۔

''یہ سب تمہارے لیے ہیں۔'' میں نے ہنس کر حیرت سے ان لباسوں کو دیکھا اور کہا۔

''میں تو انہیں پہننا بھی بھول گیا ہوں۔''

''میں جو ہوں۔''

''تو اب تم مجھے لباس پہناؤ گی۔''

''ہاں..... میں تمہارے وجود کی راز دار ہوں اور تم میرے وجود کے راز دار..... یاد نہیں ہے۔ سی فروزن کے تالاب میں تم نے مجھے کس حال میں دیکھا تھا۔'' میری آنکھوں میں نشہ اُتر آیا۔ اس وقت تو خیر مجھ پر حیرت طاری تھی لیکن اب اس تصور کو ذہن میں لا کر مجھے واقعی ایک عجیب سا احساس ہوا۔ میں نے کہا۔

''لیکن پھر بھی۔''

''نہیں..... بالکل نہیں..... آؤ.....'' اور پھر وہ تجربہ بھی میرے لیے بڑا عجیب تھا لیکن جدید ترین لباس ایک بار پہن کر مجھے ماضی یاد آ گیا اور میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تم نے ہم دونوں کے ایک ہونے کی تکمیل کر دی ہے اناشیہ!'' لیکن اب مجھے میرا ماضی لمحہ لمحہ یاد آ رہا تھا۔ وہ اُداسی سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بمشکل تمام اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور بولی۔

''آؤ ہم سیر کریں گے۔'' خوب صورت بگھی کا کوچوان ایک شاندار لباس والا آدمی تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ بھی مہا سانولی کا غلام ہوگا۔ ہم نے سورج کے نیچے اس عظیم الشان شہر کی سیر کی۔ جس کا نام چرن پور تھا۔ یہ ایک بہت بڑا شہر تھا۔ جدید ترین عمارتوں سے مرصع دیکھ کر حیرت ہوتی تھی لگتا ہی نہیں تھا کہ ہم کسی مشرقی آبادی میں ہیں۔ میں نے ایک بار رام نگر دیکھا تھا۔ ایک بار واشنگٹن دیکھا تھا۔ دھرم، رام نگر کا دارالحکومت تھا اور جدید ترین بنیادیوں پر تعمیر شدہ..... لیکن کسی بھی طرح یہ دھرم سے کم نہیں تھا۔

نائٹ کلب، اعلیٰ درجے کے ہوٹل، ریس کورس، کیا نہیں تھا یہاں۔ ماضی کے نقوش میرے ذہن میں آ رہے تھے لیکن افسوس ماں باپ کی تکلیفیں، مٹے مٹے نقوش کی مانند تھیں۔

مجھے وہ چہرے یاد نہیں آ رہے تھے اور دل ان کے لیے تڑپ رہا تھا۔

شام تک ہم لوگ گھومتے رہے۔ ساحل سمندر پر پہنچے۔ ریت کے ٹیلوں کے درمیان سیر کرتے ہوئے اناشیہ نے میرے چہرے پر خوف کے نقوش دیکھے تو بولی۔

''ارے کیا بات ہے؟ کچھ عجیب سے نہیں ہو رہے ہو تم؟''

''ہاں اناشیہ مجھے اپنی بدبختی کے دن یاد آ رہے ہیں جب انہوں نے مجھے انسان سے جانور بنا دیا۔''

''نہیں..... مہا سانولی کی مقدس سرزمین پر تم نے جو لمحے گزارے انہیں اپنے لیے بُرا نہ کہو، بُرا نہ سمجھو۔'' اناشیہ سے تمام تر محبت کے باوجود مہا سانولی سے اناشیہ کی یہ عقیدت میرے دل و دماغ کو چبھتی تھی اور دو تین بار میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ اناشیہ اگر تم آخری لمحے تک راہِ راست پر نہ آئیں تو شاید ہمارے درمیان کے تمام راستے خود بخود گہرے گڑھوں میں تبدیل ہو جائیں۔ میں ان خوش نما راستوں کو اپنا کر اپنا وہ اصول نہیں چھوڑوں گا جو میری زندگی کا ہی نہیں۔ میری موت کا بھی ایک حصہ ہے۔ چاہے اس کے لیے مجھے کوئی بھی چیز قربان کرنی پڑے۔''

پھر ہم واپس آ گئے..... اناشیہ سورج چھپے تک میرے ساتھ رہی اور اس کے بعد یہاں سے رخصت ہو گئی اور پھر وہی تنہائی تین دن تک میں اور اناشیہ اسی طرح اس شہر کی سڑکوں اور آبادی کو دیکھتے رہے۔ میں اس سے اب پوری طرح واقف ہوتا جا رہا تھا۔

اناشیہ مجھے اس بارے میں بتا رہی تھی اور اس دن جب شام کو ہم لوگ واپس آئے تو یہاں میری ملاقات لمبی چوڑی جسامت کے مالک گورے چٹے چہرے والے اور بڑی بڑی مونچھوں والے راجہ سے ہوئی۔ اناشیہ نے اسے دیکھا تو سہم سی گئی لیکن پربھو ایک خوشنما چہرے والا شخص تھا۔ مسکراتا ہوا میری طرف بڑھا اور بولا۔

''جے مہا سوما!'' میں نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کی جانب ہاتھ بڑھا دیا اور کوئی جواب نہیں دیا تو اس نے اناشیہ کو دیکھا۔ اناشیہ کہنے لگی۔

''ابھی نہیں۔ ابھی یہ تربیتی دور میں ہے۔''

''جے مہا سوما!'' اس نے کہا۔ اناشیہ کہنے لگی۔

''سلال..... یہ راجہ پربھو دیو ہیں۔ اب سے تمہارے ساتھ رہیں گے اور اس کے بعد تمہیں ساری صورتِ حال سے آگاہ کریں گے۔ تم ان سے بھرپور تعاون کرو گے جیسے یہ چاہیں بڑے علم والے ہیں یہ اور تمہارا ساتھ بھی بہت اچھی طرح دیں گے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ٹھیک ہے۔''

''اور اب میں جا رہی ہوں۔ انہی کا انتظار تھا۔ یہ اب تمہارے ساتھ رہیں گے۔'' میں نے اناشیہ کو دیکھا۔ اناشیہ کے چہرے سے افسردگی ٹپک رہی تھی آخر کار وہ وہاں سے چلی گئی۔

تو راجہ پربھودیو نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''عورت..... حُسن کائنات، زندگی کو سب سے بڑا سہارا دینے والی لیکن ایک بات کہوں برخوردار اس کی ذات میں گم ہو کر اپنے آپ کو فراموش کرنے والے کبھی کامیاب زندگی نہیں گزار سکتے۔ یہ اچھی ساتھی ہے۔ اچھی دوست ہے۔ زندگی کے اچھے دن ساتھ گزار دیتی ہے لیکن بس اس سے آگے اگر اس پر بھروسہ کیا تو سمجھ لو کہ اپنی زندگی کو چڑیا کی زندگی بنا دینے کی کوشش کر رہے ہو۔ ارے یہ جگہ جگہ بکھری پڑی ہیں۔ کسی ایک کے لیے اُداس۔'' میں نے اس کا جملہ درمیان میں روک دیا ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ خاموش ہو کر مجھے دیکھنے لگا تو میں نے کہا۔

''سنو..... راجہ پربھودیو..... اپنے افکار و خیالات کو آسمان کے الفاظ نہیں سمجھنا چاہیے یہ تمہاری سوچ ہے۔ ہوسکتا ہے میری سوچ تم سے مختلف ہو۔ اس لیے الفاظ ادا کرتے وقت دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے۔'' اس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر بُرا مانے بغیر کہا۔

''آئندہ خیال رکھوں گا لیکن نصیحت کی بات اس لیے کرتا ہوں تم سے کہ ایک نگاہ میں بھائے ہو اور بڑا پسند کیا ہے میں نے تمہیں۔ پھر مجھے تمہارے ساتھ ایک لمبا جیون گزارنا ہے۔ جے مہا سوما۔'' ہاتھ اُٹھائے لیکن میں نے اس کے الفاظ نہیں دہرائے۔

راجہ پربھودیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور اب چونکہ اناشیہ یہاں سے چلی گئی ہے اور تم نوخیزیت کی عمر میں ہو اور اس لیے اس کی غیر موجودگی کو بہت زیادہ محسوس کرو گے۔ خیر غیر انسانی فطرت کا میں بھی قائل نہیں ہوں کہ انسان عقل و دانش کی کتنی ہی منزلیں کیوں نہ طے کر چکا ہو اگر اپنی دانش میں وہ اتنی بلندی تک پہنچ گیا ہے کہ حقیقتوں کو سمجھ لے تو مہا سوما بن جاتا ہے اور جو سوما نہیں ہوتا اسے بہر طور حقیقتوں کے قریب ہی رہنا چاہیے۔ تم مجھے ایک اچھا دوست پاؤ گے میرے بارے میں تفصیلات جاننے کی کوشش مت کرنا۔ اول تو میں کوئی ایسی اہم چیز نہیں ہوں۔ اتنا تو تم بھی جان چکے ہو کہ بس مہا سانولی کا پجاری ہوں اور یہ بات کافی ہوتی ہے۔ کیا خیال ہے تمہارا۔''

''ہاں بالکل ٹھیک..... اس میں کوئی شک نہیں کہ پربھودیو ایک بہت اچھی شخصیت کا مالک ہے اور چند ہی گھنٹوں کی نشست میں اس نے مجھے اپنی جانب راغب کر لیا اور وہ مجھے

ایک اچھا انسان محسوس ہوا۔ دنیا جہان کی باتیں ہمارے درمیان ہوئی تھیں اور ہم یہاں اس عمارت میں بہت خوش تھے۔ اس کے بعد اس نے نہ تو مجھے جے سوما کہا تھا اور نہ ہی میرے جواب نہ دینے پر اعتراض کیا تھا۔ اس نے دوسرے دن کہا۔

''جیسا کہ میں نے تم سے کہا سلال! کہ دنیا کو میری آنکھوں سے دیکھو اور اس بات پر یقین رکھنا کہ ہمیشہ آرام سے رہو گے۔''

''شاید۔''

''عمدہ لباس..... عمدہ کھانا اور عمدہ زندگی، ہاں ایک بات کہوں بُرا تو نہیں مانو گے۔''

''نہیں..... بالکل نہیں۔''

''وعدہ کرتے ہو نا۔''

''ہاں۔''

''جس قدر حسین جسم کے مالک ہو تم دیوانی ہو جائیں گی لڑکیاں تمہارے لیے پاگل ہو جائیں گی۔ اپنے جسم کو کبھی کسی کے لیے عام نہ کرنا اور تمہارے لیے لباس کا انتخاب میں خود کروں گا۔''

اس نے اپنے کہنے کو عملی جامہ بھی پہنا دیا اور میرے لیے اتنے خوب صورت اور قیمتی لباس لے کر آیا کہ میں حیران رہ گیا۔ زندگی سے جتنے فاصلے پر ہو گئے تھے۔ یہ فاصلے ایک دم مٹنے لگے تھے۔ مجھے ایک نئی زندگی مل گئی تھی اور میں ناخوش نہیں تھا۔ بہر حال راجہ پربھودیو میری خوب تعریفیں کرتا رہا۔

پھر ایک یا دو دن کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اناشیہ بہت یاد آتی ہے ناں..... تمہیں۔''

''ہاں..... وہ میری بہت اچھی دوست تھی۔''

''ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔ سوما کے حوالے سے وہ تمہاری بہت اچھی دوست تھی لیکن جہاں تک عورت کا تعلق ہے مگر چھوڑو..... یہ باتیں کہنے کی نہیں ہوتیں کرنے کی ہوتی ہیں۔ میں آج تمہیں ایک ایسی دنیا میں لے جاؤں گا جو تمہیں بہت اچھی لگے گی۔''

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر اس نے مجھے ایک خوب صورت لباس پہننے کے لیے دیا اور شام کی سرخی اور دھندلکوں میں ہم جگمگاتی سڑکوں پر نکل گئے جہاں انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور یہ حسین شہر اپنے حُسن کے لحاظ سے بے مثال تھا۔ مختلف علاقوں میں گھومتے ہوئے۔ ہم ایک ایسے علاقے میں نکل آئے۔ جہاں ساز و آواز کی رونقیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سجی ہوئی تھیں جگہ جگہ سے ترنم اُبھر رہا تھا اور ساز بج رہے تھے۔ میں اس جگہ کے بارے میں بالکل نہیں جانتا تھا۔ ظاہر ہے گیارہ بارہ سال کی عمر تک رام نگر میں رہا تھا اور اس کے بعد عذاب میں گرفتار ہو گیا تھا۔ اس لیے ایسی جگہوں کے بارے میں نہ تو کتابی معلومات حاصل تھیں نہ عملی میں نے متعجب لہجے میں کہا۔

''یہ آوازیں کیسی ہیں؟''

''تم نہیں جانتے ان آوازوں کے بارے میں؟''

''بالکل نہیں۔''

''موسیقی سے کوئی دلچسپی ہے؟''

''تھی۔''

''تھی سے کیا مراد ہے اب نہیں ہے۔''

''بھول چکا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور راجہ پربھودیو مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

''ہوں..... یہ حُسن منڈی ہے اور یہاں ہزاروں اناشیہ لہرا رہی ہیں۔ آؤ میں تمہیں ان سے ملواؤں۔ اجنبی دنیا ہے لیکن ذرا موقع کی نزاکت کو سمجھنا اور کوئی ایسا عمل نہ کر ڈالنا جو خود تمہیں ناپسند ہو۔''

''میں سمجھ نہیں سکا تھا کہ اتنی ساری نصیحتیں وہ مجھے کیوں کر رہا تھا۔ آخر یہ کون سی جگہ ہے۔ جس کی وجہ سے وہ مجھے اتنی ہدایتیں دے رہا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ یہاں ہزاروں اناشیہ بکھری پڑی ہیں۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ کون کون سی اناشیہ ہیں۔ وہ ایک جگہ منتخب کر کے ایک دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ نہ جانے کیوں اس دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے میرے قدموں میں لرزش سی پیدا ہو گئی تھی۔ شاید یہ اس کے الفاظ کا نتیجہ تھا۔

بہرحال ہم ایک خوب صورت سجے ہوئے مکان کے اندر داخل ہو گئے اور پھر بے دھڑک اس مکان کے ایک وسیع و عریض کمرے میں۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم دنیا میں رہنے والوں کے بارے میں اتنا ضرور جانتا تھا کہ زندگی کے کچھ آداب ہوتے ہیں۔ کسی کے گھر اگر داخل ہونا ہو تو اجازت لینا ہوتی ہے۔ یہ ایسا کون سا مکان تھا۔ جس میں بلا اجازت با آسانی اندر داخل ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ میں راجہ پربھودیو کے ساتھ ایک بہت بڑے کمرے میں داخل ہو گیا۔

فرش پر قالین بچھے ہوئے تھے اور قالین پر سفید چادر بچھی ہوئی تھی اور دیواروں کے

ساتھ ساتھ اور درمیان میں سفید غلاف میں لپٹے ہوئے گاؤ تکیے رکھے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ چاندی کے عجیب عجیب سے برتن جگہ جگہ رکھے ہوئے تھے اور بہت سے افراد ان گاؤ تکیوں سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔

ایک طرف ساز بجانے والے رنگ برنگے چمکیلے لباسوں میں ملبوس ترچھی ٹوپیاں لگائے بیٹھے تھے اور ان کے ساز بج رہے تھے طبلچی طبلے سے زیادہ اپنی گردن مٹکا رہے تھے اور درمیان میں واقعی ایک بہت ہی خوب صورت سی لڑکی رقص کر رہی تھی۔ ایک طرف نیم دائرے کی شکل میں کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہی میں سے ایک عورت نے ہمیں دیکھا تو چونک کر ہاتھ اوپر اُٹھا دیئے اور سارے ساز ایک دم رُک گئے۔

ساز خاموش ہوئے تو رقص کرنے والی لڑکی بھی اپنی جگہ رُک گئی۔ عورت جلدی سے اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی اور اس نے کہا۔

''آہا..... راجہ پربھودیو اور بغیر اطلاع کے۔''

تمام لوگ گردنیں اُٹھا اُٹھا کر ہمیں دیکھ رہے تھے۔ تو راجہ پربھودیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ارے یہ کیا۔ رتنا کماری جی اپنا کام جاری رکھیں۔ ہم تو من موجی ہیں۔ موج آئی چلے آئے۔ نہیں نہیں دوسرے مہمان بھی ہیں ان کا احترام کریں۔ معاف کیجیے گا بھائی صاحب یہ ہماری رتنا کماری جی ہیں ناں..... یہ ہمیں شرمندہ کر دیا کرتی ہیں ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں۔''

رتنا کو شاید شرم آ گئی۔ جلدی سے بولیں۔ ''جاری رہو..... جاری رہو۔''

سازندوں نے ایک بار پھر ساز بجانے شروع کر دیئے ناچنے والی لڑکی نے ہوشربا نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھا اور پھر ایک ادا کے ساتھ جھک کر سلام کیا۔ پھر رقص شروع کر دیا۔

''آیئے..... براہِ کرم اِدھر آ جایئے۔ راجہ صاحب آپ بھی آیئے۔'' رتنا کماری جی خوب عمر رسیدہ تھیں لیکن بال بال موتی پروئے ہوئے تھے اور چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ عمر اُن پر اثر انداز معلوم نہیں ہو رہی تھی۔ میں سحر زدہ سا تھا۔ واقعی راجہ پربھودیو نے سچ کہا تھا۔ یہ دنیا ہی بالکل اجنبی تھی۔ ایسا بے تکلفی کا ماحول ایسا رقص، ایسی محفل، ایسا سب کچھ تو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

بہرحال رقاصہ رقص کرنے لگی اور رتنا کماری جی ہمیں لیے ہوئے آگے بڑھ گئیں۔ پھر انہوں نے ہمیں بیٹھنے کے لیے ایک عمدہ جگہ پیش کر دی۔ جو ان سے کچھ فاصلے پر تھی گاؤ تکیے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہمارے سامنے کیے گئے اور راجہ پربھودیو ایک خاص انداز سے گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ میں نہ جانے کیوں کچھ جھینپا جھینپا سا تھا۔ میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہاں موجود تمام نگاہیں میرا ہی طواف کر رہی ہیں۔ خاص طور سے وہ عورتیں اور لڑکیاں جو رتنا کماری کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔

سب کی سب خوب صورت تھیں اور ان کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی نہ جانے کیوں یہ مسکراہٹیں اور ان کی آنکھوں کی چمک مجھے اپنے پورے وجود میں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ رتنا کماری ہمارے سامنے بیٹھ گئیں پھر کہنے لگیں۔

''آپ جب آتے ہیں راجہ صاحب تو اطلاع کرا دیا کرتے ہیں اور ہم آپ کا استقبال کیا کرتے ہیں آج آپ اچانک آ گئے۔''

''یہ تو آپ کی محبت ہے رتنا جی! کہ آپ ہمارا اتنا خیال رکھتی ہیں لیکن اب ایسا بھی نہیں سمجھتے اپنے آپ کو کہ ہمیشہ اس بات کے منتظر رہیں کہ آپ ہمارے لیے اہتمام کریں۔''

''آپ کا گھر ہے آپ کی محبت ہے راجہ جی! لیکن یہ کون ہیں؟'' اب رتنا کماری میری جانب متوجہ ہوئیں۔

''شہزادہ سلال۔'' راجہ پربھودیو نے میرا تعارف کرایا۔

''اوہ..... راجہ کے ساتھ شہزادے۔''

''کیوں کیا مطلب؟''

''میرا مطلب ہے راجہ کے ساتھ تو راجکمار ہوا کرتے ہیں یہ شہزادے کب سے ہونے لگے۔''

''سلال کو جانتی ہو؟''

''اب آپ کے ساتھ آئے ہیں تو جان ہی جائیں گے۔'' راجہ نے ایک قہقہہ لگایا اور میری طرف رُخ کر کے بولا۔

''رتنا کماری جی یہ بہت تعلیم یافتہ ہیں۔ ان سے گفتگو کرو گی تو مزہ آ جائے گا۔''

''لیکن ہمیں اعتراض ہے۔'' رتنا کماری نے کہا۔

''کیا؟''

''آپ انہیں یہاں کیوں لے آئے؟''

''ارے کیوں رتنا جی ایسی کیا بات؟''

''یہ تو بہت چھوٹے ہیں۔''

''اچھا..... اچھا یہ بات ہے۔''

''ہوں۔'' رتنا کماری مسکرائی۔

''رتنا جی آپ نے ہرے رنگ کی چھوٹی مرچ دیکھی ہے۔'' راجہ پربھودیو نے کہا اور رتنا کماری ہنس پڑی۔

''بہت تیز ہیں کیا؟''

''ارے ایسے ویسے۔''

''اچھا۔''

''ہاں..... جب ان کے جوہر کھلیں گے تو آپ کو اندازہ ہوگا۔''

''دیکھیں کب کھلتے ہیں یہ ہمارے سامنے۔'' اور راجہ پربھودیو ہنسنے لگا۔ رتنا کماری نے بھوکی نظروں سے مجھے دیکھا۔

ناچنے والی لڑکی آہستہ آہستہ ہمارے قریب آ گئی تھی۔ راجہ پربھودیو نے میری جانب اشارہ کیا تو وہ دوزانو ہو کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔ میرے بدن نے پسینہ چھوڑ دیا تھا۔

مجھے ایک دم اناشیہ یاد آ گئی۔ وہ مجھے بے حد پسند تھی اور یہ لڑکی اناشیہ کے پیروں کی خاک بھی نہیں تھی لیکن بہت اچھی لگ رہی تھی۔ خاص طور سے اس کا یہ عجیب سا انداز..... اناشیہ تو ذرا مختلف شخصیت کی مالک تھی۔ یہ لڑکی دودھ کی طرح سفید بڑی بڑی آنکھوں والی آنکھوں میں کاجل کی باریک سی لکیریں بے حد حسین لگ رہی تھیں۔ دانت بھی بے حد حسین سفید اور چمک دار تھے اور جب وہ مسکراتی تھی تو روشنی سی پھیل جاتی تھی۔

اس دوران راجہ پربھودیو نے جھک کر رتنا کمار کے کان میں کچھ کہا اور انہوں نے گردن ہلا دی۔ پھر راجہ نے اپنی جیب سے نوٹوں کی ایک بڑی سی گڈی نکالی اور رتنا کماری کے سامنے سرکا دی۔ رتنا کماری نے آنکھیں بند کر کے گردن خم کی اور گڈی بڑی خاموشی سے ان کے لباس میں کہیں غائب ہو گئی پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور ایک کمرے کے دروازے سے باہر چلی گئیں۔

میں اس دوران ان کی طرف بھی متوجہ تھا اور گھبرائی گھبرائی نگاہوں سے گانے والی لڑکی کی طرف بھی دیکھتا رہا تھا۔ وہ دوزانو میرے سامنے بیٹھی گاتی رہی۔ پھر اچانک راجہ پربھودیو نے نوٹوں کی ایک گڈی میرے سامنے ڈال دی اور اشارے سے مجھے اس لڑکی کی طرف نوٹ بڑھانے کے لیے کہا۔

وہ گاتے ہوئے ایک انداز سے اُٹھی اور نوٹ اُٹھا کر انہیں ساز بجانے والوں کی طرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُچھال دیا اور رقص کرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ واقعی اس میں شک نہیں کہ یہ ماحول بڑا سحر انگیز تھا۔ کہاں زندگی گزاری تھی میں نے اور اب اچانک کیا زندگی مل گئی تھی۔ مجھے عمر کی نوخیزیت اس بات کو بڑی اہمیت دے رہی تھی اور میں محسوس کر رہا تھا جیسے یہ جگہ مجھے بڑی پسند آئی ہے۔ میں اب پوری طرح لڑکی کی جانب متوجہ تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک اور لڑکی باہر آئی۔ یہ پہلی لڑکی سے بھی زیادہ خوب صورت تھی۔ اس نے اتنا حسین لباس پہنا ہوا تھا اور اتنا حسین چہرہ تھا کہ اس کو دیکھ کر اس پر سے نگاہیں نہ ہٹیں بقول شمع کے بال بال موتی پروئے ہوئے تھی اور میں اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ پھر وہ لڑکی بھی آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور میرے پاس آ بیٹھی۔

میں ایک لمحے کے لیے جھجکا لیکن یہاں کا تو ماحول ہی یہی تھا کوئی کسی کی جانب توجہ نہیں دے رہا تھا۔ جبکہ میرے قریب آنے والی لڑکی مجھ سے اور قریب ہوگئی۔ اس کے بدن سے خوشبوؤں کی لپٹیں اُٹھ رہی تھیں۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

''سنیے۔''

میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ بولی۔

''بُری لگ رہی ہوں میں؟''

''جی۔'' میں حیرت سے بولا۔

میں نے کہا۔ ''میں اچھی نہیں لگی آپ کو؟''

''مم..... میں کیا بتاؤں؟''

''بتا دیجیے ناں۔'' وہ ایک ادا سے بولی۔

''نن نہیں..... میرا مطلب ہے آپ مجھے بُری نہیں لگ رہیں۔''

''سچ.....'' وہ آہستہ سے بولی۔

''جج..... جی ہاں..... بب..... بھلا مجھے کیا حق ہے کہ آپ کو اچھا یا بُرا کہوں۔'' میں نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''اور اگر یہ حق آپ کو مل جائے تو؟''

''مم..... مم..... مگر.....'' میں نے گھبرا کر چاروں طرف دیکھا۔ غالباً راجہ پربھو دیو جان بوجھ کر دوسری طرف متوجہ ہوگیا تھا تاکہ میں نروس نہ ہو جاؤں وہ پھر بولی۔

''نام کیا ہے آپ کا؟''

''جی.....''

''نام پوچھا ہے میں نے؟''

''اوہ..... سلال۔''

''واہ..... بہت خوب صورت نام ہے۔''

''میں..... میں..... میں اس ماحول کو سمجھ نہیں پایا۔''

''سمجھا دیں گے آپ کو..... ضرور سمجھا دیں گے ویسے آپ پہلی بار نظر آئے ہیں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''جی ہاں۔''

''کیوں؟''

''میرے پاس اس کیوں کا جواب نہیں ہے۔''

''چلئے نہ سہی۔ جو جواب آپ اپنی پسند سے دیں گے تو ہم اسے تسلیم کر لیں گے ویسے آپ نے ہم سے بھی ہمارے بارے میں نہیں پوچھا۔''

''چلئے بتا دیجیے۔'' میں تھوڑا سا بے تکلف ہوگیا اور وہ ناز بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اپنے ہونٹوں کا ایک کونہ دانتوں میں دباتے ہوئے بولی۔

''اتنی بے زاری سے پوچھ رہے ہیں۔''

''نہیں بے زاری سے تو نہیں۔''

''تو پھر یہ کیا بے رُخی ہے؟''

''آپ باتیں بہت کرتی ہیں۔''

''کیوں اچھی نہیں لگتیں آپ کو ہماری باتیں۔''

''پتہ نہیں۔''

''چلئے ٹھیک ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ آپ کے دل میں اُتر جائیں حالانکہ دلوں میں اُترنا تو بڑا مشکل ہوتا ہے۔''

''چلیں اپنا نام تو بتائیں۔''

''ہمارا نام نرگس ہے۔ پتہ نہیں آپ کو پسند آئے گا یا نہیں۔''

''صرف نرگس۔'' میں نے کہا۔

''ہاں صرف نرگس..... لیکن اگر آپ چاہیں تو نرگس کے ساتھ سلال کہہ سکتے ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''اپنے نام کے ساتھ ہمیں شامل کر لیجیے ناں ہمارے نام کی عزت بھی بڑھ جائے گی۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے کہا اور ہنس کر مجھے دیکھنے لگی۔

''آپ باتیں بہت کرتی ہیں۔''

''بُری لگتی ہیں ہماری باتیں۔''

''نہیں۔''

''چلئے یہ آپ نے ہمارا دل بڑھانے والی بات کہہ دی۔'' پھر بولی۔ ''ناچ پسند ہے آپ کو؟''

''میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔''

''آپ نے کبھی کسی کو ناچتے ہوئے نہیں دیکھا؟''

''نہیں۔''

''آپ نے جنگل دیکھا ہے؟''

''ہاں.....اصلی جنگل۔''

''کیا مطلب؟''

''یہ انسانوں کا جنگل ہے۔ میں نے جانوروں کا جنگل بھی دیکھا ہے۔''

''ارے واہ.....اچھا بولے آپ تو.....اصل میں انسان جب پہلی بار کہیں جاتا ہے تو تھوڑی سی جھجک تو ہوتی ہے اسے مجھے اندازہ ہے کہ آپ بہت اچھا بولتے ہیں۔ سنیں اگر یہ ناچ آپ کو پسند آ رہا ہے تو تھوڑی دیر یہاں بیٹھتے اٹھتے اور ہمارے ساتھ چلئے ہمیں آپ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔''

میں نے گھبرائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔ پھر راجہ پربھو دیو کو دیکھا اور آہستہ سے کہا۔

''نہیں بھلا میں یہاں سے کیسے اُٹھ سکتا ہوں۔''

''ہم بتاتے ہیں۔'' اس نے کہا اور پھر اچانک ہی اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر مجھے لیے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔

ارے میں بوکھلائے ہوئے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ لیکن میں نے کسی کو بھی اپنی جانب متوجہ نہیں پایا تھا۔ جیسے یہ سب کچھ معمول کے مطابق ہو۔ نرگس مجھے لیے ہوئے اس دروازے سے باہر نکل گئی۔ جس دروازے سے تھوڑی دیر پہلے رتنا کماری گئی تھیں۔ میں درحقیقت بڑی بُوکھلاہٹ محسوس کر رہا تھا۔ اناشیہ کو میں نے پسند کیا تھا۔

اناشیہ میرے دل و دماغ میں بسی ہوئی تھی لیکن اس سے کبھی میری اتنی بے تکلفی نہیں

ہوئی تھی وہ تو بہت نفیس طبیعت کی مالک تھی۔

بہرحال وہ مجھے اپنے ساتھ لیے ہوئے ایک اندرونی حصے کی جانب چل پڑی جس کمرے سے گزر کر ہم بیرونی برآمدے تک پہنچے وہ بڑا حسین تھا اس میں بڑے بڑے گملے سجائے گئے تھے۔ جن میں خوب صورت پھول کھلے تھے۔ برآمدے کا طول و عرض بہت زیادہ تھا اور اس کے دونوں طرف کمرے بنے ہوئے تھے اور برآمدے کے دوسری جانب روشنیوں کا کھیت نظر آ رہا تھا۔

ایسے لگتا تھا جیسے زمین میں روشنیاں کاشت کر دی گئی ہوں۔ بہت ہی خوب صورت جگہ تھی۔ میں اسے دیکھتا رہ گیا۔

لڑکی کے بدن سے اُٹھنے والی خوشبو مجھے عجیب عجیب سے جہانوں کی سیر کرا رہی تھی۔ یہاں پہنچ کر اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

''یہ جگہ آپ کے قابل تو نہیں سلال جی! پر ہم کوشش کریں گے کہ آپ کا من ہم سے لگ جائے۔''

''ایک بات بتایئے۔'' میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

''پوچھئے۔'' وہ اس قدر پیار سے بولی کہ مجھے بڑا عجیب محسوس ہوا۔

''ہم اس طرح وہاں سے اُٹھ کر آ گئے ہیں دوسرے لوگ کیا سوچیں گے۔''

جواب میں وہ ہنسنے لگی پھر بولی۔

''یہاں کوئی کسی کے بارے میں نہیں سوچتا بس جس کا من جس سے لگے بس وہ اسی کے بارے میں سوچتا ہے۔''

''کیوں؟''

''اس کیوں کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔''

''نہیں.....میرا مطلب ہے۔ خیر چھوڑیئے یہ بتایئے آپ بھی رقص کرتی ہیں؟''

''مورنی کو کبھی مور کے لیے ناچتے ہوئے دیکھا ہے آپ نے؟''

''نہیں کیوں؟'' میں نے تعجب سے دیکھا اور وہ ہنس پڑی۔

''اپنے مور کے لیے ناچتی ہے وہ.....میں بھی آپ کے لیے ناچ سکتی ہوں آپ کہیں تو ابھی۔''

''نہیں.....میرا مقصد یہ نہیں تھا۔''

''ایک اور بات بتایئے؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ہاں بولیے۔''

''آپ واقعی پہلی بار ایسی کسی جگہ آئے ہیں۔''

''ہاں.....''

''راجہ جی آپ کے کون ہیں؟''

''دوست ہیں۔'' میں نے فوراً جواب دیا۔

''کیا یہ دوستی زیادہ پُرانی نہیں ہے۔''

''نہیں۔''

''تب ہی تو۔''

''کیا راجہ پربھودیو یہاں اکثر آتے رہتے ہیں؟''

''ہاں..... بڑے من موجی ہیں۔ وہ بڑے آدمی ہیں۔ جب وہ یہاں آتے ہیں تو ہم سب بہت خوش ہو جاتے ہیں۔''

''چلئے ٹھیک ہے۔ آپ یہاں اکثر آتے رہیں گے۔''

''ہوسکتا ہے۔''

''اور پوچھوں کچھ آپ سے۔''

''ہاں.....ضرور۔''

''کسی کے دل تک نہیں پہنچے آپ۔''

''کیا مطلب؟''

''میرا مطلب ہے آپ کسی کے دل تک پہنچے کسی دل کی محفل میں۔''

''واہ دل میں بھی کوئی محفل ہوتی ہے۔''

''ہاں.....نہیں آپ دل کے بارے میں جانتے ہیں۔''

''ہاں.....کیوں نہیں۔''

''کیا ہوتا ہے؟''

''بدن کا ایک حصہ ہوتا ہے جو دھڑکتا ہے اور خون پمپ کرتا ہے۔''

''ارے واہ..... یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ آپ کو دل کا حال اس حد تک معلوم ہے آپ کو اس کے علاوہ بھی کچھ معلوم ہے۔''

''ہاں.....''

''کیا؟''

''کسی کی سندر صورت جب دل میں چھپ جاتی ہے تو دل کہیں کا نہیں رہتا۔''

''میں نے اس بارے میں پہلے کبھی نہیں سنا۔''

''دل میں بسا کر دیکھئے کسی کو۔''

''میری سمجھ میں یہ بات ہی نہیں آرہی کوئی دل میں کیسے جا سکتا ہے۔''

''چلئے ٹھیک ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جب تک دل کو روگ نہیں لگتا وہ دوسروں کے روگ کو بھی نہیں سمجھتا۔ اچھا ایک بات بتایئے میں کیسی لگی آپ کو؟''

''بہت اچھی ہو۔ بڑی اچھی باتیں کرتی ہو۔ تم نے اپنے بدن پر جو کچھ پہنا ہوا ہے یہ بھی بہت اچھا ہے اور یہ رنگین روشنیاں جو تمہارے چہرے پر چمک رہی ہیں یہ بھی بہت اچھی ہیں۔''

''واہ..... بڑی خوب صورت باتیں کرتے ہیں آپ..... یہ بتایئے کہ کیا یہاں سے جانے کے بعد دوبارہ بھی ہمارے پاس آئیں گے۔''

''یہ تو راجہ پربھودیو کی مرضی ہے۔ اگر وہ مجھے یہاں لے کر آئے تو ضرور آجاؤں گا۔''

''اور اگر نہ لائے تو۔''

''نہیں آؤں گا۔''

''کیوں؟'' اس نے اپنے چہرے کو اداس بنا کر کہا۔

''یہ تو میں نہیں کہہ سکتا لیکن اگر میں راجہ پربھودیو سے کہوں گا کہ یہاں آنا ہے تو وہ انکار نہیں کریں گے۔ وہ بہت اچھے انسان ہیں۔''

''اور آپ..... آپ تو سچ مچ آنکھوں سے دل میں اُتر جانے والے انسان ہیں ایسی بھولی باتیں کرتے ہیں کہ آپ کی عمر کے کسی دوسرے نے نہ کی ہوں گی۔ ایسا لگتا ہے جیسے آپ نے اس سنسار کو بہت کم دیکھا ہو۔''

''اچھا یہ بتائیں میرے ساتھ رہیں گے یا وہاں چلیں گے جہاں رقص ہو رہا ہے۔''

''ہاں چلیں۔'' میں نے کہا اور لڑکی نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھا پھر بولی۔

''آؤ..... پھر چلتے ہیں۔'' اور پھر وہ میرے ساتھ واپس اسی کمرے میں آگئی۔ یہاں کا ماحول جیسے کا تیسا تھا۔ راجہ پربھو اور رتنا کماری نے نگاہیں اُٹھا کر مجھے دیکھا تھا اور دونوں نے آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارے کیے تھے۔ جنہیں میں نے محسوس کیا تھا لیکن سمجھ نہیں سکا تھا اور پھر میں اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ چونکہ میں نے دیکھا تھا کہ باقی لوگ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں لیکن وہ لڑکی اُٹھ کر اندر چلی گئی تھی۔

پھر اچانک ہی راجہ پربھودیو اپنی جگہ سے اُٹھا اور میں نے گھبرا کر اسے دیکھا خود بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُٹھنے کی کوشش کی تو راجہ پربھودیو نے کہا۔

''نہیں تم بیٹھو..... مجھے ذرا رتنا دیوی سے کچھ کام ہے۔''

رتنا کماری بھی اپنی جگہ سے اُٹھ گئی تھی اور دونوں باہر نکل گئے تھے میں اپنی جگہ خاموش بیٹھ گیا۔ رقص کرنے والی لڑکی ایک بار پھر میرے نزدیک آ گئی جاتے ہوئے راجہ پربھودیو ایک بار پھر میرے سامنے نوٹوں کی گڈی پھینک گیا تھا۔ لڑکی میرے قریب بیٹھ کر گانے لگی میں نے نہ جانے کس خیال کے تحت وہ نوٹ اس کی جانب سرکا دیئے۔ لڑکی گاتے گاتے ایک دم رُک گئی اور ہنس پڑی۔

شاید میرا انداز ہی کچھ ایسا تھا۔ میں نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ لڑکی نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا اور بولی۔

''میں معافی چاہتی ہوں بس ایسے ہی نہیں آ گئی تھی۔''

''کک کوئی بات نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میں خاموش بیٹھا راجہ پربھودیو کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے زیادہ دیر نہیں لگائی تھی اور کچھ ہی لمحوں کے بعد واپس آ گیا۔

''بیٹھو گے یہاں؟''

''پتہ نہیں۔''

''میرا مطلب ہے اگر یہ جگہ اچھی لگ رہی ہے تو بیٹھو۔ ورنہ چلتے ہیں یہاں سے۔''

''چلئے۔'' میں نے کہا اور ایک دم اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میرے ہر انداز میں وحشت تھی لیکن باہر نکلنے کے بعد راجہ پربھودیو نے مجھ سے کہا۔

''تمہاری یہ وحشت فطری ہے ظاہر ہے پہلی بار کسی ایسی جگہ آئے ہو گے لیکن سچ کہنا کیسا لگا یہاں آ کر۔''

''ابھی کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہہ سکتا۔'' میں نے جواب دیا۔

''چلو جب فیصلہ کرو تب مجھے بتا دینا۔''

پھر ہم واپس اسی محل نما عمارت میں آ گئے۔ راجہ پربھودیو نے کہا۔

''لباس تبدیل کر لو۔ بیٹھیں گے۔ کچھ دیر باتیں کریں گے۔ دیکھو میں تمہیں ایک بات بتاؤں مگر نہیں..... بعد میں سہی۔ جاؤ لباس تبدیل کر کے بڑے کمرے میں آ جاؤ۔''

میں خاموشی سے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ اپنا تجزیہ کر رہا تھا۔ جائزہ لے رہا تھا۔ اپنی کیفیات کا اور یہ اندازہ کر رہا تھا کہ اس طرح جو لمحات گزر رہے ہیں۔ میرے لیے ناپسندیدہ نہیں

رہے۔ میرے دل میں کوئی لگن کوئی خاص احساس تو تھا نہیں۔ ہاں بس اگر کوئی تردد تو صرف اتنا تھا کہ مہاسوما جو کچھ چاہتا تھا وہ میں نہیں کرنا چاہتا تھا۔ باقی ان لوگوں میں کوئی خرابی نہیں تھی۔

بہرحال میں راجہ پربھودیو کے پاس پہنچا وہ بھی لباس تبدیل کر چکا تھا۔ کہنے لگا۔

''یوں سمجھو یہ تمہارا امتحان تھا۔''

''امتحان۔''

''ہاں.....''

''وہ کیسا؟''

''میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم عورت سے کتنا متاثر ہوتے ہو؟''

''کیا دیکھا؟''

''کچھ نہیں دیکھا۔''

''پھر؟''

''تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔''

''کیا؟''

''وہ لڑکی جو تمہیں ساتھ لے گئی تھی تمہیں کیسی لگی؟''

''میں نہیں سمجھا۔''

''کیسی شکل وصورت کی تھی وہ؟''

''بہت خوب صورت تھی۔ اچھی لگ رہی تھی۔''

''اس نے تمہیں اپنے ساتھ قیام کی بھی پیش کش کی تھی؟''

''شاید۔''

''پھر تم نے انکار کر دیا۔''

''تو میں کیا کرتا۔''

''یہ عمر جس سے تم اس وقت گزر رہے ہو۔ بڑی خوفناک عمر ہوتی ہے۔ یہیں سے انسان کی شخصیت کی تشکیل ہوتی ہے۔ یہیں سے اس کی فطرت کا پتہ چلتا ہے۔ میں نے رتنا کماری سے کہا تھا کہ لڑکی کو تمہارے سامنے لائے۔''

''کیوں؟''

''میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم نرگس کے چکر میں آتے ہو یا نہیں۔''

''کیا دیکھا؟'' میں نے سوال کیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''بہت اچھی شخصیت کے مالک ہو تم پر سنو۔ عورت کائنات کی سب سے حسین تخلیق ہے لیکن سب سے خوفناک اس کا حُسن بے مثال لیکن اس کی فطرت بے حد بھیانک جب سے یہ دنیا قائم ہوئی ہے اس نے مردوں پر حکومت کی ہے اس کی دل فریبی سے بچنا ممکن نہیں ہے ارسطو تک اس کے جال میں گرفتار ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ عورت کا انسانی زندگی میں کوئی دخل نہیں۔ لیکن حالات کو پرکھے بغیر اس کے جال میں پھنس جانا اچھی بات نہیں۔ جتنے بڑے بڑے لوگوں کا زوال ہوا ہے۔ وہ اسی کے باعث ہوا ہے اور تم..... تم مہاسوما کے ارادوں کی تکمیل ہو۔''

''کیا مطلب؟''

''مہاسانولی تمہیں..... مہاسوما سے بھی بڑا مقام دینا چاہتا ہے اور اگر تم نے مہاسانولی کا دیا ہوا مقام حاصل کر لیا۔ تو تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ دنیا تمہارے لیے کتنی چھوٹی ہو جائے گی۔ ہم یہ جائزہ لینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ تم کون کون سی چیزوں سے متاثر ہوئے ہو۔ دیکھو ہر انسان کا ایک ماضی ہوتا ہے لیکن ایک نہ ایک دن اسے اپنے ماضی سے رشتہ توڑنا ہوتا ہے اور حال سے رشتہ جوڑنا پڑ جاتا ہے۔

تم حال سے رشتہ جوڑو..... اور یہ نہ سمجھو کہ ماضی میں جو کچھ کھو چکے ہو اسے دوبارہ حاصل نہیں کر سکتے۔ میری بات اگر عقل سے سمجھنے کی کوشش کرو۔ تو سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا۔ تمہارے دماغ میں تمہارے ماں باپ ہوں گے۔ وہ گھر ہو گا جہاں تم نے پرورش پائی تھی۔ ان سب سے رشتے ہوں گے تمہارے بے شک۔ میں یہ نہیں کہتا کہ رشتوں کے تار ٹوٹ جاتے ہیں۔ رشتے تو بڑے مضبوط ہوا کرتے ہیں لیکن جتنے عرصے سے تم اپنے لوگوں سے بچھڑے ہوئے ہو اگر اس میں تھوڑا اضافہ اور کر لو اور وہ قوتیں حاصل کر لو۔ اگر تمہیں امر شکتی دے دیں تو اپنے ماتا پتا سے مل کر تمہیں جو لطف آئے گا۔ وہ کسی دوسرے حال میں نہیں آ سکتا۔ میری اس تقریر کو بُرا نہیں سمجھنا۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر غور کرنا۔ سوچنا اچھی طرح سوچنا اور اچھی طرح سوچنے کے بعد فیصلہ کرنا۔ چھوڑو میرا خیال ہے۔ میری باتیں تمہیں بُری لگ رہی ہوں گی۔''

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

''دیکھو راجہ پربھودیو..... خود سوچنا اور خود فیصلے کر لینا عقلمندی کی بات نہیں ہے جو کچھ تم نے مجھے سمجھایا ہے۔ وہ میری سمجھ میں آ رہا ہے۔ میں نے بالکل یہ بات نہیں کہی کہ تمہاری باتیں مجھے بُری لگ رہی ہیں یا میں ان سے منحرف ہوں۔''

''کیا مطلب؟''

''مجھ سے کہو تو میں تمہیں آگے کی باتیں بتاؤں۔''

''ہاں ہاں بتاؤ۔''

''راجہ پربھودیو! تمہارے پاس قیام کا مطلب یہی ہے کہ تم سے یہ دنیا سیکھوں جسے میں نہیں جانتا اور جسے مہاسوما یا اس کے آدمیوں نے مجھ سے چھین لیا ہے۔ دیکھو یہ بات میں پورے خلوص کے ساتھ بتا رہا ہوں کہ مجھے اپنے ماں باپ سے محبت ہے اور میرے دل میں ان کو پانے کی لگن ہے۔ راجہ پربھودیو میں تمہاری دوستی کو بھی کبھی بھی کھونا نہیں چاہتا کیا سمجھے؟''

''تو پھر ٹھیک ہے۔ میں تمہاری تربیت کا انتظام کروں گا۔ جو کچھ تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں سمجھاؤں گا۔ دیکھو اس دنیا کو مٹھی میں لینے کے لیے اسے حیران کرنا ضروری ہے۔ وہ باتیں جو اس دنیا کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ حیران کر دینے کے لیے کافی ہوتی ہیں تم دنیا کو حیران کر دینے کا گُر سیکھو اور جب تم اس دنیا کو حیران کر دینا سیکھ جاؤ گے تو دنیا تمہارے قدموں میں ہو گی۔''

''مگر کیسے؟''

''میں تمہیں بہت گُر سکھاؤں گا۔ اس کے لیے میں تمہیں سب سے پہلے اپنا فن سکھا رہا ہوں۔ چنانچہ کل رات سے تم میرے ساتھ بیٹھا کرو۔''

''رات کو؟''

''ہاں..... آسمان پر ستارے بکھرے ہوئے ہیں۔ ان ستاروں میں ہر ستارے کی ایک کہانی ہے۔ ان ستاروں کا انسانی زندگی سے بہت گہرا تعلق ہے۔ اگر تم ان ستاروں کا حساب سیکھ جاؤ گے تو یہ سمجھ لو کہ انسانوں کو ان کے بارے میں بہت کچھ بتا سکو گے۔ کیا سمجھے؟ اور جب یہ اپنے بارے میں سنیں گے یعنی وہ جسے صرف یہ جانتے ہیں لیکن جب وہ تمہاری زبان سے سنیں گے تو وہ تمہارے گرد بکھر جائیں گے۔

اصل میں ویسے تو تم مہاسوما اور مہاسانولی کے افکار سے اپنے آپ کو دور ظاہر کرتے ہو لیکن میں تمہیں کھل کر یہ بتا دوں کہ مجھے اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ تمہیں تمہاری منزل پر چلنے دیا جائے اور انتظار کیا جائے کہ تم خود اس دنیا کو دیکھو اسے سمجھو اور میں پھر ایک تقریر کرنا چاہتا ہوں ذرا اسے غور سے سمجھ لینا۔

دیکھو دین دھرم کا نام لے کر مہاسانولی کے عمل کا پرچار کرنا بھی مہاسانولی کی کارروائیوں کا نتیجہ ہے۔ مہاسانولی نے اپنے پیروکاروں کو طرح طرح سے اس دنیا میں پھیلا دیا ہے مختلف شکل وصورت میں وہ مہاسانولی کی کارروائیاں دہرا رہے ہیں۔ کہیں دھرم آتما

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بن کر کہیں چور اور بے ایمان بن کر۔ اسی کے لیے ہو رہا ہے اور جو مہا سانولی سے منحرف ہیں وہ حیران و پریشان ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ من کی شانتی کے لیے وہ سب کچھ بھول کر گوشہ نشینی اختیار کر لیتے ہیں لیکن حل یہ نہیں ہے۔ جب کائنات میں مہا سانولی کی قوتوں کا بھرپور مظاہرہ ہو رہا ہے تو پھر اس سے دور کیوں رہا جائے۔ مہا سانولی مطمئن ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے پیروکار بڑی مہارت کے ساتھ اس کا فرض پورا کر رہے ہیں۔ کیا سمجھے۔

اسے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ اسے اس کے لیے کیا کرنا ہوتا ہے۔ چلو آج کی رات آرام کر لو۔ کل سے ہمارا کام شروع ہو جائے گا۔'' اور پھر میں اس سے رخصت ہو کر اپنی آرام گاہ میں آ گیا۔

آج میں ایک نئی زندگی سے روشناس ہوا تھا۔ جو جگہ میں نے دیکھی تھی وہ بلا شک وشبہ دنیا میں میری دلچسپیوں کو بڑھاتی تھی۔ کیا حسین ماحول تھا کتنے مطمئن لوگ تھے۔ ناچنے والی لڑکی اور پھر نرگس تو واقعی جو دل میں اُتر جانے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ میرے دل کے گوشے اگر خالی ہوتے تو میں یقینی طور پر اس کی آرزو کرتا مگر میرے دل میں تو اناشیہ کی محبت بسی ہوئی تھی اور اناشیہ ہی میرے دل کے خالی گوشوں میں جگہ بنا چکی تھی۔ بے شک وہ مجھ سے بہت دور تھی۔ بے شک میرے اور اس کے درمیان نہ جانے کتنے فاصلے ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود میں اناشیہ کو یاد کر رہا تھا اور اس کے علاوہ راجہ پربھو دیو نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا میں دل سے اسے تسلیم نہیں کرتا تھا۔ لعنت ہو مہا سانولی پر اس نے اگر دنیا میں برائیاں پھیلانے کا کام شروع کر رکھا ہے تو کم از کم میں اس کا ساتھ نہیں دوں گا۔

ہاں..... باقی رہا جہاں تک علم وفنون سیکھنے کا تعلق تو اس کے لیے پہلے ہی میں اپنے دل میں فیصلہ کر چکا ہوں۔ میں نے یہی فیصلہ کیا تھا بلکہ اسی فیصلے کے تحت میں نے بے چاری اناشیہ کو بھی دھوکہ دیا تھا کہ بظاہر مہا سانولی کا پیروکار بن جاؤں گا لیکن اس کے گُر اس کے گُن جاننے کے بعد انہیں اسی کے خلاف استعمال کروں گا۔ دیکھوں گا کہ وہ میرا کیا بگاڑ سکتا ہے اور اسی لیے میں نے راجہ پربھو دیو سے بھی اس بات کا وعدہ کر لیا تھا۔

چنانچہ راجہ پربھو دیو نے دوسری رات سے مجھے ستاروں کا علم سکھانا شروع کر دیا۔ ستاروں کی چال ان کا عمل، ان کے راستے، انسانی زندگی سے ان کا تعلق، آسمان میں بکھرے ہوئے ستاروں کی لاتعداد، تعداد کا حساب ان کے گنے جانے والے جال کے بارے میں نہ جانے کیسی کیسی باتیں۔ میں ان تمام چیزوں کو اپنے ذہن میں اُتار رہا تھا اور جو کچھ وہ بتا رہا تھا۔ میں نے اسے اپنے دل کے خانوں میں اُتار لیا تھا۔ میرا فیصلہ اٹل تھا کہ جو کچھ وہ مجھ سے

چاہتا ہے۔ میں اس میں پورا اُتروں گا۔

یہاں تک کہ ہر رات اس کے سبق میں گزرتی رہی۔ راجہ پربھو دیو مجھے بتاتا رہا اور ہر رات میں آسمان میں نکلے ہوئے ستاروں سے دنیا کے بارے میں سوالات کرتا رہا۔ راجہ پربھو دیو مجھے ستاروں کی لکیریں بھی سمجھا رہا تھا اور جب اس نے میرا پہلا امتحان لیا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''میں نے اتنا ذہین لڑکا اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ دیکھ میں یہ جانتا ہوں کہ انسان کو دنیا میں رہنے کے لیے کیسے کیسے جتن کرنا پڑتے ہیں۔ بے شمار لوگ صبح کو اپنا گھر بار چھوڑ کر سڑکوں پر نکل آتے ہیں۔ سارا دن موت سے لڑتے رہتے ہیں اور شام کو جب اپنے گھروں میں واپس جاتے ہیں تو ان کے پاس اتنا ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو روٹی کھلا دیں۔ اس کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔

مہا سانولی کے افکار یہ ہیں کہ اپنی ذہانت سے اتنی دولت کماؤ کہ عیش وعشرت کی زندگی بسر کرو اور اس کے لیے زندگی کے اصولوں کے جھگڑوں میں پڑنے کی کوشش مت کرو۔ زندگی بے اصولی کا نام ہے۔ جو لوگ اصول پرستی کو زندگی سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں اور یہی مہا سانولی کے افکار ہیں۔'' ان کی غیر موجودگی میں میں نے دل میں سوچا کہ یہی شیطان کا عمل ہے اور میں اسی کے خلاف کام کرنا چاہتا ہوں۔ راجہ پربھو دیو نے کہا۔

''دیکھو مہا سوما کے مطابق مجھے نہ جانے کتنے روپ بدلنے پڑیں گے اور پڑتے ہیں میں ہزاروں روپ میں رہتا ہوں۔ کبھی میں کسی بدلے ہوئے روپ میں نظر آؤں تو حیران مت ہونا اور نہ ہی مجھ سے قریب ہونے کی کوشش کرنا۔ تمہیں کچھ ایسے لوگوں کے قریب بھیجا جائے گا۔ جو ہمارے شکار ہوں گے۔ تم ان کے درمیان اپنے لیے جگہ بناؤ گے اور وہاں ہماری خواہشوں کے مطابق عمل کرو گے۔ میں اگر کسی بدلی ہوئی شکل میں نظر آؤں تو مجھ پر توجہ نہ دینا۔ میں احتیاطاً کہہ رہا ہوں۔ حالانکہ شاید اس کی ضرورت پیش نہ آئے۔''

''ٹھیک ہے جیسا تم کہہ رہے ہو میں ویسا ہی کروں گا۔'' میں نے جواب دیا۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اس شخص سے بہت متاثر ہو گیا تھا۔

☆=======☆=======☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ستاروں کا علم جاری رہا۔ اب مجھے بہت کچھ دیکھنا آ گیا تھا کسی بھی شخص کا چہرہ دیکھ کر میں اس کے بارے میں تفصیل سے بتا سکتا تھا۔ راجہ پربھو دیو نے کئی بار مجھ سے میرا امتحان بھی لیا تھا اور اس کے بعد مطمئن ہو گیا تھا۔ ایک دن ہم دونوں ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں پہنچے اور وہاں میزوں پر بیٹھ گئے۔ یہ ساری چیزیں چونکہ اب مجھے بہت اچھی لگنے لگی تھیں۔ اس لیے میں راجہ پربھو دیو کے ساتھ ہر جگہ اس کی مرضی کے مطابق دیا کرتا تھا۔

اس دن کے بعد سے آج تک میں نے کبھی رتنا کماری کے گھر جانے کی فرمائش نہیں کی تھی۔ راجہ پربھو دیو اسی وقت بول پڑا۔

''ایک بات پوچھوں۔''

''ہاں کیوں نہیں۔''

''رتنا کماری کے ہاں چلو گے؟''

''کیوں؟''

''دل نہیں چاہتا۔''

''نہیں۔''

''نرگس یاد نہیں آتی؟''

''اب بھی یہ بات پوچھو گے؟''

''نہیں خوشی سے کہہ رہا ہوں۔''

''خوشی سے؟''

''ہاں..... تم نے آج تک کبھی وہاں کا نام نہیں لیا۔ اس سے بڑی بات اور کوئی نہیں ہو گی۔ بہر حال میں بہت خوش ہوں۔ دیکھو وہاں سامنے ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے۔ تم اس سے جا

کر ملو۔ سلام دعا کرو۔ اس سے اور پھر اسے اس کے بارے میں بتاؤ بہت مزہ آئے گا۔''

''اوہو..... کیا واقعی؟''

''ہاں.....''

''اور اگر وہ بگڑ جائے تو؟''

''تو اُٹھ جانا اپنی جگہ سے دنیا کو اسی طرح قابو کیا جاتا ہے۔'' میں نے راجہ کی ہدایت کے مطابق اس آدمی کی جانب رُخ کیا بہت اچھی شخصیت کا مالک تھا۔ شاندار سوٹ میں ملبوس ہاتھوں میں انگوٹھیاں پہنے جو بلاشبہ ہیروں کی تھیں۔ ان میں ہیرے چمک رہے تھے میں اس کے قریب پہنچ کر بولا۔

''اگر آپ اجازت دیں تو میں چند لمحوں کے لیے یہاں بیٹھ جاؤں۔'' اس نے چونک کر نگاہیں اٹھائیں۔ اس کے سامنے شراب کے برتن سجے ہوئے تھے۔ پہلے تو اس کی نگاہوں کا انداز خشک سا تھا لیکن شاید میری شخصیت تھی جس نے اسے متاثر کیا۔ پھر اس نے کہا۔

''بیٹھو..... کیا کام ہے مجھ سے۔ تمہارے لباس اور تمہاری شخصیت سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تم ماڈرن بھکاریوں میں سے نہیں ہو۔ جو طرح طرح سے بھیک مانگنے کے فن ایجاد کیا کرتے ہیں۔''

''نہیں سر! میں بھیک مانگنے والوں سے نہیں ہوں۔'' میں نے کرسی گھسیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''کیا تم مجھے بھیک دینے آئے ہو؟''

''نہیں بس تھوڑے فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کی صورت دیکھی کچھ ایسے دلکش انکشافات ہوئے مجھ پر کہ میرا دل آپ سے ملنے کو چاہا سو یہاں آ گیا۔''

''کیا مطلب؟ میری صورت دیکھ کر تم پر دلکش انکشاف ہوئے۔''

''ہاں.....''

''اچھا..... تعجب کی بات ہے۔ چلو تم مجھے ان انکشافات کے بارے میں بتاؤ کیسے انکشافات ہیں۔''

''آپ نے پانچ قتل کیے ہیں۔ اپنی زندگی میں۔'' اس نے چونکہ گلاس ہاتھ میں اُٹھایا ہوا تھا۔ اس کا گلاس ہاتھ سے چھوٹ گیا لیکن میں اس کے لیے تیار تھا۔ میں نے گلاس کو میز پر نہ گرنے دیا اور اپنے ہاتھ میں سنبھال کر نیچے رکھ دیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس شخص کو چکر آ جائے گا۔ اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''آپ کی کیفیت یہ بتا رہی ہے جناب کہ آپ کو میرے الفاظ کی سچائی سے انکار نہیں ہے۔''

''دیکھو میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں۔ تت..... تت..... تم..... مجھ سے بدتمیزی کر کے اس ہوٹل سے زندہ واپس نہیں نکل سکو گے۔''

نہ میں آپ سے کوئی بدتمیزی کر رہا ہوں اور نہ میرے ان الفاظ میں کوئی گہرائی ہے..... مجھے کیا..... بس میں تو اپنے علم کو آزما رہا تھا۔''

''بکواس کر رہے ہو تم..... میں نے کسی کو قتل نہیں کیا۔''

''نہ میرا تعلق پولیس سے ہے اور نہ ہی کسی ایسی شخصیت جو اس بات پر آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔ میں تو ایک سیدھا سادہ آدمی ہوں۔ بس اپنے علم کی تصدیق کر رہا تھا۔ آپ اگر جھوٹ بولنا چاہیں تو دوسری بات ہے۔ ویسے میں آپ کو بتاؤں کہ آپ نے پہلا قتل بارہ سال کی عمر میں کیا تھا۔ وہ غالباً آپ کا ہم عمر ساتھی تھا۔ آپ کا دوست اور جس جگہ آپ نے یہ قتل کیا آپ وہاں سے بھاگ آئے۔ وہ کوئی دیہات تھا۔ آپ کے والدین آپ کی تلاش میں بھٹکتے رہے اور اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی۔ جب وہ آپ سے ملے۔''

''اوہ خدا..... میرے خدا۔'' اس شخص نے بولتے ہوئے کہا۔

''اس کے بعد دوسرا قتل آپ نے بائیس سال کی عمر میں کیا۔ یہ قتل رقابت کا نتیجہ تھا اور کسی لڑکی کے لیے کیا گیا تھا۔ اس کے بعد تیسرا قتل آپ نے ایک سال بعد کیا یہ دولت کے حصول کے لیے تھا اور اس کے بعد آپ نے مزید دو قتل کیے۔ کیونکہ آپ کو دولت اس طرح حاصل کرنے کی عادت پڑ گئی تھی اور اس کے بعد آپ ایک مطمئن زندگی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔''

''کیا تم میری گردن میں پھانسی کا پھندہ فٹ کرنا چاہتے ہو؟''

''نہیں..... بالکل نہیں۔ بس میں یہاں سے اٹھ رہا ہوں اور اس کے بعد میں آپ کو بھول جاؤں گا۔''

''یہیں بیٹھو۔ خدا کے لیے بیٹھو..... خدا کے لیے..... دیکھو میں پاگل ہو جاؤں گا۔ دیوانہ ہو جاؤں گا۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں اس معاملے میں کیسے معلوم ہوا؟''

''میں نے کہا ناں یہ میرا علم ہے۔''

''میرے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟''

''ذرا برابر کچھ نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''انوکھا علم ہے لیکن میں تمہیں ایسے نہیں جانے دوں گا۔ میرے ساتھ پینا پسند کرو گے؟''

''بالکل نہیں۔''

''مجھ سے تعارف حاصل کرنا پسند کرو گے؟''

''ضروری نہیں ہے۔ میں تو بس اپنے فن کو آزما رہا تھا۔ میں نے یہ فن آزما لیا۔''

''میرا نام جان ہاکر ہے۔ نسلاً عیسائی ہوں یہاں ریس کورس میں میرے گھوڑے دوڑتے ہیں اور مجھے گھوڑوں کے سب سے بڑے ٹرینر کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔ یہ میرا کارڈ ہے۔ سنو..... تم مجھ سے ملو..... براہ کرم مجھ سے ضرور ملو۔ تم سے مل کر مجھے خوشی ہو گی۔''

''ٹھیک ہے۔ موقع ملا تو تم سے ملاقات ضرور کروں گا۔''

''نہیں پلیز تم مجھ سے ضرور ملو گے۔'' اس نے کہا اور میں اس کے پاس سے اٹھ گیا۔ مجھے خود اس کھیل سے دلچسپی محسوس ہوتی تھی۔ بہرحال کھیل تو دلچسپ تھا۔ اس طرح لوگوں کے ذہنوں میں اُتر کر ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا عام بات نہیں تھی۔ جب میں واپس راجہ پربھودیو کے پاس پہنچا تو وہ مسکرا رہا تھا۔

''میں یہاں سے اس کی کیفیات کا اندازہ لگا رہا تھا۔ تم نے یقیناً اسے پاگل کر دیا ہے۔ جانتے ہو وہ کون ہے؟''

''بس ابھی ابھی جتنا جان سکا جان لیا ہے میں نے ظاہر ہے۔ اس کے بارے میں تفصیل نہیں جانتا۔''

''جان ہاکر ہے اس کا نام..... ریس کورس کا بادشاہ کہلاتا ہے اور بہت بڑے بڑے لوگ ریس کا شوق رکھتے ہیں۔ جان ہاکر سے ہمیں بہت سے کام ہیں۔ یقینی طور پر اس نے تم سے دوبارہ ملنے کی خواہش ظاہر کی ہو گی؟''

''ہاں۔''

''تو پھر یہ سمجھ لو کہ تمہیں اس کے قریب ہونا ہے۔ ہمیں اس سے ایک اہم کام لینا ہے۔ گھوڑوں کے بارے میں اس سے جس قدر معلومات حاصل کر سکتے ہو معلوم کر لو۔ ہمیں بڑی زبردست معلومات کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مستقبل میں ہمیں اس معلومات سے ایک اہم کام لینا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں راجہ پربھودیو سے کوئی سوال نہیں کیا۔

بہرحال میں اس بات کا خیال رکھتا تھا کہ پربھودیو کو کوئی شک نہ ہونے دوں۔ اپنے آپ پر کسی بھی مسئلے میں اس سے بہت زیادہ بحث کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اسے ہوشیار کر دیا جائے اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ یہ شبہ کر بیٹھے کہ میرے دل میں کچھ اور ہے اور ظاہر کچھ اور بہر حال یہ سلسلے جاری رہے۔

کئی دن گزر گئے تھے۔ اس بات کو ہمارے معمولات جاری تھے۔ کبھی کوئی تفریحی مشغلہ کبھی کوئی اور پھر ایک دن راجہ پربھودیو نے کہا۔

''جان ہاکر ریس کورس میں ہوتا ہے۔ وہ یقینی طور پر اپنے بارے میں تمہارے انکشافات سے بدحواس ہو گیا ہوگا اور ویسے بھی اسے اپنے بارے میں تفصیل تو نہیں بتا کر آئے تھے۔''

''نہیں کوئی بات نہیں بتائی تھی۔ اصل میں کچھ باتیں ایسی ہو گئی تھیں جن کی وجہ سے وہ بدحواس ہو گیا تھا۔''

''ٹھیک..... اب ایسا کرتے ہیں کہ ریس کورس چلتے ہیں۔ میں تمہیں ریس کے بارے میں تفصیل بتاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہوتی ہے۔ گھوڑے دوڑتے ہیں..... ہارتے ہیں..... جیتتے ہیں..... کون سا گھوڑا دوڑ میں اول آئے گا۔ اس کا حساب تم ستاروں سے نہیں لگا سکتے۔ یہ ایک بالکل الگ کام ہے۔ ویسے میں تمہیں بتاؤں کہ ہر وہ کام جو انسانوں کے لیے کسی بھی شکل میں نقصان کا باعث بنتا ہو۔ اس کے پس پردہ مہا سانولی عمل پیرا ہوا کرتے ہیں اور مہا سانولی کے پیروکار ہر طرح سے انسانوں کو غلط راستوں پر ڈالنے کے لیے مصروف عمل رہتے ہیں۔ جواء، شراب اور اس طرح کی اور دوسری بہت سی چیزیں تم یہ سمجھ لو کہ مہا سانولی کے ارادوں کی تکمیل کرتی ہیں۔ لیکن یہ سب اس قدر دلکش ہیں کہ لوگ انہیں اپنانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور اس میں مہا سانولی کی فتح ہے اسی میں اس کی جیت ہے۔''

''ایک سوال کروں راجہ پربھودیو؟''

''ہاں۔''

''کیا انسانوں کو نقصان پہنچانا کوئی اچھی بات ہے؟'' راجہ پربھودیو چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

''یہ خیال تمہارے دل میں کیسے پیدا ہوا؟''

''یہ تو ایک عام خیال ہے۔ جو کسی کے بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہے؟''

''اوہ..... میں بھول گیا۔ تم نے میرے سامنے کبھی جے سوما نہیں کہا ہے؟''

''ایک بات کہوں تم سے؟''

''ہاں کہو۔''

''اب تک میرے اور تمہارے درمیان جو رفاقت رہی ہے۔ اس میں تم بہت اچھے انسان

ثابت ہوئے ہو۔ میرے لیے..... لیکن پربھودیو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم مجھے میرے ارادوں میں تنہا چھوڑ دو۔'' راجہ پربھودیو عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

''قصور تمہارا نہیں..... میرا بھی نہیں ہے۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ تم ایک بھٹکے ہوئے انسان ہو اور بڑی مشکل سے قابو میں آؤ گے۔ ورنہ سچ بات تو یہ ہے کہ اس بات کے بعد میرے اور تمہارے درمیان دوستی تک نہیں رہنی چاہیے۔ بلکہ مہا سانولی کی توہین پر میرے اور تمہارے درمیان علیحدگی ہو جانی چاہیے۔ دیکھو اس بات کا خاص خیال رکھنا۔ اپنے ارادے میں تبدیلی جب دل چاہے پیدا کرنا لیکن میرے سامنے مہا سانولی کے عمل کو کبھی بُرا نہ کہنا۔ میں برداشت نہیں کر پاؤں گا۔''

میں خاموش ہو گیا اور میں نے دل ہی دل میں کہا کہ پربھودیو میں نے تو چاہا تھا کہ تم سے مخلص ہو جاؤں لیکن میری اور تمہاری تقدیر میں یہ بات ہے ہی نہیں۔ میں خاموش ہو گیا۔ ایک دو دن میں نے محسوس کیا کہ پربھودیو مجھ سے کچھ کھچا کھچا سا ہے۔

بہر حال میں نے اپنے رویے میں تبدیلی پیدا نہیں کی اور پھر وہ خود ہی معتدل ہو گیا اور پھر ایک دن اس نے کہا۔

''ہم ریس کورس چل رہے ہیں۔'' میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔ یہ بھی خوب دنیا تھی۔ انسان اچھی شخصیتیں لے کر یہاں آتے تھے اور دولت کے آنے جانے پر اپنی شخصیتیں کھو بیٹھتے تھے۔ جانوروں کی طرح چیخ چیخ کر گھوڑوں سے باتیں کرتے تھے۔ انہیں جیتنے کے لیے کہتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے ان پر شرطیں لگائی ہوئی تھیں۔ پربھودیو مجھے تفصیلات بتاتا رہا۔ اس نے کہا۔

''اور میں تمہیں بتاؤں..... جو گھوڑا جیتنے والا ہوگا۔ اسے تم دیکھو گے تو تمہیں اس کے پیروں کے گرد روشن دائرے نظر آئیں گے۔ جو اس کے پیروں سے لپٹ رہے ہوں گے۔ چنانچہ تم ان کی طرف اشارہ کر کے بتا دینا کہ یہ گھوڑا جیت رہا ہے۔'' اس نے کہا۔

''کسے بتا دوں؟''

''جان ہاکر کو۔''

''جان ہاکر کہاں ہے؟''

''میں وہی تم کو بتانے والا تھا۔ وہ دیکھو ادھر..... وہ سامنے جو بڑی بڑی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ ان پر وہ بیٹھا ہوا ہے۔'' میں نے جان ہاکر کو دیکھ لیا۔ اس کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ میں نے راجہ پربھودیو سے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''تو کیا مجھے اس کے پاس جانا ہوگا۔''

''ہاں..... تم جاؤ گے تمہیں بڑی عزت کا مقام ملے گا اور لوگ تمہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ دیکھو بات باصل میں یہ ہے کہ ہمیں ان سے بہت ہی ضروری کام لینا ہے وہاں جو کردار تمہیں ملیں گے اب تم یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ کوئی بات کرنے کے لیے تمہیں ان سے کیسے مخاطب ہونا ہوگا۔''

''ٹھیک ہے۔ راجہ پربھودیو۔'' میں نے کہا اور اس کے بعد میں نے اس سے پوچھا۔

''تم میرے ساتھ کیوں نہیں آتے؟''

''نہیں میرا ان سب سے دور رہنا ہی ضروری ہے۔ ورنہ میں تمہارے ساتھ ضرور چلتا۔'' میں نے گردن ہلا دی۔

پربھودیو سے زیادہ انحراف کرنا بھی خطرناک ہوسکتا تھا۔ وہ میرے بارے میں یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا کہ میں کسی بھی شکل میں اس سے تعاون نہیں کروں گا۔ جبکہ میں ابھی بہت سی الجھنوں میں پھنسا ہوا تھا۔ ابھی تو میں اس دنیا ہی کو سمجھ رہا تھا۔ جو مجھ سے فاصلہ اختیار کر گئی تھی اور میرے اردگرد سانولی قوتیں بکھری ہوئی تھیں۔ میں نے انہیں اپنے اندر نہیں جھانکنے دیا تھا۔ بس یہ احساس تھا میرے دل میں کہ دنیا کے بارے میں ذرا سی معلومات کر لوں یہ اندازہ لگا لوں کہ اپنی مرضی سے جو کچھ کرنا چاہوں گا۔ اس کے لیے مجھے کیا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد اپنے قدم آگے بڑھاؤں گا۔

ویسے یہ بات تو حقیقت تھی کہ دل سے نہ تو میں نے مہا سانولی کو نہ تو تسلیم کیا تھا اور نہ زندگی کی آخری سانس تک تسلیم کرنا چاہتا تھا۔ بس ایک وقت تھا جو گزر رہا تھا۔ میں اس انداز میں جان ہاکر کے سامنے سے گزرا۔ جیسے میں نے اسے دیکھا ہی نہ ہو لیکن وہ مجھے دیکھ کر اتنا بدحواس ہوا کہ ایک طرح سے مجھ پر آ ہی گرا..... میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اسے بھی۔ وہ ایک عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔

''مسٹر..... مسٹر.....''

''جی.....'' میں نے کہا۔

''آپ مجھے پہچان گئے ہیں جان ہاکر ہوں۔ اس دن ہوٹل میں آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔'' اس نے مجھے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

''ہیلو مسٹر ہاکر..... آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟''

''نہیں..... مجھے تو آپ کا پتہ ہی معلوم نہیں تھا۔ میں نے درجنوں چکر اس ہوٹل کے

لگائے۔ صرف یہ سوچ کر کہ شاید آپ سے ملاقات ہو جائے۔ ابھی آپ ادھر سے گزرے تو میں اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکا۔ آیئے پلیز..... ہمیں کچھ وقت دے سکیں گے میرے ساتھ کچھ اور افراد بھی ہیں۔''

''کیوں نہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جان ہاکر مجھے لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سب حیرانی سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص جس کی اچھی خاصی داڑھی تھی لیکن لباس بہت بھڑک دار پہنے ہوئے تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکراتا ہوا بولا۔

''میاں ہاکر، کیا خوبصورت چیزوں پر قبضہ جمانے کا حق تم نے اپنے پاس ہی محفوظ کر رکھا ہے۔ کتنا پیارا لڑکا ہے۔ کیا حُسن پایا ہے۔'' میں نے اس شخص کی جانب غور سے دیکھا عجیب سنہری سی شکل کا آدمی تھا لیکن گلے میں انتہائی قیمتی موتیوں کے ہار پہنے ہوئے تھا۔ شخصیت میں کوئی ایسی انوکھی بات ضرور تھی۔ جو انسان کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہے۔ کچھ خواتین بھی تھیں جو اچھی شکل وصورت کی مالک تھیں۔ جان ہاکر نے اس سے کہا۔

''لیڈیز..... اینڈ جنٹل مین! ایک ایسی حیرت ناک شخصیت اچانک ہی مجھے مل گئی ہے جو اگر اپنے جوہر آپ پر کھول دے تو آپ یہ سمجھ لیجیے کہ آپ کے حواس درست ہو جائیں گے۔''

''یعنی ان کے جوہر ہم پر کھلیں گے تو ہمارے حواس درست ہو جائیں گے۔ مطلب کیا ہوا اس بات کا۔'' ایک خاتون نے کہا۔

''یہ میری مسز جولی ہے۔ جولی اپنے آپ کو بہت ایڈوانس سمجھتی ہے۔ خیر کیونکہ معاملہ میاں بیوی کا ہے۔ اس لیے اس وقت انہیں معاف کیے دیتا ہوں مگر آپ حضرات۔''

''اوہو بھئی..... یہ کیا مداری پن لگا رکھا ہے۔ تم نے میاں جان ہاکر بیٹھو..... ریس شروع ہونے والی ہے۔''

میرے ذہن میں راجہ پربھودیو کا جملہ آ گیا۔ جیتنے والے گھوڑے کے پیروں کے گرد روشن دائرے نظر آئیں گے۔ جان ہاکر نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''ذرا اس ریس کا خاتمہ ہو جائے اس کے بعد مکمل تعارف کراؤں گا۔ آپ لوگوں سے۔'' جان ہاکر میرے بالکل برابر بیٹھ گیا وہ عجیب وغریب شخصیت بڑی پُر جوش نظر آ رہی تھی۔ اس کے ملازموں نے شاید ان کی طرف سے گھوڑوں پر داؤ بھی لگا دیئے تھے۔ کیونکہ کچھ کارڈ لا کر اس نے ان کے حوالے کر کے کہا تھا۔

''جناب آپ کی ہدایت کے مطابق یہ داؤ لگا دیئے گئے ہیں۔'' اور اس شخص کو نواب کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا۔ جو مجھے عجیب سا لگا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہرحال ہاکر نے میرے پاس بیٹھ کر کہا۔

''اور مجھے یقین ہے شہزادہ سلال کہ آپ ان میں سے کسی کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔ میں تو بس آپ سے تعارف چاہتا تھا۔''

''آپ بالکل بے فکر رہیں مسٹر جان ہاکر۔ میں ان لوگوں کو آپ کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں بتاؤں گا۔''

''شکریہ! ویسے ان سب سے مل کر آپ کو خوشی ہوگی۔ چلئے گھوڑے اسٹارٹنگ پوائنٹ پر پہنچ گئے ہیں۔ یہ ریس دیکھ لیتے ہیں۔ اس کے بعد باتیں ہوں گی۔ ویسے یہ سب بڑے دلچسپ لوگ ہیں اور ان سے مل کر آپ کو یقیناً خوشی ہوگی۔ رادھن پور میں ان لوگوں نے بڑی بڑی شاندار جگہیں بنا رکھی ہیں۔ خاص طور سے نواب دلشاد کا شیش محل تو آپ یہ سمجھ لیجیے کہ بس دیکھنے دکھانے کے قابل چیز ہے۔''

''نواب دلشاد..... کون؟''

''وہی جو مجھے بڑے پیار سے میاں جان، جان عالم، جان عزیز وغیرہ کہا کرتے ہیں۔'' میں خاموش ہوگیا۔ جان ہاکر نے کہا۔

''ویسے یہ بات نہیں معلوم تھی کہ ریس سے بھی آپ کو دلچسپی ہے۔ کھیلتے بھی ہیں۔''

''نہیں۔''

''اچھا..... بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو صرف ریس دیکھنے کا شوق رکھتے ہیں۔ ریس کھیلتے نہیں۔''

''ہاں..... میں اس لیے نہیں کھیلتا کہ جیت جاتا ہوں۔ کھیلوں گا تو بہت سوں کا نقصان ہوگا۔''

''ارے واہ بڑے اعتماد سے کہہ رہے ہیں کہ آپ کھیلتے ہیں تو جیت جاتے ہیں۔''

''ہاں ایسا ہی ہوتا ہے۔''

''کیسے جیت جاتے ہیں؟''

''مجھے پتہ ہوتا ہے کون سا گھوڑا جیتنے والا ہے۔''

''کیا واقعی..... اصل میں ایسی باتیں میں نے کئی بار سنی ہیں لیکن آپ کے ان الفاظ کو اس لیے نظر انداز نہیں کر سکتا کہ آپ ایک مافوق العقل ہستی ہیں اور میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اچھا اس بار بتائیں گے کہ کون سا گھوڑا جیتنے والا ہے؟''

''ہاں..... ہاں..... کیوں نہیں۔''

''تو بتائیے۔'' میں نے گھوڑوں کی طرف دیکھا۔ ایک گھوڑا جو دوسرے قد آور گھوڑوں کے مقابلے میں زیادہ دبلا پتلا اور کمزور نظر آ رہا تھا۔ اس کے پیروں کے گرد روشن دائرے گردش کر رہے تھے۔ میں نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''وہ جو گرے کلر کا ہے اور جس کے بائیں شانے پر سیاہ دھبہ ہے۔ وہ اس دوڑ میں پہلے نمبر پر آئے گا۔'' جان ہاکر نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔

''آپ کی بات جھٹلانے کی ہمت بھی نہیں کر پا رہا لیکن ایک بات بتاؤں۔ یہ گھوڑا ریس میں صرف تعداد پوری کرنے کے لیے رکھ لیا گیا ہے۔ یہ ایسی ریسوں میں دوڑنے کے معیار کا گھوڑا ہی نہیں ہے اور شاید اس نے زندگی میں آج تک کوئی ریس نہیں جیتی۔ بس اسے ریس کے گھوڑوں کی تعداد پوری کرنے کے لیے عموماً شامل کر لیا جاتا ہے۔ اس کا مالک وہی جیکی ہے۔ جو اس کی پشت پر سوار ہے۔''

''تو پھر یوں سمجھ لیجیے کہ آج اس کی قسمت بدلنے والی ہے۔'' اچانک ہی جان ہاکر نے ایک شخص کو بلایا اور جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکالتا ہوا بولا۔

''دوڑ کر جاؤ۔ مارون پر یہ رقم لگا دو۔ جاؤ جلدی کرو۔ بکنگ بند ہونے والی ہے۔''

گھوڑے سٹارٹنگ پوائنٹ پر کھڑے تھے۔ وہ شخص دوڑتا ہوا چلا گیا تو جان ہاکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یوں سمجھ لیجیے شہزادہ سلال کہ یہ رقم آپ کے قدموں پر نثار کی گئی ہے۔''

میں خاموش ہوگیا۔ راجہ پربھو دیو اب تک جو حوالے بتا دیتا تھا۔ وہ نکلے تو درست تھے۔ اب اگر کوئی گڑبڑ ہو جاتی ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ بہرحال ان لوگوں نے دوربینیں آنکھوں سے لگا لیں۔ گھوڑے اپنی جگہ ٹوسٹ کر رہے تھے اور پھر فائر ہوا اور گھوڑوں نے دوڑ لگا دی۔ میں ان تمام چیزوں سے بے پرواہ خاموشی سے انسانوں کی حرکتیں دیکھ رہا تھا۔ لوگ شور مچا رہے تھے۔ اپنے اپنے گھوڑوں کا نام لے کر پکار رہے تھے۔ جو گھوڑا پیچھے رہ گیا اسے گالیاں بک رہے تھے۔ گھوڑوں نے ایک موڑ کاٹا پھر دوسرے موڑ پر آئے اور یہاں سے اچانک مارون نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور اس کے بعد وہ ہر گھوڑے کو پیچھے چھوڑتا ہوا برق رفتاری سے آگے بڑھا۔

جان ہاکر خود بھی اپنے پہلے لگائے ہوئے گھوڑے کے لیے چیخ رہا تھا۔ اچانک ہی چپ ہوگیا۔ اس کے گال پھول گئے۔ آنکھیں حیرت سے سکڑ گئیں۔ وہ احمقوں کی طرح منہ پھاڑے مارون کو دوڑتے دیکھ رہا تھا۔ جس نے باقی تمام گھوڑوں کو پیچھے چھوڑ دیا تھا اور پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماروں ہی جیت گیا۔ پبلک شور مچا رہی تھی لیکن ہاکر دم سادھے بیٹھا ہوا تھا پھر اس کا لرزتا ہوا ہاتھ آگے بڑھا اور اس نے میرا شانہ پکڑ لیا۔ پھر وہ سرسراتی ہوئی آواز میں بولا۔

''مجھے یقین ہے کہ تم انسان نہیں ہو۔ اس زمین پر رہنے والے نہیں ہو۔'' میں ہنس پڑا پھر میں نے کہا۔

''لیجیے آپ نے مجھے انسانوں سے خارج کر دیا۔'' ادھر نواب دلشاد کہہ رہا تھا۔

''لاحول ولا قوۃ..... اسے کہتے ہیں مونچھیں منڈوا دینا، کمال ہے اس خچر کو تو گولی مار دینی چاہیے جس نے ہمارا بیس لاکھ کا نقصان کرا دیا۔'' نواب دلشاد نے کسی خاص گھوڑے پر رقم لگائی تھی لیکن چند لمحوں کے بعد جب ہاکر کا ملازم نوٹوں کی گڈیاں رومال میں لپیٹ کر لے آیا اور اس نے ہاکر کو دیئے تو سب حیرانی سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''ہیں..... یہ تم..... میرا مطلب ہے تم..... کیا تم نے اس ٹٹو پر رقم لگا دی تھی۔'' نواب دلشاد بولا اور جان ہاکر ہنس پڑا۔

''ہاں..... اور اب میں آپ لوگوں کو یہ نہیں بتاؤں گا کہ یہ رقم میں نے کیسے جیتی۔''

''ویسے عزیزم برا ہوا یہ اگر تم نے اس پر رقم لگا رہے تھے اور تمہیں کہیں سے ٹپ مل گئی تھی تو ہمیں بھی بتانا چاہیے تھا۔'' نواب دلشاد نے کہا۔

''نہیں..... نواب صاحب! یہ غلط تھا۔ آپ اس پر پہلی بات تو یہ کہ کبھی رقم نہ لگاتے دوسری بات کہ وہ ہار جاتا تو آپ بہت بُرے خیالات کا اظہار کرتے۔''

''مگر کمال ہے۔''

پھر جان ہاکر نے ایک باظرف انسان ہونے کا ثبوت دیا۔ کیونکہ دوسری اور تیسری ریس میں اس نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ اب کون سا گھوڑا جیتے گا۔ البتہ جب ریس ختم ہوئی تو اس نے واپسی پر کہا۔

''مسٹر سلال اب اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ آج بھی آپ خاموشی سے نکل جائیں۔ رات کا کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں گے۔''

''اس تکلف کی ضرورت تو نہیں ہے۔''

''اور آپ منع کریں گے تو یقینی طور پر مجھے دلی دکھ ہوگا اور کسی کو دکھ دینا بہرحال اچھی بات نہیں ہے۔''

''چلئے ٹھیک ہے۔'' میں نے ان کی یہ پیشکش قبول کر لی۔ نواب دلشاد کئی بار چور نگاہوں سے مجھے دیکھ چکا تھا لیکن بہرحال اس نے کچھ نہیں کیا۔ اہل خاندان اور مہمان سب کے سب

گاڑیوں میں بیٹھ کر چل پڑے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جان ہاکر کی رہائش گاہ بہت اچھی تھی۔ ایک اچھا خاصا دولت مند آدمی تھا وہ۔ نواب دلشاد کے بارے میں معلوم ہوا کہ اسی شہر میں رہتا ہے۔ یعنی یعنی چرن پور میں اور قالینوں کا بیوپاری ہے۔ جان ہاکر سے بہت اچھی دوستی ہے۔ اس نے اپنی دونوں بیٹیوں سے بھی ملوایا۔ جو ریس میں شریک خواتین میں سے دو تھیں۔ بڑی پُرکشش شخصیت کی حامل۔

بہرحال خاصا دلچسپ وقت گزرا۔ خوب ہنسی مذاق ہوا میری ذہنی کیفیت بڑی عجیب سی تھی لیکن چونکہ مجھے اس دوران انسانوں میں گھلنا ملنا سکھا دیا گیا تھا اور یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ راجہ پربھو دیو نے مجھے خاص طور سے جان ہاکر کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اس کی کوئی نہ کوئی اہم وجہ ہوگی پھر نواب دلشاد نے واپسی کی اجازت مانگی اور اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ چلا گیا لیکن جان ہاکر نے مجھے روک لیا تھا۔ وہ مجھ سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ کافی کے دوران اس نے اپنی بیوی سے کہا۔

''اور کیا تم جانتی ہو کہ وہ ٹٹو جس پر میں نے آج اٹھائیس لاکھ جیتے ہیں آج تک کبھی نہیں جیتا۔ لیکن مسٹر سلال نے مجھ سے کہا تھا کہ اس ریس میں وہ جیتے گا۔ میں نے صرف ان کی دوستی کی لاج رکھنے کے لیے اس پر پیسے لگا دیئے۔''

''یہ کوئی نجومی ہیں۔''

''ہاں..... ایسا انوکھا نجومی جسے تم نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا ہوگا اس کے علم نجوم نے ہی مجھے متاثر کیا تھا۔''

''یہ کیا مجھے میرے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں۔'' جولی بولی۔

''ضرور بتا سکتے ہیں لیکن بہتر ہے تم میرے سامنے نہ پوچھو..... کیونکہ انسان کے راز..... راز ہی رہنے چاہئیں۔''

''بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں آپ؟''

''نہیں۔ بلکہ شہزاد سلال کے عظیم الشان فن کو تمہارے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اور یہ نہیں چاہتا کہ تمہاری ذاتی بات چیت یہ مجھے بتائیں۔''

''چلو ٹھیک ہے۔ تم جاؤ..... میں ان سے بات کروں گی۔''

وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ تو جولی نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولی۔

''ہاکر کے اندر یہ بہت بڑی کمزوری ہے۔ وہ جس کسی سے ایک بات پر متاثر ہو جائے۔ تو سمجھ لو بس اس کی تعریفوں میں زمین آسمان ایک کر دیتا ہے۔ ویسے کیا واقعی اس کو تم

نے گھوڑے کے بارے میں بتایا تھا؟''

''اس بات کو جانے دیجیے۔ آپ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتی ہیں۔ وہ پوچھیں۔''

''اب میں کیا پوچھوں۔ چلو تم خود ہی مجھے میرے بارے میں بتا دو۔''

''آپ کا خاندان کوئی بہتر خاندان نہیں۔ آپ کے والد ایک اسمگلر تھے اور ایک لانچ لے جاتے ہوئے مارے گئے۔ آپ کی والدہ بھی اسمگلنگ کا کام کیا کرتی تھیں۔ انہوں نے آپ کو بھی اس راستے پر لگایا تھا اور ایک غیر ملک آپ سونا لے کر جا رہی تھیں کہ راستے میں پکڑی گئیں۔ پھر آپ کو اس کے بعد تین سال کی سزا ہوئی اور آپ یہ سزا کاٹنے کے بعد واپس آ گئیں۔ یہاں آنے کے بعد آپ نے اپنا کاروبار تبدیل کیا اور آپ کی ملاقات.....''

اچانک ہی جولی نے خوفزدہ انداز میں آگے بڑھ کر میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ بری طرح مجھ سے لپٹ گئی تھی۔ اس کا سانس تیز تیز چل رہا تھا۔ اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''خدا کے لیے..... خدا کے لیے..... اوہ..... میرے خدا..... اوہ میرے خدا.....'' اس کے چہرے پر بے خوف کے تاثرات اُبھر آئے اور اس نے کہا۔

''اگر تم نے جان ہاکر کو یہ ساری باتیں بتا دیں تو میں تو برباد ہو جاؤں گی یہ تو اچھا نہیں ہوگا۔''

میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور کہا۔

''اس مشکل سے بچنے کا ایک ہی حل ہو سکتا ہے۔''

''کیا؟''

''مجھے گولی مار دو۔ ظاہر ہے یہ راز میرے سینے میں ہی دفن ہو جائے گا۔'' اس نے بے چین نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

''نہیں..... پلیز..... لیکن تم..... تم یہ سب کیسے جانتے ہو؟''

''بے وقوفی کی بات ہے۔ معاف کیجیے گا۔ کیا جان ہاکر نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں آپ کے بارے میں بتاؤں گا۔ کیا آپ کے پوچھنے سے پہلے میں نے جان ہاکر کو یا آپ کو آپ کے بارے میں کچھ بتانے کی کوشش کی۔ یہ تو آپ ہی کی فرمائش تھی۔''

''ایک بات بتاؤ۔''

''وہ کیا؟''

''کیا میرا یہ راز تم راز رکھ سکو گے۔'' میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''جی رکھ سکوں گا۔''

''کیا دینا ہوگا مجھے اس کے صلے میں.....؟'' میں نے اسے دیکھا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے کہا۔

''دعائیں۔''

''کیا مطلب؟''

''دعاؤں کا مطلب نہیں جانتیں آپ؟''

''یعنی تم..... یعنی تم۔''

''محترمہ میرے پاس سب کچھ موجود ہے۔ نجوم یا جوتش میرا شوق ہے۔ آپ اور بھی کچھ پوچھنا چاہیں تو پوچھ سکتی ہیں۔''

''نہیں..... نہیں..... تم..... پلیز..... تم جاؤ..... تم جاؤ اور سنو جان ہاکر کو میرے بارے میں کبھی کچھ مت بتانا۔'' میں ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔ جان ہاکر مسکرا کر بولا۔

''میں تمہاری طرف ہی آ رہا تھا۔ کہو کیا رہا میری مسز کا؟''

''کچھ نہیں۔ انہوں نے کوئی خاص بات نہیں پوچھی۔'' میں نے انہیں ان کا تھوڑا سا ماضی بتا دیا۔''

''ارے ہاں..... یہ تو تم نے کمال کیا..... بلکہ واقعی تم کمال کے آدمی ہو۔ اگر تم نے اسے اس کا ماضی بتا دیا۔ تو تھوڑا سا مجھے بھی اس کے بارے میں بتاؤ۔''

''نہیں جناب علم نجوم ہو یا کوئی اور علم، کچھ پابندیاں ہوا کرتی ہیں اور ان پابندیوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ہمیں یہ اجازت نہیں کہ کسی کا راز کسی کو بتائیں۔''

''خیر یہ تو اچھی بات ہے۔ میں تو ایسے ہی کہہ رہا تھا۔ اصل میں مجھے جولی کے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم بس یوں سمجھ لو میری اس سے ملاقات ہوئی وہ مجھے پسند آئی اور میں نے اسے زندگی کا ساتھی بنا لیا۔''

''اب اگر انسان کسی کی گہرائیوں میں اترتا ہے۔ تو پھر بہت سی اونچ نیچ سامنے سامنے آتی ہیں۔ کیا فائدہ کہ اگر آپ کے سامنے والا شخص آپ کو پسند ہے اور وہ اچھا ہے۔ تو پھر یہ بھول جائیے کہ اس کے ساتھ کیا کیا کہانیاں وابستہ ہیں۔ پھر جو ہیں کافی ہیں۔''

''جی یہ بہت اچھی بات ہے۔'' پھر میری خوب خاطر مدارت کی گئی تھی اور اس خاطر مدارت میں جولی بھی شامل تھی۔ جان ہاکر نے اس کے اُڑے اُڑے نقوش دیکھے۔ تو ہنس کر بولا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''یقینی طور پر مسٹر سلال نے تمہیں ماضی کی کچھ ایسی داستانیں سنا دی ہوں گی جنہوں نے تمہارا رنگ اُڑا دیا ہے لیکن یہ ایک با اصول انسان ہیں۔ میرے پوچھنے کے باوجود انہوں نے تمہارے بارے میں کچھ نہ بتایا اور شاید کبھی نہ بتائیں اس لیے اگر کوئی ایسی ویسی بات ہے تو اسے ذہن میں جگہ مت دینا۔ نہ میں ان سے پوچھوں گا اور نہ ہی یہ مجھے بتائیں گے۔''

بہر حال ان لوگوں کے ساتھ خاصے دلچسپ لمحات گزرے تھے اور اس کے بعد میں اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔ راجہ پربھو دیو نے ایک عجیب و غریب کھیل سکھایا تھا اور مجھے یہ دیکھنا تھا کہ اب یہ کھیل کس حد تک اور کس انداز میں آگے بڑھتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت میں ذہن میں صرف ایک ہی تصور تھا۔ وہ یہ کہ جس طرح بھی بن پڑے مجھے میرے ماں باپ کا پتہ چل جائے۔

باقی ساری چیزیں تو پوری زندگی سے تعلق رکھتی ہیں۔ مجھے کیا حاصل ہوا ہے۔ کیا کھویا..... کیا پایا ہے..... یہ سب تو آنے والے وقت کے ساتھ ساتھ تھا اور دیکھیں وقت کی کیا کہانی ہوتی ہے۔

راجہ پربھو دیو نے مجھے زندگی کے سارے عیش مہیا کر دیئے تھے۔ اگر ایک عام نوجوان ہوتا اور اس کی زندگی میں ایسے کوئی خاص واقعات نہ ہوتے جیسے واقعات میری زندگی میں پیش آ چکے تھے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ وہ دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان ہوتا اور اس کی خوش بختی کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوتا۔ شاندار کوٹھی..... بے شمار ملازم..... عیش و عشرت کی زندگی، چرن پور جیسا شہر۔ اس کے علاوہ اور کیا چاہیے تھا۔ بس آپ یہ سمجھ لیجیے کہ دنیا کی ہر خوشی میرے لیے مہیا کر دی گئی تھی۔ چونکہ سوچیں اتنی پائیدار نہیں تھیں اور زندگی کچھ اس طرح گزری تھی کہ ابھی تک اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکا تھا۔

اپنے اندر چھپے ہوئے جانور کو بھی..... میں ابھی مار نہیں سکتا تھا۔ بیٹھے بیٹھے دل میں ایک دم دہشت ابھرتی تھی لیکن اب تھوڑی سی الجھ سمجھ آ گئی تھی اور یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ایک غیر انسانی عمل ہے۔ ہاں جب طبیعت پر وحشتوں کا عروج ہوتا اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کچھ لمحوں کے لیے گم ہو جاتی جو اس شیطانی قبیلے نے مجھ پر طاری کر دی تھی۔ تو پھر الگ بات تھی اور یہ حقیقت ہے کہ اگر میں اسی کیفیت میں ہوتا تو اب تک نہ جانے کتنے انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہوتا۔ لیکن بہر حال اب ایسا نہیں تھا۔ میں نے کچھ وقت کے لیے تمام لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ راجہ پربھو دیو تو مجھے ہر طرح سے گائیڈ کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔

''ایک بات بتاؤ سلاسل، کیا تمہارا دل دوبارہ ان لوگوں میں جانے کو چاہتا ہے؟''

''کن لوگوں میں؟'' میں نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

''میری مراد رتنا کماری سے تھی۔''

''نہیں۔''

''وہ لڑکی نرگس بھی یاد نہیں آئی؟''

''نہیں۔''

''کوئی اور ایسی شخصیت جس نے تمہیں متاثر کیا ہو؟'' ایک لمحے کے لیے میرا دل اناشیہ کے خیال سے معمور ہو گیا لیکن نہ جانے کیوں میں اسے ایک پاکیزہ امانت کے طور پر اپنے دل کی گہرائیوں میں رکھنا چاہتا تھا۔ اناشیہ کو اس طرح منظرِ عام پر لانا میرے لیے کچھ غیر مناسب سی بات تھی اور راجہ پربھو دیو جیسے آدمی تک سے میں نے اناشیہ کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔

حالانکہ راجہ پربھو دیو کے اس سوال نے میرے دل میں اناشیہ کا خیال پیدا کر دیا تھا لیکن کچھ خیالات ایسے ہوتے ہیں جو دل کی سیپ میں سچے موتیوں کی طرح سجا کے رکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اناشیہ کا نام نہیں لیا اور کہا۔

''نہیں راجہ پربھو دیو..... میں نے ابھی تک اپنی زندگی کا کوئی محور تلاش نہیں کیا۔''

راجہ پربھو دیو گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

''دل میں خواہش ہے؟''

''کیسی خواہش؟''

''یہ ہی کہ تمہاری زندگی کا کوئی محور ہو؟''

''دیکھو راجہ پربھو دیو میری زندگی کا صرف ایک محور ہے۔''

''وہ کیا؟''

''اپنے ماں باپ کی تلاش۔''

''اپنے ماں باپ کی تلاش؟''

''ہاں۔''

''کیا تم انہیں ابھی تک نہیں بھول سکے؟''

''میرا خیال ہے۔ ماں باپ بھولنے کی چیز نہیں ہوتے۔ تمہارے ماں باپ ہیں؟''

''میرے ماں باپ کہاں سے آئے۔ ہاں کبھی تھے۔''

''دل میں کبھی خیال آتا ہے کہ تم اس دنیا میں کیسے آئے؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''کیا مطلب؟''

''ظاہر ہے کچھ لوگ ہمیں اس دنیا میں دیکھتے ہیں دنیا کو سمجھتے ہیں۔ کیا ان سے زیادہ عزیز ہمیں کوئی اور شے ہو سکتی ہے۔''

''اپنا اپنا خیال ہے۔ انسان اور جانور میں بہت زیادہ نمایاں فرق ہونا چاہیے۔''

''مطلب؟''

''مطلب یہ ہے کہ جانوروں کو دیکھو کیا وہ اپنے ماں باپ کی تلاش کرتے ہیں؟''

''وہ جانور ہوتے ہیں حیوان..... اور ہم انسان ہیں۔''

''کیا وہ ہم سے زیادہ خوش نہیں ہیں۔''

''کون جانے؟''

''نہیں اندازہ تو لگا سکتے ہو۔ دنیا میں انسان کی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہے۔ بلکہ انسان کا نہیں ہر جاندار کا ایک ہی مقصد ہے۔ چھوٹے سے لے کر بڑے پرندے تک صبح کے آغاز کے بعد خوراک کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ خوراک تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اپنا پیٹ بھرتے ہیں اور رات کو کہیں بھی بسیرا کر لیتے ہیں۔ یہی ان کی زندگی کا مقصد ہے۔ انسان کی زندگی کا بھی یہی مقصد ہے۔ انسان کی زندگی کا بھی یہی مقصد ہے۔ پرندوں کی مانند جیو دنیا کی فکروں سے بے نیاز ہو کر اگر تمہارے چہیتے کبھی تمہیں مل جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کے لیے اپنی زندگی کو ناکارہ نہ کرو۔ کیا سمجھے؟''

''ایک بات بتاؤ پربھودیو؟''

''ہاں۔''

''پرندوں کی نمود کیسے ہوتی ہے؟''

''کیا مطلب؟''

''میرا مطلب ہے کہ ایک پرندہ کیسے وجود میں آتا ہے۔''

''یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ دو صنفوں کا ملاپ ہوتا ہے اور اس ملاپ سے نمود ہوتی ہے۔ جس طرح پیٹ بھرنا ہر ذی شعور کی ضرورت ہے۔ اسی طرح یہ ملاپ بھی اتنا ہی ضروری ہے۔''

''اس ملاپ سے نمود ہوتی ہے۔''

''ہاں۔''

''ننھے ننھے پرندے..... وحشی جانور..... چرندے..... درندے..... جب عالم میں

وجود میں آتے ہیں تو کس قدر کمزور ہوتے ہیں۔ انہیں طاقت بخشنے کی ذمہ داری کس کے سپرد ہوتی ہے۔''

''بہت باتیں آ گئی ہیں تمہیں کہاں سے سیکھیں یہ باتیں۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''میرا مطلب ہے کہ دنیا کو تو تم نے بہت کم دیکھا ہے یہ دنیا داری کی باتیں تمہیں کہاں سے آ گئی ہیں؟''

''ایک بات کہوں..... اس جگہ پہنچنے سے پہلے بھی تو میں نے دنیا کو دیکھا تھا۔ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اپنے باپ کے ساتھ ایک سمندری جہاز میں اپنے وطن کی جانب سفر کر رہا تھا کہ راستے میں میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آ گیا اور طویل عرصہ مجھے جانوروں کی طرح پرورش کرنے میں گزارہ گیا۔ پھر تمہیں اس بات پر حیرت ہو گی۔ راجہ پربھودیو جو مہا سانولی نے مجھے میرا ماضی یاد دلایا۔ جانتے ہو مہا سانولی کیا چاہتا تھا۔''

میں اپنی دھن میں بولے جا رہا تھا اور راجہ پربھودیو کی جانب میں نے دیکھا بھی نہیں تھا۔ راجہ پربھودیو نے خاموشی اختیار کیے رکھی تھی۔ البتہ اس کی گہری نگاہوں نے میرا جائزہ لے لیا تھا۔ میں نے کہا۔

''مہا سانولی چاہتا تھا کہ میں اس دنیا کو ایک بار پھر سمجھ لوں۔ وہ مجھ سے اس دنیا کے بارے میں کام لینا چاہتا تھا لیکن دنیا کو سمجھنے کے بعد شاید اسے میری اس وحشی فطرت کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ تو بس ایک تخلیق چاہتا تھا۔ ایک ایسی تخلیق جو اس کے لیے کام کرے۔ اس نے مجھے دنیا دوبارہ یاد دلا دی۔ اگر وہ مجھے دنیا دوبارہ یاد نہ دلاتا تو شاید ہو سکتا تھا۔ میں اسی طرح اپنی زندگی گزارتا اور اس کے احکامات پر عمل کرتا لیکن اس کے لیے بھی ضروری تھا کہ..... خیر یہ ایک لمبی بحث ہے۔

بات ہو رہی تھی۔ فطرت کی طرف انسان کا سفر اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سفر بہر حال ہوتا ہے۔ کسی کو پوری زندگی جنگل میں گزارنے کے لیے چھوڑ دو..... اگر وہ انسان ہو تو وہ انسان ہی کی طرف واپس لوٹے گا۔''

''خیر..... خیر..... خیر..... اچھا میں اس سلسلے میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔''

''اچھا خیر ایک بات بتاؤ؟''

''کیا تم نے اب تک جو کیا ہے۔ اس کی افادیت کا اندازہ ہے؟''

''مطلب؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرا مطلب ہے کہ تم نے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ وہ سب کچھ تمہارے لیے کس قدر کارآمد ہے۔"

"ہاں...... کیوں نہیں مجھے اس کا اندازہ ہے۔"

"اور یہ بھی جانتے ہو کہ تمہیں اس منزل تک پہنچانے والا کون ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"کس نے تمہیں یہ تمام طاقتیں بخشی ہیں؟"

"راجہ پربھودیو وہ تو میرے لیے انتہائی قابلِ احترام ہے۔ وہ جس نے مجھے زندگی کے حسین سہارے مہیا کیے۔ یعنی راجہ پربھودیو۔"

"یعنی میں؟"

"ہاں۔"

"مانتے ہو اس بات کو؟"

"کیوں نہیں مانوں گا؟"

"اس کا مطلب ہے میری کچھ باتیں تم پر واجب ہوگئی تھیں؟"

"تمہاری ہر بات مجھ پر واجب ہے۔"

"یعنی میں جو کچھ کہوں گا وہ مانو گے؟"

"کیوں نہیں...... راجہ پربھودیو...... یہ سوال کیوں کر رہے ہو۔ مجھ سے کوئی گستاخی ہو گئی ہے؟" میں نے سوال کیا اور راجہ پربھودیو مسکرانے لگا پھر بولا۔

"نہیں بالکل نہیں۔ بلکہ تم نے جس طرح اب تک میرے ساتھ محبت کے جواب میں محبت کی ہے۔ میں تمہیں خلوص دل سے یہ بات بتا رہا ہوں کہ اس کی بڑی قدر ہے بس کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ کوئی ایسی منزل نہ آئے کہ تم بھٹک جاؤ اور بھٹک کر مجھ سے کنارہ کشی اختیار کرلو۔"

"میرا خیال ہے۔ ایسی کبھی کوئی منزل نہیں ۔۔۔ کیونکہ تمہارا رویہ بھی میرے ساتھ برا نہیں ہے۔ دیکھو انسان ہوں اور انسان سے ہمیشہ غلطی ہوتی ہے۔ پھر تم یہ بات کہو گے کہ میں نے یہ ساری باتیں کہاں سے سیکھ لیں۔ میں تمہیں اس کے جواب میں یہی بتاؤں گا کہ یہ باتیں میں بہت پہلے سیکھ چکا تھا۔ اس وقت سے پہلے جب مجھے اس منزل تک لے جایا گیا تھا۔ بات یہ ہے کہ احسان کے جواب میں احسان ہی کیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی ایسی بات انسان کی راہ میں رکاوٹ بن جائے۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے محسن کو بھی مطمئن نہ کر سکے۔ تو

بہرحال وہ انسانی فطرت کی کمزوری ہوتی ہے۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ ایسی کوئی بات میرے اور تمہارے درمیان نہ آئے۔"

"عیش کرو۔" راجہ پربھودیو نے کہا اور اس کے بعد زندگی کی ہر تفریحات پھر سے جاری ہوگئیں۔ چرن پور شہروں کا شہر تھا۔ یہاں ہر چیز موجود تھی۔ لوگ اپنے طور پر مختلف قسم کی تفریحات کرتے تھے اور ان تفریحات کے لیے انہوں نے راستے بھی بنا رکھے تھے۔ چنانچہ یہ راستے جاری تھے اور یہ تفریحات اپنے طور پر میرے لیے بھی پسندیدہ تھیں۔ راجہ پربھودیو نے چونکہ ایک بار بھی نہیں کہا تھا۔ اس کے بعد کہ میں ان لوگوں تک جانے کی کوشش کروں۔ یعنی جان ہاکر کی طرف۔

چنانچہ میں نے اس بات پر توجہ نہیں دی تھی اور ایک طرح سے جان ہاکر کی کہانی پس منظر میں چلی گئی تھی۔ ویسے مجھے وہ دلچسپ لمحات یاد تھے۔ جب میں نے جان ہاکر اور جولی کو ان کے بارے میں بتایا تھا اور ان کی حالت خراب ہوگئی تھی۔ وہ اپنی کمزوریوں کے منظرِ عام پر آنے کے بعد کس طرح موم ہوگئے تھے میرے ساتھ اس سے مجھے بڑا لطف آرہا تھا۔ ویسے ابھی تک راجہ پربھودیو نے کوئی اور کام میرے سپرد نہیں کیا تھا لیکن طویل عرصے کے بعد ایک دن اس نے کہا۔

"سلال۔"

"جی۔"

"ہمیں کچھ وقت کے لیے یہاں سے چلنا ہے۔ میں تمہیں ایک ایسے خاندان میں بھیجنا چاہتا ہوں۔ جہاں میرے کچھ مفادات ہیں۔ دیکھو اب وہ وقت آگیا ہے۔ جب میں تم سے اپنے مقصد کا آغاز کروں اور تم سے کچھ ایسے کام لوں جو میرے لیے ضروری ہیں۔"

"یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ راجہ پربھودیو تم جو کچھ کہو گے میں کرنے کو تیار ہوں۔"

"تو پھر سنو...... تم کو ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر جانا ہے۔ اس جگہ کے بارے میں مکمل تفصیلات بعد میں بتاؤں گا۔ ہاں کچھ باتیں تمہیں ضرور بتانا چاہتا ہوں۔ جو تمہیں ذہن نشین کرنی ہیں اور دیکھو تم یہ بات اچھی طرح کہہ چکے ہو کہ تم مجھے اپنا محسن سمجھتے ہو تو یوں سمجھ لو کہ تمہارا یہ محسن تم سے جو کام لینا چاہتا ہے۔ وہ اس کی ایک اہم ضرورت ہے اور تمہیں یہ کام بہرحال بخیر وخوبی سرانجام دینا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ راجہ پربھودیو۔"

"اور اس سلسلے میں اب میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ اگر میں کوئی ایسا کام تمہارے سپرد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کروں جسے تمہاری فطرت کی نفاست یا تمہاری ذات کی شرافت قبول نہ کرے لیکن جو نظر آتا ہے۔ وہ نہ ہو بلکہ اس کی اصلیت کچھ اور ہی ہو اور وقت سے پہلے میں تمہیں وہ اصلیت بتانا پسند نہ کروں تو کیا تم وہ کام صرف میرے کہنے پر سرانجام دو گے۔''

''ٹیڑھا سوال تھا۔ مجھے اپنی فطرت کا احساس بھی تھا۔ یہ بات میری فطرت میں تھی کہ ہر چیز کی جستجو کرتا تھا اور جہاں تک راجہ پربھودیو سے بحث کا تعلق تھا۔ یعنی جو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ ماں باپ کے چکر میں نہ پڑوں۔ ساری باتیں اپنی جگہ، لیکن اس سلسلے میں راجہ پربھودیو سے کوئی تعاون نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مجھے زندگی کے کتنے ہی عیش وعشرت مل جائیں لیکن میں پربھودیو نے جو کچھ کیا تھا۔ اس سے میں اتفاق نہیں کر سکتا تھا۔ یعنی میں اپنے ماں باپ کی تلاش ترک نہیں کر سکتا تھا۔

بہرحال پربھودیو کے باقی احکامات کے لیے مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا چنانچہ اس نے جو کچھ کہا۔ وہ میرے لیے بڑا تعجب خیز تھا لیکن پھر بھی میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس کی فرمائش کے مطابق یہ کام ضرور کروں گا۔

اور پھر پربھودیو اس کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس نے ایک طریقہ کار متعین کیا تھا اور اس طریقہ کار کے مطابق آخر کار ایک دن میں ایک عجیب وغریب حلیہ اختیار کر کے وہاں سے چل پڑا۔ راجہ پربھودیو نے کہا تھا کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہو گا لیکن اس وقت میرے سامنے آئے گا۔ جب اس کی ضرورت ہو گی۔ باقی سارے کام مجھے سرانجام دینے تھے اور ان کاموں کے لیے اس نے مجھے کافی تربیت دی تھی۔ بظاہر کام تو دلچسپ معلوم ہو رہا تھا لیکن اب یہ میری فطرت پر منحصر تھا کہ کام کے آغاز کے بعد میری فطرت کھلے اور میں یہ فیصلہ کروں کہ یہ کام مجھے کرنا چاہیے یا نہیں۔''

راجہ پربھودیو نے مجھے جو ہدایات دی تھیں۔ ان کے تحت اب مجھے ریلوے اسٹیشن پہنچ کر ایک خاص آبادی تک سفر طے کرنا تھا۔ جس کا نام ''فیض پور تھا۔''

فیض پور کے بارے میں راجہ پربھودیو نے مجھے تمام تفصیلات بتا دی تھیں اور یہ بھی بتایا تھا کہ وہاں پر میری کس طرح پذیرائی ہو گی۔

بہرحال اس سفر میں راجہ پربھودیو میرے ساتھ نہیں تھا۔ جبکہ اس نے یہ کہہ دیا تھا۔ اور وہ مجھ سے زیادہ دور نہیں رہے گا۔ میں اسٹیشن پہنچ گیا۔ ذہن خیالات میں الجھا ہوا تھا۔ اس لیے بہت سی باتوں کا احساس بھی نہ ہو سکا۔ میں ٹرین کے ایک شاندار کمپارٹمنٹ میں بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ٹرین آگے بڑھنے لگی۔ میں نے اردگرد کے مناظر دیکھے رات کا وقت تھا۔

کھڑکی سے باہر روشنیاں رینگ رہی تھیں اور چند مسافر آرام سے اپنی اپنی سیٹوں پر سونے کے لیے لیٹ گئے تھے بہرحال اسٹیشن کی روشنیاں پیچھے دوڑنے لگیں اور تھوڑی دیر کے بعد ٹرین ویرانوں میں نکل آئی اور اندھیرا روشنیوں کو کھا گیا اور کھڑکی سے باہر گہری تاریکی کے سوا کچھ نہ رہا۔ میں نے اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لی تھیں اور میرا ذہن خیالات کی چکی میں گردش کرنے لگا تھا۔

اب چونکہ اس وقت گہرا سناٹا تھا۔

ریل کی آواز سے پیدا ہونے والا ترنم ایک ماضی کی یاد کی طرف دھکیل رہا تھا۔ بہت سی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ زندگی کا ایک خاص انداز تھا لیکن اب سے بالکل مختلف..... کے حامل تھے۔ سو تھے۔ ماں سے گہرے رابطے ہوتے ہیں انسان کے اور بیشتر بار مجھے ماں یاد آئی لیکن دل میں سوچتے رہ جانے کے سوا بھلا اور کر بھی کیا سکتا ہے۔

نہ جانے کتنے عرصے سے ذہن میں سے یہ تمام خیالات نکل چکے تھے لیکن تنہائی بڑی عجیب چیز ہوتی ہے اور خاص طور سے خاموشی اور سناٹے میں دماغ کے جو دروازے کھل جاتے ہیں انہیں بند کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ بہت عرصے کے بعد ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوا تھا اور میں باہر تاریکیوں میں اپنے ماضی کو تلاش کر رہا تھا۔

ٹرین پٹڑیاں بدلتی تو ایک اور ترنم پیدا ہوتا۔ وقت گزرتا رہا۔ میں ماضی کی کہانیوں میں کھویا رہا اور نہ جانے کب نیند آ گئی۔ پھر یہ بھی ایک اتفاق ہی تھا کہ اس وقت میری آنکھ کھلی جب باہر اجالا پھوٹ رہا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ عمارتوں کے آثار بھی نظر آ رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد ٹرین کی رفتار سست ہونے لگی۔ کوئی اسٹیشن آ رہا تھا۔ میں یونہی باہر جھانکنے لگا لیکن جب اسٹیشن کا نام نظر آیا تو میں اچھل پڑا ''فیض پور'' لکھا ہوا تھا۔ منصوبے کے مطابق میں نے ایک مفلوک الحال شخص کا حلیہ اختیار کیا ہوا تھا۔ سامان کے نام پر میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا لیکن بہرحال میں نیچے اتر گیا۔

ماحول سویا سویا سا تھا۔ میرے علاوہ بھی کچھ لوگ نیچے اترے لیکن میں ابھی چند ہی قدم آگے چلا تھا کہ اچانک عقب سے کسی نے تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ کر میری قمیض پکڑ لی اور اس کے بعد ایک سرگوشی ابھری۔

''سالار۔'' میں چونک پڑا۔

راجہ پربھودیو کا منصوبہ مکمل طور پر کامیابی کی طرف قدم اٹھا رہا تھا لیکن جو مشکل میرے سامنے ابھری اسے دیکھ کر میرے دل کو ایک دھکا لگا۔ یہ ایک پُروقار نسوانی چہرہ تھا۔ ایک عمر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رسیدہ چہرہ..... لیکن سیاہ اور بڑی بڑی آنکھیں سفید رنگ لمبے لمبے بال عمر پچتالیس سال سے زیادہ ہوگی وہ خاتون میری جانب دیکھ رہی تھیں اور ان کے ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ ناک اس طرح پھول پچک رہی تھی جیسے اوپری اوپری سانس لے رہی ہوں اور بس رونے والی ہوں۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہیں۔ میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ انہوں نے پھر کہا۔

''سالار۔'' خدا کی ذات پر مجھے یقین تھا اپنے معبود پر کہ آخر کار ایک دن میری امیدوں کے چراغ روشن ہو جائیں گے۔'' بیٹے ہم مٹی کی تخلیق غلطیوں کے پتلے ہوتے ہیں۔ اللہ ہمیں معاف کر دیتا ہے۔ تو کیا انسان..... انسان کو معاف نہیں کر سکتا۔''

''آپ۔''

''وہ دیکھو ان لوگوں کو علم بھی نہیں ہے لیکن تم یقین کرو۔ نہ جانے کتنے خوابوں میں تمہیں دیکھا تھا اور یہ خواب ہی مجھے اس بات کا احساس دلاتے تھے کہ ٹھیک ہو جائے گا سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا کہہ بھی دیا تھا۔ میں نے ان لوگوں سے..... دیکھو تو سہی غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آج بابا جان آ رہے ہیں۔ حالانکہ میں کبھی اسٹیشن پر کسی کو لینے نہیں آئی لیکن نہ جانے کیوں آج میرا دل کہہ رہا تھا کہ..... زندگی کی بہار انتظار کر رہی ہے۔ وہ ہونے والا ہے جو ہمیں خوشیوں سے ہمکنار کر دے گا۔

''دیکھو وہ سب لوگ بابا جان کو اتار رہے ہیں۔'' خاتون نے انگلی سے فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ پھر بولیں۔

''اور ان میں سے کسی کو بھی نہیں پتہ کہ ہمیں کتنی بڑی خوشی مل گئی ہے۔''

خاتون کی آواز رندھ گئی اور نہ جانے کیوں میرے دل کو دکھ کا احساس ہونے لگا۔ پربھو دیو نے یہ ایک کھیل کھیلا ہے اور اس کا پہلا شکار یہ دل کو بھا جانے والی عورت ہے۔ نہ جانے ان کی کہانی کیا ہے۔ بہرحال خاتون نے کہا۔

''آؤ سالار..... آ جاؤ..... براہ کرام آ جاؤ۔ بابا جان بہت ضعیف ہو گئے ہیں بہت دن کے بعد آئے ہیں وہ..... آؤ میں انہیں ایک نئی حیرانی دوں آ جاؤ تمہیں خدا کا واسطہ..... دیکھو مجھ سے انحراف نہ کرو۔ سالار مانو گے ناں میری بات۔'' ایسی لجاجت تھی آواز میں ایسا دکھ تھا کہ میرے قدم خود بخود اس خاتون کے ساتھ آگے اٹھ گئے۔ انہوں نے اس طرح میرا بازو پکڑ لیا تھا جیسے انہیں خطرہ ہو کہ میں بھاگ جاؤں گا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا اور دل میں سوچتا رہا کہ راجہ پربھو دیو..... بات وہی آ جاتی ہے۔ تمہارے احسانات اپنی جگہ تمہارا مجھ پر اعتماد اپنی جگہ..... میں کوشش کروں گا کہ تمہارے اعتماد کو دھوکہ نہ دوں لیکن یہ پہلا ہی تاثر

غلط ہو گیا ہے۔ پتہ نہیں میں تمہاری خواہشات کی تکمیل کر بھی پاؤں گا یا نہیں۔''

بہرحال میں ان خاتون کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا۔ اس جگہ پہنچ گیا جہاں بہت سے افراد ایک بزرگ کو گھیرے ہوئے تھے اور معمر بزرگ ایک ایک کو گلے سے لپٹا رہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔

''زاہدہ..... زاہدہ..... نہیں آئی۔ کیا؟'' جواب میں میری ساتھی عمر رسیدہ خاتون آگے بڑھیں اور اس وقت وہ میری طرف متوجہ ہو گئے۔ پھر ایک نوجوان لڑکی کی چیختی ہوئی آواز ابھری۔

''ارے سالار بھائی آپ! ارے دیکھو..... کون ہے؟ دیکھو سالار بھائی! سالار بھائی!'' لڑکی اس بُری طرح بوکھلا گئی تھی کہ سب ہی میری طرف متوجہ ہو گئے اور پھر وہ مجھ پر اس طرح جملہ آور ہوئے کہ میں حیران رہ گیا۔ بھلا کون سننے والا تھا۔ ایک عجیب سا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ معمر بزرگ بھی آگے بڑھے۔ انہوں نے دوسروں کو ہٹاتے ہوئے کہا۔

''ہٹو تو سہی..... ہٹو تو سہی..... کیا واقعی سالار میاں ہیں؟'' وہ میرے سامنے آ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بغور میرا چہرہ دیکھا۔ میں نے بھی انہیں دیکھا۔ لمبی سفید داڑھی سفید بال..... کافی عمر تھی..... بھنویں تک سفید ہو گئی تھیں لیکن صحت بُری نہیں تھی۔ چہرے پر ایک موٹے فریم کا چشمہ لگا ہوا تھا۔ وہ مجھے غور سے دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور بولے۔

''کیا میرے بھی گلے نہیں لگو گے۔'' میں نے تو خیر کوشش نہیں کی تھی۔ حالانکہ اصولی طور پر مجھے ان کے گلے لگنا چاہیے تھا۔ مجھے اس گھر میں جگہ حاصل کرنی تھی۔ پربھو دیو کی ہدایت کے مطابق لیکن کچھ ایسی جھجک ذہن پر سوار ہوئی تھی۔ کہ میں وہ بھرپور مظاہرہ نہیں کر سکا۔ جوان سے یگانگت کے لیے مجھے کرنا چاہیے تھا لیکن بہرحال میں ان کے سینے سے لگ گیا۔

''بہت اچھا فیصلہ کیا تم نے بیٹے..... بہت ہی اچھا فیصلہ کیا۔ زندگی میں انسان نیکیوں کو زیادہ اولیت دیتا ہے اور درگزر کا تو کوئی جواب نہیں ہے۔ آؤ..... آگے آؤ..... اور سنو تم لوگ یہ اسٹیشن ہے۔ گھر کی باتیں گھر میں ہونی چاہئیں۔ لوگ ہماری جانب متوجہ ہو جائیں گے..... چلو۔''

''مگر یہ آئے کہاں سے؟'' ایک نوجوان مرد نے پوچھا۔

''اسی ٹرین سے اترے ہیں چلو۔ بابا جان ٹھیک کہتے ہیں۔'' معمر خاتون نے جن کا نام اب مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ زاہدہ ہے۔ اس دوسری لڑکی کے جواب میں کہا۔ جن صاحب کو بابا

صاحب کہا جا رہا تھا۔ انہیں تو سب ہی بھول گئے تھے اور سارا مجمع میرے ہی گرد جمع ہو گیا تھا۔ عجیب عجیب باتیں کی جا رہی تھیں میرے بارے میں۔ وہ لوگ مجھے سالار مخاطب کر رہے تھے۔

پربھو دیو نے بات مجھے پہلے ہی بتا دی تھی لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ شاید یہ کہ ان کی محبت ان کا انداز اور پھر سب سے بڑی بات کہ ان سب کی شخصیتیں میرے لیے ذرا تعجب خیز تھیں۔ بہرحال ہم سب باہر نکل آئے۔ جو لوگ یہاں موجود تھے۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ گھر تک کوئی ایسی بات نہ کہی جائے۔ ایک نوجوان لڑکا میرے قریب پہنچا اور بولا۔

''جناب عالی میں نے بھی جوڈو کراٹے سیکھ لی ہے۔ مارشل آرٹس کے ایسے داؤ پیچ ہوں گے آپ کے ساتھ کہ آپ بھی کیا یاد کریں گے۔ آپ کو اندازہ ہے کہ آپ نے ہم سب کو زندہ قبر میں دفن کر دیا۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہمارے گھر کا ماحول کیا ہو چکا ہے۔'' میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے ان کے ساتھ چند قدم آگے بڑھا لیکن پھر جب گاڑی میں بیٹھنے لگے تو میں نے معمر خاتون کو مخاطب کیا۔

''سنئے..... میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

''شرافت سے ہمارے ساتھ چلو..... کچھ نہیں کہو گے تم۔''

''میری بات تو سنئے..... بعد میں آپ لوگ میرے ساتھ بُرا سلوک کریں گے تو اچھا نہیں ہوگا۔''

''تمہارے ساتھ بُرا سلوک پہلے بھی نہیں ہوا اور اب بھی نہیں ہوگا۔''

''میں آپ کو ایک بات بتا دوں۔ اس کے بعد فیصلہ آپ خود کر لیجیے۔''

''چلئے بتائیے کیا بات بتانا چاہتے ہیں آپ؟''

''میں سالار نہیں ہوں۔''

''پھر آپ افلاطون ہوں گے۔'' ایک لڑکی جلدی سے بولی۔

''افلاطون بھی نہیں ہوں میرا نام سلال ہے۔''

''سلال.....'' ایک لڑکی نے بڑے پیار سے کہا۔

''سوچ لیجیے بعد میں آپ لوگ یہ مت کہیے گا کہ میں نے آپ لوگوں کو دھوکہ دیا۔''

''دیکھو حد ہوتی ہے بدمعاشی کی بھی۔ چلو شرافت سے چلو۔ فیصلہ تو بعد میں ہو جائے گا کہ تم سالار ہو کہ نہیں۔''

''ان کی تو ایسی تیسی..... اگر یہ سالار نہیں ہیں تو بھی انہیں سالار بننا پڑے گا۔ چلئے ورنہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں لڑکی بہت بُری ہوں۔'' اس لڑکی نے کہا۔ جو کافی خوب صورت تھی اور آستینیں چڑھانے لگی سب ہنسنے لگے تھے میں ٹھنڈی سانس بھر کر خاموش ہو گیا۔

بہرحال نہ جانے کیوں مجھے ایک دکھ کا احساس ہو رہا تھا۔ جان ہاکر کا گھرانہ تو ذرا مختلف ہی ٹائپ کا تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ تو میں نے جو کچھ کیا۔ وہ ایک الگ کہانی تھی لیکن یہ کتنے اچھے لوگ نظر آ رہے تھے اور ان کے ساتھ کوئی دھوکہ دہی کر کے مجھے خود دکھ ہوتا۔ نہ جانے پربھو دیو ان سے کیا چاہتا تھا۔

بہرحال میں ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا اور گاڑیاں اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئیں میرے چہرے پر ایک قدرتی الجھن سی پیدا ہو گئی تھی۔ اور اس قدرتی الجھن سے یہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں کسی اور ہی الجھن کا شکار ہوں۔ اس سے اس ڈرامے کو تقویت مل رہی تھی۔ جو یہاں کیا جا رہا تھا۔ بہرحال گاڑیاں جس عمارت میں داخل ہوئیں۔ اسے دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا کہ بہت دولت مند لوگ ہیں۔

بہرحال مجھے ان کے درمیان جھوٹ بول کر جگہ بنانی تھی۔ ابتداء میں تو مجھے اس بات سے انحراف کرنا تھا کہ میرا نام سالار ہے۔ لیکن بعد میں مجھے یہ حیثیت قبول کر لینی تھی۔ راجہ پربھو دیو یہ عمل کر کے نہ جانے کیا کرنا چاہتا تھا۔ یہاں آ کر سب لوگ نیچے اتر گئے۔ زاہدہ بیگم عمر رسیدہ بزرگ کے ساتھ نیچے اتری تھیں لیکن ان کی نگاہیں بار بار مجھ پر آ جاتی تھیں وہ ایک بار پھر میرے قریب آئیں اور انہوں نے آہستہ سے کہا۔

''سالار دیکھو بھئی۔ بڑی امیدوں اور آرزوؤں کے بعد تمہیں پایا ہے۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تمہارے حصول کے لیے مجھے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے ہیں۔ تمہیں خدا کا واسطہ اس وقت تک یہاں سے جاگنے کی کوشش مت کرنا۔ جب تک میرے اور تمہارے درمیان ایک مکمل گفتگو نہ ہو جائے۔ تم نے اپنا جو حال بنا لیا ہے۔ اسے دیکھ کر مجھے بس یوں سمجھ لو کہ کیا بتاؤں تمہیں۔'' ان کی آواز بھرا گئی۔

اتنی دیر میں معمر بزرگ بھی میرے قریب آ گئے۔ انہوں نے کہا۔

''سالار میاں! تمہیں شاید اندازہ نہیں۔ کہ تم اس خاندان کے سرپرست ہو۔ اپنی ذمے داریوں سے کہاں بھاگتے ہیں بیٹے..... خیر نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتے رہے ہو..... اب نہ بھٹکنا۔'' میں نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم سب لوگ اندر داخل ہو گئے۔ پھر مجھے ایک عظیم الشان کمرے میں پہنچا دیا گیا جو انتہائی شاندار چیزوں سے آراستہ تھا۔ اس وقت بھی ایک لڑکی ہی میرے ساتھ تھی۔ میں ان لوگوں سے مکمل طور پر متعارف نہیں تھا لیکن ظاہر ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جو کردار مجھے مل گیا تھا۔ وہ لازمی طور پر ان لوگوں کے لیے اہمیت کا حامل تھا۔ لڑکی نے ناز بھرے انداز میں مجھ سے کہا۔

''جایئے اپنا حلیہ درست کیجیے..... آپ کا لباس میں ابھی تیار کیے دیتی ہوں یہاں باہر اسٹینڈ پر آپ کو مل جائے گا۔ جاتے ہوئے دروازہ میں باہر سے بند کر دوں گی تاکہ آپ فرار ہونے کی کوشش نہ کریں۔'' وہ واپسی کے لیے مڑ گئی اور پھر واقعی اس نے باہر نکل کر دروازہ باہر سے بند کر دیا اور میں گہری نگاہوں سے جائزہ لیتا رہا۔ صورتِ حال سچ مچ اتنی عجیب تھی کہ کچھ لمحوں کے لیے تو اپنی اصلیت بھی بھول گیا تھا۔ میں جزیرے کا وحشی اس وقت اتنے نرم و نازک لوگوں کے درمیان تھا کہ وہ لوگ اپنے بارے میں تو خیر کیا۔ میرے بارے میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ میں کیا ہوں لیکن بہرحال گزارہ کرنا تھا۔ ان کے درمیان اور راجہ پربھو دیو کی خواہشات کو پورا کرنا تھا۔

دل میں اچانک یہ خیال ابھرا کہ باتھ روم میں جا کر نہاؤں باتھ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ سفید ٹائلوں سے بنا ہوا یہ باتھ روم جدید ترین فٹنگس کے ساتھ موجود تھا۔ بہرحال میں نے غسل کیا۔ شیو کا سامان بھی موجود تھا۔ خوب اچھی طرح غسل کر کے باہر نکلا تو میرا لباس رکھا ہوا تھا۔ یہ بھی بڑی حیرانی کی بات تھی کہ یہ لباس میرے جسم پر بالکل درست تھا اور عمدہ سلک سے بنا ہوا تھا۔

بہرحال جس طرح میری پذیرائی ہوئی تھی اور جس محبت سے یہ لوگ میرے ساتھ پیش آئے تھے۔ جی چاہ رہا تھا کہ انہیں دھوکہ نہ دیا جائے۔ حالانکہ مجھے ابتداء اسی انداز میں کرنا تھی لیکن یہ ابتداء بھی ایک چال تھی۔ ان لوگوں سے انحراف کر کے مجھے ان لوگوں کی آتشِ شوق کو ہوا دینا تھی۔

میں باہر نکل آیا۔ لڑکی پوری طرح مفروفیات سے واقف تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے ظاہر ہے اس اجنبی دنیا میں میرا کوئی تعارف نہیں تھا۔ حیرانی اس بات پر تھی کہ جس شخص کا ان کو مجھ پر شبہ ہو رہا ہے۔ وہ کون ہے۔ بہرحال اب جو ہو گیا دیکھا جائے گا۔ پربھو دیو کی ہدایت کے مطابق کام تو کرنا ہی ہے۔ چاہے صورتِ حال کچھ بھی ہو جائے۔

ناشتے کے کمرے میں مجھے پہنچا دیا گیا۔

عظیم الشان میز پر ناشتے کا سامان سجا ہوا تھا۔ میری خاص طور سے خاطر مدارت کی گئی۔ معمر بزرگ بھی ساتھ ہی موجود تھے۔ لڑکے لڑکیاں شرارت سے ایک نہ ایک فقرہ مجھ پر چسپاں کر دیتے اور کمرے کا ماحول خوشگوار ہو جاتا۔ خاتون نے کئی مرتبہ لڑکے اور لڑکیوں کو

ڈانٹ پلائی۔ کہ وہ بہت زیادہ باتیں نہ کریں اور میرے مزاج کا خیال رکھیں۔ میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ کہ کچھ عرصے بعد جب انہیں اس حقیقت کا یقین آ جائے گا کہ واقعی میں وہ نہیں ہوں جسے وہ سمجھ رہے ہیں۔ تو مجھے دھکے دے کر یہاں سے نکال دیا جائے گا۔ حالانکہ تھوڑے عرصے بعد مجھے یہ تسلیم کر لینا تھا کہ میں وہی ہوں۔

آخر کار معمر خاتون جن کا نام زاہدہ تھا، نے کہا۔

''بابا جان! اگر مجھے اجازت دیں تو میں تھوڑی دیر سالار سے بات کر لوں۔''

''ہاں..... ہاں..... کیوں نہیں۔ میں بھی اب آرام کر لینا چاہتا ہوں۔ کیونکہ سفر سے تھک گیا ہوں۔ تم اطمینان سے باتیں کر لو۔'' خاتون مجھے لے کر کمرے کی طرف چل پڑیں ان کا کمرہ بھی بہت ہی خوبصورت تھا۔ اندر پہنچ کر انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔ پھر ایک کونے کی طرف اشارہ کر کے بولیں۔

''بیٹے بیٹھ جاؤ۔'' میں خاموشی سے بیٹھ گیا۔ تو وہ خود بھی میرے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئیں۔ پھر انہوں نے کہا۔

''سالار میاں! زندگی نشیب و فراز کا نام ہے کبھی کبھی جو نظر آتا ہے۔ وہ حقیقت نہیں ہوتی۔ غلط فہمی انسان کو ایک دوسرے سے اتنا دور کر دیتی ہے کہ وہ حقیقت اور اصلیت کے بارے میں سوچتا بھی نہیں ہے لیکن اصول یہ ہی ہے کہ پہلے حقیقتیں تلاش کی جائیں۔ شاید تمہیں اس بات کا علم نہیں اور تم نے پوچھا بھی نہیں کہ نواب شمشیر ہمارے ساتھ کیوں نہیں ہیں۔ میں تمہیں بتاؤں..... ان کا انتقال ہو چکا ہے۔'' خاتون کی آواز لرز گئی۔

میں نہیں جانتا تھا کہ نواب شمشیر کون ہیں لیکن اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ ان خاتون کے شوہر ہو سکتے ہیں۔ میں نے پھر بھی کچھ نہ کہا۔ چند لمحات وہ سسکیاں لیتی رہیں۔ پھر انہوں نے کہا۔

''اور تم جانتے ہو کہ نواب شمشیر اس دنیا سے کیوں چلے گئے؟ کیونکہ..... کیونکہ ان کے دل میں تمہاری جدائی کا شدید غم تھا۔ وہ اپنی غلطیوں پر نادم ہو گئے تھے اور تم نے ان کی غلطیوں کی ان کو اتنی بڑی سزا دے دی تھی۔ کہ شاید کسی نے کسی کو اتنی بڑی سزا نہ دی ہو۔ تم یقین کرو کہ ان کے دل پہ غم کی پرچھائیاں اس طرح چسپاں ہو گئی تھیں کہ وہ جی نہ سکے۔ تم جانتے ہو کہ نگار انہیں کتنی پیاری تھی۔ نگار کا حال وہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ میں تمہیں اگر نگار کے بارے میں بتاؤں تو تم یہی سوچو گے کہ ماں ہوں اپنی بیٹی کی وکالت کر رہی ہوں۔ مگر بیٹے تم نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ کچھ انتظار کر لیتے تو صحیح فیصلہ بھی ہو سکتا تھا۔''

''میں آپ کو کیا کہہ کر مخاطب کروں خاتون؟'' میں نے کہا اور عمر رسیدہ خاتون چونک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر مجھے دیکھنے لگیں۔

''کیوں کوئی تبدیلی کرنا چاہتے ہو میری حیثیت میں۔''

''جی حالات کچھ ایسے ہیں کہ میں اپنی مجبوریاں آپ کو بتانا نہیں چاہتا لیکن یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں سالار نہیں ہوں..... آپ یہ سمجھ لیجیے کہ میں آپ کو دھوکہ دے کر اپنے لیے کوئی مقام بنانے کا خواہش مند نہیں ہوں۔ اب بھی اگر آپ مجھے سالار کہنے پر آمادہ ہیں تو جس محبت سے آپ نے مجھے اپنے درمیان خوش آمدید کیا ہے۔ وہ مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں آپ کا دل نہ توڑوں۔'' میرے ان الفاظ پر زاہدہ بیگم نے مجھے آنسو بھری نگاہوں سے دیکھا اور بولیں۔

''اب بھی تمہارا دل نہیں دکھا ہمارے لیے..... نواب کی موت بھی تمہارے لیے بے مقصد رہی۔ خیر تمہاری سنگدلی کا تھوڑا تھوڑا اندازہ تو مجھے پہلے بھی تھا۔ لیکن میں سوچ رہی تھی کہ انسان تو ہو کسی اور رشتے سے نہ سہی انسانیت کے رشتے سے تو تم ہمارا ساتھ دو گے۔ خیر تمہاری مرضی۔ تو تم کہتے ہو کہ تم سالار نہیں ہو۔''

''جی میں یہی کہتا ہوں؟''

''اور یہ بھی سمجھتے ہو کہ ہم سب اندھے ہیں۔''

''نہیں یہ نہیں سمجھتا۔''

''تو پھر اس سفید جھوٹ کر کیا کہو گے۔''

''کچھ نہیں کہوں گا خاموش رہوں گا۔''

''لیکن ایک بار نگار سے تو مل لو۔ ذرا اسے بھی تو بتا دو کہ تم سالار نہیں ہو۔ اگر تمہارے درمیان اس بات پر سمجھوتہ ہو گیا تو ہم بھی اپنی تقدیر پر شاکر ہو جائیں گے اور جو فیصلہ تم کرو گے وہی ہمیں منظور ہو گا۔ آہ..... کاش تمہیں اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ تمہارے جانے کے بعد نگار ایک نیم مردہ لڑکی بن کر رہ گئی ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ..... لیکن آخری بار میں آپ سے چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں۔ اگر بعد میں آپ کو ان حقیقتوں پر یقین آ جائے تو مجھے اس کہانی میں ایک بے گناہ انسان سمجھئے گا۔ اس میں میرا قصور نہیں ہو گا۔'' زاہدہ بیگم کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ابھر آئے اور انہوں نے آہستہ سے کہا۔

''تمہاری انتہا پسندی کے بارے میں سب ہی جانتے ہیں کیا تم اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ صرف چند روز یہاں گزار لو۔ نگار سے ملاقات کر لو اگر تم ایسا کر لو گے تو یہ ہم پر احسان ہو گا۔

اسے سمجھا دو۔ اس کے بعد جو تمہارا دل چاہے وہ کرو۔ ٹھیک ہے بس اب جاؤ..... میں تم سے اب یہ آخری بھیک مانگتی ہوں اگر تمہارے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں تو تمہاری مرضی۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ پھر میں بھی باہر نکل آیا اور باہر نکلا تو میں نے ان تمام لوگوں کو تھوڑے فاصلے پر کھڑے پایا۔ خاص طور سے لڑکے اور لڑکیاں یہاں موجود تھے۔ ایک لڑکی نے آگے بڑھ کر کہا۔

''کیا ہوا امی؟ یہ بھائی صاحب شرافت سے مان گئے یا پھر ہم انہیں مارشل آرٹ کے داؤ دکھائیں۔''

''شٹ اَپ۔ تم میں سے کوئی ان سے بدتمیزی نہیں کرے گا۔ چلو اپنے کمرے میں جاؤ۔''

''جناب عالی! ایسا نہیں ہو سکتا ہم انہیں اٹھا کر لے جا رہے ہیں۔ وہ سب میری جانب جھپٹ پڑے اور معمر خاتون کی انہوں نے ایک نہ سنی میں نے جلدی سے کہا۔

''نہیں..... نہیں میں آپ کے ساتھ چل رہا ہوں۔'' اور ہنستے قہقہے لگاتے وہ لوگ مجھے ایک طرف لے کر چل دیئے۔

دل کی کیفیت وہی تھی اور میں پربھودیو کے بتائے ہوئے منصوبے کے مطابق ہی کام کر رہا تھا۔ تھوڑے عرصے کے بعد مجھے یہ بات تسلیم کر لینی تھی کہ میں سالار ہی ہوں اور یہاں کے حالات سے مجھے بہت سے فائدے حاصل کرنے تھے لیکن نہ جانے کیوں ان لوگوں سے ملاقات کے بعد دل کو دکھ کا احساس ہو رہا تھا۔ یہ بھی سوچ لیا تھا کہ کاش میں سچ مچ اس گھرانے کا فرد ہوتا۔ کتنی خوب صورت زندگی ہے یہاں کی لڑکیاں مجھے لیے ہوئے ایک دروازے پر پہنچ گئیں۔ انہوں نے دروازہ کھول کر مجھے اندر دھکا دے دیا۔

اور اس کے بعد فوراً وہ دروازہ بند کر دیا گیا۔

عجیب سی صورتِ حال تھی۔ میں نے گھبرائی ہوئی نظروں سے اس کمرے کا جائزہ لیا۔ نہایت اعلیٰ درجے کے قالین بچھے ہوئے تھے دروازے، کھڑکیوں اور دیواروں پر بہترین پردے پڑے ہوئے تھے۔ کمرے کے ایک جانب مسہری تھی۔ جس پر دو تکیے رکھے ہوئے تھے۔ مسہری کے بائیں جانب پھولوں کا ایک بہت بڑا دستہ نظر آ رہا تھا۔ جس میں تازہ پھول لگے ہوئے تھے۔ جن کے اطراف میں بھینی بھینی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ کمرے کے انتہائی سرے پر بنی ہوئی کھڑکی کے سامنے ایک حسین لڑکی موجود تھی۔ جس کے لمبے بال پیر کی آخری حد تک آ رہے تھے۔ بہت ہی حسین لباس میں ملبوس جو مشرقی کیفیت کا حامل تھا۔ وہ کھڑکی کی

طرف رخ کیے ہوئے سکتے کے عالم میں کھڑی ہوئی تھی اور میں نے اس کے بدن میں ہلکی ہلکی لرزشیں محسوس کی تھیں۔ بمشکل تمام میں نے خاموشی کا یہ طلسم توڑا اور کہا۔

''سنئے!'' میری آواز سن کر لڑکی کے جسم میں ہلکی سی تھرتھراہٹ پیدا ہوئی اور پھر اس نے اپنا رخ تبدیل کر لیا۔ آنسوؤں سے لبریز حسین چہرہ میری نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ وہ بے حد حسین تھی اور اس کے چہرے پر عجیب سی یاسیت چھائی ہوئی تھی۔ میں سکتے کے عالم میں اسے دیکھتا رہ گیا۔ یہ سلگتا ہوا حُسن میری آنکھوں میں اُترتا جا رہا تھا۔ اس کی حسین اور بڑی بڑی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے کے نقوش ان معمر خاتون سے ملتے تھے۔ میں چند قدم اور آگے بڑھا اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''آپ کا نام شاید نگار ہے۔''

''جی ہاں..... میرا نام نگار ہے۔'' اس کے لہجے میں سنگین غصہ تھا۔

''سب لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں۔ نگار کہ میں سالار ہوں..... ان لوگوں نے مجھے ریلوے سٹیشن پر دیکھا تھا لیکن میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میرا نام سالار نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میرا چہرہ سالار سے اتنا ملتا جلتا ہو کہ سب دھوکہ کھا رہے ہیں لیکن آپ کو دھوکہ نہیں کھانا چاہیے..... یہ غلط فہمی سب سے زیادہ آپ کے لیے بھیانک ہو سکتی ہے۔'' اس نے آنسو بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر بولی۔

''آخر آپ یہاں کیوں آ گئے؟''

''بس آپ یہ نہ پوچھیں تو اچھا ہے۔ آپ اچھا بُرا سوچ سکتی ہیں۔'' میں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ وہ آگے بڑھی اور اس نے میرے سینے سے سر ٹکا دیا۔

''معاف کر دو..... تمہیں خدا کا واسطہ..... مجھے معاف کر دو۔ میں اپنا تجزیہ نہیں کر پائی تھی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم سے دور ہو کر میں زندگی سے اتنی دور ہو جاؤں گی۔ خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔'' وہ سسک سسک کر رونے لگی۔ میرے حواس معطل ہوئے جا رہے تھے کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ سکتے کے عالم میں کھڑا تھا۔ نگار کے دل کی بھڑاس نکل گئی تو اس نے سر اٹھا کر پھر مجھے دیکھا اور بولی۔

''مجھے معاف نہیں کرو گے۔'' یہ وہ لمحات تھے جہاں پہنچنے کے بعد مجھے تسلیم کر لینا تھا کہ میں سالار ہوں اس خاندان کا ایک فرد ہوں اور اس کے بعد مجھے نگار سے ہر قسم کا اختلاف ختم کر دینا تھا لیکن نہ جانے کیوں میرے ہاتھ آگے نہ بڑھے۔ یہ نرم و نازک وجود جو اس وقت میرے سینے سے لپٹا ہوا تھا۔ اس قدر حسین تھا کہ میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو بے اختیار ہو جاتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن یہاں پر ایک انوکھا احساس میرے دل میں پیدا ہوا تھا۔

دو شکایت بھری نگاہیں..... دو آنکھیں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ مجھ پر غور کر رہی تھیں۔ یہ جاننا چاہتی تھیں کہ میں اپنے وعدے سے کس حد تک منحرف ہو سکتا ہوں اور یہ آنکھیں انا شیہ کی تھیں۔ میں چونک پڑا۔

اس دوران مجھے انا شیہ کا کوئی وجود نہیں ملا تھا۔ وہ گم ہو گئی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ میں بھی ان دنوں اس سے دور ہو گیا تھا۔ وہ مجھے یاد نہیں آئی تھی۔ پربھو دیو نے اس کا مجھے موقع ہی نہیں دیا تھا اور اس طرح مجھے اپنے جال میں پھانس دیا تھا کہ میں کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اچانک نگار کی آواز اُبھری۔

''مجھے معاف نہیں کرو گے سالار؟''

''کیا اس بات کے کوئی امکان ہیں کہ آپ میں سے کوئی سمجھداری سے کام لے لے۔'' میں نے گہری گہری سانس لے کر کہا۔

''تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم سالار نہیں ہو؟''

''ہاں..... میں یہ ہی کہنا چاہتا ہوں۔''

''تو پھر کون ہو تم؟''

''یہ نہیں بتانا چاہتا۔''

''سیدھی سیدھی بات کیوں نہیں کرتے کہ تم ہمارے ساتھ نہیں رہنا چاہتے۔''

''کاش آپ اس بات پر یقین کریں۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔'' میں نے کہا اور وہ مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ایک درخواست قبول کر لیں گے آپ؟''

''جی فرمایئے۔''

''اگر آپ کے دل میں میرے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رہ گئی تو ٹھیک ہے۔ میں آپ کو مجبور نہیں کروں گی لیکن آپ یہ محسوس کر رہے ہوں گے کہ آپ کے آنے کے بعد یہاں زندگی لوٹ آئی ہے۔ امی بھی خوش نظر آ رہی ہیں۔ جو ابو کی موت کے بعد بالکل بجھ گئی تھیں اگر مناسب سمجھیں تو صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ان کے ساتھ کچھ وقت گزار لیں ہمیں تھوڑی سی خوشیاں مل جائیں گی۔ جہاں تک میری بات ہے تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ کسی پر کچھ ظاہر نہیں کروں گی اگر آپ سزا دینا چاہتے ہیں تو یہ سزا صرف میرے لیے مخصوص کر دیں۔ صرف میرے لیے۔'' آخر میں پھر اس کی آواز سسکی میں تبدیل ہو گئی اور میں پریشان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''میری دعا ہے محترمہ نگار کے آپ کی خوشیاں واپس آ جائیں..... میں جو کچھ بھی ہوں۔ آپ نہیں سوچ سکتیں کہ کس طرح میں نے اپنے اوپر جبر کیا ہے۔ ورنہ آپ سب لوگ بہت اچھے ہیں۔''

''گویا آپ میری بات ماننے کے لیے تیار ہیں۔''

''آپ اسی پر بضد ہیں تو یہی سوچ لیں۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ میرے اور اپنے درمیانی فاصلے کو برقرار رکھیں تاکہ جب سچائی سامنے آئے تو آپ کی زندگی تباہ نہ ہو جائے اس کے بعد بات بنائے نہ بنے گی۔''

''جانتی ہوں میں جانتی ہوں۔ ٹھیک ہے جیسی آپ کی مرضی لیکن ان لوگوں کے سامنے ان باتوں کا اظہار نہ ہو۔ خدا کے لیے ان لوگوں کا دل نہ توڑیئے۔ میں سب کچھ برداشت کر لوں گی۔''

''اوکے..... اوکے۔'' میں نے کہا اور پھر بولا۔

''آیئے باہر چلیں آپ لوگوں کو جو خوشی خوشی بتانا چاہتی ہیں بتا دیں مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔'' ہم باہر آ گئے شریر لڑکے اور لڑکیاں غول کی شکل میں ہمارے منتظر تھے۔ انہوں نے اسی وقت سارے انتظامات بھی کر لیے تھے۔ چنانچہ ہم دونوں کو پھولوں سے لاد دیا گیا۔ سبھی خوش ہو گئے تھے لیکن میں بڑی پریشانی کا شکار تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ ویسے زاہدہ خاتون کی نگاہیں بہت تیز تھیں۔ کیونکہ رات کے کھانے کے بعد انہوں نے تنہائی میں مجھ سے کہا۔

''لگتا ہے۔ سالار..... تمہارے اور نگار کے درمیان اختلاف دور نہیں ہوا۔''

''یہ بات نہیں ہے آنٹی! ہم دونوں کے درمیان ایک سمجھوتہ ہوا ہے۔''

''کیسا سمجھوتہ؟''

''ہم اپنا تجزیہ کریں گے..... علیحدہ علیحدہ رہ کر۔ یہ فیصلہ کریں گے کہ مستقبل میں ہمیں ایک دوسرے کے جذبات کا کتنا خیال رکھنا ہوگا۔''

''بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔''

''اگر آپ اس بات کو ہم دونوں کے درمیان رہنے دیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔''

''تم دونوں ہی سر پھرے ہو لیکن ایک بات کا وعدہ کرو۔''

''جی فرمایئے۔''

''اب تم یہاں سے جاؤ گے نہیں۔''

''بہتر ہے۔''

''ویسے سالار تم نے میری لاج نہیں رکھی۔''

''کیوں آنٹی؟''

''یہ معلوم ہونے کے بعد بھی کہ نواب صاحب کس طرح ہمارے درمیان سے چلے گئے تمہارا دل نہ پسیجا اور تم اپنی رنجش نہ بھولے۔''

''ٹھیک ہے۔ آنٹی..... وقت آپ کو میری الجھنوں کا حل بتائے گا۔''

''کتنی دعائیں کی ہیں میں نے تمہاری واپسی کے لیے تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔''

بہرحال کیا کیا جا سکتا ہے۔ کھانے کے بعد رات کا مرحلہ آ گیا۔ مجھے نگار کے کمرے ہی میں سونا تھا۔ میں نے نگار سے کہا۔

''نگار..... وعدے کے مطابق ہمیں الگ الگ ہی سونا چاہیے۔''

''تم نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ تم مجھے دوسروں کے سامنے رسوا نہیں کرو گے۔''

''اصل بات یہ ہی ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''میں آپ کو دوسروں کے سامنے رسوا نہیں کرنا چاہتا اگر میں آپ کے کمرے میں سویا تو مستقبل میں آپ کو انتہائی دکھ ہوگا۔''

''جیسے آپ کی مرضی۔'' اس نے کہا اور میرے لیے ایک اور کمرہ منتخب کر دیا گیا۔ لیکن کمرے میں پہنچنے کے بعد میرے دل میں پریشانیوں نے گھر کر لیا۔ راجہ پربھو دیو نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا۔ میں نے اسی کے مطابق عمل کیا تھا لیکن اب ذرا سا راستہ بدل گیا تھا۔ یعنی راجہ پربھو دیو کی طرف سے حکم تھا کہ تھوڑی سی ردوقدح کے بعد مجھے یہ بات تسلیم کر لینی ہے کہ میں سالار ہی ہوں اور اس کے بعد مجھے نگار کی قربت اختیار کر لینی تھی اور اس کے لیے پربھو دیو نے خصوصاً کہا تھا کہ میں اپنی زندگی کی پہلی عورت سے انحراف نہ کروں اور یہ سمجھ لوں کہ یہ میری مجبوری ہے۔

شرافت اپنی جگہ ہوتی ہے لیکن ضرورت اپنی جگہ۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ راجہ پربھو دیو سے انحراف کر کے مجھے کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں اس کی بہت عزت کرتا تھا۔ اس نے مجھے جو علم دیا تھا۔ اس کی بدولت میرے اندر بہت اعتماد پیدا ہو گیا تھا۔ میں جس طرح

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی سوچتا مجھے اس بات کا اندازہ ہوتا کہ آخر کار میں اپنے ماں باپ کا سراغ لگا ہی لوں گا اور راجہ پربھو دیو اس سلسلے میں میرا بہترین مددگار ثابت ہوگا لیکن اب یہاں اس صورتِ حال میں آ کر میرا ضمیر مجھے اجازت نہیں دے رہا تھا کہ میں کسی اور شخصیت کے دھوکے میں ایسی عورت کو داغدار کروں جو شوہر پرست ہے۔ جو اپنے شوہر کے لیے روسکتی ہے۔

بہر حال صبر کرنا تھا۔ صبر کرنا تھا۔ یہ بھی دیکھنا تھا کہ راجہ پربھو دیو پر اس بات کا کیا ردِ عمل ہوتا ہے اس سے معذرت کروں گا۔ اس سے کہوں گا کہ راجہ پربھو دیو مجھ سے دنیا کا ہر کام لے لو لیکن ایسا کام نہ لو جو میرے ضمیر کو ریزہ ریزہ کر دے۔ ضمیر ہی کی تو بات تھی کہ مہا سانولی کے منہ پر تھوک کر آ گیا تھا اور اس معصوم لڑکی کو زندگی سے محروم کر دیا تھا۔ جس نے مجھ سے محبت کا اظہار کیا تھا۔ اس وقت وہ وحشت آسمان کو پہنچی ہوئی تھی لیکن اب صورتِ حال مختلف تھی۔

پھر دو تین دن یہاں گزر گئے۔ حالات کسی حد تک قابو میں آ رہے تھے۔ میں نے یہاں کے معاملات معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔ نواب شمشیر صاحب اس گھر کے سربراہ تھے۔ ایک وسیع کاروبار کے مالک۔ ان کے دو بیٹے تھے اور چار بیٹیاں تھیں۔ جن میں نگار سب سے بڑی تھی۔ اس کی شادی سالار نامی ایک شخص سے ہوئی تھی۔ جو دنیا میں اکیلا تھا اور اسے گھر داماد بنا لیا گیا تھا۔ سرکش اور خود سر نوجوان تھا۔ اپنی دنیا میں رہتا تھا ادھر نگار بھی خود پسندی کا شکار تھی۔ وہ سوچتی تھی کہ بہر حال وہ جو کچھ بھی ہے۔ سالار ان کا لے پالک ہے۔ ایک دن نواب صاحب نے نگار کی شکایت پر سالار کو طلب کر کے اسے بُرا بھلا کہا اور وہ خاموشی سے گھر چھوڑ کر چلا گیا اور پھر واپس نہیں آیا۔ اس کے جانے کے بعد نگار کو اپنی زیادتی کا احساس ہوا۔

ادھر نواب صاحب بھی پشیمان تھے کہ بیٹی کا گھر اُجڑ گیا اور اس پشیمانی میں وہ زندہ نہ رہ سکے۔ بس یہ کہانی تھی سالار کی۔

لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ ان لوگوں نے مجھے سالار کیوں سمجھ لیا بعد میں اس کا بھی حل دریافت ہوگیا۔ سالار میرا ہم شکل تھا اور انتہائی ہم شکل جس کی وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا تھا لیکن پتہ نہیں راجہ پربھو دیو کو اس بارے میں کیسے معلوم ہوا تھا اور پربھو دیو اس خاندان میں یہ گندگی پھیلا کر کیا نتیجے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ یہاں پر ایک شخصیت اور تھی۔ زاہدہ کے والد مرزا رحیم بیگ۔

مرزا رحیم بیگ وہی بزرگ تھے۔ جو اسٹیشن پر کہیں سے آئے تھے اور ایک گوشہ نشین انسان تھے۔ دیکھنے میں ہی خاصی بزرگ شخصیت معلوم ہوتے تھے۔ بہر حال وقت گزرتا رہا۔

اس دوران نگار طرح طرح سے مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی مگر میں نے خود کو سنبھالے رکھا۔ راجہ پربھو دیو تلاش کے باوجود مجھے دستیاب نہ ہو سکا اس نے مجھ سے فاصلے اختیار کر لیے تھے ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک انوکھی شخصیت کا مالک تھا۔ پھر اس کا ڈراپ سین ہوگیا۔

اس دن شام چھ بجے کے قریب ہم لان میں بیٹھے ہوئے چائے پی رہے تھے۔ ایک پولیس جیپ اندر داخل ہوگئی۔ سب چونک کر ادھر دیکھنے لگے۔ اس وقت سبھی باہر موجود تھے۔ جیپ میں جس کو ہتھکڑیاں سمیت نیچے اتارا گیا تھا۔ اسے دیکھ کر میں اچھل پڑا اس کا حلیہ بے شک خراب تھا لیکن صورت خراب نہیں تھی۔ وہ سالار ہی تھا۔ اسے دیکھ کر سب سکتے کے عالم میں رہ گئے۔ کار سے ایک صاحب نیچے اترے اور مرزا رحیم بیگ کے پاس پہنچ گئے۔ رحیم بیگ صاحب نے حیران نگاہوں سے انہیں اور اس شخص کو دیکھا لیکن کسی کے منہ سے کوئی بھی لفظ نہیں نکلا تھا۔ اتنی دیر میں سب اپنی جگہ کھڑے ہو گئے اور وہاں ہنگامہ سا ہوگیا۔

''یہ سالار ہے۔ رحیم بیگ صاحب کیا اندازہ لگایا آپ نے اس کے بارے میں۔''

''سالار..... سالار..... سا..... سالار۔'' رحیم بیگ کے منہ سے نکلا اور انہوں نے مجھے دیکھا۔ تب اس شاندار شخصیت نے بھی مجھے دیکھا اور ایک دم سکتے کے عالم میں رہ گیا۔

''یہ..... یہ..... یہ کبھی مجھے اور کبھی سالار کو دیکھتا۔ اسی وقت سالار آگے بڑھا اور زاہدہ بیگم کے پیروں میں جھک گیا۔

''زاہدہ..... آنٹی..... خدا کے لیے میری زندگی بچائیں۔ خدا کے لیے میری زندگی بچائیں میں پولیس کی تحویل میں نہیں جانا چاہتا۔ نگار مجھے معاف کر دو۔ نگار مجھے معاف کر دو۔'' نگار خود چکر کھا رہی تھی۔ تب اچانک ہی میں ایک قدم آگے بڑھا اور میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ جو کوئی بھی ہیں۔ میں آپ کو بتا دوں کہ یہ ہی سالار ہے۔ میں اس کا ہم شکل ہوں۔ میں آپ لوگوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں..... سالار نہیں ہوں۔'' سب کی حالت بُری ہوگئی تھی اور پاگلوں کی طرح ہم دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ ادھر سالار بھی حیران تھا۔ البتہ اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ اس نے میری طبیعت میں ذرا تکدر سا پیدا کر دیا۔ ان صاحب نے آگے بڑھ کر میری کلائی پکڑ لی اور غراتے ہوئے بولے۔

''بدمعاش..... کمینے..... تُو یہاں ان لوگوں کو دھوکہ دے رہا تھا۔ تُو ان لوگوں کو دھوکہ دے رہا تھا۔ یہ سالار ہے..... مجھے پہلے ہی اس بات کا یقین تھا لیکن بہر حال سوری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سالار.....سوری.....تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم سالار ہو.....لیکن یہ بات میرے علم میں تھی کہ سالار گھر آ چکا ہے۔ اصل مجرم یہ شخص ہے۔ دیکھا آپ نے.....رحیم بیگ صاحب۔'' مرزا رحیم بیگ صاحب غصے میں بولے۔

''لے جاؤ اس کمبخت کو.....اس نے ہماری عزت دو کوڑی کی کر دی ہے۔ لے جاؤ اس کمبخت کو.....'' اور پھر میری ایک نہ سنی گئی میں نے سنایا بھی نہیں تھا۔ کچھ کسی کو بس جو ہوا بہت عجیب سا تھا۔ بہت ہی عجیب تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ ان لوگوں کو خاموش رہنے کے بجائے میری مدد کرنا تھی۔ میں تو مستقل یہ کہے جا رہا تھا کہ میں سالار نہیں ہوں۔ وہ اس غلط فہمی کو دل سے نکال دیں۔ کیا نہیں کر سکتا تھا میں.....اس خاندان میں کیا نہیں کر سکتا تھا۔

بڑی بُری کیفیت تھی میری۔ بڑا پریشان تھا میں یہاں تک کہ وہ لوگ مجھے لے کر چل پڑے اور بہت ہی سختی کے ساتھ پیش آئے۔ یہاں تک کہ مجھے تھانے میں بند کر دیا گیا اور اس کے بعد کیا کیا ہنگامے ہوتے رہے۔ مجھے اس کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ میں جیل میں پہنچ گیا اور اس طرح مجھے زندگی کا ایک نیا تجربہ ہوا۔ جیل کی کوٹھڑیاں انتہائی بوسیدہ دیواریں ٹوٹے ہوئے پلستر سے آراستہ۔ فرش پر جگہ جگہ سوراخ، جن میں حشرات الارض کا بسیرا تھا اور اسی طرح یہاں موجود سپاہی سخت بدمزاج اور کبھی سیدھے منہ بات نہ کرنے والے۔

بہر حال بڑا صبر آزما وقت گزرنے لگا۔ مچھروں اور دوسرے کیڑوں نے زندگی حرام کر دی۔ نہ رات کو سکون کی نیند نصیب ہوتی تھی۔ نہ دن کو چین آتا تھا اور اس دوران کسی نے مجھ سے رابطہ بھی نہیں کیا تھا۔ ایک ہفتہ گزر گیا۔ پھر دوسرا ہفتہ اور زندگی مجھ پر عذاب بن کر رہ گئی۔ میری طبیعت میں چڑچڑا پن پیدا ہو گیا تھا۔ ہر چیز سے نفرت ہو گئی تھی۔ بہت مشکل وقت گزر رہا تھا مجھ پر یہ۔

راجہ پربھو دیو نے میری خبر تک نہیں لی تھی۔ میرے اندر ایک جنون چھا رہا تھا پھر ایک دن میں جیل کے مغربی کونے میں کیاریاں درست کر رہا تھا کہ بیرونی دروازے سے ایک بڑا ٹرک اندر داخل ہوا۔ اس ٹرک کو میں بیشتر بار دیکھ چکا تھا۔ اس میں قیدی لائے جاتے تھے۔ ہمیں ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی تھی۔ ٹرک سے قیدی اتارے جانے لگے اور میں انہیں عجیب سی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ یہ ساری زندگی میرے لیے ایک عجیب سی شکل اختیار کر گئی تھی اور مجھے یوں لگ رہا تھا۔ جیسے میرے اندر وہ ساری کیفیتیں دوبارہ اُبھرتی آ رہی ہوں۔ مجھے نفرت سی محسوس ہو رہی تھی۔

پُراسرار رات کی ڈیوٹی والا سنتری رات میں گشت کرتا پھر رہا تھا۔ اس طرف آیا تو میں

تیار کھڑا ہو گیا۔ سنتری میرے پاس آ کر رُک گیا تھا۔ میں سلاخوں والے دروازے کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ سنتری نے مجھ سے پوچھا۔

''کیا بات ہے؟''

''دیکھو.....میرے سینے پر کسی جانور نے کاٹ لیا ہے۔'' میں نے کہا اور سنتری آگے جھک گیا۔ میں نے اسے سینہ نکال کر دکھایا۔ جونہی اس نے چہرہ قریب کیا۔ میں نے اس کی گردن دبوچ لی۔ وہ گھبرا گیا مگر بے کار تھا۔ میں نے پوری قوت صرف کر دی تھی اور وہ منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر ڈھیر ہو گیا۔ میں نے اس کو اسی طرح اپنے ہاتھ میں جکڑے رکھا۔ اس کی کمر سے لاک اپ کی چابی لٹکی ہوئی تھی۔ میں نے وہ چابی اپنے قبضے میں کی پھر سنتری کو چھوڑ دیا۔

اس کے بعد میں نے تالا کھولا اور باہر نکل آیا سنتری کا دوسرا ساتھی۔ اپنا چکر پورا کر کے اس طرف آ رہا تھا۔ میں نے کوریڈور کے موڑ پر اس کا استقبال کیا جونہی وہ موڑ گھوما میرا طاقتور گھونسا اس کی ناک پر پڑا اور وہ اچھل کر زمین پر جا گرا میں نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اس کے سینے پر بیٹھ کر اس کی گردن کو توڑ دیا۔ اب میرے اندر ایک عجیب وحشت سی بیدار ہوتی جا رہی تھی۔

چنانچہ میں نے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ بڑی خوفناک کیفیت ہو گئی تھی۔ میں جیسے ہی باہر نکلا غالباً مجھے دیکھ لیا گیا تھا اور اس کے بعد وہ ہنگامہ ہوا کہ میں خود گھبرا گیا۔

چاروں طرف سائرن بج رہے تھے اور سپاہیوں کے غول کے غول چلے آ رہے تھے میں نے دوڑنے کی کوشش کی۔ تو مجھ پر گولیاں چلائی گئیں۔ یہ گولیاں چنگاریوں کی شکل میں میرے دائیں بائیں سے نکل گئیں لیکن اب.....صورتِ حال مختلف تھی۔ میں نے دونوں پیروں کے ساتھ دونوں ہاتھ بھی زمین سے ٹکا دیئے تھے اور اس کے بعد بس ایک بار پھر جانور بن گیا میں جانور بن جاتا تو انسانوں کی مجال نہیں تھی کہ مجھے پکڑنے کی کوشش کرتے۔ میں نے ایک چیتے جیسی چھلانگ لگائی اور جیل کی دیوار پر چڑھ گیا۔ اس کے بعد دوسری طرف دوڑنے والے اب بھی دوڑ رہے تھے۔ کئی گاڑیاں اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی تھی۔

لیکن میں دوڑ رہا تھا۔ رات کا وقت.....سنسان راستے میرے دوڑنے کی رفتار بہت تیز تھی اور اس عالم میں وہ لوگ مجھے نہیں پکڑ سکتے تھے۔ پھر تھوڑی سی عقل بھی آ گئی تھی۔ سیدھی اور سپاٹ سڑکوں پر دوڑنے کے بجائے میں نے ناہموار راستے اختیار کیے ایک مکان کی دیوار نظر آئی۔ ایک ہی چیتے جیسی چھلانگ میں میں نے اسے عبور کر لیا لیکن وہاں رکنے کے بجائے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کی دوسری دیوار سے دوسری طرف کود گیا۔

اس طرح دیواریں کودتا ہوا میں سڑک سے دور نکل آیا۔ میں بھاگا چلا جا رہا تھا اور کسی سمت کا تعین نہیں کیا تھا۔ میں نے اس وقت سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بھی کم ہو گئی تھیں۔ جنگل کے ایک جانور کی طرح دوڑ رہا تھا۔ یہاں تک کہ آبادیوں کی روشنیاں پیچھے رہ گئیں اور میں سر سبز و شاداب کھیتوں میں دوڑنے لگا۔ میرے نیچے مٹی کی نمی تھی لیکن میں ہر طرح کے حالات میں دوڑنا جانتا تھا۔ دوڑتے دوڑتے نہ جانے کتنی دیر ہو گئی۔ یہاں تک کہ مجھے ایک عمارت نظر آئی۔ یہ عمارت آبادی کے قریب نہیں تھی۔ بلکہ شاید آبادی کے دور کے کھنڈرات کی حیثیت رکھتی تھی۔

میں اس عمارت میں داخل ہو گیا۔ پتھروں کی بنی ہوئی یہ عمارت بڑی ٹھنڈی اور پُرسکون تھی۔ بالکل صاف ستھری۔ یہاں کوئی نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ رک کر یہیں سانس لے لوں اگر میرا پیچھا کرنے والے یہیں پہنچ گئے تو دیکھا جائے گا۔ یہاں سے بھی بھاگ جاؤں گا۔

پھر مجھ پر ہلکی سی غنودگی طاری ہو گئی لیکن قدموں کی چاپ سن کر میں نے گردن اٹھائی۔ اُجالا پھیل چکا تھا۔ راجہ پربھودیو ایک پیالے میں پانی لیے کھڑا تھا۔

''لو یہ پی لو۔'' میں پربھودیو کو دیکھ کر ششدر رہ گیا اور اب میری وہ کیفیت بھی ختم ہو گئی تھی۔ میں نے پیالے میں پانی دیکھا اور مجھے یوں محسوس ہوا۔ جیسے میں شدید پیاس کا شکار ہوں۔

''عمارت کے بیرونی حصے میں کنواں ہے اور یہ اسی کنویں کا پانی ہے۔ تمہیں پسند آئے گا۔'' میں نے دونوں ہاتھوں سے پیالہ پکڑا اور غٹا غٹ پی گیا۔ اس کے بعد حواس کافی حد تک بحال ہو گئے تھے۔ پربھودیو میرے پاس بیٹھ گیا۔ چہرے پر کچھ روٹھے روٹھے سے آثار تھے۔

''آپ یہاں کیسے آ گئے؟''

''میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں تم سے زیادہ دور نہیں جاؤں گا۔''

''لیکن اس دوران میں نے آپ کو ایک بار بھی نہیں دیکھا۔''

''میں تمہارے سامنے آیا ہی کب؟''

''آپ کو میرے سامنے آنا چاہیے تھا۔''

''کیوں؟''

''ہمیں کشمکش کا شکار ہو گیا تھا۔''

''پھر وہی سوال کروں گا کیوں؟''

''بس میرے اندر کچھ ایسی قوتیں ابھر آئی تھیں جن کی بناء پر میں صحیح فیصلے کرنے سے قاصر ہو گیا تھا۔''

''یہ بات میں نے تم سے پہلے بھی کہی تھی سلال کہ حالات کیسے بھی ہوں؟ کچھ بھی ہو۔ بات بگڑ رہی ہو یا بن رہی ہو جو میں نے تمہیں سکھایا وہ ہر قیمت پر تمہیں کرنا ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا ناں..... سلال؟''

''ہاں..... لیکن راجہ پربھو! وہاں پہنچنے کے بعد میں نے ان لوگوں کا جو رویہ دیکھا تم یقین کرو اس رویے نے مجھے ذہنی طور پر بھٹکا دیا۔''

''یہی تو سب سے بڑی کمزوری ہے۔ تمہاری، تمہیں بھٹکنا نہیں چاہیے تھا۔ کسی قیمت پر نہیں بھٹکنا چاہیے تھا تمہیں۔ ہم پھر ایک بار پستیوں میں جا گرے ہیں۔ میں تمہیں کامیابی کی طرف لے جانا چاہتا تھا لیکن تم نے کامیابی کے راستے چھوڑ دیئے۔''

''مجھے کیا کرنا چاہیے تھا۔ آخر مجھے کیا کرنا چاہیے تھا۔''

''سنو..... میں تمہیں ایک بات بتاؤں۔ وہ شخص جس کا نام ناصر شاہ تھا۔ ہمارا نشانہ تھا۔ اس خاندان نے ہمارے مفادات کو بڑے نقصانات پہنچائے ہیں۔ خاص طور سے ناصر شاہ نے ناصر شاہ بوڑھا ہو گیا لیکن وہ جو کچھ کر چکا تھا۔ اسے معاف نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے سزا ضروری تھی اور یہ سزا اسے تمہارے ہاتھوں سے ملنی تھی۔ تفصیل نہ پوچھنا۔ بے کار وقت ضائع کرو گے۔ اب دیکھو نا۔ میں نے تمہارے لیے جو کچھ کیا ہے۔ اس کے بعد کیا میں اتنا بھی حق نہیں رکھتا کہ تم سے بھی اپنے لیے تھوڑا بہت کام لے لوں لیکن تم نے میری لاج نہیں رکھی۔ تم نے اپنے طور پر سوچا۔

وہ ایک خوبصورت عورت تھی اور تم زندگی کی اس صداقت سے محروم انسان۔ بولو کیا اس کی تنہائیاں، اس کی قربتیں تمہیں زندگی کے سب سے بڑے سرور سے دوچار نہ کرتیں۔ ارے پاگل نوجوان مرد اور نوجوان عورت کی زندگی میں یہ لمحات بھی تو زندگی کی دلکشی کے حامل ہوتے ہیں۔ جو کچھ میں نے تمہیں اپنے طور پر دیا ہے۔ وہ تمہیں پسند آیا۔ اگر میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ اس خاندان میں داخل ہو کر تم اپنے آپ کو اس خاندان کا فرد ظاہر کرنے کی کوشش کرنے میں کامیابی حاصل کرو گے تو یقین کرو۔ ہمیں اس سے بے حد کامیابیاں حاصل ہوں گی۔''

''بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی راجہ پربھودیو! فرض کرو میں اس عورت کا شوہر بن کر اسے اپنی قربت میں لے آتا۔ تو اس سے تمہیں کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''آ گئے ناں اپنی پرانی باتوں پر۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے تمہیں جو علم دیا جو کچھ میں نے تمہیں سکھایا اس سے کوئی فائدہ ہوا جواب دو اس بات کا؟''

''نہیں..... میرے خیال میں نہیں۔''

''اس کے باوجود میں نے تمہیں اپنا وہ علم سکھایا اور اس کے ساتھ ساتھ میں نے تمہیں زندگی کی ان لطافتوں سے آگاہ کیا۔ جو تقریباً ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے۔ کوئی صلہ مانگا میں نے تم سے؟''

''نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اور اس کے نتیجے میں میں نے پہلی بار ایک کام سونپا تو تم اس سے منحرف ہو گئے۔ یہاں پر تمہیں اخلاقیات یاد آ گئیں اور تم نے ہمیں ناکامیوں سے دوچار کر دیا۔''

''ہمیں..... سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''نہیں..... سلال نہیں۔ تم بہت آگے کی بات کر رہے ہو۔ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔'' میں نے پریشان نگاہوں سے راجہ پربھو دیو کو دیکھا اور کہا۔

''لیکن اب جو کچھ ہو چکا ہے۔ اس کے لیے میں کیا کروں؟''

''اب کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ بار بار ایسے مواقع تھوڑا ہی ملتے ہیں۔ اب وہ لوگ بھی ہوشیار ہو گئے ہیں۔''

''اچھا اب کیا ہو گا؟''

''سمجھ لو کہ ہمیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔''

''تم نے دوبارہ ہمیں کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تمہارے ساتھ اور کون شریک ہے۔''

''سلال..... کیا تمہیں یہ سوال کرنا چاہیے؟''

''نہ کروں۔''

''بالکل نہیں۔''

''تو پھر مجھے بتاؤ کہ اب میں کیا کروں؟''

''میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے؟''

''کیوں نہیں۔ کیوں نہیں؟''

''لیکن ایسے نہیں۔ سلال! کام تو تمہیں کرنا پڑے گا۔ وہ جو میں چاہوں گا۔'' اس نے کہا۔

''اگر اس کے بعد بھی تم مجھے موقع دو گے تو میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔'' میں نے کہا اور راجہ پربھو دیو مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

''میں خود بھی تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔ یہ عمارت محفوظ جگہ ہے۔ اس کے کئی کمرے کھنڈر ہو چکے ہیں لیکن بہت سے کمرے صاف ستھرے اور مضبوط ہیں۔ کھانے پینے کی تمام اشیاء تمہیں یہاں مل جائیں گی۔ کچھ دن قیام کرو۔ ذرا تمہارے اوپر کے اثرات کم ہو جائیں تو پھر کوئی اور ترکیب سوچیں گے۔ دیکھو..... پہلے ہی مرحلے میں ناکامی میری اور تمہاری دوستی ختم کر سکتی ہے۔ آئندہ اس بات کا خیال رکھنا کہ جو کچھ کیا جائے اس کے بارے میں اپنی عقل کو داخل نہ کرنا۔ بے وقوف آدمی!'' میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی اور اس کے بعد راجہ پربھو دیو نے مجھے ایک کمرے میں منتقل کر دیا۔ یہاں ضروریات زندگی کا تمام کام موجود تھا۔ کھانے پینے کی بے شمار اشیاء، آرام کے لیے بستر راجہ پربھو دیو نے کہا۔

''ہو سکتا ہے کچھ یا سات دن کے اندر تک میں تمہارے پاس نہ آ سکوں لیکن یہاں تمہیں کوئی دقت نہیں ہو گی۔ دن میں یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش مت کرنا۔ اگر کوئی اس طرف سے گزرے تو اس سے ملنا بھی نہیں لیکن رات کو تم قرب و جوار کے علاقے میں گھوم سکتے ہو۔ بس اب میں چلتا ہوں اور میں نے گردن ہلا دی تھی۔

☆=======☆=======☆

چھ دن تک میں اپنے آپ کو یہاں محدود کیے رہا۔ دن میں کاہلوں کی طرح میں اپنے بستر پر اونگھتا رہتا۔ رات کو سو جاتا۔ کئی راتیں میں نے رات کو گھوم پھر کر گزاری تھیں۔ عمارت ایسے علاقے میں واقع تھی جہاں کوئی نہیں آتا تھا۔ ان چھ دنوں میں میں نے کسی انسان کو یہاں نہیں دیکھا تھا۔ لیکن تنہائی کے یہ چھ دن میرے لیے چھ سال بن چکے تھے۔ اتنی شدید ذہنی کوفت کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ بیان سے باہر ہے۔

البتہ یہ فائدہ ہوا مجھے کہ ان چھ دنوں میں مَیں نے اپنی زندگی کے گزرے ہوئے تمام سال گن ڈالے۔ پھر ان کا تجزیہ کیا تھا۔ ہر کردار کا تجزیہ کیا تھا اور اس طرح مجھے ماضی کی ایک ایک بات یاد آ گئی تھی۔ اب میرے ذہن کے دریچے روشن ہو گئے تھے۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ محبت کرنے والے ماں باپ میری یاد میں تڑپ تڑپ کر مر چکے ہوں گے یا پھر ان کی یہ کیفیت ہو گئی ہو گی کہ لوگ سن کر افسوس کرتے ہوں گے کہ اے کاش! میں سیدھا ان تک پہنچ سکتا۔

میں نے دن اور رات کا تجزیہ یہی کیا تھا۔ اناشیہ بھی یاد آتی تھی اور میں نے اناشیہ سے شکایت کی تھی کہ یہاں میری تنہائیوں میں اگر وہ نہ پہنچی تو پھر اس کا طلسمی علم بالکل بے کار ہے۔

''راجہ راجہ پربھو دیو نے میرے لیے جو کچھ کیا ہے اس کا صلہ وصول کرنا چاہتا ہے۔ وہ..... وہ خود بھی ضرورتوں سے خالی نہیں ہے اس کے اپنے مسائل ہیں اور وہ میرے ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ذریعے اپنے مسائل حل کرنا چاہتا ہے وہ بے شک جو کچھ بھی ہے لیکن بہت اچھا انسان بھی نہیں ہے۔ اس کے اندر بھی کچھ ایسی وحشتیں ہیں۔ جنہیں میں ابھی تک نہیں سمجھ سکتا تھا۔ راجہ پربھو دیو کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ ویسے تھوڑی سی تکلیف مجھے ان لوگوں کے رویے سے بھی ہوئی تھی۔ جب تک میں ان کے لیے سالار بنا ہوا تھا۔ وہ میری دلجوئی کرتے رہے تھے۔ میں نے تو بار بار ان سے کہا تھا کہ میں سالار نہیں ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حقیقت معلوم ہونے کے بعد وہ مجھ سے منحرف ہو جائیں۔

میں نے شرافت سے کام لیتے ہوئے اس لڑکی کو بھی داغدار نہیں کیا تھا۔ جبکہ راجہ پربھو دیو کا مقصد یہ ہی تھا کہ میں اسے ان لمحات تک لے جاؤں جو زندگی بھر کے لیے اس کے سینے پر داغ بن جائیں اور راجہ پربھو دیو نے اس کی وجہ بھی بتا دی تھی یعنی اس کا کوئی جھگڑا اس شخص سے ہی تھا۔ جو وہاں بوڑھا آدمی تھا اور اس کا اپنے علاقے میں بڑا نام تھا۔

یہ جھگڑا کیا ہو سکتا ہے۔ اچانک ہی میرے دل میں خیال آیا تھا۔ میں نے دنیا کا تجزیہ کیا تھا۔ راجہ پربھو دیو کے دیئے ہوئے علم سے میں نے جان پا کر اور اس کی بیوی جولی کو بدحواس کر دیا تھا لیکن اس علم سے میں راجہ پربھو دیو کا بھی تو جائزہ لے سکتا ہوں۔ اس کے بارے میں بھی تو معلوم کر سکتا ہوں۔ کم از کم یہ تو پتہ چلے کہ راجہ پربھو کون ہے؟ کیا ہے؟ اور مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

کیا وہ واقعی ایک بے لوث انسان ہے اور اس نے بے مقصد ہی مجھے ایک شاندار زندگی اور ایک شاندار علم دیا ہے۔ یا اس کی ان کاوشوں کے پس منظر میں بھی کوئی خیال پوشیدہ ہے ہاں..... واقعی یہ کر سکتا تھا میں۔ کرنا چاہیے تھا مجھے۔ وہ میرا مالک بن بیٹھا ہے۔ بے شک اس نے میرے ساتھ بڑی محبت کا ثبوت دیا ہے، لیکن پھر بھی کم از کم اس کا تجزیہ کر کے اس کے بارے میں معلوم لینا چاہیے کہ کیا اس کے دل میں میرے لیے محبت بھی ہے۔ یہ تجزیہ میں با آسانی کر سکتا تھا اور اس میں مجھے کوئی دقت نہ ہو گی۔

بہر حال وہ مجھ سے چھ سات دن میں آنے کا وعدہ کر گیا تھا اور ساتویں دن وہ پہنچ گیا تھا۔ چہرے پر تشویش کے آثار تھے مجھ سے فی الحال اس نے میرے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا۔

''نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں اور کوئی ایسی پریشانی کی بات نہیں ہے۔''

''اس دوران کسی سے ملاقات ہوئی؟''

''یوں لگتا ہے۔ جیسے یہ عمارت آبادیوں سے اتنی دور ہے کہ لوگ اس طرف آنے کا

تصور بھی نہیں کرتے۔ رات کی تاریکیوں میں میں نے قرب و جوار کے ماحول کا بھی جائزہ لیا ہے۔ اول تو یہاں آس پاس ایسی کوئی گزرگاہ نہیں ہے۔ جسے دیکھ کر یہ کہا جا سکے کہ انسانوں کو اس علاقے سے کوئی دلچسپی ہو سکتی ہے۔ نہ یہاں کھیت ہیں۔ نہ باغات اور نہ ہی پگڈنڈیاں..... یہ جگہ کون سی ہے؟''

''اصل میں یہ عمارت کچھ لوگوں کے لیے وہم کا مرکز بنی ہوئی ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عموماً یہ ہمارے استعمال میں رہتی تھی اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ عام لوگ اس طرف متوجہ ہوں..... کبھی کچھ بھولے بھٹکے لوگ اِدھر آ بھی جاتے ہیں۔ تو ہمارے لیے ضروری ہو جاتا ہے۔ کہ ہم انہیں زندہ واپس نہ جانے دیں۔ ان کی لاشیں آس پاس کے علاقوں میں پڑی مل جاتی ہیں یا ان میں سے کوئی اگر زندہ بچ بھی جائے تو وہ خود نہیں بچتا بلکہ ہم اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ تاکہ وہ آبادیوں میں جا کر اس آسیب زدہ عمارت کی کہانی سنائے۔

کافی عرصے تک ہمیں یہ محنت کرنا پڑی۔ کوئی بارہ سے لے کر پندرہ زندگیاں لینی پڑیں۔ اس کے بعد ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔'' میں نے حیران نگاہوں سے راجہ پربھو دیو کو دیکھا اور کہا۔

''یعنی اپنے مقصد کے تحت انسانی زندگیاں لی جا سکتی تھیں؟'' راجہ پربھو دیو نے ترچھی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کہا۔

''یہ تمہاری ناتجربے کاری ہے۔ یہاں ہر طاقتور شخص اپنے مقصد کے لیے کمزور کی زندگی لے لیتا ہے اور اسے کوئی تردد نہیں ہوتا۔ دیکھو میں تمہیں ایک بات بتا دوں اس دنیا میں اگر اپنے آپ کو طاقتور منوانا چاہتے ہو تو طاقت کا مظاہرہ کرنا ہو گا۔ تمہیں..... اس سے پہلے کہ کوئی دوسرا تمہیں ہلاک کر دے۔ تم اسے ہلاک کر دو۔ یہی تمہاری جیت ہے اور اس ہلاکت کے بارے میں لوگوں کو علم بھی ہونا چاہیے۔ تاکہ وہ تمہاری طاقت کو تسلیم کریں۔'' میں نے حیرانی سے راجہ پربھو دیو کو دیکھا اور کہا۔

''لیکن راجہ اس سے پہلے تو تم نے اس قسم کے خیالات کا اظہار کبھی نہیں کیا۔''

''ضروری تو نہیں ہے۔ کیا اپنی زندگی کا ایک واقعہ تمہیں سنا دوں کیا تمہیں اس بات پر حیرت نہیں ہوئی کہ اس علاقے میں اتنے عرصے کے بعد تم پہلی بار میرے پاس آئے ہو۔ لیکن میں نے اسے اپنی ملکیت بتا دیا۔''

''ہاں..... یہ بات بھی باعثِ حیرت ہے۔''

''لاتعداد باتیں تمہارے لیے باعث حیرت رہی ہوں گی اور آنے والے لمحات میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہت سی باتیں ایسی ہوں گی جو تمہاری سمجھ میں نہ آئیں لیکن میں نے تم سے ایک درخواست کی تھی۔ زندگی کا یہ لطف اٹھاؤ اور اپنی پسند کی ہر چیز کو حاصل کرلو۔ اپنی ضرورت کی کوئی بھی چیز تمہارے ذہن میں آئے۔ تو مجھے بتاؤ..... میں اسے تمہارے لیے مہیا کردوں گا، لیکن ہر بات کو سمجھنے کی کوشش مت کرو۔ ہاں جو کچھ میں تمہیں بتاؤں اسے ضرور سمجھ لو اور یہ سوچ لو تمہاری ہر خواہش کی تکمیل میری ذمہ داری ہے۔ اس طرح دنیا کے کام چلتے ہیں۔ صرف اپنے بارے میں سوچو گے تو سمجھ لو کہ نہ خود کچھ حاصل کرسکو گے نہ خود کسی کو کچھ دے سکو گے۔'' میں خاموشی سے راجہ پربھودیو کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک ہی میرے ذہن میں وہ فیصلہ ابھر آیا۔ راجہ پربھودیو کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے اس کے چہرے پر نگاہیں جمادیں اور چند لمحات کے بعد میں اس کی گہرائیوں میں اُترنے لگا۔ اس نے مجھے پورا پورا موقع فراہم کردیا تھا۔ آج وہ جو کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اس کو بڑی سوچ و بچار کی ضرورت تھی اور اس سوچ و بچار کے دوران اس نے مجھے میری ضرورت پوری کرنے کا وقت مہیا کردیا تھا۔ میں اس کا تجزیہ کرتا رہا اور دفعتاً میرے ذہن میں کچھ شیشے سے ٹوٹ گئے۔

اتنا زوردار چھناکا ہوا میرے ذہن میں کہ میں خود پریشان ہوگیا۔ اچانک اس نے مجھے چونک کر دیکھا لیکن میں نے اپنا چہرہ نارمل کرلیا۔ راجہ پربھودیو کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ میں اس کے ذہن کی گہرائیوں کا جائزہ لے رہا ہوں اور اس کے دیئے ہوئے علم سے اسے جاننے کی کوشش کررہا ہوں لیکن مجھے اس کے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا وہ بڑا سنسنی خیز تھا۔ راجہ پربھودیو جو کچھ اوپر سے نظر آتا تھا۔ اندر سے وہ بالکل نہیں تھا۔

شام نگر میں اس نے اپنے لیے ایک مستحکم حیثیت حاصل کی تھی۔ وہاں اس کے کاروبار بھی پھیلے ہوئے تھے اور اسے ایک معزز انسان سمجھا جاتا تھا لیکن یہ معزز انسان معزز نہیں تھا۔ سواس شیطانی قبیلے کا ایک فرد تھا۔ سوما کا تربیت یافتہ اور ان علاقوں میں سوما کا سب سے بڑا نمائندہ۔ وہ سوما کی جے جے کار کرتا تھا۔ اسے ہدایت ملی تھی کہ سوما کی جانب سے دوسرے لوگوں کی طرح مجھے تلاش کرے اور اس نے مجھے پالیا۔ پھر سوما کی جانب سے اسے ہدایت ملی کہ میری تربیت کرے اور مجھے اس کا احساس نہ ہونے دے۔ مجھ سے وہ تمام کام لے۔ جو اس شیطانی قبیلے کے مفاد میں تھے۔ یعنی راجہ پربھودیو میرے ان دشمنوں میں سے تھا۔ جن سے جان چھڑا کر میں بھاگا تھا اور جن کے چنگل میں میں گرفتار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ راجہ پربھودیو..... مجھ سے زیادہ باعلم تھا لیکن چونکہ اس وقت وہ میری جانب متوجہ نہیں تھا۔ اس لیے اسے یہ احساس نہیں ہوسکا کہ میں اس کی گہرائیوں میں اُتر کر اسے تلاش کرنے میں کامیاب

ہو چکا ہوں اور اب میں اس کے سامنے اداکاری کررہا ہوں۔

کچھ لمحوں کے بعد راجہ پربھودیو نے کہا۔

''وہاں کی صورتِ حال ذرا بدل گئی ہے۔ وہ لوگ درجنوں بار ایک ایک کر کے علاقائی تھانے اور احکام بالا تک پہنچ چکے ہیں۔ وہ سب تمہاری رہائی کے لیے کوششیں کررہے ہیں۔ وہاں سے انہیں اطلاع ملی ہے کہ تم فرار ہوگئے ہو لیکن وہ اس اطلاع کو صحیح تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور اعلیٰ پیمانے پر سرکاری افسران سے مل کر تمہاری بازیابی کی کوششیں کررہے ہیں۔''

''لیکن؟'' میں نے کہا۔

''انہیں اس بارے میں سوچنا پڑے گا۔''

''کیا؟''

''وہی میں سوچ رہا ہوں۔''

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

''سلال۔''

''ہوں۔''

''اپنے طور پر تم کچھ کرسکتے ہو؟''

''میں سمجھا نہیں۔''

''میں نے تمہیں دنیا کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے۔''

''بے شک۔''

''تم پر میں نے کتنی محنت کی ہے تمہیں اس کا اندازہ ہے؟''

''کیوں نہیں۔ راجہ پربھودیو۔''

''پھر کیوں؟ پھر کیوں ایسا ہوا؟''

''کیا ہوا؟ کوئی شکایت ہے مجھ سے؟''

''نہیں۔ شکایت نہیں۔ افسوس ہے۔''

''افسوس؟''

''ہاں..... افسوس..... شیر اور بلی کی کہانی سنی ہے تم نے؟''

''ہاں سنی ہے۔''

''پھر جو کچھ میں نے تمہیں سکھایا۔ تم نے مجھی پر آزما ڈالا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''صورتِ حال وہی تھی اگر مجھ پر دیوانگی سوار ہو جاتی اور میں وحشی ہو جاتا تو یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ راجہ پربھودیو کے ساتھ کیا سلوک کرتا لیکن وحشت بھی خاص حالات میں جنم لیتی ہے۔ اس کو وقت بے وقت اپنے اوپر طاری کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ راجہ پربھودیو کسی قدر افسردہ لہجے میں بولا۔

''بات وہی آ جاتی ہے۔ انسان کے دل میں انسان کے لیے محبت کا جذبہ پیدا ہو ہی جاتا ہے۔ لیکن ذمہ داریاں بھی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ کیا کر سکتا ہوں میں تمہارے لیے۔ اب جبکہ ساری حقیقتیں تمہارے علم میں آ ہی گئی ہیں۔ تو بھلا میں اور کیا کر سکتا ہوں۔ سوائے ان دعاؤں کے کہ تم سوما کی پناہ میں آ جاؤ اور مشکلوں سے نجات حاصل کر لو۔ ہمارے ساتھ رہتے تو دینا کے سارے مزے چکھتے۔ ویسے اس وقت تمہیں جس کے سپرد کیا جا رہا ہے۔ اسے دیکھ کر تمہیں ضرور حیرت ہو گی لیکن ساری باتیں ایک مجبوری ہیں۔ راجہ پربھودیو مجھے لے کر ایک پُراسرار عمارت کے سامنے آ گیا اور اس نے کہا۔

''ایک بات اور بتا دوں تمہیں؟''

''بتاؤ؟''

''تم نے بہت اچھا کیا کہ مجھ سے جھگڑا مول لینے کی کوشش نہیں کی۔''

''اچھا..... اگر فرض کرو ایسا کرتا تو؟''

''تو دوسری صورت میں تمہیں۔ زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتے اور ذاتی طور پر میں تمہیں یہ بتا دوں کہ مجھے تم سے محبت ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تم مشکلات میں گرفتار ہو۔''

''اچھا..... یہ بات ہے تو بہت بہت شکریہ۔''

''اچھا..... خیر اب جاؤ اور عمارت ہی میں رہنا۔ یہاں تمہارے لیے تربیتی کورس موجود ہے۔ میرے سامنے اندر داخل ہو جاؤ۔ جس عزم کا اظہار کرتے رہے ہو اسی عزم کے ساتھ جا کر دیکھو کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔''

''تو پھر میری بھی سن لو راجہ پربھودیو! یہ بھی ایک بڑی سچائی ہے کہ میں بھی کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہتا۔ جس سے تمہارے احترام میں فرق آئے۔ کیونکہ بہرحال تم نے مجھے کچھ سکھایا ہے اور میں بھی اپنے طور پر کچھ کرتا رہا ہوں۔ ٹھیک ہے میں اس اس عمارت میں رہوں گا اور اس تربیتی کورس کو بھی دیکھوں گا۔ پھر میرے قدم اس عمارت کی جانب بڑھ گئے۔ پھر میں نے ایک بڑا سا دروازہ میں نے تھوڑا سا دھکیلا۔ تو وہ کھل گیا اور میں اس پُراسرار دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ دروازے کے دوسری جانب ایک چوڑی سی راہداری دور تک چلی گئی تھی۔

چونکہ اوپر چھت تھی۔ اس لیے دوسری طرف داخل ہوتے ہی اندھیرے کا احساس ہوا تھا۔

دن کی روشن ہر چھوٹی سے چھوٹی جگہ سے نکل کر اپنا مقام بنا لیتی ہے۔ اس لیے اس وقت بھی اس اندھیرے کے باوجود اندر کے مناظر صاف نظر آ رہے تھے۔ اس راہداری کے اختتام پر بھی ایک دروازہ تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ یہ عمارت اس طرح کیوں بنائی گئی ہے اور کسی نے اس پُراسرار عمارت کی طرف توجہ کیوں نہیں دی جبکہ شہری آبادی سے دور اس عمارت کا کوئی مقصد نظر نہیں آتا۔ یا پھر یہی بات ہو سکتی ہے کہ قاتل قبیلے کے طلسم نے کسی کو اس جانب متوجہ نہیں ہونے دیا تھا۔

میں آگے بڑھتا چلا گیا۔

اور پھر میں نے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا تو میری بینائی نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ اندر اتنی ہی گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ میرا دوسرا قدم مجھے کہاں لے جائے گا۔ ہو سکتا ہے آگے زمین ہی نہ ہو اور میں کسی گڑھے میں جا پڑوں۔ اب ماضی کی وہ دلیری ختم ہو گئی تھی۔ جو غیر انسانی زندگی گزارتے ہوئے میرے وجود میں سرایت کر گئی تھی۔ میری پریشانی عروج کو پہنچ گئی اور میں نے آواز لگائی۔

''اگر یہاں کوئی ہے۔ تو مجھ سے رجوع کرے۔'' میری آواز کی بازگشت دیر تک سنائی دیتی رہی۔ وہ ایک انتہائی وحشت ناک ماحول تھا اور کہیں سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ ایک بار پھر میں نے زور سے چیخ کر کہا۔

''اگر یہاں کوئی ہے تو مجھ سے بات کرے۔ میں بات کرنا چاہتا ہوں۔'' میری آواز فضا میں گونجنے لگی اور پھر شاید جو کوئی بھی تھا۔ میری جانب متوجہ ہو گیا۔ کیونکہ کچھ فاصلے پر میں نے ایک مدھم روشنی کی کرن ابھرتی دیکھی تھی۔ شاید کسی نے شمع جلائی تھی۔ ویسے میں یہ دیکھ چکا تھا کہ عمارت کے پاس بجلی کے تار نہیں ہیں اندر بجلی کی روشنی ہو نہیں سکتی تھی۔ یقینی طور پر کسی نے موم بتی جلائی تھی۔ میں نے زور سے آواز دی۔

''میں اِدھر ہوں۔ میری رہنمائی کرو اور تم جو کوئی بھی ہو۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔'' یہ الفاظ کہہ کر میں نے انتظار کیا۔ روشنی کی مدھم کرن کو دیکھتا رہا۔ جو ایک مخصوص جگہ موجود تھی لیکن کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ نہ ہی مجھے انسانی قدموں کی آواز یا لباس کی کوئی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ میں چند لمحات اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ پھر میں نے خود ہی ایک ایک قدم پھونک پھونک کر آگے بڑھنا شروع کیا اور اس روشنی کی جانب چل پڑا۔

میرے سامنے ایک دروازہ کھل گیا تھا۔ میں نے اس دروازے کو ٹٹول کر دیکھا اور پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آہستہ سے دھکا دیا تو دروازہ کھل گیا۔ دوسری طرف کوئی شمع نہیں نظر آئی تھی دروازے کی دوسری جانب پہنچ کر میں حیران رہ گیا۔ کیونکہ اب مجھے کوئی شمع نظر نہیں آ رہی تھی۔ ادھر ایک صحن سا بنا ہوا تھا۔ جس میں تاریکی نہیں تھی اور لمبی لمبی گھاس اگی ہوئی تھی۔ ایک طرف ایک درخت بھی تھا۔ جس میں ایک بھی پتا نہیں تھا لیکن وہ خاصے وسیع علاقے میں پھیلا ہوا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں محسوس کرنے لگا کہ شاید مجھے اس خاموش عمارت میں کسی سے ملاقات کا موقع نہیں ملے گا۔

بہرحال صحن کے دوسرے حصے پر بھی ایک دروازہ نظر آیا تھا اور یہ دیکھ کر مجھے حیرانی ہوئی کہ شمع کی روشنی اب اس دروازے سے پھوٹ رہی ہے۔ مجھے یہ احساس تو اچھی طرح ہو چکا تھا کہ یہ عمارت ایسی ہے جو میری سمجھ میں نہ آئے۔ اب ماحول سے اچھی خاصی معلومات حاصل ہو چکی تھی۔ اس لیے یہ بات میں آرام سے کہہ سکتا تھا کہ اس شیطانی قبیلے نے بہت طلسمی انتظامات کر رکھے ہیں۔

ظاہر ہے۔ یہ سب جادوگری تھی۔

سوما ایک جادوگر تھا۔ شیطان سے تو ہر طرح کا جادو منسوب ہوتا ہے یہ معلومات مجھے راجہ پربھودیو نے بھی فراہم کی ہیں اور میری اپنی معلومات بھی تھوڑی بہت تھیں۔

بہرحال یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ کوئی عام عمارت نہیں۔ ماحول پر ایک ایسا دہشتناک سناٹا تھا کہ دل کی دھڑکنیں چیخ اٹھی تھیں۔ میں نے آہستہ آہستہ اس صحن کو بھی عبور کیا۔ لمبی لمبی گھاس میں ایسی سرسراہٹ ابھر رہی تھی۔ جیسے سانپ اور بچھو رینگ رہے ہوں۔ سوکھے پتے جو غالباً درختوں سے جھڑے ہوئے تھے۔ میرے پیروں کے نیچے آ کر چڑچڑاتے تو ایسا لگتا کہ جیسے میں نے کسی کے پاؤں پر پاؤں رکھ دیا ہو اور وہ تکلیف سے چیخ اٹھا ہو۔

یہاں تک کہ میں صحن کو عبور کر کے اس دروازے تک پہنچ گیا۔ اصولی طور پر مجھے چاہیے تھا کہ میں یہاں سے بھاگ جاتا اور راجہ پربھودیو سے کیے ہوئے وعدے پر لعنت بھیج دوں لیکن بہرحال میں اپنی ذہنی قوتوں کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس دروازے کے بھی اندر قدم رکھ دیئے تھے اور اس بار میں ایک وسیع و عریض کمرے میں داخل ہوا تھا۔ جس میں چھت پر لگے ہوئے فانوس پر لاتعداد شمعیں روشن تھیں اور ان کی زرد روشنی نے اس وسیع و عریض کمرے کے ماحول کو اجاگر کر دیا تھا۔ بہت ہی قدیم طرز کا فرنیچر تھا۔ جس کا رنگ مٹی سے ہٹ کر اپنی اصل رنگت سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ اسے مٹی کے رنگ کا ہی کہا جا سکتا تھا لیکن اس کی بناوٹ سے پتا چلتا تھا کہ لاکھوں روپے کی مالیت کا فرنیچر ہے۔

فرش پر قالین بھی بچھا ہوا تھا لیکن گرد اور بدبو کی ایک دبیز تہہ اس قالین پر بچھی ہوئی تھی اور نیچے لٹکے ہوئے فانوس پر بھی گرد اتنی ہی موٹی تھی۔ ہر طرف مکڑی کے جالے لٹکے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ ایک طرف آتش دان میں مدھم مدھم سی زرد روشنی ہو رہی تھی۔ جس سے کمرے کی فضا میں ہلکی ہلکی گرمی کا احساس ہوتا تھا۔

پھر اچانک مجھے محسوس ہوا کہ اوپر لگے ہوئے فانوس کی شمعیں روشنی تیز کرنے لگی ہوں اور کمرے کا ماحول نمایاں ہوتا چلا جا رہا تھا۔ میں اس انوکھی تبدیلی کو دیکھنے لگا اور میرے مسامات سے ہلکا ہلکا پسینہ ابھرنے لگا۔ ایک لمحے کے لیے میں نے پھر سوچا کہ میں یہاں سے نکل جاؤں۔ یہ خوفناک عمارت میرے لیے کسی مشکل کا باعث نہ بن جائے لیکن پھر اچانک ہی ایک احساس میرے دل میں ابھرا۔ میں نے سوچا کہ راجہ پربھودیو میرا امتحان لینا چاہتا ہے اور اس نے مجھے ایک طرح سے چیلنج کیا تھا کہ اگر میں نیکیوں کی جانب چلنا چاہوں تو ان کا مستقبل دیکھ لوں۔

میں دیکھنا چاہتا تھا کہ جو کام میں شیطانی قبیلے کی خواہش پر نہیں کرنا چاہتا تھا اس کو نہ کرنے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ بہرحال ساری باتیں اپنی جگہ لیکن نہ جانے کیوں میرے دل میں یہ احساس جڑ پکڑتا جا رہا تھا کہ میں ایک اچھے خاندان کا فرد ہوں۔ مجھے میرے والدین یاد آ گئے تھے اور اپنے وطن اور اپنے مذہب کی روایات تھیں جو کچھ میں بھول چکا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ میرے ذہن میں نمایاں ہوتا چلا جا رہا تھا اور واقعی اگر کسی انسان کے لیے امتحان مقرر کر دیا جائے تو پھر اسے بہت بہت سی مشکلات کے لیے تیار رہنا چاہیے اور میں ان مشکلات کے لیے دل و جان سے تیار تھا۔

کمرے کے ماحول کو پوری طرح دیکھنے کے بعد میری نگاہ اس تابوت پر پڑی جو کمرے کے ایک گوشے میں رکھا ہوا تھا اور بڑا عجیب سا نظر آ رہا تھا۔ یہ اتنا بڑا تابوت تھا۔ جس میں انسانی جسم آ جائے۔ میں نے اپنے آپ کو غیر انسانی فطرت کا مالک کبھی نہیں کہا اس تابوت کو دیکھ کر میرے دل میں خوف سا بیدار ہو گیا تھا۔

ایک بار پھر میں نے دل میں سوچا کہ یہاں سے نکل جاؤں لیکن اب میں بار بار یہ بات نہیں سوچنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں ایک ایک قدم بڑھاتا ہوا تابوت کے قریب پہنچ گیا۔ پھر میں نے تابوت کے اندر جھانکا تو میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا سا لگا۔ آہ..... واقعی یہ بالکل درست تھا۔ جو میں نے دیکھا تھا۔ وہ بالکل درست تھا۔ وہ بالکل درست تھا۔ تابوت میں سوما لیٹا ہوا تھا۔ وہی سوما جس نے مجھے شیطان کو سجدہ کرنے کو کہا تھا اور میرے لیے بہت سی باتیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہی تھیں۔ سوما کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ مجھے دیکھ رہا تھا۔ میرے قدم پتھرا سے گئے اور میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ مسکرایا اور مسکراتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

''خوب بہت دن کے بعد ملاقات ہوئی ہے۔ ہماری بہت ہی عجیب بات ہے۔ بڑی ہی عجیب بات ہے۔ شاید تو یقین نہ کرے بے وقوف لڑکے کہ سوما کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے۔ مہاسانولی ہمیں بہت عرصے کے بعد منتخب کرتا ہے لیکن مہاسانولی کے ہر طرح کے مفادات کا خیال رکھنا بھی ہمارا ہی کام ہے۔ کیا سمجھا؟ تُو نے غداری کی ہے۔ کیا نہیں دینا چاہتے تھے ہم تجھے۔ بڑا عظیم درجہ دینا چاہتے تھے۔ لیکن تُو نے اس درجے کو قبول نہیں کیا۔ تُو نے اپنے آپ کو ایک احمقانہ عمل میں مصروف کر لیا۔ ارے بے وقوف تُو غور کرتا..... تو ہم نے تو کسی لمحے تیرا ساتھ نہیں چھوڑا۔

اگر تُو سمجھتا ہے کہ سمندر میں تیرتا ہوا تُو اس چھوٹی سی چٹان پر جا پہنچے گا۔ جسے ننھا جزیرہ کہا جاتا ہے۔ تو یہ تیری بھول تھی۔ ہم نے تجھے وہاں پہنچایا۔ ورنہ اگر ہم چاہتے تو سمندر کھولنے لگتا۔ اس میں پانی گرم ہو جاتا اور تو وہیں تڑپ تڑپ کر مر جاتا لیکن نہیں۔ تُو ہماری آرزوؤں کا مرکز ہے۔ ہم تجھے سوما بنانا چاہتے ہیں۔ مہاسانولی نے یہ ہی طے کیا تھا کہ میرے بعد بڑا سوما تو یہی بنے گا کیونکہ تیرے پاس کچھ اور بڑائیاں ہیں۔ جو دوسروں میں ہیں۔

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ میں نے اس سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

''بہر حال تُو نے ہمیں مجبور کر دیا کہ ہم یہاں آئیں اور سن ہمیں تیری اصل حیثیت چاہیے ارے تجھ جیسے ہزاروں لاکھوں ہیں ہمارے پاس جو ساری دنیا میں ہمارے لیے کام کرتے ہیں۔ مگر تجھے تو ہم کچھ اور ہی درجہ دینا چاہتے تھے۔ وہ درجہ جو کسی کو نہیں ملتا۔ سوچ لے۔ سوچ لے اچھی طرح۔ دیکھ نیکی اور بدی انسان کی تراش ہیں۔ انسانوں نے یہ سارے نام اپنے لیے تراش رکھے ہیں لیکن ان سے تجھے حاصل کچھ نہیں ہو گا۔ ایک طرف ہونا چاہیے۔ انسان کو ایک طرف ہونا چاہیے اور تُو بیچ میں اٹکا ہوا ہے۔ ارے پاگل جو کچھ کر بیٹھا ہے۔ اسے کرنے کے بعد اگر تُو یہ سمجھتا ہے کہ تجھ پر نیکیوں کے دروازے کھل جائیں گے تو یہ تیری بھول ہے۔ ایسا بالکل نہیں ہو سکے گا۔ تُو دیوانہ ہو گیا ہے۔ تُو نے کچا گوشت کھایا ہے۔ انسان اور جانوروں کا خون پیا ہے۔ تیری رگوں میں وحشت اور درندگی ہے۔ تُو جلد نیکیوں کے راستوں کا راہی کیسے بن سکتا ہے۔

نہ جانے کیوں پہلی بار میرے دل میں ایک عجیب سا جذبہ ابھرا۔ اب تک سوما کی یہاں

موجودگی نے مجھے خوفزدہ کر رکھا تھا۔ کیونکہ یہ بہت بڑی شخصیت کا مالک تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میں نے جزیرے پر اس کا احترام ہوتے دیکھا تھا۔ اتنے افراد اگر کسی شخص کا احترام کریں تو ظاہر ہے۔ وہ معمولی شخصیت کا حامل نہیں ہے۔ لیکن اس نے جب یہ باتیں کیں تو اس نے میرے دل میں ایک عجیب سا احساس بیدار کر دیا اور میں کچھ کہنے پر مجبور ہو گیا۔ میں نے کہا۔

''سوما..... جو کچھ تُو مجھ سے کہہ رہا ہے۔ یا تو تُو اتنا بے علم ہے کہ اس کی اصلیت نہیں جانتا یا پھر بے غیرت ہے کہ ان باتوں کو نظر انداز کر کے فضول باتیں کیے جا رہا ہے۔ تجھے اس بات کا علم ہے کہ میں اپنی مرضی سے تیرے جزیرے پر نہیں پہنچا تھا۔ تیرے بدمعاش ہرکارے مجھے اغوا کر کے وہاں تک لے گئے تھے اور پھر انہوں نے مجھے جانور بنانے کی ہر ممکن کوششیں کیں..... واقعی میں آدھا جانور بن چکا تھا۔ بلکہ بن چکا ہوں۔ لیکن ان سے غلطی ہوئی ہے یا تجھ سے کہ میں نے اپنی عمر کا ایک حصہ تعلیم و تربیت میں گزارہ۔ مجھے نیکی بدی کی تمیز سکھائی گئی۔ میرے والدین مجھے اعلیٰ تعلیم دلانے کے لیے پیروں میں چھوڑ گئے تھے لیکن جب انسان اپنے وطن سے دور ہوتا ہے تو وطن اور مذہب اس کے دل میں طاقتور ہو جاتا ہے اور ایسا ہی ہوا تھا۔ میرے والدین خاص طور سے میری والدہ مجھے مذہبی کتابیں دیا کرتی تھیں اور وہ کہتی تھیں کہ بیٹے تعلیم حاصل کرنے کے لیے دنیا کے کسی خطے میں جاؤ لیکن اپنے مذہب، اپنے دین اور اپنی روایات کو کسی طور نہ چھوڑو۔ کیا تم یقین کرو گے۔ سوما کہ میں ان کتابوں سے بڑی عقیدت رکھتا تھا اور آج میں یہ سمجھتا ہوں کہ دنیا کی کوئی بھی نیک بات بے مقصد نہیں ہوتی۔ آج ان کتابوں کا علم میرے سارے وجود میں موجود ہے اور یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ نیکی، نیکی ہوتی ہے اور بدی، بدی..... تمام شیطان بدی کے سمبل ہوتے ہیں اور میں بدی کو نہیں اپنانا چاہتا۔ سمجھ رہے ہو نا۔ میری بات کتنی ہی کوشش کرو۔ کتنی ہی کوشش کرو۔ تم مجھے بدی کی جانب مائل نہیں کر سکتے۔''

سوما کے چہرے پر شدید غصے کے آثار پھیل گئے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر تابوت کے کنارے پر بیٹھ گیا تھا۔ پھر اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''پاگل کے بچے سارا کیا دھرا چوپٹ کر دیا ہے تُو نے..... میں نے بڑی محنت کی تھی تجھ پر..... میں کہتا ہوں کہ تیرے دل میں یہ تصور کیسے آیا کہ نیکیاں کر کے دیکھے۔ اپنے ہی گناہوں کا کفارہ ادا کرے۔ پاگل کے بچے ہر انسان کی ایک منزل ہوتی ہے۔ ایک معیار ہوتا ہے۔ یہ کیا کہ آج کچھ..... کل کچھ..... ساری باتیں اپنی جگہ لیکن تجھے جو کچھ بتایا گیا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اب تُو وہ بن چکا ہے۔ تُو ان راستوں سے گزر چکا ہے۔ جو تجھے نیکی کی سمت لے جائیں۔ اب صرف بدی کی آغوش میں تیری پناہ ہے۔''

''سوچ لے..... سوچ لے۔ سوما! تُو نے مجھے اپنے سامنے بات کہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ میں پھر تجھے بتا رہا ہوں کہ میں بدی کی طرف نہیں جا سکتا۔ میں بدی کی طرف نہیں جا سکتا۔ بس سمجھ لے تُو۔''

''کتے کے پلے..... کتے کی موت ہی مارا جائے گا۔'' سوما نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے تُو اس لیے مجھے گالیاں دے رہا ہے۔ سوما! کہ تُو پُراسرار قوتوں کا مالک ہے اور مہا سانولی یعنی شیطان تیری پشت پر ہے۔ ورنہ یہ جملے کہنے پر میں تیری گردن چبا کر پھینک دیتا۔''

''لعنت ہے تجھ پر..... لعنت ہے۔ زندگی تنگ کر دوں گا۔ تجھ پر تُو نے ہمارا راستہ بند کرنے کی کوشش کی ہے۔ تُو نے مہا سانولی کے سامنے ہمیں شرمندہ کیا ہے۔ ایسا سلوک کروں گا کہ تیرے ساتھ کہ تُو موت مانگے تو تجھے موت بھی نہ ملے گی۔ سمجھ رہا ہے تُو۔''

''ہاں سمجھ رہا ہوں۔ سوما!! میں تیرے لیے ایک ایسا نمونہ بننا چاہتا ہوں جس سے تجھے احساس ہو۔ کہ تیری قوتیں، ایمان کی قوتوں کے سامنے بالکل بے اثر ہو جاتی ہیں۔ سمجھ رہا ہے تُو..... تُو نے میرے اندر ایک عزم پیدا کیا ہے۔ میں نے زندگی کو بہت کم دیکھا ہے۔ زندگی کے تجربات نہیں ہیں میرے پاس لیکن اب میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں تجھ سے جنگ کروں گا ایک ایسی جنگ جس کے بارے میں تُو نے کبھی سوچا نہیں ہوگا اور یہاں تجھے احساس ہوگا کہ نیکی بہرطور بدی سے بڑی چیز ہے اور بدی نیکی کے سامنے دم توڑ دیتی ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ دیکھوں گا۔ تجھے کہ تُو کیا کر لیتا ہے۔ سمجھ لے زندگی کے سارے راستے تجھ پر بند کر دوں گا۔ جا ڈوب جا کالے دلدل میں..... نکل جا اب تُو یہاں سے۔ تُو میرے لیے کچھ نہیں رہا ہے۔ میں تجھے صرف نفرت کی نگاہوں سے دیکھوں گا اور..... اور بتا دوں گا تجھے کہ مہا سانولی کی قوتیں کیا ہیں۔''

''جاؤں یہاں سے؟''

''ہاں..... جا..... جا دیکھ ذرا کیا ہے۔ باہر تیرے لیے بڑے اچھے اچھے انتظامات کیے ہیں۔ میں نے تو یہ سوچا تھا کہ آخری بار تجھے سمجھاؤں گا۔ دوسرے لوگ ناکام رہے۔ تجھے سمجھانے کے لیے مجھے اتنی دور سے آنا پڑا لیکن اب تُو نے براہِ راست مہا سانولی سے جنگ کا

اعلان کر دیا ہے۔ دیکھ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔''

''کیا میں واقعی جاؤں؟'' میں نے پھر سوال کیا۔ لیکن سوما نے میری بات کا جواب دیئے بغیر دوبارہ تابوت کی طرف رُخ کیا۔ تابوت میں لیٹا اور اس بار اس نے تابوت کا ڈھکنا بند کر دیا تھا۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اس تابوت کو دیکھا اور اب میرے دل سے خوف کا ہر احساس نکل گیا تھا اور میں ہر مشکل کے لیے تیار تھا۔ چنانچہ میرا رُخ عمارت کے باہر جانے والے حصے کی طرف ہو گیا۔ یقین نہیں تھا کہ عمارت کے باہر جا سکوں گا۔ بہرحال میرے قدم آگے بڑھ رہے تھے۔

☆=======☆=======☆

میرا انداز اغلط نکلا۔ عمارت سے باہر نکلتے ہوئے مجھے کوئی خاص دقت نہیں ہوئی تھی اور اس کے بعد وہی ویران صحرا چونکہ ابھی سوما! اور راجہ پربھو دیو وغیرہ کا چکر تھا۔ مجھے ایک عجیب سی حیرت کا احساس ہو رہا تھا۔ کیا میری زندگی اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ شیطانوں کے اس جال سے مجھے نکالنے والا اس دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے۔ میں نے دل میں سوچا اور ایک عجیب سی دکھن میرے سینے میں ہونے لگی۔ میں بہت بددل ہو گیا تھا اور میرے دل میں نہ جانے کیسے کیسے تاثرات آ رہے تھے۔

بہرحال سمجھ میں آنے والی بات کوئی نہیں تھی۔ میں نے بچپن کے چند سال ذرا بہتر انداز میں گزارے تھے اور اس کے بعد ایسا طلسماتی سلسلہ شروع ہوا تھا کہ اب کوئی اور بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ نہ جانے کتنے گھنٹوں تک سفر کیا۔ سامنے سے کوئی چیز چمکتی ہوئی نظر آ گئی۔ میں اس کی جانب چل پڑا یہ چمکتی ہوئی چیز ریل کی پٹری تھی۔

کافی دیر کے بعد ریل کی پٹری تک پہنچا اور پھر میں نے دور سے ایک ریلوے اسٹیشن دیکھا۔ وہی سب کچھ جو زندگی کا ایک حصہ بن گیا تھا۔ اصل میں یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ اب میں کیا کروں طرح طرح کے کردار مل رہے تھے اور میں ان میں گم ہو کر رہ گیا تھا۔ لوگوں سے تعارف حاصل کرنا ان کے درمیان زندگی بسر کرنا میرے لیے ممکن نہیں رہا تھا۔

میں اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ ایک ٹرین وہاں آ کر رُکی اس میں بیٹھ گیا تقریباً خالی ٹرین تھی۔ میں بیٹھا ہی تھا کہ ٹرین کو ایک جھٹکا لگا اور وہ چلنے لگی میری نظریں کھڑکی سے باہر پلیٹ فارم پر لگی ہوئی تھیں۔ جہاں اِکا دُکا لوگ نظر آ رہے تھے میں باہر ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا اور اچانک ہی مجھے ایک چہرہ نظر آیا۔ جسے دیکھ کر میرے پورے وجود میں سرزش طاری ہو گئی۔ میری آنکھیں یقیناً دھوکہ نہیں کھا رہی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ..... یہ اناشیہ تھی۔

مقامی لباس میں ملبوس۔ ہاتھوں میں سامان کا بیگ اٹھائے۔ ہاں یقینی طور پر وہ اناشیہ ہی تھی۔ ٹرین رفتار پکڑنے لگی تھی۔ لیکن میں نے اس کی رفتار کی پرواہ کیے بغیر نیچے چھلانگ لگا دی۔ اس دوران میرا ڈبہ کافی دور نکل آیا تھا۔ نیچے چھلانگ لگانے کے بعد میں برق رفتاری سے پلیٹ فارم کی جانب دوڑنے لگا۔

آہ..... اناشیہ..... آہ اناشیہ یہاں کیا کر رہی ہے۔ اناشیہ میری زندگی کا دوسرا محور..... پُراسرار قوتوں کا محور..... ساری باتیں اپنی جگہ لیکن یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ اناشیہ کا تعلق بھی سوما سے ہے۔ میرے دل میں اس کے لیے بڑی گنجائش تھی اور میں اس سے شکوہ بھی کرنا چاہتا تھا کہ اناشیہ تُو نے محبت کا وہ ساتھ نہ نبھایا۔ جو میرے اور تیرے درمیان پیدا ہو چکا تھا۔ میں نے تو تیرے لیے بڑے مشکل لمحات گزارے تھے۔ بہرحال اناشیہ کو یہاں دیکھ کر میں دیوانہ ہو گیا تھا۔ میں نے برق رفتاری سے فاصلہ طے کیا اور ایک بار پھر واپس پلیٹ فارم پر پہنچ گیا۔ میری آنکھیں اناشیہ کو تلاش کر رہی تھیں اور میں دیوانہ وار پلیٹ فارم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں لیکن وہ نظر نہیں آئی کچھ فاصلے پر تانگے کھڑے ہوئے تھے۔ میں تانگے والے کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اس سے کہا۔

''ابھی ابھی تم نے یہاں کسی لڑکی کو دیکھا؟''

''لڑکی..... ہاں جی دیکھا تھا۔''

''کہاں گئی۔ کدھر گئی؟''

''ہمیں نہیں معلوم۔''

''مگر تم کہہ رہے تھے کہ تم نے اسے دیکھا ہے؟''

''دیکھا تو ہے مگر کدھر گئی نہیں معلوم۔''

''پیدل گئی ہے؟''

''نہیں تانگے میں بیٹھی تھی۔''

''چلو اس کا پیچھا کرو۔ تمہیں کرایہ دوں گا۔'' میں نے کہا اور تانگے پر چڑھ گیا۔ تانگے والے نے حیرانی سے مجھے دیکھا اور پھر بولا۔

''دیکھو جی ہم بڑے شریف آدمی ہیں۔''

''شریف آدمی کے بچے! چلتا ہے یا میں تیرا تانگہ لے جاؤں۔'' میں نے غراتی ہوئی

آواز میں کہا۔

''ارے بابو جی! اچھی زبردستی ہے۔'' وہ بولا۔ میں نے اس کا گریبان پکڑ لیا وہ ڈر گیا اور اس نے گھوڑے کی لگامیں سنبھال لیں۔

''آگے بڑھو۔'' میں نے غرا کر کہا اور تانگے والا گھوڑے کو چابک مارنے لگا۔

آگے سڑک پتلی اور ناہموار تھی۔ سرخ اینٹوں سے بنی ہوئی جو جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھی۔ اس پر گھوڑوں کی غلاظت نظر آ رہی تھی۔ دونوں طرف چھوٹی چھوٹی عمارتیں اور دکانیں بنی ہوئی تھیں بھدی، بدنما اور پلاستر سے محروم۔ مگر دور دور تک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ آگے جانے والا تانگہ بھی ابھی تک نظر نہیں آیا تھا۔ میں نے تانگے والے سے کہا۔

''دیکھو تیز چلو میں کوئی برا آدمی نہیں ہوں اور بلاوجہ اس لڑکی کا پیچھا نہیں کر رہا۔ وہ میری رشتہ دار ہے اور بہت عرصے کے بعد نظر آئی ہے۔ جلدی کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ نکل جائے۔''

''یہ بات تو ٹھیک ہے جی!'' تانگے والا کچھ مطمئن ہو گیا اور اس نے گھوڑے کو دوڑانے کے لیے دو چار چابک رسید کیے۔

''یہ سڑک سیدھی گئی ہے۔''

''نہیں..... آگے ایک چوراہا ہے جی۔''

''تو پھر تیز چلو بھائی! وہ کہیں نکل نہ جائے۔'' تانگے والے نے پھر گھوڑے کو تیز دوڑانے کی کوشش کی اور ہم چوراہے پر پہنچ گئے۔

''اب کدھر چلوں بابو جی۔''

''یہاں تو کوئی تانگہ نظر نہیں آ رہا۔''

''وہ تو دور جا چکا ہے۔''

''کہاں؟'' میں چونک پڑا۔

''وہ آپ دیکھو جی وہ دور جا رہا ہے۔''

''چلو بھئی اس کے پیچھے چلو۔'' میں نے کہا اور تانگے والے نے گھوڑے کو چابک لگانا شروع کر دیئے۔

بہرحال میں جب اس تانگے تک پہنچا تو اس تانگے میں کوئی نہیں تھا۔ میں نے پھرتی سے دوسرے تانگے والے کے پاس پہنچ کر کہا۔

''تمہارے تانگے میں ایک لڑکی آئی تھی؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ہاں جی۔''

''کہاں گئی؟''

''وہ نیاز چاچا کے گھر۔'' تانگے والا بولا۔ اور سامنے دروازے کی طرف اشارہ کر دیا۔ میں نے جلدی سے پلٹ کر تانگے والے کو پیسے دیئے اور تانگے والا کندھے ہلا کر واپس پلٹ پڑا۔

پھر میں دھڑکتے دل کے ساتھ اس مکان کے دروازے کی طرف چل پڑا اور چند لمحوں کے بعد میں نے دروازے کی زنجیر بجائی۔ دروازہ کھولنے والا ایک بوڑھا آدمی تھا اچھے تن و توش کا مالک۔ میں نے اس سے کہا۔

''بابا جی! ابھی یہاں اناشیہ آئی ہے؟''

''کون؟''

''اناشیہ۔''

''بھائی یہاں کوئی نہیں آیا۔''

''پر ابھی تو.....''

''مگر تم ہو کون؟''

''بابا جی بس آپ یہ سمجھو کہ میں یہاں مہمان ہوں۔''

''اور اناشیہ کا پیچھا کرتے ہوئے آئے ہو۔ دیکھو صاحبزادے شرافت بہت بڑی چیز ہوتی ہے۔ شرافت کا دامن پکڑو کیا سمجھے؟''

''جناب وہ تانگے میں یہاں آئی ہے۔ آپ اس سے صرف یہ کہہ دیجیے کہ سلال آیا ہے۔''

''میں تمہیں ایک بات بتاؤں وہ میری بیٹی ہے اور ہم دونوں باپ بیٹی یہاں زندگی گزار رہے ہیں۔''

''لیکن.....''

''بس کہا ناں تم سے سن لیا تم نے اب دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' اس نے کہا۔

''سنئے بس اتنا بتا دیجیے کہ آپ کی بیٹی یہاں آئی ہے ناں؟''

''ہاں.....آئی ہے۔ مگر تمہیں کیا تکلیف ہے۔''

''دیکھئے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں کیا وہ ریل سے اتری ہے۔''

''عجیب آدمی ہو۔ خیر اندر آؤ۔'' نیاز چاچا مجھے اندر لے گئے اور ایک چارپائی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''اسے کب سے جانتے ہو اور کیسے جانتے ہو۔ کہاں سے جانتے ہو اور تمہیں کیسے معلوم کہ اس کا نام اناشیہ ہے؟''

''نہیں چچا آپ مان لیجیے میری بات۔''

''میں اسے سامنے لاتا ہوں تمہارے۔ وہ ایک ہسپتال میں نرس کا کام کرتی ہے۔ ہفتے کی رات کو آ جاتی ہے۔ اتوار کی رات کو چلی جاتی ہے۔ کیونکہ اسے اگلے دن اپنی ڈیوٹی پر پہنچنا ہوتا ہے۔ بیٹے ہم غریب لوگ ہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ زندگی مشکل ہی سے گزار رہے ہیں۔ معاف کرو ہمیں تمہاری مہربانی ہوگی۔ ہمارے پاس کوئی اور ذریعہ معاش بھی نہیں ہے۔''

''دیکھئے میں آپ کو بالکل پریشان نہیں کروں گا۔ بس اناشیہ سے دو باتیں کر کے میں چلا جاؤں گا۔''

''نورین یہاں آؤ بیٹے!'' نیاز چاچا نے لڑکی کو آواز دی اور کچھ لمحوں بعد ایک خوب صورت سی لڑکی باہر آ گئی اس نے مجھے سلام کیا تو نیاز چاچا نے کہا۔

''بیٹے کیا تم ہسپتال میں اناشیہ کے نام سے مشہور ہو؟''

''جی۔''

''میں نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب دو؟''

''نہیں..... یہ نہیں ہیں۔'' میں نے کہا۔

''تانگے سے اتر کر تو یہی آئی ہے۔''

''کیا واقعی؟''

''اب میں جھوٹ بولوں گا تم سے اس عمر میں؟''

''میں معافی چاہتا ہوں مجھے ہی غلط فہمی ہوئی ہوگی۔'' میں نے گردن جھکا کر واپس پلٹتے ہوئے کہا لیکن اچانک ہی نیاز چچا نے کہا۔

''سنو..... میری بات سنو۔''

''جی۔''

''آؤ بیٹھو۔ ہو سکتا ہے واقعی تم سے کوئی غلط فہمی ہو گئی ہو لیکن بہر حال تم اس بستی کے تو معلوم نہیں ہوتے۔''

''جی کہیں اور سے آ رہا ہوں۔''

''ہوں ٹھیک ہے۔ میں تم سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ نہیں اب بے کار ہے۔ مجھے تو صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میں نے آپ کو اس طرح

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تکلیف دی۔''

''کوئی بات نہیں۔شکل سے تو شریف زادے معلوم ہوتے ہو۔ ہو جاتی ہے کبھی کبھی کوئی غلط فہمی۔ بیٹھو.....تم نے بات ایسی کر دی تھی کہ میں کیا کروں۔ میری جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو اسے بھی غصہ آ جاتا لیکن اگر کوئی غلط فہمی کی بات ہے تو ہر انسان کو ہو سکتی ہے۔ اب ایسے آئے ہو تو اس لیے میں تمہیں ایسے تو نہیں جانے دوں گا۔''

''مگر ابو قصہ کیا ہے؟''

''نہیں بیٹا کوئی خاص بات نہیں۔ انہوں نے تمہیں تانگے سے اترتے ہوئے دیکھا تھا کسی اناشیہ کو تلاش کر رہے تھے یہ اس کی تلاش میں ادھر آ گئے۔''

''اناشیہ نام تو بڑا خوب صورت ہے۔ کون تھی وہ آپ کی۔'' لڑکی نے پوچھا خیر میں نے تو کوئی جواب نہیں دیا۔ نیاز چاچا کہنے لگے۔

''بیٹا کچھ کھانے پینے کا بندوبست کروان کے لیے۔'' تم ایک آدھ دن میرے پاس رہو۔ تم سے تمہاری اناشیہ کے بارے میں معلومات بھی حاصل کریں گے اور اگر ہم سے کچھ ہو سکا تو تمہاری مدد بھی کریں گے۔

میں کچھ وقت خاموشی سے گزارتا رہا اور پھر میں نے وہاں رکنے کی ہامی بھر لی۔ تھوڑا سا سکون تو ملے۔ پھر اس کے بعد یہاں میرے کھانے پینے کا بندوبست کیا گیا۔ انسانوں کی خاص قسم سے مجھے واقفیت حاصل ہوئی تھی۔ اپنوں میں گزرنے والے بارہ سال والد صاحب کی سرپرستی میں گزرے تھے۔ زندگی کو کبھی اس انداز میں دیکھا ہی نہیں تھا۔ پھر اس کے بعد زندگی نے ایک جھٹکا کھایا اور سخت دور شروع ہو گیا مجھ پر۔ وہاں سے یہاں تک کا سفر ایسے عجیب و غریب حالات میں کٹا تھا کہ عقل نے ساتھ ہی چھوڑ دیا تھا۔

بہر طور یہ سارے معاملات ہوئے تھے اور میں یہاں تک پہنچا تھا۔ رات کو نیاز چاچا نے مجھ سے میرے بارے میں پوچھا۔ دل کے چھالے پھوٹ پڑے تھے۔ میں نے آنسو بھری آواز میں انہیں اپنی زندگی کے ساتھ ہونے والے کھیل کے بارے میں بتایا۔ ان کی بیٹی بھی اس گفتگو میں شریک تھی۔ ہسپتال میں نرس کا کام کرتی تھی۔ اس لیے تیز طرار بھی تھی۔ میری کہانی کو حیرت سے سنتی رہی اور اس کے بعد تعجب کا اظہار بھی کرتی رہی۔ ادھر نیاز چاچا بھی حیرت کے عالم میں تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔

''بیٹا کسی شہر میں نکل جاؤ۔ اگر میری مانو۔ صحیح مشورہ دے رہا ہوں۔ اخبار میں اشتہار چھپواؤ اور اپنے بارے میں بتا کر لکھو کہ تمہیں اپنے ماں باپ کی تلاش ہے۔ اتہ پتہ دے دو اور

اگر اتہ پتہ نہ ہو تو نام لکھوا پنے ابا کا ہو سکتا ہے اخبار کا یہ اشتہار ان کی نگاہوں سے گزر جائے۔ یہ ایک آسان طریقہ ہے۔ جو میں تمہیں بتا رہا ہوں۔''

میں حیرت سے نیاز چچا کی صورت دیکھنے لگا۔ پھر میں سوچنے لگا کہ بات تو واقعی بالکل سچ ہے۔ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے نیاز چچا کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ''اب ٹرین میں بیٹھ کر شہر چلا جاؤں گا اور وہاں پہنچ کر یہی کروں گا۔''

نیاز چچا نے مجھے ایک چھوٹا سا کمرہ دیا اور کہا کہ ایک دو دن میں ان کے یہاں آرام کروں۔ اس کے بعد وہاں سے جاؤں۔ میں نے تھوڑی سی ہچکچاہٹ کے بعد ان کی یہ پیش کش قبول کر لی تھی۔

بہر حال اس کے بعد میں نے پہلی رات نیاز چچا کے گھر گزاری اور یہ پہلی رات تھی۔ جو میرے لیے خوف کی حدود کو چھو لینے والی ثابت ہوئی۔ رات کا غالباً دوسرا پہر تھا۔ چاند پوری آب و تاب کے ساتھ نکلا ہوا تھا۔ اس کمرے کے اوپری حصے میں دیوار کے پاس ایک روشن دان بنا ہوا تھا اور اس روشن دان سے چاند جھانک رہا تھا۔ اچانک ہی مجھے یوں محسوس ہوا کہ روشنی کی کرنیں سفید سفید چہروں کا روپ دھارتی جا رہی ہوں۔

یہ بھیانک چہرے انسانی کھوپڑیاں تھیں۔ ان کے جبڑے ہل رہے تھے۔ آنکھیں سرخ تھیں اور ان سے شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ ہلتے ہوئے جبڑوں کے ساتھ ان کے منہ سے آوازیں بھی نکل رہی تھیں اور یہ آوازیں میرے کانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ میرا رواں رواں کانپنے لگا تھا۔ مدھم مدھم غیر انسانی آوازیں۔ جے سوما۔ جے سوما کہہ رہی تھیں۔ کھوپڑیاں آہستہ آہستہ نیچے اُتر رہی تھیں اور میرے ہوش و حواس گم ہوئے جا رہے تھے۔ پھر ان کھوپڑیوں کے ہلتے ہوئے جبڑے بھی بند ہو گئے اور اس کے بعد انہوں نے دیواروں کی طرف رُخ کیا۔

آہ.....اب وہ ہر چیز کھا رہی تھیں۔ دیواروں کے لٹکے ہوئے پردے کھڑکی کی چوکھٹیں یہاں تک کہ انہوں نے نیچے اُتر کر میری مسہری کے پائے تک کھا ڈالے تھے اور اب وہ مجھے کاٹ رہی تھیں۔ ان کے سوکھے ہوئے دانت میرے جسم کے مختلف حصوں کو چبا رہے تھے اور ایک عجیب سی آواز اُبھر رہی تھی۔ میں نے دہشت سے چیخ کر ان کھوپڑیوں کو اٹھا اٹھا کر پھینکنا شروع کر دیا۔ ان کے ناک کے خلاء میں انگلیاں ڈال کر میں نے انہیں اٹھا کر دیواروں سے مارا۔ مسہری سے نیچے آ گیا تھا اور وحشت کے عالم میں تھا۔ میں ان کھوپڑیوں کو اٹھا اٹھا کر دیوار سے مار رہا تھا۔ بالکل ایسی آواز پیدا ہوئی جیسے کسی خول کو دیوار سے دے مارا ہو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن کھوپڑیاں ٹوٹتی نہیں تھیں۔ ان کی آوازیں مسلسل اُبھر رہی تھیں۔ آہ دہشت کا یہ بھیانک منظر مجھ سے برداشت نہیں ہو پا رہا تھا اور پھر جب ہوش وحواس کی ساری منزلوں سے گزر گیا تو بے ہوشی نے خوف کے احساس کو فنا کر دیا۔ یہ بے ہوشی اس وقت میرے لیے دنیا کی سب سے قیمتی چیز تھی۔

☆=======☆=======☆

جس وقت ہوش آیا تو رات کی تاریکیاں بدستور پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ بہت زیادہ دیر تک بے ہوش نہیں رہا تھا۔ میں نے دہشت بھری نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ کمرہ ایسے لگ رہا تھا جیسے پرانے دور کا کوئی کھنڈر ہو۔ حالانکہ نیاز چچا ویسے بھی کوئی دولت مند آدمی نہیں تھے اور کمرے کی سجاوٹ بس معمولی سی تھی لیکن اس وقت کمرے کی حالت تو وہ ہوگئی تھی کہ دیکھ کر دہشت ہوتی تھی۔ کچھ وقت پہلے کی ساری کہانی مجھے یاد آ گئی اور ایک بار پھر میرے چہرے پر خوف کے آثار اُبھر آئے۔ وہ وحشت جو انسان سے جانور بن کر دل میں پیدا ہوگئی تھی۔ اب آہستہ آہستہ ختم ہوگئی تھی۔

میں ہر بات سے متاثر ہوتا تھا اور خوف دہشت مجھے اس طرح متاثر کرتے تھے۔ جس طرح دوسرے لوگوں کو پھر دل میں ایک اور احساس جاگ اٹھا۔ نیاز چچا بے چارے شریف آدمی ہیں اور میں ان کم بخت شیطانوں کا شکار جو انسان کو انسانیت سے ہٹا کر شیطانیت کی منزل تک لاتے ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ میری نحوست نیاز چچا کو بھی گرفتار کر دے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ جگہ بھی چھوڑ دی جائے اور یہاں سے نکل جاؤں۔ بلاوجہ ایک نیک آدمی میری وجہ سے شکار ہوگا۔

ہمت کر کے وہاں سے اٹھا اور پھر انتہائی خاموشی کے ساتھ دروازے سے باہر نکل آیا۔ اس کے بعد دنیا مافیہا سے بے خبر چلتا رہا۔ فاصلہ نہ جانے کتنا طے ہوا اور اس کے بعد ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ویران سے علاقے میں ایک قبر بنی ہوئی تھی۔ اس پر ایک جھنڈا لگا ہوا تھا۔ صبح کی مدھم مدھم روشنی پھوٹ رہی تھی۔ میں تھک گیا تھا اور تھک کر میں اس درخت کے نیچے جا بیٹھا جو سامنے ہی نظر آ رہا تھا اور قبر کے بائیں کنارے پر تھا لیکن اچانک ہی میرے کانوں میں عجیب سی آواز گونجی جیسے کوئی رو رہا ہو۔ سسک رہا ہو۔ میں نے چونک کر اِدھر دیکھا تو ایک شخص قبر میں لیٹا ہوا تھا۔ اس کی آواز صاف محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے غور سے ان آوازوں کو سنا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''آہ..... مجھ گنہگار کو اور کتنے گناہوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ آہ میرے اس حسرت اور درد دل کو سکون دیا جائے۔ آہ..... میرا دل جس میں سکون کا کوئی گزر نہیں ہے۔ جو کچھ دل

میں آتا ہے کر ڈالتا ہوں اس لیے کہ میرا کوئی پُرسان حال نہیں ہے۔ کیا کروں میں..... کیا کروں۔ بُرائیاں اس طرح مجھ پر مسلط ہوگئی ہیں کہ میں ان سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔ مجھے سکون چاہیے۔ سکون چاہیے۔ آہ..... مجھے سکون چاہیے۔ میری مدد کرو..... آہ..... کوئی تو میری مدد کرو۔ میں انسانوں سے ان کی زندگی چھین لیتا ہوں۔ لوگوں کو فاقوں پر مجبور کر دیتا ہوں لیکن میرا دل نہیں چاہتا۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ میں یہ سب کچھ کروں لیکن کیا کروں میرے ماضی نے مجھے اس پر مجبور کر دیا ہے۔ اس میں میرا قصور نہیں ہے۔

دیکھو جہاں بھی میرے دل میں گداز پیدا ہوتا ہے۔ میں مدد مانگتا ہوں۔'' میری مدد کرو۔ مجھے سہارا دو۔'' ایک بار پھر وہ بلک بلک کر رونے لگا اور میں حیرانی سے اسے دیکھتا رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس کے قریب پہنچا۔ وہ مجھے دیکھ کر چونک پڑا پھر اس نے سر سے پاؤں تک مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا تم میری مدد کرو گے؟''

''بھائی میں تو خود ایک بے سہارا انسان ہوں۔ میں تمہاری کیا مدد کروں گا۔'' میں نے کہا۔

''پھٹا جا رہا ہے میرا سینہ..... پھٹا جا رہا ہے۔ میں تمہیں کیا بتاؤں؟ کیا کیفیت ہے میری؟''

''میں تمہارے لیے افسردہ ہوں کہ تم مجھے اپنے دل کی بات بتا دو۔ کہہ دینے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔''

''نذیر شاہ ہے میرا نام۔ نذیر شاہ ہے۔ یہ میرا اصل نام ہے موجودہ زمانہ مجھے بہت سے ناموں سے پکارتا ہے لیکن کسی زمانے میں صرف نذیر شاہ تھا۔ ایک معصوم دیہاتی..... ایک ایسے گھرانے کا فرد جس کے بارے میں لوگ کچھ نہیں کہتے۔ کیونکہ وہ گھر قابلِ ذکر ہی نہیں تھا۔ میرا باپ کسان تھا۔ ماں تھی، دو بہنیں تھیں۔ ایک چھوٹی، ایک بڑی بس یہ افراد تھے۔ ہم سب، جس طرح بھی بن پڑ رہا تھا۔ ہنسی خوشی زندگی گزار رہے تھے۔ جو ملتا تھا کھا لیتے تھے۔ جو ملتا تھا پہن لیتے تھے۔ محنت مزدوری کرتے تھے۔

اتنے غریب لوگ تھے ہم کہ کوئی ہمیں اس قابل نہیں سمجھتا تھا کہ ہم سے رشتہ ناطہ کرے۔ میرے باپ کو سانپ نے کاٹ لیا۔ کھیتوں پر کام کر رہا تھا کہ سانپ نے اس کی پنڈلی میں کاٹ لیا۔ زہر چڑھ گیا۔ میں اس کی پنڈلی کو باندھ کر قصبے کے ہسپتال لے گیا۔ ہمارے پاس پیسے نہیں تھے کہ ہم اچھی جگہ باپ کا علاج کرا لیتے۔ قصبے کے ہسپتال میں سرکاری طور پر علاج ہوا کرتا تھا اور سرکاری طور پر جو کام ہوتے ہیں وہ بھی بس سرکاری ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوتے ہیں۔ میرے باپ کے ساتھ اتنی لاپرواہی برتی گئی کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتا۔ اسے انسان ہی نہیں سمجھا گیا۔

یہاں تک کہ ایک دن خاموشی سے اس کی ٹانگ کاٹ دی گئی اور اس طرح ہمارے ہاں ان مصائب کا آغاز ہو گیا جو انسانی زندگی کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔ فاقوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اس گھر میں..... میرا باپ کھیتوں وغیرہ میں کام کرتا تھا مگر اب وہ اس قابل نہیں تھا کہ کھیتوں پر کام کر سکے ہم نے اپنے مالکوں سے درخواست کی کہ میرے باپ کی جگہ مجھے نوکری دے دی جائے لیکن وہ کمینہ جس نے میری بہن کو دیکھ لیا تھا جو نوجوان تھی اور خوبصورت تھی۔ کچھ اور ہی سوچنے لگا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ میری بہن کو کس طرح قبضے میں کیا جائے۔ ایک فاقہ زدہ گھرانے کو وہ فاقوں سے نجات دلا کر وہ میری بہن کی زندگی اپنے قبضے میں کرنا چاہتا تھا۔ وہ ایک ظالم تھا۔ جس کا نام میں نہیں لوں گا۔ وہ دولت مند تھا۔ زمینوں کا مالک تھا۔ سب کچھ تھا اس کے پاس اور ہم فاقہ زدہ لوگ تھے۔ اس بدبخت نے اپنی بیوی کو اپنے اس گھناؤنے مقصد کے لیے تیار کیا اور اس کی بیوی ایک دن ہمارے گھر پہنچ گئی اس نے میری ماں سے ملاقات کی اور کہا۔

''مجھ سے تمہاری پریشانی دیکھی نہیں جاتی خالہ! ایک خیال لے کر آئی ہوں تمہارے پاس۔ تمہارے شوہر ہماری زمینوں پر کام کرتے تھے۔ بس یہ سمجھ لو کہ مجھے اس کا خیال ہے۔''

''آپ کی مہربانی ہے بیگم جی! ہم تو واقعی زندگی اور موت کے درمیان لٹکے ہوئے ہیں۔''

''دیکھو میں جو کچھ کہوں گی اس کا بُرا مت ماننا۔''

''نہیں..... نہیں..... آپ کہیے۔''

''تمہیں پتہ ہے۔ میرے ہاں اولاد نہیں ہے؟''

''ہاں معلوم ہے۔ اللہ کرم کرے گا جی۔''

''میں نے اپنے شوہر کو بڑی مشکل سے تیار کیا ہے ایک راستہ ہے میرے سامنے۔''

''کیسا راستہ؟'' ماں نے سادگی سے پوچھا۔

''تمہاری بیٹی نازو ہے ناں؟''

''ہاں۔'' ماں نے کہا۔

''اس کا نکاح میرے شوہر سے کر دو۔ حق مہر میں ہم تمہیں زمینیں دیں گے تمہارے بھی دکھ دور ہو جائیں گے۔ یہ کام بالکل خاموشی سے ہوگا کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی تمہاری بیٹی میرے پاس رہے گی۔ بولو کیا کہتی ہو؟''

''نکاح؟'' میری ماں نے وحشت سے کہا۔

''ہاں..... تمہاری بیٹی سے اولاد پیدا ہو جائے گی۔ تو میرے شوہر خاموشی سے اسے طلاق دے دیں گے۔ جو اسے دیا جائے گا وہ سب تمہارا ہی ہوگا۔ میرا بچہ کہلائے گا۔ ہم کسی کو اس کے بارے میں نہیں بتائیں گے۔ بعد میں تم اپنی بیٹی کا بیاہ کہیں اور کر دینا۔''

''کیا کہہ رہی ہو بیگم صاحبہ؟''

''جو کچھ کہہ رہی ہوں تمہارے حق میں کہہ رہی ہوں۔ یہ نکاح خاموشی سے ہوگا۔ تمہاری بیٹی خاموشی سے میرے گھر آ جائے گی۔ خاموشی سے وہاں رہے گی اور اس کے بعد بس اتنے عرصے وہاں رہے گی کہ ایک بچہ پیدا ہو جائے۔ دنیا کو تم سنبھال لینا کوئی مشکل کام نہ ہوگا۔''

یہ بات میں نے بھی سن لی تھی۔ میرے وجود میں خون کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

''نکل جا اِدھر سے نکل جا یہاں سے کہیں ایسا نہ ہو مجھے تیری لاش تیرے گھر بھجوانی پڑے۔''

''لو ایسی کون سی بُری بات کہہ دی میں نے۔ میں تو تم لوگوں کے حالات ٹھیک کرنا چاہتی ہوں۔ اس میں کوئی بُری بات تو نہیں ہے۔''

''نکل جا..... میں کہتا ہوں نکل جا۔ خاموشی سے نکل جا۔ اگر میرا باپ معذور نہ ہوتا۔ اگر میری بہنوں کا کوئی سہارا ہوتا تو میں تجھے یہاں سے زندہ واپس نہ جانے دیتا۔ جا چلی جا یہاں سے۔ جا بھاگ جا۔''

وہ ہم لوگوں کو بُرا بھلا کہتی ہوئی چلی گئی لیکن اب مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمارے گھر کے حالات اس قدر خراب ہو گئے ہیں کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں نے نوکری کی تلاش شروع کر دی۔ کوئی بھی کام مل جائے۔ بس اتنا کام چل جائے کہ گھر میں ایک یا دو وقت کا کھانا پک جائے۔ بڑی مشکل سے میں نے ایک نوکری تلاش کی اور ایک سبزی والے کی دکان پر کام کرنے لگا۔

کھیتوں سے سبزی توڑ کر لانا۔ دھونا، صاف کرنا اور اس کے بعد دن بھر دکان پر بیٹھے رہنا۔ میرا مالک بہت کمینہ آدمی تھا۔ وہ دنیا کا ہر بُرا کام کرتا تھا اور بڑا نکما قسم کا تھا۔ اس کی بیوی بڑی شریف عورت تھی۔ میں اکثر اس کے گھر بھی آتا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ بہت پیار سے مجھے دیکھتی تھی۔ وہ مجھے اپنے بھائی کی طرح سمجھتی تھی۔ ایک دن میں اس کے گھر پہنچا تو میرا مالک موجود نہیں تھا۔ البتہ بہن کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ میں نے چونک کر پوچھا۔

''کیا ہوا باجی؟''

''کچھ نہیں جا تُو اپنا کام کر۔''

''ہوا کیا مجھے بتاؤ تو سہی۔''

''کہہ رہی ہوں ناں..... جا تُو اپنا کام کر..... تجھے ان باتوں سے کیا۔ جا سبزیاں سڑ رہی ہیں انہیں سنبھال۔''

''مارا ہے تجھے۔'' میں نے پوچھا۔

''شوہر ہے میرا..... میں جانوں وہ جانے تُو بلاوجہ بیچ آ رہا ہے۔''

میں خاموش ہو گیا۔ دکان پر آ گیا لیکن بڑی بے کلی رہی تھی مجھے۔ دوپہر کے بعد میں پھر اس کے پاس پہنچ گیا۔

''دیکھ بھائی کہتی ہے ناں تُو مجھے۔ میں دو اور بہنوں کا غیرت مند بھائی ہوں۔ تیسری بہن کے لیے بے غیرت نہیں بننا چاہتا یہ بتا کیا ہوا ہے؟''

وہ رونے لگی۔ اس نے آگے بڑھ کر مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور بولی۔

''بھیا میرا تو یہ زندگی بھر کا کھیل ہے۔ ان چکروں میں پڑ کر کیا کرے گا تُو کیسے اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہے تُو مجھے؟''

ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ میرا مالک اندر آ گیا۔ اس نے ہم دونوں کو دیکھا اور اس کی آنکھوں میں قہر و غضب کی بجلیاں ٹوٹ پڑیں۔ اس نے کہا۔

''ہوں..... تو یہ ہو رہا ہے میرے گھر میں۔''

''کیا مطلب؟''

''یہ ہو رہا ہے میرے گھر میں۔''

''کیا ہو رہا ہے؟''

''بتاتا ہوں میں تجھے۔'' اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور لوہے کی ایک راڈ اٹھا لی۔ یہ راڈ سنبھال کر وہ اپنی بیوی کی طرف بڑھا۔

''بدبخت اتنا گندہ ہو گیا ہے۔ تیرا دل یہ بدکاری کر رہی ہے۔''

''مالک وہ میری بہن ہے۔ اسے مت مارو۔'' میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

''ہٹ جا سالے سامنے سے۔ ورنہ ابھی بہن بھائی کا کھیل ختم کر دوں گا۔'' اس نے کہا۔

''دیکھو اسے نہ مارو۔ میں تم سے کہتا ہوں۔''

''ہٹتا ہے تُو سامنے سے یا نہیں۔'' اور پھر اس نے راڈ سے اپنی بیوی پر وار کر دیا لیکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے راڈ اپنے ہاتھ سے روک لیا اور اس کے بعد بس یوں سمجھ لو کہ مجھ پر دیوانگی طاری ہو گئی۔ میں نے سر پہ مار مار کر اس کے بدن کی ساری ہڈیاں توڑ ڈالیں۔ تھوڑی دیر تک وہ چیختا چلاتا رہا تھا۔ اس کی بیوی نے اسے بچانے کی کوشش کی لیکن مجھ پر خون سوار ہو گیا تھا اور اس کے بعد مجھ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس شخص نے میرے خلاف گواہی دی۔ جو میری بہن سے شادی کرنا چاہتا تھا اور آخر کار مجھے سزا ہو گئی لیکن میں یہ سزا برداشت نہیں کر سکا اور جیل سے نکل بھاگا۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ کمبخت کھیل کھیلے گا اور میرے گھر کو خطرہ پیش آ جائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب میں جیل سے بھاگ کر گھر پہنچا تو وہ بدبخت زمیندار میری ماں اور بہنوں کو تنگ کر رہا تھا۔ بس یہ سمجھ لو کہ میں نے اس کا خون کر دیا لیکن اس کے بعد میرے اندر شرافت کی کوئی رمق باقی نہ رہی۔ میں نے اپنی ماں اور بہنوں کو وہاں سے نکالا۔ اس دولت مند آدمی کی دولت پر قبضہ جمایا اور پھر وہاں سے چل پڑا۔

لیکن میں بے سکون ہوں۔ بالکل بے سکون ہوں میں۔ سکون رخصت ہو گیا ہے مجھ سے..... آہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں سکون کہاں سے حاصل کروں۔''

''ماں بہنیں کہاں ہیں؟''

''شہر میں رہتی ہیں۔ ان لوگوں کو اچھی زندگی دے دی ہے میں نے لیکن میں خود میں ایک جرائم پیشہ شخص بن گیا تھا۔ بہت کچھ کیا ہے میں نے..... بہت بُرے بُرے کام کیے ہیں مگر ضمیر میرا ضمیر ان تمام چیزوں کو برداشت نہیں کرتا۔ میرا دل دکھتا ہے۔ اپنے عمل کے لیے..... آہ..... میرا دل تڑپتا ہے۔ میرے سینے کے اندر..... سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ میں کیا کروں..... کیا نہ کروں۔''

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

''شہر میں کہاں رہتے ہو؟'' اس نے اپنے محلے کا نام بتایا تو میں آہستہ سے بولا۔

''کتنا جمع کر چکے ہو اپنے پاس؟''

''بہت کچھ ہے۔ بہت کچھ ہے لیکن..... لیکن بے سکونی ہے۔''

''بہنوں کی شادی ہو گئی۔''

''ہاں..... دونوں کی شادی کر دی ہے۔''

''ماں باپ؟''

''باپ مر چکا ہے۔ ماں موجود ہے۔''

''تو ایک بات کہوں تم سے؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ہاں.....کہو۔''

''ماں کی خدمت اس کائنات میں سب سے عظیم ہے۔ جاؤ اس کی خدمت کرو۔ تمہیں سکون کا سمندر مل جائے گا۔'' اس نے مجھے دیکھا دیکھتا رہا۔ سوچتا رہا پھر میرے پاؤں پکڑ لیے اور بولا۔

''بھائی مجھے سہارا دو۔ مجھے ایک سہارے کی ضرورت ہے۔ میرے ساتھ چلو تمہیں خدا کا واسطہ..... مجھے سہارے کی ضرورت ہے۔''

سہارے کی ضرورت تو مجھے بھی تھی۔ میں نے اسے دیکھا اور اس کے بعد میں اس کے ساتھ چل پڑا بہرحال زندگی میں ہمیشہ انسان کو انسان کی ضرورت رہتی ہے اور اسی طرح زندگی کی کہانی آگے بڑھتی ہے۔ ہم دونوں شہر آ گئے۔ وہ ایک اچھا انسان تھا اور مجھ سے بڑی محبت سے پیش آتا تھا۔ ایک ماں ہمارے سامنے آئی تھی۔ وہ اپنی ماں کی خدمت کرنے لگا اور میں..... میں حسرت سے اسے دیکھنے لگا۔ جب اس کی ماں اسے سینے سے لگا کر اسے دعاؤں سے نوازتی تو میرا دل چاہتا کہ کوئی میرے لیے بھی اسی طرح دعائیں کرے اور میں ایک عجیب سے حسد کا شکار رہتا۔ اس کی ماں مجھ سے بھی محبت کرتی تھی لیکن ظاہر ہے ایک فرق تھا۔ ہم دونوں کے درمیان..... میں نے سوچا بلاوجہ ان لوگوں کے سر پر بوجھ بنے رہنے سے کیا فائدہ چنانچہ ایک شام میں خاموشی سے وہاں سے چل پڑا میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ بس یونہی گھومتا گھومتا ریلوے اسٹیشن پر آ پہنچا۔ ایک ٹرین وہاں آ کر رُکی تھی۔ میرا دل بے اختیار ٹرین پر چڑھنے کو چاہا۔ ایک لمحے کو ٹرین رُکی اور اس کے بعد وہاں سے چل پڑی۔

میں نے دوڑ کر کسی کمپارٹمنٹ میں داخل ہونے کی کوشش کی اور پھر ایک فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں داخل ہو گیا۔ کمپارٹمنٹ بڑا پُرسکون تھا۔ ایئر کنڈیشنر چل رہا تھا۔ میں اندر پہنچا اور ایک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ذہن میں کوئی سوال نہیں تھا کہ کہاں جاؤں؟ کیا کروں؟ لیکن کچھ ہی لمحوں کے بعد مجھے ایک آہٹ سی سنائی دی اور اس نے چونک کر نگاہیں اٹھائیں۔ وہ ایک عمر رسیدہ عورت تھی۔ بڑا پُروقار چہرہ تھا۔ آنکھوں میں بڑی کشش تھی۔ حالانکہ عمر پینتیس، چالیس کے قریب ہو گی لیکن شخصیت بڑی پُرکشش تھی۔ مجھے دیکھنے لگی اور پھر بولی۔

''پریشان ہو کچھ؟''

''جی؟''

''کچھ پریشان ہو؟''

''اگر ہوں بھی تو کیوں پوچھ رہی ہیں؟''

''بیٹھ جاؤں یہاں۔'' اس نے کہا۔ میں نے کمپارٹمنٹ میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ اتفاق کی بات تھی کہ اس کمپارٹمنٹ میں میرے اور اس کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ بہرحال وہ مجھ سے اتنا پوچھنے کے بعد بیٹھ بھی گئی پھر کہنے لگی۔

''جتنی چھوٹی سی تمہاری عمر ہے۔ اتنی چھوٹی عمر میں اگر کوئی اتنا پریشان نظر آئے تو دل کو بڑے دکھ کا احساس ہوتا ہے۔''

''آپ کو کیسے اندازہ ہوا کہ میں پریشان ہوں۔'' میں نے سوال کیا۔ تو وہ مسکرا دی اور پھر کہنے لگی۔

''بے شک میرے بال سفید نہیں ہوئے لیکن کہنے میں کیا حرج ہے۔ کہ میں نے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے۔''

''ہاں کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' میں بے اختیار مسکرا دیا وہ بھی ہنس پڑی پھر بولی۔

''ویسے بتاؤ گے نہیں اپنے بارے میں کچھ؟''

''میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی۔''

''کیا؟''

''اچانک آپ کو مجھ سے دلچسپی کیوں پیدا ہو گئی؟''

''بالکل نہیں۔ کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی۔ جب دو ہمسفر ایک ساتھ ہوتے ہیں اور اتفاق کی بات ہوتی ہے۔ کہ کوئی اور ساتھ نہیں ہوتا تو دل میں یہ خیال تو اُبھرتا ہی ہے کہ چلو اپنے ہم سفر سے کچھ باتیں ہی کی جائیں۔''

''ہاں..... یہ بات تو ہے۔''

''بس یہ ہی سمجھ لو..... کیا نام ہے تمہارا؟''

''سلال۔''

''بہت اچھا نام ہے۔ تمہاری پیشانی سے ہی ہے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تم تقدیر کے سکندر ہو۔''

''ہاں..... ہوں۔'' میں پھیکے سے انداز میں بولا۔

''کیا کرتے ہو؟''

''صبر کرتا ہوں۔''

''کیا مطلب؟''

''ایک تنہا انسان صبر ہی کر سکتا ہے۔''

''تنہا ہو؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ابھی آپ خود ہی کہہ چکی ہیں۔''

''میرا نام بھی نہیں پوچھا تم نے؟''

''ہمت نہیں کر رہا۔''

''کیوں؟''

''اس لیے کہ آپ خاتون ہیں۔''

''ارے چھوڑو..... میری تمہاری عمر میں فرق ہے۔ اس میں ایسا کوئی تصور ذہن میں ابھر بھی نہیں سکتا ہے۔''

''تو پھر؟''

''نام پوچھو مجھ سے میرا۔''

''بتا دیجیے۔'' میں ہنس پڑا وہ بھی ہنسنے لگی پھر بولی۔

''ویسے تو بہت سے نام ہیں۔ میرے..... لیکن لوگ مجھے شمسہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ ایک طرح سے سوشل ورکر ہوں شوہر کا انتقال ہو چکا ہے۔ اتنی دولت چھوڑ گئے تھے میرے لیے کہ زندگی آسانی سے گزر جائے۔ بس سمجھ لو زندگی آسانی سے گزار رہی ہوں سوشل ورک کرتی ہوں اور اب تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا۔ کہ میں تم سے اتنی محبت سے کیوں پیش آ رہی ہوں۔''

''آپ کی مہربانی ہے۔''

''اپنے بارے میں کچھ بتاؤ؟''

''بس اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ ایک بے سہارا انسان ہوں دنیا میں کوئی ہے نہیں اور بس یوں سمجھ لیجیے کہ اپنے طور پر زندگی کی گاڑی کو دھکیل رہا ہوں۔''

''کہیں خاص جگہ جا رہے ہو؟''

''نہیں بس ایک آوارہ کا سفر کیا ہوتا ہے۔ آپ کو اندازہ ہو گا۔''

''لوگ کہتے ہیں کہ سفر وسیلۂ ظفر ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے ایسی ہی بات ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''میں تمہیں ایک ایسے آدمی کے پاس بھیج دوں گی۔ جو تمہارا بڑا قدر دان ہو گا۔ میرا تذکرہ بھی مت کرنا کسی سے بس چلے جانا وہاں..... وہ تم جیسے خوب صورت اور شاندار نوجوانوں کی بڑی مدد کرتا ہے۔ بہت اچھا ثابت ہو گا تمہارے لیے۔''

''کون ہے؟''

''ابھی اس بارے میں کچھ نہ پوچھو پتہ بتا دوں گی۔ چلے جانا وہاں۔''

عورت اچھی طبیعت کی مالک تھی۔ ہم شہر آ گئے اس نے چلتے ہوئے مجھ سے کہا۔

''کچھ پیسے وغیرہ ہیں تمہارے پاس؟''

''نہیں..... اور یہ بھی خوش بختی ہے میری کہ راستے میں ٹکٹ چیکر نے ٹکٹ چیک نہیں کیا۔''

''فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں جو تھے۔ ایسی جگہ معمولی لوگ نہیں آتے اور غیر معمولی لوگوں کو ٹکٹ چیکر نہیں پوچھتے۔ تو میں تمہیں پتہ بتائے دے رہی ہوں جاؤ وہاں چلے جاؤ۔ سیدھے..... اگر لطف نہ آ جائے تو میری ذمہ داری۔''

''بہر حال وہ چلی گئی اور میں سوچنے لگا کہ ایسی فضول حرکتیں کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ بلا وجہ وقت ضائع ہوتا ہے۔ لوگ تو کچھ نہ کچھ کہہ دیتے ہی۔ لیکن بہر حال سب کچھ اپنی پسند کے مطابق ہی تو نہیں ہوتا۔ البتہ بعد میں مَیں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے اس پتے پر پہنچ جانا چاہیے۔ ایک خوبصورت سی کوٹھی تھی یہ شہر بھی میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ راجہ پربھو دیو کے ساتھ یہاں میں بڑے شاندار پیمانے پر زندگی گزار چکا تھا۔ اس کے بعد سب کچھ بگڑ گیا تھا۔ وہ الگ بات تھی، اتفاقیہ طور پر ہی تقدیر مجھے اس شہر میں دوبارہ لے آئی تھی۔

کہانیاں در کہانیاں، بدری ناتھ کو یوں لگا جیسے اس سنسار میں ہر انسان کے جیون کے ساتھ ایک کہانی لپٹی ہوئی ہو۔ وہ تھک گیا تھا ان کہانیوں سے اور ان سے فرار چاہتا تھا۔ اس نے ساری کہانیاں پیچھے چھوڑ دیں اور سکون کی تلاش میں چل پڑا۔ سمندر کے بعد خشکی، ویرانے، جنگل، بیابان، جانور، چاند کی چودہ تاریخ تھی اور اس وقت وہ ایک ویران سی جگہ زمین پر لیٹا ہوا تھا کہ اچانک اسے اپنے بدن میں اینٹھن کا احساس ہوا۔ یہ اس کے جانور بننے کی علامت تھی۔ آسمان پر چاند کھلا ہوا تھا اور اس کے حلق سے غراہٹیں نکل رہی تھیں۔ اس کا رنگ روپ تبدیل ہو رہا تھا اور بدن میں شدید اینٹھن ہو رہی تھی۔ خون کی پیاس دل میں جاگ رہی تھی۔ درندہ بن کر انسانی زندگی تباہ و برباد کرنے کے لیے اس کی وحشت عروج پر آتی جا رہی تھی یہاں تک کہ بدن کی ساری ہیئت تبدیل ہوئی اور اس کے بعد وہ زقندیں لگانے لگا۔ اسے خون کی تلاش تھی اور اس کی ہولناک آنکھیں وحشت زدہ انداز میں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں لیکن جنگل بیابان میں دوسرے جانور بھی نظر نہیں آ رہے تھے جنہیں وہ اپنی وحشت خیزی کا شکار بناتا۔ وہ دوڑتا رہا اور پھر اسے ایک کھنڈر نظر آیا۔ ٹوٹا ہوا کھنڈر جس کی دیواریں بوسیدہ حال تھیں اور چاروں طرف ایک خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ اسے انسانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ون کی بُو محسوس ہوئی اور وہ دوڑتا ہوا اس کھنڈر میں داخل ہو گیا۔ اس کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹکتی ہیں لیکن اسے کوئی انسان نظر نہیں آیا۔ وحشت عروج پر پہنچتی جا رہی تھی اور وہ دیواروں سے ٹکریں مار رہا تھا۔ وقت گزرتا جا رہا تھا۔ آج کی رات اسے خون بہانے کا کوئی موقع نظر نہیں آیا تو وہ دونوں ہاتھ آگے کر کے ان پر تھوتھنی رکھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی بے چینی عروج پر تھی لیکن ڈھلتے چاند کے ساتھ یہ بے چینی ختم ہوتی چلی گئی اور آخر کار وہ پُرسکون ہو گیا۔ اسے نیند آنے لگی اور پھر یہ نیند اسے سکون دینے کا باعث بن گئی اور وہ سو گیا لیکن اس وقت اجالا آہستہ آہستہ پھوٹ رہا تھا کہ اس کے کانوں میں ایک آواز اُبھری۔

''اللہ اکبر! اللہ اکبر! اللہ اکبر!'' اور وہ بُری طرح چونک پڑا۔ اسے یوں لگا جیسے اس کے بدن میں تھرتھراہٹیں بیدار ہوتی جا رہی ہوں۔ آواز سنائی دیتی رہی اور اس کا جسم اعتدال پر آتا گیا۔ پھر اس نے کھنڈر نما عمارت کے بالکل اوپری حصے سے ایک عمر رسیدہ شخص کو نیچے اُترتے ہوئے دیکھا لیکن اب وہ انسان بن چکا تھا۔ خون کی پیاس ختم ہو گئی تھی۔ بزرگ نے بھی اسے دیکھا اور دیکھ کر مسکرا دیئے۔

''آہا..... مہمان..... آؤ، آؤ..... کیا خیال ہے پہلے نماز پڑھ لی جائے یا میں تمہیں کچھ کھانے کے لیے پیش کروں۔''

''نماز.....'' بدری ناتھ نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا تو وہ چونک پڑے۔

''ایسے کیوں سوال کر رہے ہو، کیا تم مسلمان نہیں ہو؟'' بدری ناتھ نے گردن جھکا لی تھی۔ بزرگ نے خوش اخلاقی سے کہا۔

''کوئی بات نہیں، ہر دین اللہ کا دین ہے۔ ہم اسے ہی پکارتے ہیں۔ بس ذرا انداز مختلف ہیں۔ تمہارا دین دھرم جو کچھ بھی ہے لیکن تم اللہ کے گھر میں مہمان ہو۔ تھوڑا سا انتظار کر لو تو زیادہ اچھا ہے۔ میں اپنی عبادت کر لوں۔ اس کے بعد بیٹھ کر باتیں کریں گے۔'' بزرگ نے کہا اور اس کے بعد وہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔

بدری ناتھ ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھ کر انہیں دیکھتا رہا تھا۔ اس کے دل و دماغ میں جوار بھاٹے اٹھ رہے تھے۔ نہ جانے کیا کیا سوچیں تھیں اس کے دل میں۔

بزرگ نماز سے فارغ ہوئے۔ سلام پھیرا اور مسکرا کر بولے۔

''آؤ اب ذرا اندر چل کر بیٹھیں گے۔'' اس کھنڈر نما عمارت کا ایک حصہ بڑا ہی پُرسکون تھا۔ وہاں بزرگ کا تھوڑا سا سامان رکھا ہوا تھا۔ چولہے کے پاس لکڑیوں کا ڈھیر۔ کچھ برتن رکھے ہوئے تھے۔ بزرگ نے جلدی سے چائے کا پانی رکھ دیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد انہوں

نے چائے اور خشک روٹی کے کچھ ٹکڑے بدری ناتھ کے سامنے رکھ دیئے اور بولے۔

''غریب کے پاس یہی سب کچھ ہے اور کوئی تواضع نہیں کر سکوں گا۔ ارے ہاں تمہارا دھرم دوسرا ہے۔ یہ برتن تمہیں ناگوار تو نہیں گزریں گے۔'' بدری ناتھ نے جلدی سے چائے کا پیالہ اٹھا لیا۔ اس میں روٹی کا ٹکڑا ڈبو کر اسے منہ میں رکھ لیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ نہ جانے اس کے دل پر کیسا اثر ہو رہا تھا۔ بزرگ نے خود اپنے لیے بھی چائے لی اور بدری ناتھ کے انداز ہی میں اس میں روٹی ڈبو ڈبو کر کھانے لگے۔ اس سے فراغت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے کہا۔

''معاف کرنا مجھے تمہارا نام نہیں معلوم۔''

''میرا نام بدری ناتھ ہے۔''

''ہندو دھرم سے تعلق ہے۔''

''کسی دھرم سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کبھی بدری ناتھ کا نام بدری ناتھ تھا۔ اب تو کچھ بھی نہیں ہے۔''

''اپنے بارے میں کچھ بتاؤ گے؟''

''ہاں! میں آپ کو اپنی داستان سنا کر دل ہلکا کرنا چاہتا ہوں۔'' بدری ناتھ نے کہا۔ اور بزرگ کی اجازت کے بغیر ہی شروع ہو گیا۔ یہاں تک آنے کی کہانی سنانے کے بعد اس نے گردن جھکا لی اور بولا۔

''مجھے سکون چاہیے۔ مجھے پناہ چاہیے میرے محترم بزرگ..... تھک گیا ہوں اور لعنت بھیجتا ہوں اس شیطان مردود پر جس کے پاس میں غلطی سے پہنچ گیا تھا۔ دومندری میں وشنو بھگوان کا مجسمہ بھی تھا اور لعنتی شیطان کا بھی۔ بس میرے قدم اس جانب اٹھ گئے۔''

''انسان خطا کا پتلا ہے بیٹے! خطائیں اس سے ہوتی ہی رہتی ہیں لیکن بڑی عظمت والا ہے وہ جو انسان ہے۔ اپنی تخلیق سے کون محبت نہیں کرتا۔ یہ دین دھرم ہیں نا بیٹا یہ سارے راستے اسی کی جانب جاتے ہیں۔ بس سوچ کا فرق ہے۔ کوئی بات نہیں ہے۔ تم نے جس انداز میں زندگی گزاری میں سمجھتا ہوں تم نے اس کا کفارہ بھی ادا کر لیا۔ یہاں رہو اپنے دھرم پر قائم رہو۔ میں تمہارے نام کی تبدیلی کے بارے میں کبھی نہیں کہوں گا۔ اپنے بارے میں بھی تمہیں اتنا بتا دوں کہ میں نے بھی زندگی میں بہت سے نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ میں بُرائیوں میں اتنا آگے بڑھ گیا تھا کہ میرے سامنے اچھائی کے راستے ختم ہو گئے تھے۔ پھر مجھے بھی پناہ کی تلاش ہوئی۔ میں اپنی زندگی بچانے کے لیے بھاگا بھاگا پھر رہا تھا۔ چونکہ میں ایک ڈاکو تھا۔ میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہت سے لوگوں کو نقصان پہنچایا۔ پھر مجھے یہ کھنڈر نظر آیا اور یہاں میں نے صدق دل سے توبہ کی اور اسی کا راستہ اختیار کر لیا۔ بس اب یہاں رہتا ہوں۔ کھانے پینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ قریب کی بستی سے یہ چیزیں لے آتا ہوں۔ زندگی بڑی پُرسکون ہے۔ خدا کی یاد کا مزا ہی کچھ اور ہے بیٹے! تم اپنے بھگوان کو یاد کرو۔ دیکھو اس یاد میں کتنا مزا آتا ہے۔''

بدری ناتھ بے اختیار رو پڑا پھر اس نے بزرگ کے ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔''

''کیا؟'' بزرگ چونک پڑے۔

''ہاں! مجھے اپنے دھرم میں شامل کر لیجیے۔ مجھے اپنے آپ میں شامل کر لیجیے۔ میں آپ کے قدموں میں رہ کر اپنی زندگی کے بقیہ دن گزار دینا چاہتا ہوں۔ دنیا بہت بُری ہے۔ مجھے شیطان سے بچایئے۔''

''اللہ بچانے والا ہے بیٹے! اللہ بچانے والا ہے۔ کوئی دباؤ نہیں۔ میں نے کہا نا تم سے کہ ہر راستہ اللہ کی طرف ہی جاتا ہے۔ تم اگر اسے اللہ کے نام سے پکارنا چاہتے ہو تو میں حاضر ہوں۔'' بزرگ نے کہا، بدری ناتھ نے بڑے خلوص کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے بعد بزرگ کے ساتھ ہی رہنے لگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زندگی کا یہ تجربہ اس کے لیے انتہائی انوکھا تھا اور یہاں جو سکون تھا وہ اور کہیں نہیں تھا۔ اس کے بعد بے شمار بار چاند کی چودہ تاریخ آئی بے شمار مسائل سامنے آئے لیکن بدری ناتھ کے دل میں کبھی کوئی فاسد خیال نہیں پیدا ہوا۔ وہ بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ یہاں زندگی گزارتا رہا تھا۔

☆=======ختم شد=======☆